انی القی الی کتاب کریم

سلسلۂ دار المصنفین (۳۲)

اعلیٰ حضرت سلطان الہند کے خطوط و رقعات کا مجموعہ

مرتبہ و مصححہ

سید نجیب اشرف ندوی ایم اے رفیق دار المصنفین

باہتمام

مولوی مسعود علی صاحب ندوی

دار المصنفین کے مطبع معارف اعظم گڑھ میں چھپی

إِنِّيٓ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ

سلسلۂ دار المصنّفین (۳۵)

مقدمۂ رقعاتِ عالمگیر

یعنی

اعلیٰ حضرت سلطان الہند محمد اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ رقعات وخطوط ومراسلات پر مقدمہ اور تفصیلی تبصرہ،

جسمین

اسلام مین فنِ انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغۂ انشا کا حال، اور انشا کے اصول، اور خاص عالمگیر کی انشا پر بحث، اوسکی تاریخ کے ماخذ، اور عالمگیر کی پیدائش سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات وسوانح پر خود اس کے خطوط ورقعات کی روشنی مین تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے،

نوشتۂ

سید نجیب اشرف ندوی، ایم اے، رفیق دار المصنفین،

مولوی مسعود علی صاحب ندوی کے اہتمام سے

دار المصنفین کے مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

فہرست مقدمہ رقعات عالمگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(۱)
فنِ انشا کی اجمالی تاریخ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا، کہ حروف و خطوط کی ایجاد کا مقصدِ اولین ایک انسان کے خیالات کا دوسرے انسان تک پہنچانا تھا، اور مختلف ممالک کے حروفِ تہجی کی تاریخ اس حیثیت سے کہ اُنھون نے تصاویر، خطوط، اور دوائر و نقاط سے موجودہ صورت تک کس طرح ارتقائی مدارج طے کئے ہین، ایک مستقل، وسیع اور دلچسپ موضوع ہے، جس کے مطالعہ مین ایک طالب علم کی پوری زندگی صرف ہو سکتی ہے،

ایشیا کی متمدن قوموں کو ایک فخر یہ بھی حاصل ہے، کہ دوسری چیزون کی ایجاد کی طرح حروف و خطوط کی ایجاد کا سہرا بھی انھی کے سر ہے، اور یہین کے تاجرون، فاتحون اور حوصلہ مند کی بدولت، دنیا کی یہ سب سے مفید اور عجیب و غریب ایجاد، افریقہ اور یورپ کے ظلمتکدون تک پہنچی، اور پھر مختلف ممالک نے اپنے مفاد و حالات کے مطابق اس کو اپنا بنا لیا، اس موقع پر ہم اس عنوان پر کچھ لکھنا نہین چاہتے، کیونکہ یہ خارج از بحث ہے، البتہ اتنا ضرور بتلا دینا چاہتے ہین کہ

ہمارے ملک مین آج سے نہین بلکہ حضرت مسیحؑ سے ہزارون برس پیشتر فنِ کتابت کا رواج ہو چکا تھا جس کے ثبوت مین آج پرانے کتبات موجود ہین، سندھ کے موجودہ اکتشافات نے اس زمانہ قدامت کو ہزارون سال اور بھی پیچھے ہٹا دیا ہے جس سے چین، ایران، اور عربستان تمام ایشیائی ممالک مین اس حیثیت سے بہت ممتاز ہو گئے ہین، اور اب اُور (UR) مین جو اثری خزائن نکل رہے ہین، انھون نے عرب کے متعلق اس موضوع کو خاص طور پر بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے،

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا، کہ جس طرح عرب قبل الاسلام کا آخری دور تمام حیثیتون سے ابتر حالت مین تھا، اسی طرح کتابت و انشا کے لحاظ سے بھی، تمام دوسرے ممالک سے بہ مدارج پست تھا[1]

عرب قبل الاسلام کے متعلق ہم کو قدیم شعرا کی وساطت سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے، کہ وہان حمیری زبان کے کاتب ہوتے تھے، اور ایسے لوگ بھی تھے، جو حلف و نقائض لکھتے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ عربون کے دوسرے قبائل اور دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات تھے اس لیے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو تجارتی خطوط اور حساب کی ماہر تھی، گو اسکی تعداد بہت کم تھی، اس زمانہ مین لکھنا جاننا نہایت اہم کام سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابن سعد نے طبقات مین جہان ایسے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہان اس بات کو خاص طور پر نمایان کیا ہے، کہ "وہ لکھنا بھی جانتے تھے"

عہد اسلام مین کاتب کی سب سے پہلے اس وقت ضرورت محسوس ہوئی، جب آنحضرت صلعم کو قرآن پاک کی کتابت اور دوسرے ملکون میں اسلام کی تحریری تبلیغ کی ضرورت ہوئی، آپ نے

---

[1] تردنِ تہجی کی ایجاد و ارتقا کے اجمالی معلومات کے لیے دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" دائرۃ المعارف برٹانیکا جلد ا صفحہ ۲۲ - ۲۳ - جلد ۲ صفحہ ۱۵، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ا صفحہ ۹ - ۶۰، تاریخ خوشنویسان، ریشیاٹک سوسائٹی بنگال ص۱ - ۹ - تاج العروس الفہرست اور فتوح البلدان بلاذری ص۴۷۱ وغیرہ،

آیاتِ قرآنی اور دعوتی خطوط لکھنے کی خدمت چند صحابہؓ کے سپرد فرمائی، ان میں جو بزرگ کتابتِ قرآن کی خدمت پر مامور تھے "کاتب الوحی" کہلاتے تھے، اور اُن کا خاص درجہ تھا صبح الاعشیٰ کے مصنف نے اور علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں ایک طویل فہرست ان لوگوں کی نقل کی ہے جو عہدِ رسالت یا خلافتِ راشدہ میں کتابت کے عہدہ پر مامور تھے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں کتابت کے فرائض حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) انجام دیتے تھے حضرت عمرؓ کے کاتب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن خلف (رضی اللہ عنہما) تھے، حضرت عثمانؓ کی بارگاہ میں مروان بن حکم یہ خدمت انجام دیتا تھا حضرت علیؓ کے عہد میں حضرت عبد بن ابی رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلعم اور حضرت سعید بن نجران الہمدانیؓ اس منصب پر ممتاز تھے، اور حضرت حسن بن علیؓ کے کاتبوں میں حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ کا شمار تھا، لیکن اس محکمہ مراسلت و مکاتبت کو باضابطہ ترتیب دینے اور مستقل محکمہ بنانے کا کام حضرت عمرؓ کے مبارک ہاتھوں سے عالمِ وجود میں آیا، چنانچہ صاحب صبح الاعشیٰ کا بیان ہے،

وھذہ المکتوبات کلہا متعلقہا دیوان الانشاء بخلاف دیوان الجیش فان اول من وضعہ و رتبہ امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی خلافتہ۔[2]	ان تمام مراسلات کا تعلق محکمۂ انشا سے ہے، برخلاف محکمۂ فوج کے کہ اس کو سب سے پہلے امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایجاد اور مرتب کیا،

یہ صورتِ حال صرف مرکزی حکومت تک محدود نہ تھی، بلکہ صوبوں کی حکومتوں کے لیے بھی

---

[1] صبح الاعشیٰ جلد اول ص ۳-۹۰ و زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۱۳-۳۸۲ [2] جلد ص ۹۱

اس قسم کے کاتب متعین تھے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی الفاروق مین تحریر فرماتے ہین،

"صوبون مین بڑے بڑے عہدہ دار ہوتے تھے، یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان یعنی دفتر فوج کا میر منشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، صاحب احداث یعنی افسر پولس صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ، قاضی یعنی صدر الصدور[1]"

اسلامی حکومتون مین سے بنو امیہ اور بنی عباس کے عہد مین یہ محکمہ دیوان الانشار کے نام سے موسوم تھا، دیوان کے لفظ پر اکثر یہ بحث رہی ہے کہ آیا یہ فارسی ہے، یا عربی، ایک جماعت کا خیال ہے، کہ یہ عربی الاصل ہے، اصل مین دوّان تھا، ایک واو حرف علت کے پہلے کسرہ ہونے کے سبب "ی" سے تبدیل ہو گیا ہے، صناعۃ الکتاب کے مصنف نحاس اور سیبویہ، وغیرہ کا یہی خیال ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مشہور ہے،

"فان الشعر دیوان العرب"

لیکن اصمعی، جوہری، صاحب صحاح، اور الماوردی کا خیال ہے، کہ وہ فارسی سے معرب کیا گیا ہے، چنانچہ موخرالذکر نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ مین اسکی دو وجہ تسمیہ لکھی ہے،

(۱) ایک دن کسریٰ اپنے محاسبین کے پاس آیا وہ باہم حساب کرنے مین مشغول تھے، اور اپنے اصطلاحات کے الفاظ جو عام فہم نہ تھے، بول رہے تھے، ان کو سنکر کسریٰ نے کہا "دیوانہ" (یعنی یہ پاگل ہو گئے ہین) اسی دیوانہ کی "ہ" کثرت استعمال سے گر گئی تو دیوان ہو گیا،

(۲) دیوان، دیو کی جمع ہے، چونکہ منشی دیوؤن کی طرح ہر خفی و جلی بات سے واقفیت رکھتے ہین، اسی لیے ان کو دیوان کہا گیا،

ہندوستان مین یہ لفظ دفتر کے بجاے صاحب دفتر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ جو

---

[1] الفاروق

شخص محکمۂ مال اور بعض اوقات دارالانشا کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے، دیوان کہلاتا ہے، اور اس کے دفتر کو دیوان خانہ کہتے ہین، یہ دیوان چونکہ اپنے اختیارات کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتے تھے، اور ان کی ایک جنبش قلم لوگون کے لیے راحت یا کلفت کا سامان مہیا کر سکتی تھی، اس لیے ایک شخص نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک "دیو" ہے جس کے سامنے قلم (الف) اور دوات (ن) رکھی ہوئی ہے[1]،

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا، بنی امیہ کے زمانہ مین سب سے مشہور کاتب عبدالحمید بن یحییٰ گذرا ہے جو آخری اموی بادشاہ مروان بن محمد کا کاتب تھا،

اس وقت تک اگرچہ نظامِ حکومت بڑی حد تک مکمل ہو چکا تھا، تاہم وزارت کا عہدہ قائم نہین کیا گیا تھا، یہ شرف بنو عباس کے لیے محفوظ تھا، چنانچہ استحکامِ خلافت کے بعد انھون نے جو پہلا کام کیا وہ منصبِ وزارت کا قیام تھا، اور یہ ان کی بدقسمتی کہو یا خوش قسمتی کہ ان کو خاندان برامکہ کے مدبر ارکان اس عہدہ کے لیے دستیاب ہو گیے، اب دارالانشا کا محکمہ بھی اسی خاندان کے ماتحت تھا، چنانچہ کبھی وزیر خود خطوط لکھتا، اور کبھی اس کے منشی (کاتب) یہ خدمت انجام دیتے، اس عہد کے وزرا مین اس حیثیت سے جو لوگ مشہور ہوئے ہین ان کے یہ نام ہین، یحییٰ بن خالد برمکی، الحسن بن سہل، عمرو بن مسعدہ، (کاتب المامون) ابن المقفع (مترجم کلیلہ و دمنہ) سہل بن ہارون، ابوالفضل بن العمید، اسمٰعیل بن عباد اور ابو اسحاق الصابی،

دولت عباسیہ ایک عربی حکومت تھی، اس لیے اس کی سرکاری زبان بھی عربی تھی، لیکن جب ۶۵۶ھ مین ہلاکو نے اس کا خاتمہ کر دیا، اور تمام اسلامی ایشیا مین تقریباً مغلون کی حکومت ہو گئی، تو دفتری زبان بھی بدل گئی، اور اب مغلی (منگولی)، اور فارسی زبان نے دفتر پر قبضہ کیا،

---

[1] صبح الاعشیٰ۔ سرکار مغلون کا نظامِ حکومت۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۱ ص ۹۷۹،

پھر فارسی نے دوسری حکومت کی طرح دوسری زبان کو بھی نکالکر کامل تسلط حاصل کرلیا، اور ایک بڑی اسلامی آبادی کے لیے ذریعۂ تخاطب بنگئی،

سلطنت عباسیہ کے ساتھ ہم کو مغربی افریقہ اور اسپین کی اسلامی سلطنتون کو فراموش نہ کرنا چاہیے، انھون نے اسلامی علوم وفنون، صنعت وحرفت، تمدن معاشرت، ایجاد واختراع پر ایک غیر فانی اثر ڈالا ہے، اور دوسری نے پہلی سے سبقت لیجانے کی کوشش کی ہے، ابتداءً چونکہ یہ علاقے مرکزی حکومت کے ماتحت تھے، اسلئے دور اموی تک وہان کوئی دار الانشاء قائم نہ تھا، لیکن جب حکومت عباسیہ کا آغاز ہوا، اور یہ ممالک خود سر ہوگئے، تو وہان بھی اسکا مستقل محکمہ قائم ہوگیا، وہان کے مشہور کاتبون مین سے مندرجہ ذیل نام صاحب صبح الاعشیٰ نے درج کیے ہین[1]

ابو الولید بن زیدون، الوزیر ابو حفص بن برد الاصغر الاندلسی، ذو الوزارتین ابو المغیرہ بن حزم، الوزیر ابو القاسم محمد بن الجد، عبد المہیمن (کاتب سلطان ابو الحسن المرینی) ابن الخطیب (وزیر ابن الاحمر والی غرناطہ)

مصر مین مختلف حکومتون کے مختلف دور رہے ہین، اور ان مین متعدد کاتبون نے شہرت حاصل کی ہے[2]،

دیوانون کی تقسیم | انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا بیان ہے کہ ابتداءً دیوان اس دفتر کو کہتے تھے، جو "دبیر" سے متعلق ہوتا تھا جس مین حکومت کے آمد وخرچ کا حساب رکھا جاتا تھا، پہلے شام ومصر مین یہ حساب یونانی، اور ایران مین پہلوی زبان مین تھا، اس کے بعد عربی مین ہوگیا، اور سنہ ۸۱ھ سے عربی ہی مین رہا (البلاذری ص ۱۹۳ و ۳۰۰، الماوردی ص ۲۷۹،) اس کے بعد خزانہ سے متعلق دفترون کا نام دیوان رکھا گیا، خلافت عباسیہ کے زمانہ مین تمام دفترون کو اسی نام سے

---

[1] صبح الاعشیٰ جلد ا صفحہ ۹۵ [2] رر صفحہ ۱۰۵،

موسوم کیا گیا، بلکہ بعض اوقات خود خلیفہ کو بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، (ترجمہ ابن خلدون ازڈی سلین دیباچہ ص ۳)

دیوانون کی تقسیم حسب ذیل تھی:-

(الف) دیوان الذمام: یہان آمد و خرچ کے حسابات رکھے جاتے تھے،

(ب) دیوان التوقیع: حکومت کے محاسب اعلی اور خازن (خزانچی) اول کا دفتر یہی افسر سرکاری حسابون کی جانچ بھی کرتا تھا،

(ج) دیوان البر: یہ دیوان خلیفہ المقتدر کے مشہور وزیر علی بن عیسیٰ نے قائم کیا تھا، اور اس کے ذمہ وقوف کا انتظام تھا،

(د) دیوان الخاتم: یہ وہ دفتر تھا، جہان سرکاری خطوط پر خلیفہ کی مہر لگائی جاتی، خطوط کی نقلین رکھی جاتین اور ان کے روانہ کرنے کا انتظام ہوتا، حضرت معاویہؓ نے اس کی بنیاد ڈالی، اور حکومت عباسیہ کے وسط عہد تک یہ دفتر قائم رہا[1]،

کاتب کے اوصاف یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص اسقدر اہم منصب پر مامور ہو، جو بادشاہ کے تمام رازون سے واقف ہو جس کو حکومت کے داخلی و خارجی حالات کا اسقدر مفصل و اصلی علم حاصل ہو جسکی ایک معمولی غیر محتاط حرکت ایوان حکومت مین ہلچل پیدا کر سکتی ہو جسکی ایک جنبش قلم تمام ملک پر مصیبت لا سکتی ہو، اس کے لیے اوصاف کی ہمہ گیری، اخلاق کی مضبوطی، طبیعت کی عمدگی، اور علم کی وسعت لازمی اوصاف ہین یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مصنفین جنھون نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، مفصل طور سے کاتب کے مرتبہ، اس کے علم و فضل اور اس کے دوسرے ضروری اوصاف پر اظہار خیال کرتے ہین،

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ا، صفحہ ۹۷۹،

سب سے پہلی چیز ایک کاتب کے لیے یہ ضروری قرار دیگئی ہے، کہ وہ آزاد ہو، یعنی کسی کا غلام نہ ہو، کیونکہ غلام کی مرضی اپنی مرضی نہین ہوتی، وہ اپنے مالک کے ہاتھ کا کھلونا ہوتا ہے، اور اس لیے قابلِ اعتبار و اعتماد نہین ہو سکتا،

دوسری صفت یہ ہے کہ بادشاہ کا ہم قوم ہو، کیونکہ دوسری قوم کا آدمی کبھی بادشاہ کے فوائد کو اس روشنی مین نہین دیکھ سکتا، جسمین اسکا ہم قوم دیکھے گا، بہت ممکن ہے کہ بادشاہ اس قوم کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہو، جسکا کاتب رکن ہے، اور وہ قومی جوش مین آکر بادشاہ کے تمام راز ظاہر کردے، ابتدائے عہدِ اسلام مین اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، لیکن جسقدر خطرہ کم ہوتا گیا، بندشین بھی ڈھیلی ہوتی گئین، حتی کہ عہدِ عباسیہ مین ہم کو متعدد عیسائی اور یہودی کاتب نے اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہین، ہندوستان کا بھی یہی حال ہے، جس کو ہم آگے چلکر لکھین گے،

تیسرا وصف یہ ہے کہ تمام علوم کا ماہر ہو، یعنی اس کو صرف ونحو، معانی و بیان، ادب و انشا، تاریخ وجغرافیہ، ریاضی و ہیئات، فقہ وحدیث، معدنیات و ارضیات کی مکمل واقفیت ہو، کیونکہ وہ بادشاہ کا مشیرِ خاص اور عقلِ کل ہوتا ہے، اگر وہ کم علم ہو تو صحیح راے نہ دے سکے گا، اور نہ سلطنت کے ہمہ گیر معاملات کے تمام گوشون پر نظر رکھ سکے گا،

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس کو قرآن کی آیات، احادیث کی عبارتین، مشاہیر کے اقوال اور شعرا کے اشعار بکثرت یاد ہون، کہ ان کے بغیر وہ اپنی عبارت مین فصاحت و بلاغت، اور زور و جوش پیدا نہین کر سکتا،

پانچوان وصف اس کی انتظامی صلاحیت ہے، اس کو نہ صرف اپنے مختلف دفاتر کا انتظام کرنا پڑتا ہے، بلکہ مراسلات کی روانگی کے متعلق ڈاک اور چوکی کا انتظام بھی اسی کے فرائض مین داخل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ممالک کے راستون، منزلون، اور شہرون کا علم بھی اس کے لیے

ضروری ہے، چنانچہ متعدد اشخاص نے صرف منازل ومراصد پر اسی مقصد کے لیے ضخیم کتابین لکھی ہین،

کاتب کے فرائض | صاحب صبح الاعشیٰ نے نہایت تفصیل سے کاتب کے فرائض گنائے ہین، اور ہمارے سامنے اس سے کوئی بہتر صورت نہین، کہ ہم اسی کی تلخیص پیش کردین،

پہلا فرض، عزل ونصب، فصل مقدمات اور دوسرے امور سلطنت کے متعلق احکام لکھنا،

دوسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، ان کو پڑھنا،

تیسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، اُن کا فوراً جواب دینا، اور ان پر تاریخ لکھنا، اور جو لوگ خطوط بھیجین اگر انھون نے اُسپر تاریخ نہین لکھی ہو، یا جس تاریخ کو وہ خط بھیجا گیا ہو اس کے لحاظ سے خط کے پہنچنے مین (راستے مین) زیادہ دیرلگی ہے، تو مراسلہ نگار یا ڈاکیئے سے اُسپر مواخذہ کرنا،

چوتھا فرض، خطوط مین القاب وآداب اور حفظ مراتب کا خصوصیت کیساتھ لحاظ رکھنا یعنی ان مین اعتدال ملحوظ رکھنا،

پانچوان فرض، جو خطوط اور فرامین وغیرہ دفتر سے بھیجے جائین، ان کو پڑھنا تاکہ اُن مین کوئی لفظی ومعنوی غلطی نہ رہجائے، اور اُن پر تہ یا تاریخ لکھنا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس خط کے مضمون سے واقفیت حاصل کرلیگئی ہے،

چھٹا فرض، ڈاک کے انتظامات کی نگرانی کرنا اور خط لیجانے کے لیے متدین، تجربہ کار، فصیح وبلیغ اور قابل اشخاص منتخب کرنا،

ساتوان فرض، نامہ بر کبوترون کے رہنے کے مقامات وغیرہ کی نگرانی کرنا،

آٹھوان فرض، باطنیون کی نگرانی کرنا، کیونکہ زمانۂ قدیم مین جب تک ان لوگون کو سرکاری پروانہ راہداری نہ مل جاتا، کہین آمدورفت کی اجازت نہ تھی، اسی طرح تاجرون کو ان کے ملکون مین جانے کے لیے سرکاری پروانہ حاصل کرنا پڑتا تھا، اس لیے اُن چیزون کا تعلق بھی کاتب سے ہوگیا تھا

نواں فرض، جاسوسون کا انتخاب، ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ، اوران کے تمام حالات سے واقفیت،
کیونکہ جاسوسون سے صرف دشمن کے واقعات وحالات معلوم کرنے کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے
ان مین قاصد سے زیادہ تجربہ کاری، دیانت، اور عقل وفہم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی، اوراُن کے
تمام شرائط واوصاف وحالات پر کاتب کو نظر رکھنا پڑتی ہے،

دسواں فرض، بعض اوقات بعض مقامات پر ڈاک کے گھوڑون کے ذریعہ سے خط نہین
بھیجا جاسکتا، اسلیے اس قسم کے خطوط تیز رو ہرکارے لیجاتے ہین، اس لیے کاتب کو ان کے حالات
سے بھی واقف ہونا ضروری ہی،

گیارہوان فرض، قدیم زمانہ مین بلند مقامات مثلاً پہاڑون پر کچھ لوگ متعین ہوتے تھے
جن کا کام یہ تھا، کہ جب دشمن قریب آتا تو آگ روشن کرتے، اس روشنی کو دیکھکر قریب کے بلند مقام پر
آگ روشن ہوتی اور اُسکا سلسلہ بڑھکر کسی خاص صوبہ یا علاقہ یا مرکزی مقام تک پہنچتا، جب تمام
صوبہ کے اُن بلند مقامات پر روشنی ہوجاتی اور لوگ خبر سننے کے خواہشمند ہوجاتے تو نامہ بر کبوترون
کے ذریعہ سے اطلاع بھیجدیجاتی تھی، اس لیے کاتب کو اُن مقامات کی بھی خبر رکھنی پڑتی تھی،

بارہوان فرض، جو عام حالات، عام خبرین، اور عام واقعات ایسے ہون، جنسے سلطنت
کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہو، کاتب کو اُن سے باخبر رہنا چاہیے، اور بادشاہ کو فوراً اُن کی نسبت
اطلاع دینی چاہیئے،

کاتب کے اقسام (۱) کاتب خطوط کی عبارت لکھتا ہے، اس لیے اس کو انشا پرداز ہونا چاہیئے
تاکہ چھوٹی بات کو بڑا اور بڑی کو چھوٹا بنا کر لکھ سکے، اور اثر پیدا کرسکے، مہمات امور ملکی کے متعلق
اسی کو خط وکتابت کرنی پڑتی ہے،

(۲) کاتب بادشاہ کی طرف سے خطوط لکھتا ہے، اس لیے شرائط متذکرۂ بالا کے ساتھ اسکو

بادشاہ کا ہم مذہب، عالی حوصلہ، صاحب استقلال اور معزز ہونا چاہیئے، تاکہ ان اخلاق کا اثر اس کے خط سے نمایان ہو، اور یہ معلوم ہو کہ وہ بادشاہ کا قائمقام ہے،

(۳) کاتب سرکاری عہدہ دارون کے خطوط لکھتا ہے، اس لیے اسکا درجہ اوپر کے دونون درجون سے کم ہے، با این ہمہ اس کو رازدار اور بے طمع ہونا چاہیے، کیونکہ اس کو اکثر ملکی حالات کی خبر رہتی ہے، اور اس کو زود نویس اور خوشخط بھی ہونا چاہیئے،

(۴) کاتب، فرمان اور چھوٹے چھوٹے خط لکھتا ہے، اور رجسٹر مین ان کی نقل رکھتا ہے، یہ کام تقریبًا تیسری قسم کے کاتب کا ہے، اس لیے اس مین وہی اوصاف ہونے چاہئین جو نمبر ۳ مین گذر چکے ہین،

(۵) کاتب صرف خطوط وغیرہ کی نقل کرتا ہے، اس لیے اس کو نہایت خوشخط اور ساتھ ہی رازدار امین اور پاکیزہ نفس ہونا چاہیئے،

(۶) کاتب خطوط وغیرہ کو اس غرض سے پڑھتا ہے، کہ ان کی غلطیان معلوم کرے، اس لیے اس کو لغت، نحو، اور قرآن مجید کا ماہر اور ذہین ہونا چاہیئے، ساتھ ہی اس کو کسی سے بغض و عداوت نہین رکھنی چاہیئے،

(۷) کاتب کا فرض اُن اہم امور کی یاد لکھنا ہے، جو خطوط مین لکھے ہوے ہون، تاکہ بوقت ضرورت ان کو آسانی سے معلوم کیا جا سکے، اسلیے اس کو تمام خطوط ملنے چاہئین، تاکہ وہ ان سے یادداشت نقل کر سکے، اس کا فرض یہ ہے، کہ تمام ضلعون اور صوبون وغیرہ کے متعلق الگ الگ رجسٹر بنائے، اور ان پر ان خطوط کا خلاصہ نقل کر کے یہ لکھے، کہ فلان عہدہ دار کا یہ خط فلان تاریخ کو اس مضمون کے متعلق آیا، اور اس کا جواب دیا گیا یا نہین دیا گیا۔ اسی طرح وہ ہر سال کے لیے نئے یادداشت کے رجسٹر تیار کرے۔

اس کاتب کو امانت دار اور نہایت جفاکش ہونا چاہیئے،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ تمام عہدہ دارون کے نام اور اُن کے القاب وطرزِ تخاطب وغیرہ کی یادداشت رکھے، اور جب اُن مین تغیرات ہون، یا ان کا تبادلہ ہو جاے، یا وہ مرجائین، اور ان کی جگہ کوئی دوسرا مقرر ہو تو ان تمام تغیرات کی یادداشت رکھے، اسی طرح جن بادشاہون کے خطوط آتے ہین، ان کے القاب وآداب بھی درج کرے، اور اسکا رجسٹر مراسلہ نگارون کے پاس موجود رہے، تاکہ وہ جب خطوط لکھین تو القاب وآداب وغیرہ مین غلطی نہ کرین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ سلطنت مین جو اہم واقعات پیش آتے رہین تاریخ وار ان کی یادداشت اپنے پاس رکھے، کیونکہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ جو خطوط آئین، سالانہ، یا ماہانہ، یا یومیہ ان کی ایک فہرست مرتب رکھے، اور جس کا خط آئے، اس کے نام کے نیچے لکھے کہ فلان تاریخ کو یہ خط آیا، اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ کرے، اور ضرورت ہو، تو کل خط نقل کرے،

اسی طرح فرامین وغیرہ کی بھی فہرست بنالے، اور ہر سال ان فہرستون کی تجدید کر لیا کرے، جو خطوط غیر زبانون کے آئین، اور دفتر مین ان کا ترجمہ کیا جاے، تو ان ترجمون کی بھی فہرست مرتب کرے،

زبان کی تبدیلی ادبیات کے مؤرخین کا بیان ہے، کہ مامون الرشید کے زمانہ ہی سے فارسی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو گئی تھی، اور اسی وقت سے شعرانے اور ان کے بعد مترجمین، مؤلفین، اور مصنفین نے بہت جلد اس کو اپنی زبان بنالیا تھا، مختلف عجمی حکومتون کے قیام نے اسلامی ایشیا مین اسی کو دفتری زبان بنایا، اور وہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ گئی، کہ عربی حکومت کی طرح عربی زبان کو بھی اس نے نکال باہر کیا، جس کا اثر انشاء و مراسلت پر بھی پڑا،

ہندوستان مین (اگر محمد بن قاسم کے حملہ کو نکال دیا جاے تو) محمود سے لیکر بابر تک جتنے

فاتح گذرے ہین، سب کے سب فارسی ہی کو اپنے ساتھ لائے تھے، مغلون نے چغتائی ترکی کو ہندوستان مین رواج دینا چاہا تھا، کہ یہ ان کی مادری زبان تھی، لیکن وہ شاہی اور ترکی امرار کے قصر وایوان سے باہر نہ نکل سکی، یہی وجہ ہے کہ ہم کو بابر کے دیوان یا بعض اور کتابون کے سوا دوسری ترکی تصانیف ہندوستان مین نہین ملتین،

ہندوستان مین فن انشار حکومت مغلیہ سے پیشتر زمانہ کے لیے ہمارے پاس علوم وفنون کی کوئی تاریخ موجود نہین ہے، اس لیے عام تاریخون مین جو کچھ ملسکتا ہے، اسی پر اکتفا کیجاتی ہے، گو یہ روشنی ہلکی روشنی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا ابتدائی دور اسلامی مصری حالات سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا، اس وقت مرکز خلافت دمشق و بغداد کی جگہ قاہرہ تھا، سلاطین ہند اپنی نذرِ عقیدت اسی آستانہ پر چڑھاتے، اسی لیے جب ہم ضیار الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی مین ہر سلطان کے منصبدارون اور امیرون کے نام پڑھتے ہین، تو اس مین ہم کو پہلے دبیر، اور پھر دواتدار کے نام سے ایک صاحب منصب نظر آتا ہے، اور مصر مین کاتب یا صاحب الانشار کو اسی مؤخر الذکر نام سے یاد کیا جاتا تھا، قطب الدین سے لیکر سکندر لودی تک پانچ حکومتین قائم ہوئین، اور عام تاریخون سے ضمناً جو کچھ اس سلسلہ مین معلوم ہوتا ہے، وہ بہت ہی مایوس کن ہے، تاہم ہندوستان کی قدیم ترین انشا کی کتابون کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہان دیوان کا محکمہ تھا، اور دفتر مراسلت اسی سے متعلق تھا، چنانچہ دکن کے مشہور وزیر خواجہ محمود گاوان کی تصنیف مناظر الانشا مین فن انشا اور اصناف مکاتب پر مفصل بحث کیگئی ہے، اور ہم اسی کو عہد مغلیہ سے قبل کے ہندوستان مین فن انشار کا معیار اور اس کی تاریخ کا ماخذ بنا سکتے ہین۔

مناظر الانشار سے جو پہلی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان مین دبیر دواتدار کی

جگہ منشی اور کاتب نے لے لی ہے، اور اُن کے بجائے یہی الفاظ مستعمل ہین، اس عہد مین منشی کا کیا معیار ہوتا تھا، اس کے لیے ہم کو کتاب مذکور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، مصنف ان الفاظ مین منشی کی تعریف کرتا ہے:-

"منشی کسے است کہ او را کیفیت راسخہ باشد کہ بسبب آن قادر بود، برادائے معنی مقصود، بطریقیکہ نزد بلغا پسندیدہ باشد یعنی کلامے کہ ادائے معنی بآن میکند مطابق مقتضائے مقام باشد مع فصاحۃ الکلام"

لیکن اسکے ساتھ شاکی ہے کہ عہد حاضر مین ہر شخص کو جو معمولی لکھنا پڑھنا بھی جانتا ہو، لوگ منشی کے نام سے پکارتے ہین، اور اس لیے اُسے مجبوراً منشیون کی حسب ذیل چار قسمین کرنا پڑی ہین؛

(۱) وہ جو مذکورۂ بالا تعریف کے مطابق ہو (یہ حقیقی منشی ہے)

(۲) وہ جسے انشا کی خود نہ تو قوت ہو نہ قدرت، لیکن بلغا کے فقرون کو اس خوبصورتی اور قابلیت سے مربوط کرے، کہ ان مین کوئی فرق معلوم نہ ہو سکے،

(۳) وہ جو بلغا کے فقرون کو مربوط تو کر سکے، لیکن یہ ربط ان جملون کے موافق نہ ہو،

(۴) وہ جو بلغا کے جملون کو بالکل مربوط نہ کر سکے،

اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے، کہ مؤخر الذکر تین اقسام کے انشا پردازون کو منشی کی جگہ "کاتب" کے نام سے پکارنا بہتر ہے،

اس لائق انشا پرداز وزیر نے حقیقی منشی کے لیے جو اوصاف ضروری قرار دیئے ہین، یہ ہین؛

(۱) فکر صحیح رکھتا ہو اور مستقیم الطبع ہو،

(۲) "تراکیب بلغا" کا بکثرت تتبع کیا ہو،

(۳) فضلا کے بلیغ اشعار کو نثر کیا ہو،

(۴) قرآن مجید کا حتی الامکان حافظ ہو،

(۵) "کلمات مزید فیہ" کے متعلق جانتا ہو کہ اصل عربی لغت مین وہ کن معنون مین استعمال کئے گیے ہین،

(۶) ایسی غلطیون کا مرتکب نہ ہو، جو عموماً قلم کی جنبش سے وابستہ ہوگئی ہین، (یعنی عام ہین)

(۷) حروف وصل وغیرہ کے استعمال مین غلطی نہ کرتا ہو،

(۸) معنی مقصود کا لحاظ کر کے ایسے مناسب اور موزون الفاظ لاسکتا ہو جنسے معنی مقصود پورے طور پر ادا ہوجائین،

(۹) علم لغت، صرف، نحو، معانی، بدائع، جانتا ہو[1]

ان شرائط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربون کے نزدیک جو جو اوصاف ایک کاتب کے لیے ضروری تھے، ان مین سے بعض اہم اوصاف منشی مین موجود نہین ہین، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے، کہ عربون کے یہان اہم مکتوبات کی تحریر وزرا سے متعلق تھی، وہی صاحب الدیوان کہلاتے تھے، اور اسی لیے اس منصب جلیلہ کے موافق شرائط بھی زیادہ سخت رکھے گئے تھے،

خطوط و مراسلات کے اقسام

منشی کے اوصاف کے بعد اب ہم کو خود اقسام مکاتیب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، خطوط مختلف قسم کے ہوتے ہین، اور ان کے بھیجنے والے کی تین صورتین ہوسکتی ہین؛ کاتب یا تو (الف) مکتوب الیہ سے بلند رتبہ ہے،

یا (ب) مساوی ہے،

یا (ج) کم رتبہ ہے،

اگر خط لکھنے والا بادشاہ ہے، تو اس کے خط کو منشور، فرمان، یا فتحنامہ کہتے ہین،

اگر بادشاہ کے علاوہ کوئی اور بلند مرتبہ شخص ہے، مثلاً شاہزادہ، وزراء، امراء، وغیرہ تو

---
[1] مناظر الانشار ص ۱۰۰-۱۰۱

اس خط کو مثال کہتے ہین،

اگر لکھنے والا مساوی درجہ کا ہے، تو اسے مکتوب کہتے ہین،

اور اگر کم رتبہ ہے تو اُسے عریضہ کے نام سے موسوم کرتے ہین،

ان اقسام کے علاوہ عہد نامہ، تہنیت نامہ، اور تعزیت نامہ بھی مکتوبات مین داخل ہین،

عہد نامہ دو بادشاہون، یا ایک بادشاہ اور ایک امیر مین لکھا جاتا ہے،

تہنیت نامہ اور تعزیت نامہ عموماً مساوی مرتبہ والون کے درمیان رائج ہے،

اب جبکہ ہم کو خطوط کے تمام اقسام معلوم ہو چکے ہین تو آؤ دیکھین کہ ان کی ترتیب کس طرح ہوتی تھی، اوران مین کن کن چیزون کو پیش نظر رکھا جاتا تھا،

فرمان یا منشور | بادشاہ کی طرف سے جو فرمان صادر ہوتے ہین اُن کی دو قسمین ہین، ایک وہ جنمین بادشاہ "ہنرمندان ماہر عاطفت میفرمانید" اور "مخاطب معین ندارد" اس خط کے چھ حصے (ارکان) ہوتے ہین، (الف) تحمید و تمجید و حمد حضرت الٰہی (ب) صلوٰت و تسلیم نعت حضرت رسالت پناہی (ج) عام یا خاص ہنر کی اہمیت کا اظہار، بیان علو شان ہنر مطلقاً اور معیناً، (د) ان لوگون کی تعریف جو کسی ہنر سے متصف ہین (ہ) اس شخص کا ذکر جس کے نام فرمان صادر ہوا ہے، (و) اس ہنرمند کی سفارش،

دوسری قسم وہ ہے، جسمین بادشاہ کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیتا ہے، اور ایسے خط کے ۷ ارکان ہوتے ہین

(الف) حمد (ب) نعت (ج) ہنر کا درجہ (ج) فرمان بھیجنے کی وجہ (د) جس شخص کے نام فرمان (منشور) صادر ہو، اس کی تعریف (ہ) جس حکم کے لیے مامور ہو اس کا تذکرہ (و) اس حکم کی تعمیل کے لیے مامور پر تاکید اور عدم تعمیل پر تخویف،

صاحب انشائے محمودی نے ان دو قسموں کے علاوہ ایک اور قسم کے فرمان کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی وہ تحریر جس کے ذریعہ مرشد اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرتا ہے، اُسے وہ "خلافت نامہ" کے نام سے یاد کرتا ہے؛ اور اس کے ۸ ارکان ہیں:

(الف) حمد و سپاس (ب) صلوۃ و تسلیم (ج) عرفان و تقویٰ کی علوِ منزلت اور ماسوی اللہ سے ترکِ تعلق (د) ان اوصاف سے متصف اشخاص کی فضیلت (ہ) خلیفہ اور اس کی عظمت (و) خلافت کی تفویض کا ذکر (ز) تربیت طالبان میں خلیفہ کی کوششیں (ح) خلیفہ کے جانب استقامت؛

مثال | مثال میں مندرجہ ذیل مختلف حصّے ہوتے ہیں؛ (الف) لفظِ مثال اور اس کی عظمت۔ (ب) مرسل الیہ اور اس کے حسب حال تعریف و دعا (ج) مثال بھیجنے کی وجہ (د) اس بات کا ذکر جس کے لیے مثال لکھا گیا، (ہ) اس بات کے متعلق تاکید مزید (و) اس بات کے انجام کی توفیق کے لیے دعا،

مکتوب | مکتوب ان ۱۴ اجزا سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ (۱) حمد (۲) نعت (۳) دعا (۴) اسم مکتوب الیہ (۵) ذکرِ کاتب (۶) سلام (۷) ابلاغِ سلام (۸) اشتیاق (۹) طلبِ ملاقات (۱۰) تاریخ کتابت (۱۱) اطلاعِ حالات و احوال (۱۲) توقع و التماس (۱۳) مقدمہ اختتام (۱۴) رکن اختتام،

عریضہ | عریضہ چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے (۱) لفظ عریضہ یا عرضداشت (۲) مرسلِ عریضہ (۳) عرض حال (۴) دعا۔

رقعہ | رقعہ کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ (۱) دعا (۲) اطلاع حال (۳) دعا،

اسی طرح تہنیت نامہ، تعزیت نامہ، فتح نامہ اور عہد نامہ کے بھی متعدد حصّے ہوتے ہیں[1]۔

فن انشا عہد مغلیہ میں | اس عہد میں جسطرح دوسرے علوم و فنون کو ترقی ہوئی، اسی طرح سرکاری

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھو مناظر الانشا وغیرہ،

منشی خانہ یا دیوانخانہ اور فن انشاء کو بھی کمال حاصل ہوا، دیوانخانہ مین منشیون اور کاتبون کی ایک
جماعت رکھی جانے لگی اور خطوط کی ترتیب، کتابت، اور نقول کا خاص انتظام کیا گیا، پروفیسر سر
جدو ناتھ سرکار نے عہد مغلیہ کے دارالانشاء پر اپنے ان خطبات مین جو انھون نے جامعہ پٹنہ مین
سلطنت مغلیہ کے نظام حکومت پر دیئے تھے مفصل روشنی ڈالی ہے، اور یہان پر ہم اسی کو
ایک حد تک اپنا ماخذ بنانا چاہتے ہین؛

"مغل سلاطین کے یہان دارالانشا کا نظام وسیع اور مکمل تھا، اور اس کے جو کاغذات اب
تک محفوظ ہین، وہ تاریخ مغلیہ کے موجودہ طلبہ کے لیے بہت اہم اور مفید ہین، " اخبار" دربار
موئی" جو ماتحت ریاستون اور صوبون کے والیون کے وکلا اپنے آقاؤن کو بھیجتے تھے
وہ تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہین، . . . .
. . . سترہوین صدی کے وسط سے اکثر منشی ہندو گذرے، اور ان کی تعداد برابر بڑھتی
رہی، محکمۂ دیوانی (مال) مین تقریبًا ابتداے دور اسلام سے ہی ہندو عنصر غالب تھا، ٹوڈرمل
کے اس حکم نے کہ تمام کاغذات فارسی مین لکھے جائین، (اس سے پہلے ایک کاغذ فارسی
مین اور دوسرا ہندی مین لکھا جاتا تھا) تمام ہندو ملازمین کو اس بات پر مجبور کر دیا، کہ وہ
فارسی مین دستگاہ حاصل کرین' اس تبدیلی کا اثر ایک صدی بعد اس شکل مین ظاہر ہوا
کہ محکمۂ حساب مین نہ صرف یہ کہ ہندو ہی ہندو بھر گئے، بلکہ ترقی کرتے کرتے وہ متعدد محکمون
مین نائب اور پیشدست کے عہدون تک پہنچ گئے، سترہوین صدی مین اکثر امراء
اور شہزادے فارسی خطوط لکھنے کے لیے اپنے یہان ہندو منشی ہی نوکر رکھتے تھے،
بزدل، کم ہمت، محنتی لیکن چالاک ہندو اپنا کام سستا اور بہتر طریقہ سے انجام دیتا، ایک
ایرانی یا ایران کا تعلیم یافتہ منشی ممکن تھا کہ خط زیادہ بامحاورہ لکھ سکتا، لیکن ہندوستان

کے لیے اس کا زائد معاوضہ بالکل فضول اور غیر ضروری خرچ تھا، اس کے علاوہ خود ایران کے اندرونی انقلاب نے اس سرچشمہ ہی کو خشک کر دیا تھا۔ . . . . . .

. . . . . . ان ہندو مسلمان منشیون اور دوسرے ماتحت ملازمون مین بڑے گہرے برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، اور جیسا کہ ہم کو بھیم سین کے تذکرہ سے پتہ چلتا ہے، وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مانوس تھے، ایک دوسرے کی مدد کرتے، اور ایک دوسرے کو دعوتون اور مجالس رقص و سرود مین مدعو کرتے، ایک ہی محکمہ مین کام کرنے کے علاوہ تصوّف کے مشترک ذوق نے دونون کو متحد کر رکھا تھا، کیونکہ سترھوین اور اٹھارہوین صدی مین ان لوگون کے درمیان یہی ایک مشترک چیز باقی رہ گئی تھی، چنانچہ ان منشیون کی تصانیف کے آخر مین اکثر ایسے صوفیانہ اشعار نظر آئین گے، جو یا تو خود ان کے تصنیف کردہ ہین یا ان کے پسندیدہ شعراء کے"

طرز انشا فرامین وعرضداشت کی عبارتین بہت زیادہ مغلق اور رنگین ہوتی تھین اوصاف ہمیشہ اسم تفضیل کے صیغہ مین بیان کیے جاتے تھے، ان لوگون کے سامنے ابوالفضل کا نمونہ تھا، دوسرے ان منشیون کو ایک خاص طرز تحریر کی پابندی کرنا پڑتی تھی، بادشاہ سے لیکر ادنی افسرون تک کے القاب مقرر تھے، جو دستور العمل مین درج ہوتے تھے، اور جن کی سب منشیون کو اطلاع دیجاتی تھی، بادشاہ یا شہزادہ کا نام لینا بے ادبی مین داخل تھا، چنانچہ بادشاہ کو خلیفۃ اللہ فی الارض یا ظل اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور مرنے کے بعد بھی اُن کے اسی قسم کے نام رکھے جاتے تھے، چنانچہ، بابر، ہمایون، اکبر، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر، اور بہادر شاہ کے علی الترتیب مرنے کے بعد یہ نام رکھے گئے فردوس مکانی، جنت آشیانی، عرش آشیانی، جنت مکانی، اعلحضرت فردوس آشیانی، خلد مکان، اور خلد منزل،

اسی طرح شہزادون کو بھی زندگی مین بڑے بڑے نامون سے یاد کیا جاتا تھا، مثلاً دارا شکوہ "شاہ بلند اقبال" تھا، شجاع کو "بادشاہزادہ جہان وجہانیان" شاہ عالم کو "مہین پور خلافت" - محمد اعظم کو "شاہ عالیجاہ" کہتے تھے. اورنگ زیب نے اپنے بڑے لڑکے کی تعلیم کے لیے اپنے منشی قابل خان سے اس وقت کے تمام شہزادون، شہزادیون، اور امرا کے مخصوص خطابات لکھا کر اس کے پاس بھیجے تھے، اورنگ زیب کو ان چیزون کا جہانتک خیال تھا، اور اس کی نگاہ دقیقہ بین جسطرح جزئی سے جزئی قاعدہ تک پہنچتی تھی، اسپر ہم کسی دوسری جگہ بحث کرین گے،

طریقۂ تحریر اور مہر وغیرہ | بادشاہ کے ان مخصوص خطوط کے علاوہ جو اپنے ہاتھ سے مخصوص لوگون کو اہم مواقع پر لکھتا تھا، اور جسپر رقعات عالمگیری کے سلسلہ مین مفصل بحث کیگئی ہے، باقی تمام خطوط سرکاری منشی لکھتا تھا، بادشاہ صرف ضروری باتین منشی کو بتا دیتا، اور منشی دستور کے مطابق اس کو فرمان کی شکل مین لکھکر خوشنویس کے حوالہ کرتا، خوشنویس کے صاف کرنے کے بعد وہ فرمان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا، بادشاہ اس کو سنکر آخر مین "ص" بنا دیتا، جو "صحیح" کا مخفف ہے، اگر بادشاہ مکتوب الیہ کی عزت افزائی، یا حکم کے متعلق مزید تاکید منظور ہوتی، تو اصل فرمان کے اوپر چند سطرین اپنے ہاتھ سے لکھدیتا، اس کے بعد یہ فرمان دیوان خانہ مین جاتا، وہان اس کے اوپر بادشاہ کی مہر اور اس کے نیچے وزیر کی مہر لگائی جاتی، اور دفتر مین اسکی نقل رکھ لیجاتی تھی، بادشاہ اگر کچھ اضافہ کرتا، تو اُسے شرح دستخط خاص یا قدسی نمط کے نام سے نقل کیا جاتا تھا، اگر فرمان کسی جاگیر یا معاہدہ سے متعلق ہوتا، تو اس پر بادشاہ کے پنجے کا چھاپہ بھی ہوتا تھا، اس مقصد کے لیے ربڑ کا ایک پنجہ بنا لیا جاتا تھا، اور گیرو کے رنگ سے فرمان پر اس کو چھاپ دیا جاتا تھا، پھر اسے خریطہ مین رکھکر موم سے مہر لگا دی جاتی تھی، اور تیز رفتار سوار یا پیادے کے حوالہ کر دیا جاتا تھا کہ اُسے مکتوب الیہ تک پہنچائے

سلسلۂ مراسلت کے قیام کے لیے حکومت مغلیہ مین مختلف طریقے تھے، مثلاً خط کو چیلے یا

گرزبردار یا سراول لیجاتے تھے، یا ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کیا جاتا تھا، ڈاک کا یہ سلسلہ تھا کہ کچھ کچھ دور پر چوکیان (اسٹیشن) ہوتی تھین جنمین ڈاکیے ہروقت مستعد رہتے تھے، جب ایک ڈاکیہ ایک چوکی سے دوسری چوکی پر پہنچتا تو خط کو نئے ڈاکیہ کے حوالہ کرتا، اور وہ فورًا آگے کی طرف روانہ ہوجاتا، سانڈنی سوارون سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا، بھاری چیزون کے لیے بہنگی بھی رائج تھی،

شاہی فرمان کی وصولی مین خاص آداب وقواعد کا لحاظ رکھا جاتا تھا، جب مکتوب الیہ کو معلوم ہوتا کہ شاہی فرمان آرہا ہے، تو اپنے آدمیون کے ساتھ کئی میل آگے بڑھکر اس کا استقبال کرتا، اس کو چومتا، آنکھون سے لگاتا، سر پر رکھتا، اور پھر اپنی مجلس خاص مین اُسے پڑھتا، بعض جگہ فرمان کے استقبال کے لیے خاص مکان تیار کیا جاتا جس کو "فرمان باڑی" کہتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے خطوط مین اس قسم کے مکانات اور مجامعِ استقبال کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے، بعض ریاستین اپنی خودداری کی وجہ سے اس قسم کے استقبالون سے بچنے کی کوشش کرتی تھین لیکن یہ آسان کام نہ تھا، ان کو علالت کا بہانہ تلاش کرنا پڑتا، اور نامہ برون کو رشوت دینا پڑتی تھی،

خطوط کے اقسام | عہد مغلیہ مین مختلف اشخاص وحالات کے مطابق خطوط کے مندرجہ ذیل نام ہوتے تھے

(۱) فرمان، شقہ، اور احکام ان نامون سے وہ خطوط مراد ہوتے تھے، جو بادشاہ کسی شہزادہ، امیر یا کسی بیرونی حکمران کو لکھتا تھا،

(۲) نشان وہ خط جو شاہی خاندان کا کوئی رکن بادشاہ یا اپنے خاندانی بزرگون کے علاوہ کسی شخص کو لکھے،

(۳) عرضہ داشت، وہ خط جو کوئی شہزادہ بادشاہ کو یا کوئی دوسرا شخص بادشاہ یا شہزادہ کو لکھے

(۴) فتحنامہ، کسی صوبہ دار کی طرف سے جب کوئی خط بادشاہ کے پاس آتا، اُسے عمومًا اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا،

(۵) **حسب الحکم**، وہ خط جو وزیر بادشاہ کی ہدایت کے موافق اپنی طرف سے لکھے،

(۶) **احکام، رمز اور اشارہ** وہ جملے اور عبارتین جو بادشاہ کسی فرمان کے متعلق منشیون کو لکھکر دیتا، اور منشی انہین کے مطابق پورا فرمان لکھتے تھے، اورنگ زیب نے اس قسم کے جو جملے اور عبارتین لکھی ہین ان کی بڑی تعداد ہے،

(۷) **سند**، یہ وہ خط ہوتا تھا جس کے ذریعہ سے کسی شخص کے تقرر کا حکم دیا جاتا، لیکن صوبہ دارون کا خطِ تقرر فرمان کہلاتا تھا،

(۸) **پروانہ**، کسی محکمہ کا کوئی حکم جو ماتحت افسر کے نام روانہ کیا جاے، یہ عموماً کسی مقدمہ کا فیصلہ یا کوئی خاص قانون ہوتا تھا،

(۹) **دستک**، یہ ایک قسم کا پروانہ راہداری ہوتا تھا، جو عموماً تجارتی چیزون کے لیجانے یا کسی شخص کو دربار یا چھاؤنی مین داخل ہونے کے لیے دیا جاتا تھا،

(۱۰) **رقعہ**، عام خط کو کہتے تھے،

(۱۱) **محضر**، یہ دراصل کسی مقدمہ یا واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ہوتی تھی، اس مین شہادت پنچون کی راے اور ان کے نام لکھے جاتے تھے،

اوقاتِ فرمان نویسی، دربارون مین خطوط پڑھنے اور ان کے جوابات لکھنے کے لیے خاص وقت اور طریقہ مقرر تھا، شاہجہان کے متعلق عبد الحمید نے اور عالمگیر کی نسبت عالمگیر نامہ کے مصنف نے اس کو خاص وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، عالمگیر نے خود اپنے خطوط مین ان کا حوالہ دیا ہے، اور چونکہ عالمگیر کے متعلق ہم کسی دوسری جگہ تفصیل کیساتھ بحث کرینگے، اس لیے یہان صرف شاہجہان کے متعلق عبد الحمید کے بیان پر اکتفا کرتے ہین، وہ لکھتا ہے،

ازین مقام کرامت انتظام بجھروکہ دولت خانہ خاص و عام . . . . تشریف میفرمایند، و

جهانیان سعادتِ کورنش دریافته کامیابِ مرادات میگردند، و متصدیانِ مهمات . . . .
معاملات ملکی و مالی بعرضِ اقدس میرسانند و ملتمسات منصبداران بوسیلهٔ بخشیان عظام
معروض میشود . . . . بوساطت . . . مقربانِ درگاه عرائضِ بادشاهزاده‌هاے عالی مقدار
وحکامِ صوبجات و فوجداران و دیوان و بخشی و دیگر متصدیانِ مهمات آنجا و پیشکشها میگذرد
عرائض داری فلک سلطنت و عمدهاے دولت بنفس نفیس مطالعه میفرمایند، و حقیقتِ
عرائض دیگر بندها بوسیلهٔ اربابِ تقرر بعرض میرسد، و صدرِ کل ممالک محروسه از عرائض
صدور و جز و آنچه قابلِ عرض باشد بموقفِ عرض میرساند . . . . و
متصدی عرض مکرر یاد داشتهاے مناصب و جاگیر و نقدی و اقسام معاملات . . .
. . بار دیگر بعرضِ اشرف میرساند، . . . .
ازینجا پس از چار گهری و گاہے پنج گهری . . . . . برخاسته بدولتخانهٔ خاص
رفته پایه افزاے اورنگِ اقبال میگردند، . . . . . و درین جا جواب بعضے
عرائض ضروریه بخط مبارک می نویسند، در جواب لختے مطالب که بذریعهٔ وکیل یا وزیر
یا متصدیانِ خدمت عرض عرائض صوبه داران بعرضِ اشرف میرسد دبیرانِ بلاغت
آئین مطابق آنچه بر زبانِ الہام بیان جاری شود، فرامین نافذ مضامین قلمی مینمایند
و بعد از نگارش بشرف مطالعهٔ خدیو دوربین احتیاط گزین میرسد، اگر غلطی در عبارت
یا سہو نسیانے در مطالب رفته باشد، اصلاح میفرمایند،

و از بادشاهزادهٔ کامگار هر که صاحب رساله باشد، رساله خود در ظهر فرمان اطاعت
عنوان نوشته بمهر خود میرساند، و پائین رساله دیوان معرفت خود مینویسد،
بعد از ان فرامین قدر آئین بحرم محترم می روند تا بمهر اشرف اوزک که نزد حضرت مهد علیا

ممتاز الزمانی ست مزین گردد۔[1]

شاہی مہرین اسی سلسلہ مین شاہی مہرون کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہوگا، بادشاہ کی عموماً دو مہرین ہوتی تھین، ایک مدور یا بیضاوی جو چھوٹی ہوتی تھی، اس پر صرف بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور اُسے "اوزک" کہتے تھے، یہ صرف خاص خاص فرمانِ نو کے لیے استعمال کیجاتی تھی، دوسری مہر مدور یا مربع لیکن بڑی ہوتی تھی، اس کے وسط مین بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور چارون طرف اس کے آبا و اجداد کے نام کندہ ہوتے تھے، چونکہ اس سے اپنی خاندانی بزرگی کا اظہار مقصود ہوتا تھا اس لیے یہ مہر عموماً دوسرے سلاطین کو فرمان بھیجتے وقت استعمال کیجاتی تھی، لیکن بعد مین عام فرمانون پر بھی ثبت ہونے لگی، اس کے علاوہ مہر کے اوپر بادشاہ کے نام و نسب کا طغرا بھی ہوتا تھا، پھر یہ فرمان یا احکام جن لوگون کے ہاتھون مین پہنچتا (یعنی اربابِ دفتر) ان کی بھی مہرین لگائی جاتی تھین، اور جب مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا تو وہ اس پر تاریخِ وصول کے ساتھ "عرض دیدہ شد" لکھدیتا تھا،

فرمان کے لیے کاغذ بھی خاص قسم کا استعمال کیا جاتا تھا، بعض اوقات اس پر نقش و نگار یا محراب وغیرہ بنائی جاتی، اور اکثر شاہی فرامین پر سونے کا برادہ یا سونے اور چاندی کا پانی چھڑک دیتے تھے۔[2]

فن انشا یہ مسلم امر ہے، کہ ہندوستان مین فنِ انشا پر سب سے زیادہ توجہ کیگئی، اور ابتدائی دور مین کم لیکن بعد مین جب بیرونی منشیون کی آمد سترہوین صدی کے وسط سے بند ہوگئی، تو بہت زیادہ کتابین اس فن پر لکھی گئین، ایسی کتابون کی دو صورتین ہوتی تھین، (۱) یا تو کوئی منشی نفس فن پر کوئی کتاب لکھتا تھا، (۲) یا اپنے خطوط طلبہ کے استفادہ یا اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لیے ایک

---

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ اول صفحہ ۱۴۶،

[2] چند حصون کے علاوہ یہ تمام حصہ پروفیسر جدو ناتھ سرکار کی کتاب "مغلون کا نظامِ حکومت" سے ماخوذ ہے،

مجموعہ کی شکل مین شایع کرتا تھا کبھی کبھی جمع و اشاعت کی خدمت منشی کے بعد اس کی اولاد یا اس کے احباب انجام دیا کرتے تھے، ان تمام اقسام کی تصانیف کافی تعداد مین ہندوستان مین موجود ہین،

ہندو اور فن انشا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، فن انشا مین ہندوون کا بھی بہت بڑا حصہ ہے عہد جہانگیری بلکہ دور اکبری ہی سے اُنھون نے اسمین کمال حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، راجہ ٹوڈرمل نے فارسی کو رائج کر کے دیوان خانہ کے تمام عملہ کو اس کے حاصل کرنے پر مجبور کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت سے بڑے بڑے ہندو انشا پرداز پیدا ہونے لگے، اکبر کے زمانہ مین کچھ عجب نہین کہ ہندو انشا پرداز ہو گئے ہون لیکن عہد جہانگیر مین ہم کو سب سے پہلے ایک ہندو منشی کا پتہ چلتا ہے، جسکا نام ہرکرن بن ماتھر داس کنبوہ ملتانی تھا، یہ جہانگیری امیر عبرت خان کا منشی تھا، اس کے بعد جو سب سے بڑا انشا پرداز ہم کو ملتا ہے وہ چندر بھان برہمن تھا[1]، ایک اور ہندو منشی جو بعد مین مسلمان ہو گیا تھا، طالع یار ہے، اس کے خطوط ہفت انجمن کے نام سے مشہور ہین، شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانہ مین تھا، اس کے بعد ہندوون نے نہ صرف اس فن بلکہ تمام علوم و فنون مین جو کمال حاصل کیا، فارسی مین جو بیشمار کتابین لکھین، وہ ان کی عظمت، ہمہ گیری اور کمالِ فن کے لیے کافی ہین[2]،

فن انشا کی فارسی کتابین ابتداءً ہمارا خیال تھا، کہ فنِ انشا پر جو کتابین عربی یا فارسی مین لکھی گئی ہین اُن کی ایک مفصل فہرست یہان نقل کر دیجاتی، لیکن چونکہ اصل موضوع خود تفصیل طلب ہے، اور اس قسم کی چیزون سے دیباچہ مین ناگوار طوالت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اسلئے صرف انشائے فارسی کی بعض اہم کتابون کے نام لکھنا کافی سمجھتے ہین، اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دوسری جلد کیساتھ

---

[1] اورینٹل کالج میگزین لاہور مین اس پر ایک پراز معلومات مضمون شائع ہوا ہے،

[2] مولنا سید سلیمان صاحب ندوی نے معارف کے ابتدائی دور مین ہندو مصنفین پر ایک مبسوط فاضلانہ مضمون تحریر فرمایا تھا، دیکھو معارف جلد سوم نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵،

انشاءاللہ مفصل فہرست شایع کردینگے، اس فہرست مین زیادہ تر وہ کتابین ہین، جو ہندوستان کے متعلق یا ہندوستان کے اندر لکھی گئی ہین، ان مین ہندؤن کی کتابین بھی ہین، اور مسلمانون کی بھی، اور یہ فہرست ہمارے گذشتہ اتحادِ خیال، اتحادِ مذاق اور اتحادِ عمل کی بہترین مثال ہے :-

(۱) رسائل الاعجاز، از امیر خسرو دہلوی، سنہ ۷۱۹ھ

(۲) مناظر الانشا از خواجہ جہان عماد الدین محمود بن شیخ محمد گیلانی (خواجہ محمود گاوان، وزیر سلطان محمد شاہ سلطان المتوفی سنہ ۸۸۲ھ

(۳) ریاض الانشا، " " " "

(۴) انشائے شاہ طاہر الحسینی سنہ ۹۳۸ھ ۳۱-۲،

(۵) بدائع الانشا از حکیم یوسف بن محمد ہراتی طبیب ہمایون معروف بہ یوسفی، سنہ ۹۴۰ھ ۱۵۳۲-۴

(۶) انشائے بیرم شاہ قزوینی از سلطان حسین بیقرا، تا ہمایون، سنہ ۹۵۷ھ ۱۵۵۰

(۷) چہار باغ، مکتوبات بادشاہی، از حکیم میر مسیح الدین ابو الفتح مربی عرفی،

(۸) منشأة التمکین، از ابو القاسم خان تمکین الحسینی معنون بہ اکبر، سنہ ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۸

(۹) مکاتبات علامی، علامہ ابو الفضل، مرتبہ، سنہ ۱۰۱۵ھ ۷-۱۶۰۶

(۱۰) زبدة الانشا، مصنف نامعلوم سنہ ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸

(۱۱) انشائے طرب الصبیان از نور الدین محمد برادرزادۂ ابو الفضل، سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷

(۱۲) انشائے ہرکرن، ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی منشی عبرت خان سنہ ۴۰-۱۰۳۴ھ ۳۱-۱۶۲۵.

(۱۳) انشائے خانزاد خان، فیروز جنگ (امان اللہ حسینی) سنہ ۴۶-۱۰۴۴ھ ۳۷-۱۶۳۵

(۱۴) انشائے منیر، سنہ ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴

(۱۵) نو بادہ از ابو البرکات منیر، "

(۱۶) بہارِ سخن، محمد صالح کنبو لاہوری، — سنہ ۱۰۷۰ / ۱۶۵۹

(۱۷) منشآت برہمن، چندر بھان برہمن،

(۱۸) جامع القوانین، انشاے خلیفہ شاہ محمد قنوجی، — سنہ ۱۰۸۵ / ۱۶۷۴

(۱۹) خلاصۃ المکاتیب، سجان سنگھ یا رائے پٹیالوی، — سنہ ۱۱۰۷ / ۱۶۹۵

(۲۰) مفید الانشا، از منشی لیکھ راج، مرتبہ — سنہ ۱۱۱۰ / ۹-۱۶۹۸

(۲۱) کارنامہ واقعہ، — سنہ ۱۱۱۶ / ۱۷۰۴

(۲۲) انشائے فیض بخش، شیر علی حملہ لاہوری، — سنہ ۱۱۱۸ / ۷-۱۷۰۰۱

(۲۳ 1/2) طراز الانشاء از اندرجیت حقیر (محقر؟) — سنہ ۱۱۳۰ / ۱۷۱۸

۲۳ 1/2 ہفت انجمن از طالع یار

(۲۴) منشآت بیدل، عبد القادر — سنہ ۱۱۳۳ / ۱۷۲۰

(۲۵) منشآت ملا طغرا،

(۲۶) مجمع الانشا، از محمد امین بنی اسرائیل، ملازم بدھ چند امیر نظام الملک، — سنہ ۱۱۳۸ / ۱۷۲۵

(۲۷) وقائع الانشا از رنچھور داس بن رنجیت رائے، — سنہ ۱۱۴۵ / ۱۷۳۲

(۲۸) خطوط راجہ رام کنت، محمد شاہی، — سنہ ۱۱۵۲ / ۱۷۳۹

(۲۹) رقعات خاتم الکلام از مولانا میر کمال الدین محمد، — سنہ ۱۱۳۲ / ۱۷۲۰

(۳۰) فیاض القوانین،

(۳۱) خلاصۃ الانشاء، — سنہ ۱۱۶۵ / ۱۷۵۲

(۳۲) مجموعۃ المسودات، — سنہ ۶۶-۶۲-۱۱۵۶ / ۵۳-۹-۱۷۴۳

(۳۳) دستور الانشاء، از منشی مسیح یار محمد قلندر خطوط متعلق بنگال از سنہ ۱۱۷۱-۱۱۵۱ / ۱۷۵۷-۱۷۳۸ تا سنہ ۱۲۰۱ / ۱۷۸۶

(۳۴) چارچمن فیض، خطوط سلاطین نظام الملک حیدرآباد، — سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۵۹

(۳۵) مجموعہ خطوطہا متعلق بنگال از میر قاسم وغیرہ، — سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۶۰

(۳۶) انشائے مجموع القواعد، از رام نرائن، — سنہ ۱۱۹۰ / ۱۷۷۶

(۳۷) انشائے مطلوب از شیخ مبارک قرشی، — سنہ ۱۱۹۷ / ۱۷۸۳

(۳۸) ضوابط الانشا یا ہفت ضابطہ از سید علی نقی خان بن سید حشمت علی

(۳۹) انشائے یتیمی اصفہانی،

(۴۰) تحفۃ السلطانیہ از حسن بن گل محمد،

(۴۱) انشائے مادھو رام،

(۴۲) انشائے مرغوب،

(۴۳) منشآت ظہوری،

(۴۴) ظہور الانشاء،

(۴۵) خطوط شیواجی،

(۲)

مکاتیبِ اورنگ زیب

ایک مشہور فرانسیسی نقاد ادیب کا قول ہے کہ "خطوط سوانح نگاری کی جان ہیں" نفسیاتِ اجتماع کے اس استاد نے ایک ناقابلِ تردید حقیقت کو کم سے کم الفاظ میں نہایت ہی خوبصورتی سے ادا کر دیا ہے، ہم دوسرون کے متعلق جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں، وہ ان کا اجتماعی رخ ہوتا ہے، اور اکثر و بیشتر ذاتی اور انفرادی رخ سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے، جماعت کا ڈر، اصولِ معاشرت کا خوف، سوسائٹی کے بنائے ہوئے قواعد کی پابندیان، نیک و بد کا اجتماعی معیار، وہ چیزین ہین، جو ہمارے اخلاق ہمارے جبلّی عادات، ہماری فطرت، اور ہماری افتادِ طبیعت کو صاف و واضح طریقہ سے ایک بڑی حد تک نمایان نہین ہونے دیتین، بہت سے ایسے اعمال ہین، جنکو ہم تنہائی مین یا کم از کم اس یقین کی حالت مین کہ اُن کا علم عام سوسائٹی کو نہو سکا، کر سکتے اور کرتے ہین، بارہا ہم ایسی رایون کا اظہار کرتے ہین، جنکو ہم مصلحت، تہذیب، اصول اخلاق، یا کسی خاص کمزوری کی وجہ سے شاید علانیہ کرنے کی جرأت نہ کر سکین، یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اپنے بعض افعال کے اسباب کو عام لوگون کے سامنے بیان نہ کر سکین، لیکن مخصوص احباب کے حلقہ مین ایسا کرنے مین حجاب نہو، ایسے حالات مین ایک شخص کے صحیح حالات، اس کا اصلی اخلاق، اس کی حقیقی نیت، اور اس کی صحیح روش کو معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہین، کہ جہانتک ممکن ہو سکے، ہم اس کے خانگی، ذاتی، اور ایسے افعال کی تلاش کرین، جو اس سے ایسی شخصی صورت اور ایسے حالات مین سرزد ہوئے ہون، جب کہ اس کو اس بات

کا یقین ہو، کہ کوئی دوسرا ان سے واقف نہین ہو سکتا، اور واقعات اس کے شاہد ہین، کہ جب کبھی اس قسم کی کوشش کیگئی ہے تو لوگون کے خیالات مین حیرت انگیز انکشافات سے تعجب خیز انقلاب پیدا ہوگیا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ اب مورخین اور سوانح نگار جماعت کی ایک بڑی تعداد اس قسم کے مواد پر سب سے زیادہ زور دیتی ہے، اور اس پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتی ہے،

لیکن آخر ایسا کیون ہے؟ اس کے متعدد اسباب ہین، اوّلاً تو تمام تذکرون اور تاریخون مین ہمکو جو کچھ ملتا ہے وہ ان اشخاص و افراد کے اجتماعی رخ کے افعال و اقوال کا پرتو ہوتا ہے، کہ لکھنے والا صرف اسی سے واقف ہے، دوسرے جیسا کہ بتایا جاچکا ہے، اجتماعی رخ انسان کا اصلی رخ نہین ہوتا، تیسرے ایک شخص جو صرف ظاہری حالات پر نظر رکھتا ہے، وہ اسباب و علل اور اس شخص کے صحیح حالات و جذبات سے مطلقاً بیخبر ہوتا ہے، اور وہ پھر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق جو کچھ سوچتا اور سمجھتا ہے، اسی کو اپنے مخصوص رنگ مین پیش کر دیتا ہے، ایسے حالات مین اگر ہم کو ایک شخص کا خود نوشتہ بیان جو اوسنے دوسرون کے لیے نہین، بلکہ صرف اپنے لیے لکھا ہو ملجاے تو پھر اس سے زیادہ اہم، واضح اور صحیح تر کونسی تحریر ہو سکتی ہے،

اس قسم کی تحریرون کی دو شکلین ہین، یا تو یہ تحریرین روزنامچہ اور تزک کی صورت مین ہون، یا ایک شخص کے ذاتی خطوط کی شکل مین وہ ان کے ذریعہ اپنے صحیح جذبات، خیالات، آرا، اعمال اور افعال کی اس اطمینان کیساتھ تشریح و توضیح کرتا ہے، کہ اس کے معتمد علیہ کے علاوہ کسی کو حشر تک کانون کان اس کی خبر نہ ہوگی، اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لیے ایک سربمہر راز اور اس کا ایک ایک نقطہ ایک ناقابل شکست طلسم رہیگا، ممکن ہے کہ ایک شخص جو ظاہر از زہد و اتقا کا پیکر مجسم ہو، اپنی اندرونی خباثت کو منظر عام سے تمام عمر چھپانے مین کامیاب ہو جاے، لیکن اپنے ذاتی حالات سے واقف لوگون سے جب وہ خط و کتابت کرے گا، تو وہ اپنی خباثت کو اسکی

[illegible] کے ساتھ ظاہر کرے گا، بہت ممکن ہے کہ ایک حاکم جو اپنے کو سب سے بڑا دیانتدار اور منصف حکمران ظاہر کرتا ہو، باطن مین اس کا دل حرص و ہوس، طمع ظلم، اور بے ایمانی کا مرکز ہو، ایسے حالات مین اسکی وہ تحریرین جو وہ دنیا کی نظرون سے چھپا کر لکھتا ہے، اس کے حقیقی اخلاق پر بہترین شاہد ہونگی، ایک حکومت جو ببانگ دہل امن واشتی اور خلاف جنگ معاہدون کی ظاہرا سب سے بڑی مدعی و حامی ہو جب دوسری سلطنتون سے اسلحہ و اسباب جنگ کی خاموش زیادتی کے متعلق معاہدہ کرتی ہے، تو اس کو یقین ہوتا ہے، کہ اس کے "درون خانہ" کا حال "بیرون در" والون کو کچھ نہ معلوم ہوگا، اور وہ تمام دنیا کی آنکھون مین خاک جھونکتی رہیگی، لیکن جب کبھی "رندان مست" کی بے احتیاطی سے وہی معاہدہ کی لوح محفوظ منصۂ شہود پر آجاتی ہے، تو دنیا محو حیرت ہوجاتی ہے، صلح و آشتی کے وعظ کا طلسم یک بیک ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ گربۂ مسکین، شیر غران کی شکل مین دانتون کو نکالے اور ناخنون کو تیز کئے مہیب نظر آتی ہے،

ان تشبیہون سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت ذہن نشین ہوجاے، کہ اہم و ممتاز اشخاص کی خانگی تحریرین اور ذاتی خطوط اپنے اندر کتنی اہمیت پنہان رکھتے ہین، اور اس آئینہ مین ان کے خط و خال کس قدر صاف اور نمایان نظر آتے ہین، لیکن ہم اس جگہ اس بات کو بھی ظاہر کردینا چاہتے ہین، کہ ہمارے خیال مین مغل سلاطین کے لکھے ہوئے تزک اور روزنامچے وہ خاص اہمیت نہین رکھتے جو خانگی خطوط کو حاصل ہے، کیونکہ ان تزکون کو لکھتے وقت ان کا ہرگز خیال یہ نہ ہوتا تھا، کہ وہ ہمیشہ "کتاب مکنون" کی طرح چھپے رہین گے، بلکہ وہ ان کو خود بھی دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ جہانگیر نے تو خود ۱۲ سال کے حالات لکھنے کے بعد اس کی متعدد نقلین مختلف اشخاص کے پاس روانہ کی تھین، اور جب وہ خود نہ لکھ سکا، تو اس نے یہ کام دوسرے شخص کے حوالہ کردیا، اور ہمارا خیال ہے، کہ اب جبکہ خطوط اور خود نوشتہ سوانح کی اشاعت و طباعت کا ذوق پیدا ہوگیا ہے

تو اکثر لوگ اپنے خطوط اور روزنامچے اس چیز کو پیش نظر رکھکر لکھتے ہین اور اب یہ انتہائی ذاتی چیزین بھی اپنی صداقت اور صفائی کے معیار کو کھو رہی ہین،

ان حالات کی موجودگی مین اگر ہم کو اورنگ زیب جیسی اہم متنازع فیہ تاریخی شخصیت کے خطوط مل جائین، اور ہم ان سے اس کے اصلی اور صحیح حالات کو ترتیب دین، تو اس سے بہتر کونسی چیز ہو سکتی ہے، عام تاریخون اور ذاتی خطوط مین جو فرق بیان کیا گیا ہے، وہ اس معتوب مظلوم کے معاملہ مین لفظ بلفظ درست اور ٹھیک معلوم ہوتا ہے،

ہماری خوش قسمتی سے اورنگ زیب کی معاصرانہ تاریخون کے علاوہ اس کے خطوط کی ایک بڑی تعداد بھی کسی نہ کسی صورت سے محفوظ ہوتی چلی آئی ہے، اور ہم ان کی روشنی مین نہ صرف یہ کہ اس عہد کی تاریخ بلکہ اس وقت کے اندرونی اور تہ آبی واقعات کو بھی اچھی طرح دیکھ اور سمجھ سکتے ہین، اور اُن کے ذریعہ ہمارے بہت سے غلط اوہام و نتائج کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے،

اورنگ زیب کے خطوط | قبل اس کے کہ ہم اورنگ زیب کے نفس خطوط کی طرف متوجہ ہون، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان خطوط کے مجموعون پر نظر ڈال لین، تاکہ ان کی وسعت، اُن کی ہمہ گیری، اُن کی اہمیت بہتر طریقہ سے ذہن نشین ہو جائے،

اورنگ زیب کے خطوط کو مجموعون کی حیثیت سے مندرجہ ذیل پانچ حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے،

(۱) ایسے مکمل مجموعے جنکو اس کے منشیون نے خود یا ان کے بعد کسی اَور نے ترتیب دیا ہے اور اس مین تین کتابین ہین، (ا) آداب عالمگیری، مرتبہ صادق خان انبالوی، (ب) احکام عالمگیری اور (ج) کلمات طیبات مرتبہ عنایت اللہ خان،

(۲) ایسے مجموعے جو نمبر ا کے مجموعون سے ماخوذ ہین اور اس مین بھی تین مجموعے ہین (ا) رقائم کرائم، مرتبہ سید اشرف خان (ب) دستور العمل آگہی (ج) رمز و اشارات عالمگیری،

(۳) بعض نامکمل مجموعے جو نمبر ا و نمبر ۲ کے مجموعون سے بالکل مختلف ہین، اس کے دو مجموعے ہین، (الف) کلماتِ اورنگ زیب (ب) کلماتِ طیبات کتب خانہ رامپور،

(۴) ایسے احکام جو درخواستون پر لکھے گئے، یہ صرف حمید الدین نیمچہ کے احکام عالمگیری مین ملتے ہین،

(۵) منتشر خطوط جو مختلف اشخاص یا مجالس کے قبضہ مین ہین یا جو مختلف تاریخی کتب یا خطوط کے مجموعون مین ملتے ہین، اُن مین قابلِ ذکر یہ ہین،

(الف) مجموعہ مسٹر ڈی، بی، پرسنس، (ب) مجموعہ برطانوی متحفہ نمبر ۱۸۸۰ (فارسی فہرست) (ج) انشاے فارسی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر الیف ۵۶ (د) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست دھار (ہ) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست جے پور، (د) مجموعہ فرامین مملوکہ جادُوے داش مکھیا (ز) مجموعہ مملوکہ پیرس قومی کتب خانہ پیرس ۴۷۶، (ح) خطوط شیواجی، (ط) ظہور الانشاء (ی) مختلف رسائل مین شائع شدہ فرامین (ک) ہفت انجمن، (ل) فیاض القوانین (م) انشاے روشن کلام (ن) مرقعات حسن، (س) مجموعہ منشآت وغیرہ،

لیکن چونکہ یہ جلد صرف اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط پر مشتمل ہے اس لیے ہم یہان پر صرف ان مجموعون کا تذکرہ کرینگے جنمین اس کے عہدِ شہزادگی کے خطوط ہین دوسرے مجموعون کے متعلق ہم ماخذ سیرت عالمگیر کے سلسلہ مین بحث کرین گے۔

اورنگ زیب کی زندگی یون تو اس کے سب سے بڑے مورخ نے ۵ حصون پر تقسیم کی ہے لیکن یہان اختصار کی غرض سے ہم صرف دو حصون مین تقسیم کرینگے، (۱) شہزادہ کی حیثیت سے اور (۲) شہنشاہ کی حیثیت سے،

اورنگ زیب کی شہزادگی کے زمانہ سے ہماری مراد نہ اس وقت تک کا زمانہ ہے جبکہ وہ سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ پر قابض ہو کر عالمگیر کا لقب اختیار کرتا اور عنانِ حکومت اپنے

ہاتھ مین لیتا ہے، بلکہ ہم اس عہد کو برادرانہ جنگ کے خاتمہ تک وسعت دیتے ہین، اور دوسرے دور کو اس وقت سے شروع کرتے ہین، جبکہ وہ کسی دوسرے مدعی حکومت کے وجود کے بغیر، خانہ جنگی سے اطمینان حاصل کرکے ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوتا ہے،

یون تو کہنے کو اورنگ زیب کا عہدِ حکومت پنجاہ سالہ تھا، لیکن ہمارے خیال مین اوسکی شہزادگی کے دنون کو بھی ان مین شریک کرلینا چاہیئے، کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا اس وقت سے تختِ حکومت پر متمکن ہونے تک ملک کے تمام اہم کامون کا ہیرو وہی رہا ہے، بندیلکھنڈ کی لڑائیان، دکن کے فتوحات، بلخ و بدخشان کی تسخیر، مہم قندھار کی قیادت، گولکنڈہ سے جنگ اور بیجاپوری علاقہ کا الحاق، مختصراً وہ تمام اہم کام جو عہد شاہجہان مین ہوے، ان سب مین اسی کی شخصیت سب سے زیادہ نمایان، اور اسی کا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما نظر آتا ہے، جیساکہ آگے چلکر معلوم ہوگا، اس کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کے واقعات دراصل اس کی چہل سالہ عہد شہزادگی کے حالات کے لازمی نتائج تھے، اور اگر ہم نے اس کے عہدِ شہزادگی کو اچھی طرح سمجھ لیا تو ہم کو اُسکے عہد حکومت کے واقعات پر مطلقاً کوئی استعجاب نہ ہوگا،

آداب عالمگیری | اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط کا جو مجموعہ عام طریقہ سے پایا جاتا ہے، وہ آداب عالمگیری کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی ترتیب ایک شخص محمد صادق انبالوی[1] نے کی ہے، یہ صادق اورنگ زیب کے چھوٹے لڑکے شہزادہ اکبر کا منشی تھا، اس نے ان خطوط کو جن کے متعلق اسکا بیان ہے، کہ وہ، وہ خطوط ہین جنکو اورنگ زیب کے منشی قابل خان نے

---

[1] محمد صادق نے اپنے متعلق مقدمہ مین یہ الفاظ لکھے ہین:-

"خاکسار ضیع روزگار عبید الاحرار مملوک خیر الانام صادق نام مطلبی نسب حنفی مذہب ساکن خیر البقاع انبالہ من مضافات سہرند"

اور اس کے علاوہ ہم کو اس کے متعلق اور کوئی علم نہین،

اس کے یے لکھے تھے، اپنے لڑکے محمد زمان کی درخواست پر جمع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

چون درین آوان سعادت توامان بعضے مسودات شیخ ابو الفتح المخاطب من جناب سلطان تقابل خان کہ در ایام خلافت انجام و بادشاہزادگی و صوبہ داری بادشاہ درویش نہاد حضرت بادشاہ عالمگیر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ وافاض علی العالمین بذلہ و احسانہ، از زبان فیض بیان والا شاہی بجناب شاہجہان بادشاہ غازی ۔ ۔ ۔ و وزرائے عظیم الشان، وامرائے بلند مکان ومشائخ ذوی العز والاحترام تسوید نمودہ، وبعض حسب الامر کہ بشاہزادہائے والا منزلت و دیگر ارکان سلطنت نوشتہ ۔ ۔ ۔ وچند کہ خود بجمع اعزہ و دربار جہان مدارنگاشتہ بمطالعہ درآمد و بامعان نظر مطالعہ رفت، سلاست و متانت عبارت دلپذیر آن نقطۂ دائرۂ فضل و افضال مقتضی آن شد کہ اگر این اوراق متفرقہ بشیرازۂ جمعیت یابد، دستور العمل دولتمندان کار آگاہ ومنشور الادب بیدار دلان دانش پناہ گردد، و نیز استدعاے نور باصرۂ سعادت و خردمندی، چراغ کاشانۂ دانش و ارجمندی عزیز از جان محمد زمان سلمہ اللہ ۔ ۔ ۔ ۔
علاوہ آن شد، بنابر علیہ این خاکسار (صادق انبالوی) ۔ ۔ ۔ ۔ این واردات عالم قدس را ۔ ۔ ۔ ۔ جمع ساخت"

ان خطوط کے علاوہ اس مجموعہ میں دو اور چیزیں ہیں یعنی (۱) برادرانہ جنگ کی تاریخ اور (۲) دو خطوط جو خود صادق نے شہزادہ اکبر اور اپنی طرف سے لکھے ہیں، برادرانہ جنگ کی تاریخ تمامتر عمل صالح اور عالمگیر نامہ سے ماخوذ ہی نہیں ہے، بلکہ بلفظہٖ ان کی نقل ہے، اور دونوں کے صفحے کے صفحے ایک ہی ہیں، رہے اکبر کے خطوط، ان سے چونکہ ہم کو اس جلد میں کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے ہم ان کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتے،

اورنگ زیب نے جن لوگوں کو خطوط لکھے ہیں، ان کے نام ترتیب کتاب کے مطابق

اس طرح ہیں،

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۱) شاہجہان (قبل از جنگ برادران)	۱۱۷،	(۲) بیگم عادل شاہ (ہمشیرہ قطب الملک)	۴
(۳) قطب الملک	۳۹	(۴) میر جملہ	۵۵
(۵) عادل شاہ	۱	(۶) عبدالعزیز خان والی بخارا	۱
(۷) سبحان قلی خان والی بلخ	۱	(۸) معاہدہ مابین مراد و اورنگ زیب	۱
(۹) علامہ سعد اللہ خان	۲۹	(۱۰) شایستہ خان (خانجہان بہادر)	۴۵
(۱۱) شاہ نواز خان	۳۲	(۱۲) علی مراد خان (امیر الامراء)	۸
(۱۳) جعفر خان	۵	(۱۴) مہابت خان،	۱۱
(۱۵) نجابت خان	۷	(۱۶) خلیل اللہ خان	۲
(۱۷) اعتقاد خان،	۱۳	(۱۸) تقرب خان	۴
(۱۹) میرک شیخ	۳	(۲۰) خواجہ عبدالغفار	۱۰
(۲۱) خواجہ عبدالوہاب	۶	(۲۲) فاضل خان	۴
(۲۳) دانشمند خان	۲	(۲۴) اللہ وردی خان	۳
(۲۵) قاسم خان	۲	(۲۶) مرزا نوذر	۲
(۲۷) مرزا سلطان	۱۷	(۲۸) ملتفت خان	۲۵
(۲۹) مرزا مراد خان	۲	(۳۰) نصیری خان	۳۳
(۳۱) شاہ بیگ خان	۱۳	(۳۲) والی جدید بیجاپور	۴
(۳۳) محمد بیگ	۱	(۳۴) شہزادہ محمد مراد بخش	۳

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۳۵) شہزادہ محمد شجاع	۴	(۳۶) جہان آرا بیگم	۱ ۲ ۷

ان مسلسل خطوط کے بعد تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اس کے بعد پھر وہ خطوط ہین جو اورنگزیب نے شاہجہان کی معزولی کے بعد شاہجہان کو لکھے تھے، اور اس کے بعد محمد سلطان کی طرف سے لکھے ہوے چند خطوط ہین، پھر وہ خطوط ہین جو ابوالفتح نے عالمگیر کے حکم سے شہزادہ محمد سلطان، شہزادہ محمد معظم، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین اور پھر اس کے وہ خطوط ہین، جو اس نے اپنی ذاتی حیثیت سے اورنگزیب اور دوسرے لوگون کو لکھے ہین، ان کے بعد صادق کے لکھے ہوے خطوط ہین،

اس کتاب کے متعدد نسخے مختلف کتب خانون مین موجود ہین، ان مین سب سے پرانا نسخہ اگر اوسکی تاریخ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو وہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیہ (حیدر آباد دکن) مین موجود ہے، کیونکہ صادق نے اس مجموعہ کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے:-

زہے نسخۂ نغز قابل کزو | رواجِ ہنر شد بعالم بسے
ز طرزش ابوالفضل در حیرت است | سخنور بداند چہ داند خسے
کتابے است در فنِ انشا تمام | نسازد و زار داگر نارسے
بجز جوہری کیست جوہر شناس | کند قیمتے لعل ہر ناکسے
"گل از باغ جان" شد چو تاریخ او | بباغ ارم دل نہ بندد کسے

اور کتب خانۂ آصفیہ مین اس کی کتابت کا سال ۱۱۱۶ھ ہے، اس کے علاوہ ایک اور نسخہ بھی اسی کتب خانہ مین ہے، لیکن اسپر کوئی تاریخ نہین ہے، مندرجہ ذیل بزرگون کی ملکیت اور کتب خانون مین بھی اس کے نسخے ہین،

(۱) متحفہ برطانیہ، اورنٹیل نمبر ۱۷، اکمل مکتوبہ ۱۲۲۵ھ مقام شاہجہان آباد، اور نمبر ۲۰۵۴ ناکمل مکتوبہ

محرم ۱۱۲۹ھ/۱۷۱۷ء،

(۲) کتب خانہ دفتر وزیر ہند نمبر ۱۳۷۰ و نمبر ۳۷۲، مکتوبہ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء و ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء علی الترتیب،

(۳) کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال الف ۱ نمبر ۲۶، والف ۲ نمبر ۶۴۵ مورخہ ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۳ء،

(۴) کتب خانہ خدابخش خان پٹنہ۔ یہ نسخہ کسی وقت مین فورٹ ولیم کالج کی ملکیت تھا،

(۵) پبلک لائبریری، لاہور،

(۶) نسخہ مملوکہ پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم، اے لاہور،

(۷) " دارالمصنفین، اعظم گڈھ،

(۸) " پروفیسر جدو ناتھ سرکار کلکتہ،

(۹) " مدرسہ محمدیہ آگرہ نامکل،

(۱۰) " رامپور اسٹیٹ لائبریری،

(۱۱) " میرا ذاتی نسخہ،

ایک نیا نسخہ اورنگ زیب کے عہد شاہزادگی کے خطوط صرف اسی مجموعہ تک محدود نہین ہین، بلکہ دوسری تاریخ اور انشا کی کتابون مین بھی وہ بڑی تعداد مین پھیلے ہوئے ہین، اور ہم ان سب کو ماخذ سیرت عالمگیری کے عنوان کے ماتحت لکھین گے، لیکن یہان پر ایک اور اہم نسخہ کا ذکر کرتے ہین، اس کے دریافت کا سہرا ہمارے مکرم دوست مولوی ابوعمر صلاح یافعی صاحب (حیدرآباد دکن) کے سر ہے، اس نسخہ مین وہ خطوط ہین، جو آداب عالمگیری مین موجود ہین، لیکن اول تو ان کی تعداد بہت محدود ہے، دوسرے ترتیب مین بھی فرق ہے، تیسرے اس کے ابتدا مین جو دیباچہ ہے، وہ صادق کے دیباچہ سے بالکل جداگانہ ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور شخص نے بھی ان خطوط کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی،

نسخۂ رافعی | جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، وہ اصلی نسخہ کی نقل ہے اور ۷، سطروں کے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل، اس کی ترتیب اس طرح ہے،

موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
(۱) دیباچہ	۱	۲
(۲) خطوط بنام شاہجہان	۲	۸۶
(۳) " جہان آرا	۸۶	۹۷
(۴) " شاہ شجاع	۹۷	۱۰۱
(۵) " مراد بخش	۱۰۱	۱۰۲
(۶) " سعد اللہ خان	۱۰۲	۱۰۸
(۷) " شاہجہان	۱۰۸	۱۲۷

دیباچہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"دانایانِ بارگاہِ تکوین و ایجاد از لوحۂ اکوان، نقوشِ آغاز و حروفِ انجام و رموزِ دانان کارخانۂ ابداع از ناصیہ مبدعاتِ رقومِ حال و سوادِ اقبال بر تشناسندہ"

اس کے بعد سلاطین اور "دست پروردگان الطاف ذوالجلال" کے خطوط کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ان خطوط کے متعلق لکھتا ہے کہ

"مصداق این اقوال، حال سعادت اشتمال مسودات بادشاہ جہان پناہ محمد اورنگزیب عالمگیر محی الدین غازی کہ قابل خان مرحوم ابوالفتح در ایام پادشاہزادگی آنحضرت بموجب امر عالی نگارش نمودہ، بقلم جواہر رقم آنحضرت پیرایۂ اصلاح و حلیۂ تزیین یافتہ جامع اوراق کہ اصحاب فن آن را دوستدار و کلام این قوم را آرزومند است، الکلام الملوک

موک الکلام دانستہ چندے ازان جراید بخرد و دانائی بسعی وکوشش فراہم آوردہ ترتیب لائق

ور بط مناسب مقرر نمود"

مرتب کا بیان ہے، کہ اس نے اس مجموعہ کو نو مقالون پر تقسیم کیا ہے،

بالفعل این مجموعۂ خرد را بر نہ مقالہ ترتیب نمود"

اور اس کی تفصیل یہ ہے،

(۱) عرائض اورنگ زیب بنام شاہجہان،

(۲) مکتوبات " " بیگم صاحب (جہان آرا وغیرہ)

(۳) نشانہاے " " امرا وغیرہ

(۴) " " محمد سلطان " امرا وغیرہ

(۵) عرائض قابل خان " اورنگ زیب،

(۶) " " " محمد سلطان

(۷) حسب الامر کہ قابل خان نوشتہ

(۸) القاب وغیرہ

(۹) قول نامہ کہ حسب الالتماس محمد مراد بخش نگارش یافتہ

اس فہرست کے دیکھنے کے بعد یہ بات تو یقیناً معلوم ہوجاتی ہے، کہ موجودہ نسخہ بہت زیادہ نامکمل ہے، اور اس کے ساتھ اس کی ترتیب بھی درست نہین ہے، موجودہ نسخون مین شاہجہان کے خطوط دو حصون مین منقسم ہین، اور اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل نسخہ مین اوراق غلط لگے ہوے ہین، موجودہ ترتیب یہ ہے، بنام شاہجہان خط ۱ سے لیکر ۳۰ (نصف) پھر ۴۱ سے ۵۰ تک، پھر ۶۰، ۶۵، اور ۸۹ اور اس کے بعد وہ خطوط ہین، جو شاہجہان کے عزلت نشین ہونے

کے بعد لکھے گئے، اس کے بعد جہان آرا، ۶ خط، شجاع ۲ خط، مراد ۱ خط، سعد اللہ خان ۲ خط، اور پھر شاہجہان کے نام خطوط ہیں، ۳ نصف آخر تا خط نمبر ۳۹، اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے، کہ خطوط کی ترتیب آداب عالمگیری سے بہت زیادہ ملتی ہوئی ہے، افسوس کہ اس کے مصنف کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا اور نہ اس کے کسی مکمل نسخہ ہی کا پتہ ہے،

ایک اہم سوال | اسی سلسلہ مین رقعات عالمگیری کے ایک نسخہ نے جو کتب خانہ الاصلاح دسنہ (پٹنہ) کی ملکیت ہے، ایک عجیب سوال پیدا کر دیا ہے، یہ نسخہ بہ ابتدا مین ناممکل ہو اور خطوط کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے، کہ شاید دو تین ورق اس کے کم ہین، اس مین عموماً وہی خطوط ہین جو رقعات عالمگیر اور دستور العمل آگہی وغیرہ مین ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نسخہ مین بعض دوسرے ایسے خطوط بھی ہین جو کسی دوسرے نسخہ مین ہماری نظر سے نہین گذرے ہین، اور ان خطوط کو شروع کرنے سے پہلے مرتب نے بطور تمہید جو کچھ لکھا ہی، وہ ہماری توجہ و تحقیق کا بہت کچھ مستحق ہے، وہ لکھتا ہے،

> "حضرت "خلد مکان" (عالمگیر) علیہ الرحمۃ والغفران کہ ہموارہ شمع جلال ایشان بنور ہدایت افروختہ بود، بیاض مشحون از لآلی معانی بلند و جواہر مضامین خاطر پسند کہ بے سخنان حکمت نشان یافتہ مناسب اندراج بود، در آداب عالمگیر شاہی کہ تحفۃ السلاطین اسم با مسمی است، (می نوشتند) راقم ازان مخزن جواہر دریا ہاے گران بہا بدست آورد، وہم سرمایۂ مفاخرت ومباہات اندوخت، ہم سر رشتہ نکتہ پردازی گرفت، و ہر یک ازان جواہر زواہر را در محلے مناسب بکار می برد"

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہو کہ اورنگ زیب کے پاس ایک ایسی بیاض تھی، جسمین وہ منتخب اشعار یا دلپسند تحریرین، لکھ لیا کرتا تھا، اور یہ صرف اورنگ زیب ہی تک محدود نہین تھی شاہجہان کے پاس بھی ایک ایسی بیاض تھی، چنانچہ اورنگ زیب نے ایک خط مین اپنے لڑکے

شہزادہ اعظم کو لکھتا ہے،

جانا! عزیزا!!! چند فقرہ از بیاض اعلحضرت (شاہجہان) خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی

بے اختیار بآن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اورنگ زیب کے پاس ایسی کوئی بیاض تھی اور اگر تھی، تو کیا اس کا کہین پتہ ہے؟ پہلے سوال کا جواب اثبات مین ہے اور دوسرے کا نفی مین، اگر آج یہ بیاض ہم کو مل جائے، تو اورنگ زیب کی زندگی، اس کے ذوق ادب، اور اس کی افتاد طبیعت پر اس کے ذریعہ کافی روشنی پڑ سکتی ہے، لیکن موجودہ حالت مین ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہین ہے کہ جو سامان بھی ہمارے پاس موجود ہے اسی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کرین، اورنگ زیب کے یہ خطوط، اس کے عہد صوبہ داری ملتان کے وسط یعنی ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء سے شروع ہوتے ہین، اور اگرچہ شاہجہان کے نام کے خطوط محاصرۂ گولکنڈہ ہی کے وقت مین یک بیک ختم ہو کر پھر صرف زمانۂ عزلت گزینی کے ۹، ۱۰ خطوط پر ختم ہو جاتے ہین، لیکن دوسرے لوگون کے نام جو خطوط ہین، اُن سے اس کی شہزادگی کے تمام واقعات پر روشنی پڑتی ہے، اور ہم ان کے ذریعہ اس کے حالات زندگی کو ایک مربوط شکل مین پیش کر سکتے ہین، لیکن ان خطوط پر روشنی ڈالنے سے پہلے اور ان کی روشنی مین اورنگ زیب کی زندگی مرتب کرنے سے قبل یہ مناسب سمجھتے ہین، کہ اس کی خطوط نویسی کے متعلق کچھ بیان کر دین،

خطوط کا حقیقی مصنف ہمارے پاس قابل خان کے خطوط کے جو دو نسخے (آداب عالمگیری و نسخۂ یافعی) ہین، ان کے دیباچہ نگارون نے لکھا ہے، کہ یہ خطوط قابل خان کے لکھے ہوئے ہین نسخۂ یافعی کے مرتب نے اتنا اور اضافہ کیا ہے، کہ قابل خان جو خطوط لکھتا تھا، ان پر اورنگ زیب اصلاح دیا کرتا تھا، لیکن ان خطوط کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اس عہد کے نہ صرف شاہزادے بلکہ

بادشاہ بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور صرف مشغولیت کے وقت منشی انکے حکم کے مطابق خطوط لکھتے، چنانچہ اورنگ زیب کے نام شاہجہان کے جو خطوط ملے وہ تین قسم کے تھے،

(۱) وہ خطوط جو خود شاہجہان کے ہاتھ کے لکھے ہوتے،

"نیر سپہر عزت و شرف یعنی فرمان والاشان عنایت عنوان نگاشتہ کلک گہربار، جواہر سلک درخجستہ ترساعتے پرتو ورود انداختہ"

یا "منشور لامع النور سعادت ظہور کہ بقلم خاص زینت نگارش یافتہ بود"

(۲) وہ خطوط جو منشی لکھتا تھا، لیکن اس پر شاہجہان چند سطریں اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتا تھا، اس کو "خط مبارک" یا "دستخط خاص" کے نام سے یاد کرتے تھے،

"منشور لامع النور سعادت گنجور مزین بخط قدسی خاص مبارک بورود کرامت آمود آن مباہی گشتہ"

یا "والا منشور لامع النور ... نگاشتۂ خامۂ دبیران بلاغت تبیان عطارد نشان شدہ بود، دیباچۂ آن صحیفۂ عزت و کرامت بخط قدسی نمط اشرف زینت یافتہ ... پرتو ورود انداختہ"

(۳) وہ خطوط جنکو شاہجہان کے حکم سے منشی لکھتے تھے،

"والا منشور ... نگاشتۂ خامۂ دبیران عطارد رقم شدہ بود بورود آن سرفراز گردید"

یا "وصول سعادت حصول فرمان والاشان نگاشتۂ خامۂ دبیران عطارد نشان باعث سربلندی این فدوی گردیدہ"

ان خطوط کے علاوہ جنمین کاتب کا ذکر ہے، بہت سے خطوط ایسے ہیں جنمین صرف منشور کی وصولی کا ذکر ہے، لیکن کاتب کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن جن خطوط مین ذکر ہے، ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اکثر و بیشتر خطوط خود شاہجہان کے لکھے ہوتے تھے، اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوگیا، کہ شاہزادون کے علاوہ سلاطین بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور آگے

چاکران کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا اورنگ زیب بھی ایسا کرتا تھا، یا اس کے تمام خطوط ابو الفتح کے لکھے ہوئے ہوتے تھے، خود خطوط سے اس کا جواب تلاش کرنے سے پہلے یہ بات قابلِ ذکر ہے، کہ ابو الفتح نے جو خطوط اورنگ زیب کے حکم سے لکھے ہیں، ان کو دونوں مجموعوں والوں نے واضح طور سے "حسب الامر" کے ماتحت درج کر دیئے ہیں، ممکن ہے، کہ بعض لوگوں کو اس سے یہ شبہ پیدا ہو، کہ حسب الامر سے مقصد صرف وہ خطوط ہیں جو عالمگیر کے حکم سے ابو الفتح اپنے نام سے لکھتا تھا، ان میں اپنا تذکرہ نہ کرتا تھا، اور اس کے ثبوت میں وہ بعض امرا، اور فرمانروایان بیجاپور، دکن گولکنڈہ کے نام کے خطوط پیش کر سکتے ہیں، اگر وہ خطوط اورنگ زیب کے ہاتھ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے، تو ان پر "شرح دستخط خاص" والی عبارتیں کیوں ہوتیں، ان تمام حالات کی موجودگی میں ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں، وہ یہ ہے، کہ اورنگ زیب تمام خطوط یقیناً اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتا تھا لیکن وہ خطوط جو اس نے شاہجہان، جہان آرا، مراد بخش، شاہ شجاع، اور محمد سلطان وغیرہ کو لکھے تھے وہ یقیناً بلاشبہ اسی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، اور اس کا خود ان خطوط میں متعدد جگہ ذکر ہے، ایک مرتبہ اورنگ زیب کا انگوٹھا کٹ گیا تھا، اس نے اس حالت میں شاہجہان کو جو عریضہ لکھکر بھیجا، اسکی شانِ خط مختلف تھی، اس سے شاہجہان یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے یہ خط محمد سلطان سے لکھا کر بھیجا ہے، اور اس پر اس نے اورنگ زیب سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اورنگ زیب نے ان الفاظ میں اپنی صفائی پیش کی،

"قبلۂ و کعبۂ دو جہانی این مرید سلامت! عرضداشت کہ سابق از نظر مبارک گذشتہ خط این فدوی است، چون دران ایام نر انگشت دست راست این مرید آزار داشت، خوب نوشتہ نہ شدہ، اگرچہ خانہ زاد اعلیٰ حضرت (محمد سلطان) نیز بمقتضاے سن و سال بد نمی نویسد، لیکن این فدوی کہ ہرگز درین مدت حتی المقدور قلم غیرے را در تحریر عرائض محرم نہ ساختہ

چگونہ راضی خواہد شد، کہ عرضداشت بخط خانہ زاد یا دیگرے نوشتہ شود" (۱/۹۹)

اسی طرح اورنگ زیب کے ایک خط پر نہین بلکہ اس کی صرف تاریخ پر شاہجہان نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا، کہ وہ دوسرے کا خط معلوم ہوتا ہے، اور یہ شک ظاہر کیا تھا کہ شاید وہ خطوط دوسرون کو بھی دکھاتا ہے، اورنگزیب کا نوجوان ناتجربہ کار لڑکا محمد سلطان اس زمانہ مین شاہجہان کے پاس ہی تھا، اس نے بھی شاہجہان کے شبہ کی تائید کی تھی، اس پر اورنگ زیب اسے لکھتا ہے،

"چون از مطاوی عرضداشت صاحب و قبلۂ دوجہانی کہ بوساطت آن نامدار عالی تبار از نظر اشرف گذشتہ وایشان چنانچہ قرار گرفتہ اند کہ "تاریخ تحریر بخط دیگرے نوشتہ شد" و اعلیٰ حضرت نیز تصدیق این معنی فرمودہ اند بنا بران بر زبان الہام بیان گذشتہ کہ "ازان سعادتمند جوان بخت بغایت بعید نمود، کہ باوجود آنکہ مکرر مسودات عرائض درگاہ جہان پناہ در حضور ایشان بہ بیاض رفتہ و می دانند کہ قلم دیگرے دران محرم نیست و خط قدسی نمط را می شناسند، این قسم چیزے در حضور پرنور ظاہر ساختہ اند، بر تقدیرے کہ اعلیحضرت میفرمودند کہ تاریخ بخط مبارک نمی دانند، بایستے آن تازہ نہال بوستان اقبال بمبالغہ معروض می داشتند کہ خط صاحب و قبلہ است ہرگاہ سہ بند بخط خود نوشتہ باشند این دو کلمہ چگونہ بخط غیرے خواہد بود" (۱۷۷/۱)

شاہجہان جب عزلت گزین ہو جاتا ہے، اور اورنگ زیب سے ناخوش ہو کر اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی پر اتر آتا ہے، تو اسے اورنگ زیب کا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اب وہ شاہجہان کو اپنے ہاتھ سے خط نہین لکھتا، اس کے متعلق اورنگ زیب نے جو کچھ صفائی پیش کی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے، کہ اس وقت تک وہ

شاہجہان کو برابر اپنے ہاتھ سے خط لکھتا تھا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین،

"این مرید پیش از رسیدن باکبرآباد اکثر اوقات عرائض را بخط خود می نوشت، لیکن چون ثانی الحال معلوم نمود، کہ در نظرِ امتیاز پیشگاہِ خلافت عرائض این مرید و عرائض دیگران کہ ہرگز بخط خود نمی نویسند و مدار آن بر تلبیس است یک اعتبار دارد، و راست را از دروغ فرقے نمی نہند، و مع ہذا اشتغال بسیار روے دادہ بود، ناگزیر از رعایت این شیوہ باز ایستاد، و نوشتن لفظ خط نامعروف" در عریضہ بیان واقع بود، نہ براے قصد، و دیگر اینکہ بسم اللہ کہ بخط مبارک مرقوم می گردد، بجہتِ حصولِ شرف و سعادت کافی است" ($\frac{2}{125}$)

ان مذکورۂ بالا عبارتون سے یہ تو ثابت ہوگیا، کہ اورنگ زیب اپنے ہاتھ سے خطوط لکھتا تھا، اگر اسی سلسلہ مین اس کے شان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جاے، تو شاید بیجا نہ ہوگا،[1] یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ شخص جس نے اپنی نو دسالہ عمر مین ہزار دن خطوط اور متعدد کلام مجید لکھے ہون، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا، ہم کو کچھ نہ ملے، اور ہم اس کو اپنے دعوی

---

[1] اسی سلسلہ مین یہ بتانا کہ اورنگ زیب کس وقت خطوط لکھا کرتا تھا، دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، اورنگ زیب اپنے عہد شہزادگی مین بھی اوقات کا بہت زیادہ پابند تھا، اس لیے اس نے حالت قیام مین خطوط کے لکھنے کا وقت مق کر لیا تھا لیکن سفر کی حالت مین وہ کسی خاص وقت کا پابند نہ تھا، البتہ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے ایک وقت معین کر رکھا تھا، چنانچہ صاحب عالمگیر نامہ لکھتا ہے،

"قبل از دو پاس روز قرین بخت و سعادت . . . . بانجمن خاص غسلخانہ عز قدوم می بخشند . . .

. . . و عرائض صوبہ داران و حکام اطراف اکثر درین محفل . . . . از نظر فیض اثر گذشتہ برخ مطالعہ اشرف میرسد، و بعضے دیگر را وزیر اعظم خواندہ مضمون بعرض ہمایون میرساند و احکامے کہ در جواب یک ہر میشود دستور . . . بمنشیان . . . . ابلاغ مینمایند" صفحہ ۱۱۰۰-۱۱۰۱

کے ثبوت مین پیش نہ کرسکین، تاہم ہم کو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرون کا علم ہے اور اس سلسلہ مین اسکے سوانح نگارون نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی روشنی مین راے قائم کرنے کی کوشش کرین گے،

سلاطین مغلیہ تمامتر تعلیم یافتہ، صاحبِ ذوقِ سلیم، اور ادب شناس و علم پرور ہوئے ہین، بابر، شاعر و مصنف تھا، اس کے لڑکے بھی علم دوست تھے، چنانچہ کامران کا دیوان، اور ہمایون کا اپنے کتب خانہ کی چھت پر سے گر کر جان دینا، اسکا ثبوت ہے، خدا بخش خان کے کتب خانہ کا تاریخی نسخہ دیوان حافظ[۱]، ہمایون کے ذوق سلیم کی بین دلیل ہے، اکبر اگرچہ خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن اسکی علم دوستی، اور علما پروری سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، جہانگیر کی ادبیت، اس کا زورِ قلم، اس کا ذوق شعری، مشہور عام ہے، شاہجہان نے شاہی کتب خانہ کے مختلف علوم و فنون کی کتابون پر جو عبارتین لکھی ہین، اور جس طرح ان سے استفادہ کیا ہے، وہ ہمارے لیے اس کے علمی ذوق کے ثبوت مین کافی ہین، اس کے لڑکون مین دآرا کی تصنیفی صلاحیت، اور فلسفیانہ قابلیت مسلم ہے، اورنگ زیب کے خطوط اس کے وسعتِ مطالعہ کے ضامن ہین، شجاع ملا محمود جونپوری مصنفِ شمس بازغہ و فرائد کا شاگرد ہے، مراد بھی پڑھا لکھا ہے، یہ تو اس کے لڑکون کا حال تھا، لڑکیون مین جہان آرا، کی مونس الارواح، اس کو کسی سے پیچھے نہین رکھتی، اورنگ زیب کی اولاد مین محمد سلطان کو جس طرح تعلیم دیجاتی تھی، زیب النسا، کو جو تبحر علمی حاصل تھا، اور اس کے دوسرے لڑکون اور پوتون کی تعلیم کا جو سامان کیا گیا تھا وہ اسکی علمی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، چنانچہ معظم کو تو شیخ المحدثین تک کا لقب حاصل تھا، ایسی حالت مین اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اورنگ زیب کو فن خطاطی مین بھی کمال حاصل تھا، تو شاید صحت سے زیادہ دور نہ ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین، کہ دآرا کو فن خطاطی مین عبد الرشید

---

[۱] اس نسخہ پر مین نے عرصہ ہوا ایک مفصل مضمون معارف مین لکھا تھا، دیکھو ج ۱۱ شمارہ ۶ جون ۱۹۲۳ء

دہلی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، اور اس شاہزادہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو تحریرین اس وقت تک موجود ہین، وہ اس کے کمالِ فن پر دال ہین[1]،

اورنگ زیب بھی فنِ خطاطی مین اپنے بھائی سے کسی طرح پیچھے نہین تھا، اور اس کے خطِ نسخ، نستعلیق، اور شکستہ کی مورخین نے تعریف کی ہے، اس نے فنِ خطاطی مین سید علی خان الحسینی جواہر رقم (متوفی ۱۰۹۴ھ ۱۶۸۳ء) کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا تھا، چنانچہ تاریخ خوشنویسان ہند مین ہے،

"آنچہ از کتب دیگر مثل مرآۃ العالم وغیرہ بنظر رسیدہ اینکہ میر سید علی خان جواہر رقم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان وارد ہندوستان گشت واز حضور وے بخطاب جواہر رقمی مشرف گشتہ بتعلیم محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر مامور شدہ، سرِ امتیاز برافراشتہ[2]"

جب اورنگ زیب بادشاہ ہوا، تو اس نے اپنے استاد کو:-

"باستادیٔ شاہزادگان برگماشت" اور وہ تمام عمر "در رکاب اورنگ زیب در کشمیر و دکھن ماندہ، عمدگی بہم رسانید[3]"

اس کے علاوہ اس کی شہزادگی ہی کے زمانہ مین عبد الباقی حداد (عبد اللہ) بھی اس کے پاس آیا تھا، اس کاتب کی تعریف مین صاحب تذکرۂ خوشنویسان لکھتا ہے:-

"در دورۂ اخیر گوے سبقت از نسخ نویسان بردہ، خطِ نسخ راعروس الخط کردہ آرایش و زینت دیگر بخشید[4]"

اور اس کے اورنگ زیب کے پاس آنے کا حال ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"ہندوستان آمدہ بجناب شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نوشتہ، خود قرآن سی ورقی و کلام اللہ و صحیفہ وغیرہ گذرانیدہ مخاطب بہ یاقوت رقم شدہ، بوطن معاودت کرد، چند کس از شاگردانِ شد

---

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم۔ اے نے دارا کی موجودہ تحریرون پر ایک مضمون مسلم ریویو ۱۹۲۶ء کلکتہ ج ۳ مین لکھا ہے، [2] ص ۳۲ تاریخ خوشنویسان

خود بحضور گذاشت، اکثر با بخطاب یاقوت رقمی و یاقوت رقم خانی سرفراز یافته اند،

اس کے علاوہ ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ شاہجہان کے دربار مین عبد الرشید کے علاوہ دوسرے خوشنویس بھی موجود تھے، اور بہت ممکن ہے، کہ اورنگ زیب نے ان مین سے کسی دوسرے سے بھی کچھ سیکھا ہو، اس کے بعد ہم کو مورخین کے بیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے

اورنگ زیب کا درباری مورخ منشی کاظم ہے، وہ عالمگیر نامہ مین لکھتا ہے،

از رتبۂ خط و حسن تحریر آن شہنشاہ فلاطون فطنت سکندر نظیر کہ صفحات روزگار و اوراق دفاتر لیل و نہار از آن زینت پذیر است، خامۂ نکتہ پرداز جادو فن را چہ یارائے دم زدن بقدرت کلک بدائع آثار معنی استادی و سحر نگاری را چنان بر کرسی نشاندہ اند، کہ دست استادان اقالیم سبعۂ خط بدان نتواند رسید،

خط نسخ:- آن حضرت کہ رقم نسخ خط یاقوت و صیرفی تواند بود، در غایت پختگی و مزہ و متانت و اسلوب است، و کمال قدرت در نوشتن آن دارند، و اکثر اوقات توفیق ثواب اندوزی کتابت کلام اللہ از ضمائم عبادات و کرائم عادات آن شہنشاہ دین پناہ است "

خط نستعلیق:- آن حضرت بے شائبہ اطراے مدح طرازی و اغراق نکتہ پردازی دران رتبہ است کہ قطعہاے کہ حین ایام ذوق و سرگرمی مشق، رقم پذیر خامۂ اشرف گشتہ بقطعہاے خوب استادان کہ عمر گرانمایہ صرف تحصیل آن سرمایہ ساختہ بتکمیل آمرے دیگر نپرداختہ اند، در نظر خط شناسان میصر مشتبہ میشود و شکستہ نستعلیقی در غایت مغزداری و صفا و متانت و پختگی مینویسند[1]"

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲-۱۰۹۴۔

مآثر عالمگیری نے الفاظ کے گورکھ دھندون سے نکل کر مختصر الفاظ مین مذکورۂ بالا بیان
ں طرح تائید کی ہے،

خطِ نسخ آنحضرت درغایتِ متانت و اسلوب بود وکمالِ قدرت در نوشتن آن داشتند"

وخطِ نستعلیق وشکستہ نیز بغایت خوب نوشتند[1]"

اورنگ زیب کے کمالِ خطاطی کے متعلق ان بیانات کو سننے کے بعد ہم کو ان تحریرون
رف متوجہ ہونا چاہیئے جنکا تاریخون مین پتہ ہے، یا جنکی موجودگی کا ہم کو علم ہے،

صاحبِ عالمگیر نامہ کا بیان ہے، کہ اورنگ زیب نے عہدِ شاہزادگی ہی مین

"مصحفے مجید بخطِ مبارک صورتِ اتمام دادہ آن را . . . . . . بمکۂ معظمہ وکعبۂ مشرفہ
زادہا اللہ قدرًا وجلالہ فرستادند[2]"

اور تخت نشین ہونے کے بعد بھی،

"دراندک وقتے بدستیاری تائید ومددگاری بخت سعید جلدے دیگر از مصحف مجید
با تمام رسانیدہ[3]"

اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے کہ:-

"سوائے این دو مصحف کریم مکرر بتحریر پنج سورہ ودیگر سورِ قرآنی موفق گشتہ اند[4]"

چنانچہ اس کے بعد کے صحف مین سے اس نے

"دو قرآن مجید بخطِ اقدس کہ مبلغے ہفت ہزار روپیہ بر لوح وجدول وجلد آن صرف شدہ
بمدینہ منورہ مرسل شدہ[5]"

---

[1] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲، [2] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۹۳، [3] ایضاً صفحہ ۱۰۹۳، [4] ایضاً
[5] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۲،

لیکن افسوس کہ ان تین نسخون مین سے کسی ایک نسخہ کا بھی پتہ نہین ہے، ہم نے اکثر اہل علم سے جنھون نے حال مین حج و زیارتِ مدینہ مکرمہ کا شرف حاصل کیا ہے، دریافت کیا لیکن ان لوگون نے اُن کی موجودگی کے متعلق اپنے عدمِ علم کا اظہار کیا، اور شاید "دیوانِ ظہیر فاریابی" کی چوری کی شاعرانہ سندِ جواز پر کتاب اللہ کے یہ قیمتی نسخے بھی بیت اللہ اور بیت الرسول صلعم سے چوری ہو گئے، انکے علاوہ ہمکو اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوے مندرجۂ ذیل کلام مجید کا حال معلوم ہو سکا ہے

(۱) کلام مجید، مملوکہ اعلیٰحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ، یہ نسخہ جیسا کہ ہمارے راوی کا بیان ہے، اورنگ زیب غازی نے فیروز جنگ غازی کو ہدیہ دیا تھا،

(۲) نسخہ مملوکہ جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی حیدرآباد، اس نسخہ کو ۱۹۲۵ء کے دسمبر مین تاریخی مجلس اسناد ہند کی نمایش مین رکھا گیا تھا، (اور اس کے مالک کا نام اس وقت عبداللطیف ظاہر کیا گیا تھا،)

(۳) نسخہ مملوکہ نواب صاحب مانگرول، اسے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے شایع بھی کر دیا ہے،

(۴) پنج سورہ مملوکہ امپیریل لائبریری شعبہ بوہار لائبریری کلکتہ، اس وقت وکٹوریہ میموریل مین موجود ہے،

اس طرح ہم کو اورنگ زیب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے چھ نسخون اور ایک پنج سورہ کا پتہ چلتا ہے، اور ایک ایسے بادشاہ کا جسکا ایک ایک دن سفر یا جنگ مین گذرتا ہو، جسے ہندوستان جیسے وسیع اور پرفتنہ ملک پر حکومت کرنا ہو، اتنا لکھ لینا حیرت انگیز ہے، یہ واقعہ بھی عجائباتِ عالم مین شمار ہوگا، کہ اورنگ زیب جس کلام مجید مین تلاوت کرتا تھا، وہ اس وقت کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ملکیت ہے، یہ نسخہ بھی خاندان تیموریہ کے ایک رکن سلطان ابراہیم

کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کے آخری ورق پر اورنگ زیب نے جو اس وقت صرف ۲۰ سال کا تھا، ایک عبارت عربی مین قرآن کے کاتب اور اپنی ملکیت کے متعلق لکھا ہی اور یہ عبارت اورنگ زیب کی عربی دانی اور اس کے شکستہ نستعلیق کی پختگی کا ایک ثبوت ہے،

لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس شہنشاہ کشور ہندوستان جنت نشان کا ذریعہ معاش بھی قرآن نویسی وکلاہ دوزی تھا، تو ہماری یہ حیرت محترمانہ و معتقدانہ استعجاب سے بدل جاتی ہے، چنانچہ وہ اپنے وصیت نامہ مین لکھتا ہے:-

"چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگہ محلدار است، بگیرند و صرف کفن این بیچارہ نمایند، و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است روز وفات بفقرا بدہند[۱]"

ان مصاحف کی نقل کے علاوہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، وہ اپنے اعزہ کو خطوط بھی اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا تھا، اور اکثر و بیشتر امرا کے خطوط پر بھی چند سطرین لکھدیتا تھا، ہمارے اس بیان کی تصدیق عالمگیر نامہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"در اکثر اوقات باقتضاے عنایت و مرحمت بنا بر بعضے مراتب سری و مصالح ملکی مناشیر کرامت عنوان بادشاہزادہاے ارجمند کامگار و نوئینان نامدار بخط مبارک مینویسند، و کم وقتے میگذرد کہ بر عنوان امثلۂ جلیلہ کہ بامراے ذیشان و عمدہاے آستان سپہر نشان زینت صدور میابد، سطرے چند نگارش نمی فرمایند[۲]"

لیکن افسوس کہ اس قسم کے خطوط اور فرامین کا کوئی پتہ نہین ہی، البتہ اورنگ زیب کے ایک شقہ کا عکس جو اس نے آموں کے متعلق لکھا تھا، ضلع ہردوئی کے ایک کارخانہ قلمہاے

---

[۱] سرکار احکام عالمگیری صفحہ ۱۴۱-۱۳ طبع ثانی ۱۹۲۶ء [۲] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲،

انہہ نے اپنی فہرست مین شائع کیا تھا، اور حکیم رضی الدین مرحوم دہلی کے خاندان مین اورنگ زیب کا ایک فرمان ہے، جس کے عنوان پر اورنگ زیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ہین، ان کے علاوہ ہم کو کسی دوسری تحریر کا کوئی علم نہین ہے[1]،

اورنگ زیب اور فن انشا، اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، کہ اسلامی نصاب مین فن خطوط نویسی و انشار کو خاص اہمیت دیجاتی تھی، اور انشار کی لاتعداد کتابین آج بھی اس دعویٰ کا بہترین ثبوت ہین، اچھے منشیون کی خاص عزت تھی، اور امرار وسلاطین ان کو ہمیشہ انعامات وخطابات سے سرفراز کرتے رہتے تھے، اس فن کے حصول کے لیے خاص خاص کتابین پڑھائی جاتی تھین، اور اورنگ زیب نے بھی ان کتابون کو پڑھا تھا، اور اس کے بعد اپنے لڑکون کو بھی پڑھایا تھا، اورنگ زیب کی تعلیم کے متعلق ہم یہان پر نہین بلکہ اس کے ابتدائی حالات کے ضمن مین مفصل طور سے لکھین گے، یہان پر صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ فن انشا مین اس کا درجہ بہت بلند تھا، آیات قرآن مجید و احادیث نبوی اس کو بکثرت یاد تھین، سعدی، حافظ، نظیری، نظامی وغیرہ کے کلام کا بھی معتد بہ حصہ اس کے دماغ مین محفوظ تھا، اور وہ اکثر اپنے خطوط مین اُن سے کام لیتا تھا۔ اس کے خطوط اس کے کمال فن کے شاہد ہین، اس کے مورخین نے بھی اس حیثیت سے اس کی تعریف کی ہے، عالمگیر نامہ مین ہے:

نکتہ دانی ومعنی شناسی وربط ومناسبت فطری وکسبی آن حضرت بمراتب نثر وانشای انواع کلام درمرتبہ ایست کہ سخن سنجان معنی طراز وفصاحت پیشگان نکتہ پرداز از فیض تعلیم وارشاد آن مظہر کمالات قدسی، عمرہا استفادہ دقائق ورموز سخن میتوانند کرد

---

[1] مولوی بشیر الدین احمد مرحوم نے فرامین سلاطین مین اورنگ زیب کے بعض ایسے فرامین شائع کئے ہین جسمین شرح دستخط خاص کے نام سے عبارت ہے، اگر اصل فرمان ملجاتے تو ممکن تھا کہ وہ اس تعداد مین اضافہ کا سبب ہوتے۔

ہرگاہ بادائے منشور منشیانِ بلاغت گستر انشا نامہ میفرمایند، بحسن تقریر دلپذیر بنوعے تمہید مطلب وتلقین مدعی مینمایند کہ اگر نگارندۂ قوت حافظہ را درج آن دُرر شاہوار ولآلی آبدار ساختہ بنگارشِ ہماں الفاظ گہر نثار بنظم تالیفے کہ از زبانِ حق بیان استماع نمودہ اکتفا نمودہ، از تجشم فکر و تکلفِ انشا مستغنی است،

وچون مسودۂ آن درست میشود، بمطالعۂ اشرف رسیدہ از قلم بدائع رقم آن شہنشاہ نکتہ رس ہوشمند چندان تیصرفاتِ مرغوب و اصلاحہاے دلپسند زینت میابد کہ ادیبِ اریب از ملاحظۂ آن بعجز و قصور معترف گشتہ سرمایۂ بصیرت در اسلوب و قواعدِ سخن وپیرایۂ خبرت و مہارت درآن فن می اندوزد، وہمچنین مناشیرِ جلالت نشانے کہ منشیان دولت پائدار مینویسند نخست مسودۂ آنہا بنظر انور درآمدہ بزیور اصلاحِ بادشاہانہ مزین میشود"[۱]

مآثر عالمگیری کا بیان ہے کہ:۔

"آنحضرت را در مراتبِ نثر و انشا دستے تمام بود، و در مہارتِ نظم و نثر بہرۂ تمام"[۲]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کو شاعری سے کوئی مناسبت نہیں ہے، حالانکہ اس کے خطوط اس بات کی صاف تردید کر رہے ہیں، اور جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے وہ اشعار کے استعمال میں بھی زیادتی کرتا جاتا ہے، اس کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ اس نے ملا شاہ اور فانی (کشمیری) کے دیوان کو خاص طور سے منگوا کر پڑھا تھا،[۳] اپنے لڑکوں کو بھی وہ نظم کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے، البتہ اتنا ضرور تھا، کہ وہ عام عاشقانہ و رندانہ شاعری کو

---

[۱] عالمگیر نامہ ص۱۰۹۳-۱۰۹۵ [۲] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲،

[۳] انشاے فارسی ہے، ۵ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بحوالہ سرکار ر اورنگ زیب جلد اول)

پسند نہین کرتا تھا، چنانچہ صاحبِ مآثرِ عالمگیری لکھتا ہے،

"اما بموداے مستشہد صادق کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون متمسک گشتہ، توجہ باستماع شعرِ بے فائدہ نداشتند، تا بشنیدنِ اشعارِ مدح چہ رسد، الا شعرے کہ متضمن موعظت باشند[5]

نکردہ بہر رضاے خداے عز و جل   نہ چشم سوے غزال و نہ گوش سوے غزل[1]"،

اس کے علاوہ مآثر الامرا وغیرہ مین ایسے واقعات درج ہین، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اس کا ذوقِ شعری بہت بلند تھا، اور وہ پر درد اشعار سے بہت زیادہ متاثر ہوتا تھا، اس سلسلہ مین اس کے خطوط پر جو تنقید ہوگی، ہمین اس دعوی کے متعدد ثبوت ملین گے،

خطوط کی ہمہ گیری: یون تو بادی النظر مین ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک شخص کے ذاتی و خانگی خطوط مین معمولی واقعات، یا روزانہ حوادث کے بے مزہ حالات کے سوا کچھ نہ ہوگا، لیکن اگر ہم ان خطوط پر غور کرین تو ہم کو معلوم ہوگا، کہ ایک شخص کے ذاتی خطوط، جذبات و حقائق نگاری کے بہترین میدان ہوتے ہین، پیدایش و موت، فراق و وصال، مسرت و ماتم، شادی و غم، امید و بیم، علالت و صحت، خرید و فروخت، تعمیر و تخریب، موسم و فصل، تمدن و تہذیب، وقتی سیاست و اقتصادیات، معاشرت و مذہب، سب کچھ اس مین ہوتا ہے، اور یہ لکھنے والے کے زورِ قلم اور کمالِ انشا کے اظہار کے لیے بہترین میدان ہین، پھر ایسی حالت مین جب کہ لکھنے والے کا حلقۂ مراسلت بہت وسیع ہو، ایک طرف اُسے اپنے ارکانِ خاندان، باپ، بھائی، بہن، اور اولاد سے خط و کتابت کرنا ہو، دوسری طرف وزرا، و امرا کو مخاطب کرنا ہو، تیسری طرف مشائخ و علما سے شرفِ مکاتبت حاصل کرنا ہو، چوتھی طرف ہمسایہ سلاطین سے مراسلت ہو، اور پانچوین طرف اپنے ملازمین کو سعادت و سرفرازی بخشتا ہو، تو پھر ان مواقع و حالات کی کیا کمی ہو سکتی ہے، اور اورنگ زیب کے خطوط اسی قسم کے گلہاے رنگا رنگ کا بہترین مجموعہ ہین کہین ذاتی حالات

[5] مآثرِ عالمگیری ص ۵۳۲-۳ -

کے متعلق اظہارِ خیال ہو، تو کہین سیاسی و معاشری واقعات پر تنقید، کہین شوقِ وصال بیچین کئے ہوے ہے، تو کبھی دردِ فراق نے مضطر کر رکھا ہے، کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے، تو کہین کسی کی موت کا ماتم، کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے، تو کہین تنبیہ، اگر ایک خط عمارتون اور قلعون کے مفصل حالات سے مملو ہے، تو دوسرا باغون اور چمنون کی رنگین بیانی سے پُر، کہین عتاب ہو تو کہین عنایت، کبھی گرمجوشی ہے، تو کبھی سردمہری، کہین الزامات کی صفائی ہو، تو کہین دوسرے کے خلاف شکایت، غرضکہ وہ کونسی چیز ہے، جو اس مجموعہ مین نہین ہو؟ مگر پھر وہ کونسی شے ہے، جس مین حقیقت نگاری کے ساتھ کمالِ ادب کو جگہ نہین دیگئی ہے، لیکن اس دعوی سے بہتر یہ ہے، کہ ہم اس کے خطوط سے اس کا ثبوت پیش کر دین،

فرقِ مراتب خطوط کی تحریر مین سب سے پہلی اور اہم چیز فرقِ مراتب کا خیال رکھنا ہو، یعنی مخاطب جس مرتبہ، جس درجہ، اور جس عزت کا مستحق ہو، اسی کے مطابق نہ صرف اس کو مخاطب کیا جائے، بلکہ پورے خط مین یہ حیثیت قائم رکھی جائے، کہ یہ بلاغت کی ایک اہم شرط ہے، اورنگزیب نہ صرف اسکا پورا پورا خیال رکھتا تھا، بلکہ اگر دوسرے اس شرط کو نظر انداز کر دیتے تھے، تو ان کو فوراً متنبہ کرتا تھا، چنانچہ اس نے اس سلسلہ مین اپنے لڑکون کو بارہا اصلاحین دی ہین، ان کو تربیت اولاد کے سلسلہ مین ہم بیان کرین گے، یہان پر صرف یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ اورنگزیب اس چیز کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا، چنانچہ جب وہ اپنے باپ کو لکھتا ہے، تو اس علم کے بعد لکھتا ہے کہ وہ نہ صرف باپ ہے، بلکہ ہندوستان کا شہنشاہ، اور "ظل اللہ فی الارض" بھی ہے، اس کیلیے جو الفاظ استعمال کرتا ہے، ان مین وہی بزرگی موجود ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ کمال یہ ہے، کہ اورنگزیب نے اسے سینکڑون خطوط لکھے ہین، اور ہر خط کا طرزِ تخاطب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ جداگانہ ضرور ہے، لیکن اصل چیز ہاتھ سے جانے نہین دی ہے، حتیٰ کہ اس وقت جبکہ وہ برادرانہ جنگ کیلیے

روانہ ہوا، نہین، بلکہ اس وقت جبکہ وہ اکبرآباد مین شاہجہان کا محاصرہ کئے ہوے ہے، نہین، بلکہ اس وقت بھی جب وہ خود شاہنشاہ عالمگیر ہوچکا ہے، اس چیز مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیتا، محاصرۂ قندھار کی ناکامی کے بعد سے آخر وقت تک باپ بیٹے مین جو کشیدگی رہی شاہجہان نے جو سخت سے سخت بات اسے کہی، جو تلخ سے تلخ زہر سے بجھا ہوا تیر اس پر چلایا، سب کے جواب مین اُسنے کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے سررشتۂ ادب کو ہاتھ سے چھوٹنے نہین دیا، اور کسی وقت بھی جادۂ فرزندی سے الگ نہ ہوا، اس کی مثالین آیندہ آئین گی، اور یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، کہ ایسی حالت مین بھی کس طرح اورنگ زیب کے ہاتھ سے دامنِ صبر نہ چھوٹا، باپ کو جب مخاطب کرتا ہے، تو ان الفاظ مین :-

"مریدِ عقیدت کیش زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ وہ رسم ارادت و عقیدت بجا آوردہ بمسامع جاہ و جلال میرساند" ۶/۱۱

یا، "کمترین مریدانِ اخلاص سرشت آدابِ ارادت و عقیدت کہ سرمایۂ دولت و سعادت است از خلوصِ طویت بجا آوردہ ذرہ وار بموقفِ عرضِ مقدس میرساند" ۵/۱۳

یا "مرید فدوی بعد ادائے آدابِ ارادت و عقیدت کہ متضمن ہزاران شرف و سعادت است ذرہ آسا بموقفِ عرضِ مقدس و اعلیٰ میرساند" (۱/۱۴)

اب اس کا طرزِ تخاطب دیکھیے جبکہ ناراضگی علانیہ شروع ہوجاتی ہے،

"مرید فدوی زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ دو وظائفِ عقیدت و ارادت بجا آوردہ ذرہ صفت بعرض مقدس معلی میرساند" (۲/۲۴)

جنگ بدران کے لیے روانہ ہونے کے بعد جو خطوط لکھے ہین ان کی ابتدا یہ ہے،

"بعد از تقدیم مراسمِ عبودیت و آدابِ فدویت ذرہ وار بموقفِ عرض پایہ سریر خلافت جہانبانی

میرساند" (3/118)

شاہجہان کے عزلت نشین ہونے کے بعد، اورنگ زیب خود شہنشاہ عالمگیر تھا، اس وقت بھی وہ شاہجہان کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"بعد ادائے وظائفِ عقیدت بعرضِ اقدس میرساند" (1/124)

یا "بعد ادائے مراسمِ عقیدت و اخلاص بعرضِ اشرف میرساند" (4/127)

اپنی بہن جہان آرا کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"مخلصِ بے اشتباہ بعد ادائے مراسمِ اخلاص و نیازمندی معروض میدارد" (1/133)

یا "خیراندیش سراسر اخلاص مراسمِ عقیدت بتقدیم رسانیدہ معروض میدارد" (2/134)

اپنے بڑے بھائی محمد شجاع کو لکھتا ہے:-

"بعد از گذارشِ مراسمِ مخالصت و موالات معروض میدارد" (1/162)

یا "مخلصِ خیراندیش بعد از گذارشِ مراسمِ اخلاص معروض میدارد" (3/164)

اپنے چھوٹے بھائی مراد بخش کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے:-

"برادرِ عزیز بجان برابر کامگار نامدار عالی مقدارِ من، از نخلِ حیات و زندگانی بہرہ مند و برخوردار بودہ مسرت قرین باشند" (2/167)

یا "برادرِ عزیز بجان برابر عالیمقدار من از نہالِ زندگانی برخوردار و از آشوبِ نوائب بر کنار باشند" (1/168)

اپنے لڑکوں کو اس طرح یاد کرتا ہے، یہ باغی اکبر کے نام ہے:-

فرزند ارجمند، درۃ التاج فرخی و فیروزمندی و دلپسندی شاہزادۂ جہانیان بغایت الطاف شاہنشاہی و اعطاف بادشاہی مخصوص گشتہ بدانند"

دوسرے محبت کے الفاظ یہ ہین،

"بابا ے من! بہادر من! وغیرہ

وزیر حکومت سعد اللہ خان، یا دوسرے امرا ے شاہی کو خط لکھتا ہے، تو اس کے پیش نظر دو چیزین ہوتی ہین، ایک تو مکتوب الیہ کی بلند مرتبگی، اور دوسرے خود اپنی شاہزادگی، اور وہ اپنے خطوط مین دونون کو نباہتا ہوا، اس طرح اس فرض سے سبکدوش ہوتا ہے:-

خان سعادت نشان، رفیع المکان مستغنی الالقاب بشمولِ الطاف وعنایاتِ اعلیحضرت خلافت منزلت ظل الٰہی بودہ معلوم نمایند"

یا "خان رفیع مکان سعادت نشان المستغنی عن الالقاب بشمولِ الطاف وعنایتِ نامتناہیٔ اعلحضرت ظل الٰہی بودہ معلوم نمایند"

امیر الامرا علی مردان خان،

"اعتضادِ سلطنت و فرمانروائی، اعتمادِ خلافت وکشور کشائی، موردِ الطافِ بیکرانِ بادشاہی مہبطِ اعطافِ بے پایان اعلحضرت ظل الٰہی، عمدۂ امراے رفیع الشان، زبدۂ خوانین بلند مکان خان سعادت نشان موتمن الدولۃ العظمیٰ علی مردان خان امیر الامرا بتوجہات و تلطفاتِ خاص سرورگشتہ معلوم نمایند"

شاہ نواز خان،

خلاصۂ خاندانِ مصطفوی، نقاوۂ دودمانِ مرتضوی، رکن السلطنۃ العظمیٰ عضد الخلافۃ الکبریٰ، خان رفیع مکان، سعادت نشان، عمدۃ الملک شاہنواز خان بتلطفات و تفقداتِ خاص عزاختصاص یافتہ معلوم نمایند"

مرزا راجہ جے سنگھ:-

زبدۂ دلاوران و متہوران، خلاصۂ جان نثاران و ہواخواہان، نقادۂ مخلصان ارادت کیش، قدوۂ خیر اندیشان عقیدت اندیش، شایستۂ مراحم بیکران بادشاہی، سزاوار عنایات بے پایان شاہنشاہی، عمدۂ راجہائے اخلاص شعار، مطیع الاسلام مرزا راجہ جے سنگھ بتوجہات بادشاہی مخصوص و مباہی بودہ بدانند"

شایستہ خان،

رکن السلطنۃ، موتمن الدولۃ البہیہ، نتیجۂ امرائے عظام رفیع المکان، سلالۂ خوانین کرام عظیم الشان، مورد الطاف بے پایان، المخصوص بمزید الالطاف والاحسان، المختص بمواہب الملک المنان، خان سعادت نشان، عمدۃ الملک شایستہ خان مشمول عنایات و تلطفات سلطانی بودہ معلوم نمایند"

مرزا سلطان (ملازم شاہی)

سعادت مرتبت، نجابت منزلت، خلاصۂ خاندان صفوت مورد مراحم بیکران مرزا سلطان بعنایت خاص عز اختصاص یافتہ بداند"

تقرب خان (طبیب شاہی)

حکمت پناہ، فطانت دستگاہ، جالینوس الزمان، سزاوار مرحمت بیکران، شایستہ الطاف بے پایان، تقرب خان بتوجہات خاص اختصاص یافتہ بداند"

اب اس نے اپنے ملازمین کو جس طرح مخاطب کیا ہے، اسے بھی دیکھ لیجئے،

ملتفت خان،

"آن زبدۂ مخلصان و خلاصۂ دولتخواہان معلوم نماید"

یا "بوفور توجہ خاطر والا مختص بودہ بداند"

شاہ بیگ خان،

"امارت پناہ، ایالت دستگاہ، قابل المرحمت والاحسان شاہ بیگ خان بعنایتِ سلطانی مباہی گشتہ بداند"۔

یہ سرکاری ملازمون کے متعلّق تھا، اب بزرگانِ دین کے متعلّق ملاحظہ فرمایئے،

خواجہ عبدالغفار،

"سیادت مرتبت، ونجابت وشرافت منزلت، خلاصۂ خاندانِ ہدایت وکرامت، نتیجۃ الابرار خواجہ عبدالغفار بر جادۂ خدا پرستی وحق جوئی مستقیم بودہ بعافیت باشند"۔

خواجہ عبدالوہاب،

"شرافت ونجابت پناہ، حقائق ومعارف آگاہ، نتیجۂ ابرار ولایت جناب خواجہ عبدالوہاب ہموارہ بر جادۂ صدق وعقیدت مستقیم باشند"۔

اب سلاطین اور ہمسایہ حکمرانون کے نام کے خطوط کے ابتدائی الفاظ دیکھیے، اس عہد مین ایسے خطوط یا تو حمد ونعت سے شروع ہوتے تھے، یا رسیدِ خط سے حمد ونعت کو حذف کرنے کے بعد عبارتین اس طرح ہین،

موالئ ایران[1]

عالی منزلت، خلافت مرتبت، گرامی فطرت، سامی منقبت واسطۃ العقد وزینت آلِ عبا مرسلۃ الصدور، عزت رسول مجتبیٰ، ستودۂ خلف حضرت خیر الانام، شرفِ خاندان عزت واکرام، ثمرۂ شجرۂ ولایت وکرامت، فروزندۂ اختر سمائے شوکت وایالت، برآرندۂ نشر لطف

---

[1] اس عبارت کے سمجھنے کے لیے یہ جاننا بسا ضروری ہے، کہ شاہانِ صفویہ سید اور ایک بڑے صوفی بزرگ کی نسل سے تھے، اور انھون نے بھی دو چیزون کی بدولت حکومت حاصل کی تھی،

سیادت و اصطفا، طرازندۂ سریرِ نجابت و ارتضا، زبدۂ آلِ ستودہ خصال، مرکزِ دائرۂ دولت و اقبال، گوہرِ درج سلطنت و بختیاری، زینت و سادۂ عظمت و نامداری، سعد اکبرِ فلک سروری، مشتری برج نیک اختری، زیورِ افسرِ دولت و دین، مہرِ سپہرِ عزت و تمکین . . . .“ (بہارِ سخن)

والیٔ بخارا،

”بلند مرتبت، عالی منقبت، رفعت و شوکت و اقبال پناہ، حشمت و ابہت و اجلال دستگاہ، شجاعت و شہامت و بسالت اکتناہ، والیٔ ولایتِ عدل و انصاف، ہادمِ بنیانِ جور و اعتساف، خلاصۂ خاندان مجد و اعتلا، نقاوۂ دودمانِ عز و علا، دیباچۂ صحیفۂ مردانگی، طرازِ جریدۂ فرزانگی، نہالِ گلشنِ سلطنت و جہانداری، مروجہ (سرو؟) جویبارِ عظمت و شہریاری، قطبِ فلکِ ایالت، مرکزِ دائرۂ جلالت، آفتابِ روزۂ سطوت، نگینِ خاتمِ دولت . . . .“

والیٔ بلخ،

”رفعت و شوکت پناہ، حشمت و ابہت انتباہ، فارسِ مضمارِ شہامت و ایالت، عارجِ مدارجِ نصفت و عدالت، سلالۂ خواقینِ عظیم الشان، نقاوۂ سلاطینِ بلند مکان، مظہرِ انوارِ نامداری، مصدرِ آثارِ بختیاری، قرۂ باصرۂ دولت و اقبال، غرۂ ناصیۂ سطوت و اجلال، مشیدِ ارکانِ شجاعت، موسسِ بنیانِ بسالت . . . .“

اب ہندوستان کی باج گذار حکومتون کے فرمانرواؤن کے نام کے خطوط پڑھیے:

قطب الملک (والیٔ گولکنڈہ)

”امارت و ایالت پناہ، ارادت و عقیدت دستگاہ، عمدۂ اماجدِ کرام، سلالۂ اکارمِ عظام،

نقادۂ خاندانِ عزو علا، عضادۂ دودمانِ مجد و اعتلا، زبدۂ مخلصانِ صلاح اندیش درگاہ والا، خلاصۂ متخصصانِ سعادت کیش۔ بارگاہِ معلّٰی، موردِ الطافِ بادشاہی مصدرِ آدابِ خیر خواہی، جوہرِ مرأتِ صفا و صفوت فروغ ناصیۂ دولت و رفعت، سزاوارِ عواطف بیکران، شایستۂ اشفاق بے پایان، المختص بمواہب الملک المنان قطب الملک بجلائلِ تلطفاتِ بے غایات وجزائلِ توجہاتِ بلانہایات مخصوص و مبتہج گشتہ بدانند"

ہمشیرۂ قطب الملک (حرمِ محترمۂ عادلشاہ والی بیجاپور):-

عفت قباب، عصمت احتجاب، زینت افزاے ہودجِ عزت و رفعت، حجلہ آراے شبستانِ دولت و مکنت، مخدرۂ تتق عظمت، مستورۂ نقاب حشمت، ہمشیرۂ محترمہ مکرمۂ قطب سماے شوکت و ابہت، بتفقدات و تلطفاتِ خاص فراوان بہجت و مسرت اندوختہ معلوم نمایند . . . . . "

عادل شاہ (والی بیجاپور):-

"امارت و ایالت پناہ، شوکت و حشمت دستگاہ موردِ عنایاتِ جمیلہ مشمولِ عواطف جلیلہ، سزاوارِ مراحم بیکران، شایستۂ تلطفاتِ بے پایان، مہبطِ اصنافِ اعطاف مطرفِ انواعِ الطاف، المختص بمواہب الملک المنان عادل خان بعنایاتِ بادشاہی مباہی بودہ بدانند . . . . "

ان القاب کے بعد ان القاب کو بھی دیکھئے جو اس نے دوسرے حکمرانون کے نوکرون کے لیے استعمال کیے ہین یا جن کے ذریعہ آزاد سردارون کو مخاطب کیا ہے،

میر جملہ (میر محمد سعید وزیر قطب الملک)

"سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، موردِ مراحم بیکران، سزاوارِ صنوف مکرمت و

احسان، میر محمد سعید بوفورِ عنایات سلطانی مفتخر و مباہی گشتہ بداند۔"

لیکن جب یہی میر جملہ شاہجہان کے دربار مین پہنچکر معظم خان وزیرِ شاہجہان ہوتا ہے، تو اس کے القاب بھی بدلجاتے ہین،

"سیادت و نجابت پناہ، امارت و ایالت دستگاہ، خلاصۂ مخلصان صافی طویت، عمدۂ خیراندیشانِ و افی عقیدت، موردِ مراحم بیکران، مہبطِ مکارم بے پایان، شایستۂ صنوف عاطفت و احسان، خانِ رفیع مکان، معظم خان، بتوجہات علیہ و عنایات سنیہ مختص بودہ بداند۔"

شیواجی (اس وقت شیواجی ایک معمولی آزاد جاگیردار کی حیثیت سے تھا):-

"خلاصۃ الاشتباہ والاعیان، زبدۃ الامثال والاقران، قابل المرحمۃ والاحسان، شیواجی بعنایتِ پیشگاہ سلطنت مفتخر و مباہی گشتہ بداند۔"

ہم نے اس جگہ جتنی مثالین دی ہین، وہ تمام تر ان خطوط کی ہین جو اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے وقت تک لکھے تھے، پنجاہ سالہ عہدِ حکومت مین اسکا کمالِ فن اس کی عام عظمت و شوکت سے بھی کہین بڑھ گیا تھا، اس ترقی پر بحث کرنے کا اگرچہ موقع یہی ہے، لیکن بخوفِ طوالت ہم اسے نظرانداز کرتے ہین،

شکریہ

فرقِ مراتب کے نمایان کرنے کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ دکھایا جاے کہ وہ مختلف مواقع پر مختلف درجہ کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اس سلسلہ مین پہلی چیز وہ شکریہ یا اظہارِ مسرت ہے، جو اسے خطوط، تبرکات، یا تحف کے موصول ہونے پر کرنا پڑتا ہے، شاہجہان کے خطوط یا انعامات کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے:-

فرمانِ عالیشان، سعادت عنوان کہ از کمالِ عنایت و ذرہ پروری نامزدِ این مرید

فدوی شده بوده، باکاغذِ ساعت فیض اشاعت که درین ولا منجانبِ حضورِ پُر نور برائے زینت

سراسر سعادت اختیار نموده اند، شب مبارک دوشنبه بست و چهارم ذیحجه در منزل هریه

در حینے که سحابِ رافت الٰہی رحمت بار بود، شرفِ ورود ارزانی داشته رحمت بر رحمت

افزود، و سجداتِ شکرِ خداے تعالیٰ حقیقی عزّ اسمهٗ و تسلیماتِ عنایت خداوندِ حقیقی مدظله

از سرِ صدق و اخلاص بتقدیم رسانید." (۲)

یا "صبح روز یکشنبه، غره ماه محرم مکرم در منزل الچهره بوصولِ عطیهٔ خلعتِ خاصهٔ زمستانی که از کمالِ

لطف و مهربانی عنایت شده بود، سرفراز گردیده آدابِ ارادت و تسلیماتِ عقیدت بتقدیم

رسانیده بادائے شکرِ الطاف و عنایاتِ پیر و مرشدِ حقیقی رطب اللسان گشت (۳)

یا "فرمان عالیشان عنایت عنوان که از کمالِ ذره پروری و مرید نوازی مرقوم قلم خجسته

رقم شده بود، . . . شرفِ ورود ارزانی داشته سعادت افزا گشت، شکرِ این مواهب

و عنایات که زیاده از حوصلهٔ استعدادِ مریدان بظهور میرسد بکدام زبان ادا تواند نمود، ؎

زبان ادا نتواند جهاتِ شکرش را،

اگر بهر نفسے صد چو من کند تقریر" (۵)

یا "فرمان عالیشان سعادت عنوان با سرپیچ زمرد و مروارید که مصحوب یساول

سرکارِ عالی شرف صدور یافته بود، روز یکشنبه، هشتم ربیع الاول پرتو ورود بخشید، تارکِ

مباهات و افتخارِ این مرید را باوجِ فلک الافلاک رسانید. تسلیم و آداب بجا آورده از

عنایتِ بے غایتِ بادشاهانه سرافراز و سربلند گشت، سایهٔ بلند پایهٔ قبله و کعبهٔ کونین

برمفارقِ مریدان فدوی اخلاص سرشت گسترده پاینده بماناد." $\frac{9}{14}$

"دو منشور لامع النور سعادت ظهور مشتمل بر اضافهٔ منصبِ این مرید . . . . . و متضمن

عنایت بے غایت پنج لکھ روپیہ مساعدہ کہ دریں ولا بصیغۂ انعام مرحمت شدہ . . .
. . . پرتو ورود انداختہ تارکِ افتخار و مباہات مرید فدوی را از اوجِ کیوان و فرق
فرقدان گذرانید، تسلیماتِ مریدی و آداب بندگی بتقدیم رسانیدہ و بآن عطیاتِ
نمایان و مراحم بے پایان سرافرازی حاصل نمودہ، سعادت اندوخت، ؎
گر بر تنِ من زبان شود ہر موے یک شکرِ شہ از ہزار نتوانم کرد"
اب دوسری صورت ملاحظہ فرمائیے، اورنگ زیب کوئی تحفہ شاہجہان کو بھیجتا ہے،
اور وہ اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے، اورنگ زیب اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے،
حکمِ جہان مطاع بصدور پیوستہ کہ انارِ بے دانہ تتہ کہ کمترین مریدان بدرگاہِ سلاطین پناہ
ارسال میدارد، بہ از انارِ جلال آباد داست"
"ازین نویدِ مسرت افزا خوش وقت و مبتہج گشتہ" (۲)
یا "حکمِ اقدس بپرایۂ ورود یافتہ کہ" چیر ہاے چھیت تتہ کہ این مرید فرستادہ
بود مستحسن افتاد، از ہمان جنس دیگر نیز مرسول دارد"
"از ظہورِ این عنایت کہ محض ذرّہ پروری و بندہ نوازی است کلاہِ شادی بر
سرِ آسمان انداخت، ع
بدین مژدہ گر جان فشانم رواست" (۵)
یا "چون در آن منشور لامع النور بتقریبے این مرید را بعنوانِ رضاجوئی یاد فرمودہ
بودند" این معنی را وسیلۂ سعادت دینی و دنیوی دانستہ، وظائفِ حمد و سپاسِ جلّ شانہٗ
و آدابِ تسلیماتِ پیر و مرشدِ حقیقی مدظلہٗ بتقدیم رسانید" (۶)
جہان آرا،

"عنایت نامۂ عطوفت پیرایہ در بہترین وقتے پرتو وصول انداختہ مسرت بے اندازہ بخشید" (۱/۱۴۴)

یا "ازعنایتِ میوہ خوش وقت گشتہ تسلیمات بجا آوردہ ؂

مہربانیت را شمارے نیست زندگانیت را شمار مباد" (۵/۱۴۷)

مراد بخش :-

"رقیمۃ الوِدادی کہ نگاشتۂ خامۂ اتحاد و یگانگی بود، درعینِ انتظار رسیدہ بہجت افزا گشت" (۲/۱۴۸)

سعد اللہ خان :-

"عرضداشتے کہ پس از مدتے ارسال داشتہ بودند، مطالعۂ آں گلشنِ ہمیشہ بہارِ اختصاص راطراوتے تازہ بخشید"

شاہ نواز خان :-

"عریضۃ الاخلاص کہ دریں ولا از روئے یکجہتی ارسال داشتہ بودند، در بہترین وقتے بگرامی مطالعہ رسیدہ، بہجت افزا گردید"

مرزا سلطان :-

"عرضداشتے آں قابل الاحسان بوساطتِ حاضرانِ اقبال نشان از نظرِ اکسیر اثر گذشتہ"

مرزا راجہ جے سنگھ :-

"عرضداشتے کہ دریں ہنگام بغض ارتسام در جوابِ فرمان عالیشان عنایت و مرحمت عنوان بہ آستانِ فلک نشان ارسال داشتہ بود، از نظرِ اشرفِ اعلیٰ گذشت"

قطب الملک :-

"عریضۃ الاخلاص کہ بعد تمادیٔ ایام بحضور سراسر سرور ارسال داشتہ بودند بعزِ

مطالعۂ گرامی رسیدہ، مطالب معروضہ درآئینۂ ضمیر منیر منطبع گردید"

ہمشیرۂ قطب الملک:-

"عرضداشت آن عفیفۂ عصمت آئین کہ باعریضۂ مورد الطاف بادشاہی . . . علی عادل خان . . . مصحوب . . . ابراہیم بدرگاہِ اقبال بارگاہ ارسال داشتہ بود، بتوسط سعادت اندوزانِ محفلِ فیض منزل از نظرِ انور اطہر گذشتہ"

میر جملہ:-

عرضہ داشتے آن سزاوارِ مراحمِ بے پایان کہ بعد استسعاد بوصولِ کرامت موصولِ نشانِ خجستہ عنوان وعطیۂ اسپ وخلعت ببارگاہِ اقبال ارسال داشتہ بود، بوساطت حاضرانِ بساطِ سلطنت مناط از نظرِ انور گذشتہ"

وزیر مقرر ہونے پر:-

"استماعِ نویدِ طلوعِ اشعۂ عنایات وتلطفاتِ پیشگاہِ خلافت بوفور مراتبے کہ مرکوز ضمیرِ منیر ما بود، بہجتِ بے اندازہ بخشید وازآنجا کہ کیفیتِ صنوفِ اعطافِ بادشاہانہ کہ بمقتضاے استحقاق وشایستگی پیش از دریافتِ سعادتِ آستانبوسی و درحین حصول آن موہبت قرین حال خیر مآلِ آن عمدۂ مخلصان صافی طویت گردیدہ مفصلاً از عرضداشتِ وکیل نیز مسرت افزا شدہ بود، اطلاع بر مضمون عریضۃ الاخلاص مورث انبساطِ تازہ گشت، حق تعالیٰ عواقبِ امور بخیر مقرون داشتہ این پایۂ ملبند را برانشان مبارک کند، وتوفیق استرضاے خاطر ملکوت ناظر اعلحضرت . . . . .
عطافرمودہ سرخروئی دارین . . . . نصیب گرداناد"

تہنیت وتعزیت | شاہزادون اور امیرون کا قاعدہ تھا، کہ وہ جشنِ سالگرہ یا کسی دوسرے خوشی

کے موقع پر بادشاہ یا اپنے دوستون کے پاس تہنیت کے پیغام بھیجتے تھے، اورنگ زیب نے بھی شاہجہان کے نام اس قسم کے متعدد پیغام بھیجے ہین، اس کے علاوہ غم کے موقع پر بھی اس نے خطوط لکھے ہین، اور ان دونون موقعون پر اس کو اس قسم کے جو خطوط آئے ہین ان کے جوابات بھی لکھے ہین، تعزیت کے خطوط کی انتہائی بلاغت یہ ہے، کہ اس کے الفاظ سادہ اور مؤثر ہون کہ مغلق عبارت تعزیت کے اصلی مقصد کو برباد کر دیتی ہے، اورنگ زیب کے خطوط مین یہ بات بدرجۂ اتم موجود ہے، ہم تہنیت کے خطوط سے شروع کرتے ہین

"مرید عقیدت سرشت زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ بندگی بجا آوردہ بزبان تہنیت بیان معروضِ عاکفان کعبۂ جاہ و جلال میدارد کہ بہارِ بوستانِ امانی و آمال و طراوتِ حدیقۂ سلطنت و اقبال یعنی آرایش جشن وزن مقدس قمری کہ تا انقراضِ دوران زینت افزاے بزمِ جہان خواہد بود، بر ذات قدسی درجات کہ استدادِ بقاے آن واسطۂ انتظامِ مہام عالمیان است، مبارک و خجستہ باد،

ایزد تعالیٰ عرصۂ آفاق را از انوارِ فیوضاتِ این روزِ فرخندہ منور داشتہ مژدۂ این جشن را الیٰ ابد الدہر سامعہ آراے مریدانِ کامل اعتقاد و بندہاے اخلاص نہاد علی الخصوص این مرید فدوی گردانا د" (ب[1])

معظم خان (میر جملہ) :-

"وصولِ عطایاے پیشگاہِ خلافت از علم و نقارہ و خلعت سراپا عزت کناد"

اب تعزیت کے خطوط دیکھئے،

جہان آرا :- پھوپھی کے مرنے اور اس کے بعد شاہجہان کی وفات پر اس نے یہ خطوط لکھے ہین

"از استماعِ قضیۂ ناگزیر کہ درین ولا بتقدیر حی قدیر بوقوع آمدہ خاطر بدان مشابہ متالم گشتہ کہ شرحِ کیفیتِ آن بتحریر درآید، از آنجا کہ درین جہانِ ناپایدار، گذران

[1] دوسرے ایسے خطوط کے لئے دیکھو رقعات از ص۱۰۷ - ص۱۱۶،

از ظہور امثالِ این وقائع چارہ نیست، وآفریدہ را با قتضاے آفریدگارے مقاومت میسر نہ، امید کہ آن مشفقہ دستِ اعتصام بحبل المتینِ صبر و شکیبائی استوار نمودہ حزن واندوہ را بخاطرِ گرامی راہ نہ دہند"

"ایزد تعالیٰ سایۂ بلند پایۂ اعلیٰحضرت را بسے سال مستدام و پایندہ داراد، زیادہ چہ تصدیع دہد، ایام شفقت و رافت بماناد" (۱۴/۱۴۶)

[1] آفریدگارِ جہان عز اسمہٗ آن مشفقۂ مہربان را درین حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ، اجر جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد، کہ ازین قضیۂ ناگزیر بر خاطرِ غمگین چہ می گذرد، قلم را چہ یارا کہ ازین دردِ جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ از بیان المِ شکیب ربا برگذارد، تصورِ غم واندوہ آن صاحبہ دل بیتاب را بیشتر برقت و اضطراب می آرد، اما با تقدیرِ ایزدی و قضاے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذو الجلال والاکرام

"بہمہ حال این ہمہ در دشمر مسار را بزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند یقین کہ نسبت بہ تعزیت داران اعلیٰحضرت، خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کے باید میکردہ باشند"

مہربانِ من! چیزے کہ درین وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدن ثواب تلاوت قرآن مجید و خیراتِ مستحقان است، درین باب سعی نمایند، و ثواب آن را بروح مطہرِ آنحضرت ہدیہ بگذرانند، و این گناہگار نیز درین کار است، امید کہ شرفِ قبول یابد" (۲۹/۱۶۱)

علامہ سعد اللہ کے لڑکے کا انتقال ہوتا ہے، اس پر اورنگ زیب لکھتا ہے:-

---

[1] یہ خط شاہجہان کی وفات پر ہے،

"کلفت نائبہ کہ در نشأۂ امکان از سنوح امثال آن گریزے نیست، افزون تر از آن است کہ بتحریر و تقریر در آید ؎

گر بگویم شرح آن بے حد شود　　　مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

حق تعالیٰ توفیق شکیبائی عطا کناد۔"

ہمشیرۂ قطب الملک کی اُسکے شوہر عادل خان والی بیجاپور کی وفات پر ان الفاظ میں رسمِ تعزیت ادا کرتا ہے:-

"درین ولا از استماعِ قضیۂ نامرضیہ عدالت و نصفت مرتبت کہ از دولتخواہانِ دولت آسمان جاہ بوفورِ عقیدت و ارادت علمِ امتیاز افراختند، و نقدِ اخلاص ایشان بمحکِ امتحان رسیدہ بود، خاطرِ گرامی بغایت مکدر گردید و از سنوحِ این واقعۂ ہائلہ و انتقال آن عمدۂ مخلصانِ نیکو خصال تاسف تمام روے داد، حق تعالیٰ آن مسافرِ ملکِ بقا را غریقِ بحرِ بیکرانِ رحمت و غفرانِ خویش داشتہ، بازماندہا را اجرِ چنین مصیبتے کرامت کناد۔"

"اگرچہ در امثالِ این حوادث و نوائب اختیارِ خود را بدستِ اصطبار سپردن و از جزع و فزع بر کنار بودن بسے دشوار است، لیکن از آنجا کہ این امور ناگزیر بتقدیرِ حی قدیر واقع می شود، و ہیچ آفریدہ را از تحملِ این بارِ گران گریزے نیست و تدبیر انسانی با قضاے انسانی مقاومت نمی تواند نمود، بنابران مقتضاے عبودیت و بندگی آن است کہ جہانیان در حینِ ظہورِ چنین قضایا کہ تدارکِ آن از حیطۂ قدرت بشری بیرون است، بحبل المتینِ شکیبائی جستہ بارادۂ ایزد جہانیانِ جان آفرین راضی و خرسند باشند تا بوسیلۂ خوشنودیِ قادرِ علی الاطلاق از اجر و ثوابِ آن در ہر دو سراے بہرہ مند گردند ؎

آفریدہ چہ کند گر نہ کشد بار قضا   کافرینش ہمہ در سلسلۂ قدرت اوست

امید کہ آن مخدرۂ تتق عصمت و عفت نیز بحکم قضا، رضا دادہ، درین قضیۂ ملال افزا

حزن واندوہ را بخاطرِ خویش راہ نخواہند داد، و صبر جمیل را شعار خود ساختہ بقدر آن امیدوار

اجر جزیل خواہند بود و توجہ خاطر عاطر را نسبت بخود روز افزون تصور خواہند نمود"

ان تعزیت و تہنیت کے خطوط کے بعد ان خطوط کو دیکھئے، جو اس نے تہنیت وغیرہ کے

جواب مین لکھے ہین، شہزادۂ اعظم کی پیدائش پر والئی گولکنڈہ نے تہنیت نامہ بھیجا تھا، اس کے

جواب مین لکھتا ہے:-

"عرضداشتِ آن امارت و ایالت مرتبت مشتمل بر تقدیم مراسم تہنیتِ ولادتِ با سعادتِ فرزندِ اقبال مند بجان پیوند، قرۂ باصرۂ کامگاری غرۂ ناصیتِ عظمت و بختیاری کہ درین ہنگام فرخندہ فرجام بمحض فضل نامتناہی الٰہی قدم میمنت توام بعرصۂ وجود گذاشتہ گلشن بہجت و مسرت اولیاے دولتِ ابد مدت را طراوت تازہ و نضارتِ بے اندازہ ارزانی داشتہ بوساطتِ بار یافتہاے فیض منزل از نظرِ فیض اثر گذشتہ، موجبِ ازدیادِ الطاف و عنایت نسبت بآن قطب فلک ابہت گشت و دادار بیہمال سائر دولتخواہان درگاہ والا را عموماً و آن خلاصۂ مخلصان بارگاہِ معلّیٰ را خصوصاً از برکات قدوم خیر لزوم آن نوبادۂ بوستانِ سلطنت و اجلال بہرہ مند کامیاب گرداناد"

اورنگ زیب کی حرم محترمہ دلرس بانو بیگم صبیۂ شاہ نواز خان کا انتقال ہوتا ہے

تو ان الفاظ مین خان مذکور کو لکھتا ہے:-

"درین ولا از وقوع سانحۂ ناگزیر یعنی وفات صبیۂ مرحومۂ آن رکن السلطنۃ العظمیٰ

خاطرِ قدسی مآثر چندان متالم و متاثر گشتہ کہ کیفیتِ آن در حوصلۂ بیان نگنجد، لیکن چون جزع در امثالِ این قضایا ستیزہ با قضا است، بجز شکیبائی چہ تواند کرد، یقین کہ آن موتمن الدولۃ البہیہ نیز بمقتضاے دانش و فرہنگ عمل نمودہ، درین واقعۂ ملال افزا، کہ الحق جاے تاسف است، عروۃ الوثقیٰ صبر و تحمل را از دست نخواہند داد، تا بفوتِ اجرِ مصیبت معنون نگردند۔ ۔ ۔ "

حق تعالیٰ آن خان رفیع المکان را موفق داشتہ از مکارہ برکنار دارد، معلوم نمودہ باشند، کہ از روے مرحمت چہ مقدار توجہ بمعالجۂ آں مغفورہ مصروف شدہ بود، امّا از آنجا کہ تقدیرِ حق تعالیٰ بہیچ حیلہ و تدبیر تغیر پذیر نیست، اثرے بر معالجات مرتب نگشت؛ وآں مرض مہلک روبہی نیاورد،،

حقیقتِ وصیتِ آں مرحومہ از مکتوبِ سیادت مآب ابوالفضل کہ حسب الامر نوشتہ است مشروحاً بوضوح خواہد پیوست،

عنایات و تلطفاتِ ما را در بارۂ خویش روز افزوں دانستہ از حوادثِ ناگزیر ملول نباشند در جمیع احوال مشیتِ الٰہی را بر ذمۂ عبودیت لازم شناسند، خلعت خاصہ بآں عمدۃ الملک ارسال نمودیم، والسلام؛

اظہارِ جذبات | خطوط اگرچہ ایک حیثیت سے ہمہ گیر ہوتے ہیں، لیکن جذبات کی حیثیت سے ان کا میدان بہت تنگ ہوتا ہے، کہ ان میں انسان احساسات سے زیادہ واقعات پر متوجہ ہوتا ہے، اس لیے خطوط میں جو کچھ بھی جذبات ہو سکتے ہیں، وہ تعزیت و تہنیت یا غم و مسرت کے جذبات کے علاوہ، عیادت، صحت کی مسرت، مکتوب الیہ سے دوری، یا اس سے ملنے کی تمنا کے جذبات ہوتے ہیں، اور اورنگ زیب میں کمال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان جذبات

کے اظہار مین بھی سررشتۂ ادب اور مرتبہ کو ہاتھ سے نہین جانے دیتا، باپ، بہن اور سرکار
ملازمون سے ملنے کے شوق یا جدائی کے غم مین جو فرق ہونا چاہئے، وہ اس کے یہان بدرجۂ
اتم موجود ہے، شاہجہان نے اسے دہلی بلایا ہے، ملتان سے روانہ ہوتے وقت باپ سے ملنے
کی جو خوشی اُسے ہے، اس کو ان الفاظ مین ادا کرتا ہے :-

"چون آرزوے ادراکِ سعادتِ آستان بوسی والاؤ تمنّاے دریافتِ استلامِ عتبۂ معلّٰی
کہ قبلۂ توجہ بادشاہانِ ربعِ مسکون است، عنانِ صبر و شکیبائی از پنجۂ اقتدار بدر بردہ این
فدوی را ذرہ وار جویانِ پرتوِ آفتاب عالمتاب ساختہ بود، لاجرم باشوق بیش نیامدہ، از
صدقِ ارادت و خلوصِ عبودیت ظاہر و باطن را مستعد افاضۂ فیوضاتِ صوری و معنوی پیر و
مرشدِ حقیقی گردانیدہ و خاطر از محافظت و بندوبستِ این حدود واپرداختہ شب چہاردہم
ذیحجہ بقصدِ طوافِ آستان ملائک پاسبان احرامِ کعبۂ حضور بستہ از شہر بیرون آمد، امیدوار
است، کہ حسب الحکم جہان مطاع منجمانِ رکابِ سعادت، ساعت ملازمت سراسر عبادت
اختیار نمایند، تا این مرید عقیدت کیش کہ پیروی رضاے پیر و مرشدِ جہانیان را سرمایۂ دولت
دارین میداند، دران زمانِ مسعود جبینِ اخلاص بسجداتِ بندگی نورانی ساختہ، کامیابِ
مطالبِ دو جہان گردد" (۱)

دوسرے خط مین لکھتا ہے،

"از آنجا کہ اشتیاقِ استلامِ عتبۂ علیہ برین مرید بحدے مستولی بود، میخواست بطریق ایلغار
بادراکِ این موہبت عظمیٰ بشتابد و در ساعت اوّل خود را بملازمت اعلیٰحضرت رساند،
لیکن چون حکم اقدس صادر شدہ بود، کہ منزل بمنزل بیاید . . . . . بکرم
ایزد تعالیٰ و عنایت پیر و مرشد امیدوار است کہ در ساعت مسعود حال کہ مختار انجم شناسان

درگاہِ والا است توفیق پائے بوس ہمیت مانوس دریافتہ کامیابِ سعادات دوجہانی گردد" (۲)

قندھار کی دوسری مہم سے واپس ہوتے ہوئے جہان آرا کو جو شاہجہان کیساتھ کابل مین ہے، لکھتا ہے :-

"مخلص سراپا اشتیاق، بعد ادائے مراسمِ اخلاص معروض میدارد عنایت نامہ سراسر لطف و مہربانی روز یکشنبہ مسرت ورود بخشیدہ باعثِ ابتہاجِ خاطرِ آرزومند شد، و شوقِ دریافت ملازمت روحانی بہجت را افزون تر ساخت" (۵/۱۳۷)

دوسرے خط مین لکھتا ہے :-

"طے زمانہ کن اے فلک وعدۂ وصلِ یار را
باز از میان بر این شبِ انتظار را

مخلصِ مشتاق، مراسمِ اخلاص بتقدیم رسانیدہ، بزبانِ شوق بیان معروض میدارد
. . . . . کاغذے کہ منجمانِ حضور موفور السرور فرستادہ بودند، رسیدہ کیفیت بوضوح پیوست، انشاء اللہ تعالیٰ بہمین ساعتِ مسعود مقرر شرف پائے بوسِ مقدس حاصل نمودہ، دیدہ و دل را از فیضِ مشاہدۂ دیدار فیض آثار صاحب غبّ و منور خواہد ساخت" (۶/۱۳۸)

تیسرے خط مین اس طرح اظہارِ شوقِ ملاقات کرتا ہے،

"باجہانِ شوق دریافت صحبت روحانی بہجت کہ اہم مطالبِ مخلصانِ بے ریا است معروض خدمتِ گرامی دارد" (۷/۱۳۹)

جہان آرا سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوتا ہے، بھائی کو بہن سے جدائی کا جو صدمہ ہے، اس کو اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"آنچہ درین دو سہ روز مہجوری بر خاطر مشتاق میگذرد، و بیتابی دل اخلاص منزل از محرومی

ملازمت سامی وارد، چگونہ اظہار نماید، ہر گاہ این مخلص صدقِ محبت و مودتِ صاحب مہربانِ خود راسرمایۂ سود دوجہانی می دانستہ باشد،" از مراتبِ تفقداتِ علیہ کہ درین مرتبہ نسبت بحالِ خویش مشاہدہ نمودہ چہ سان غافل بود" (۱۱۸۹ھ)

ایک اور خط مین لکھتا ہی:-

"عنایت نامۂ التفات عنوان . . . . . در عینِ انتظار پرتو ورود انداختہ نشاط افزای خاطرِ آرزومند گشت، و ہنگامۂ شوق را گرم تر ساخت، از المِ جدائی و سوزِ مفارقتِ دوری ضروری چہ نویسد و تا چند نویسد،

زدیدہ دوری و از دل نمی روی بیرون

خدا بکس نماید وصالِ ہجر آمیز" (۱۱۸۹ھ)

ارکانِ خاندان کے علاوہ امراسے شوقِ ملاقات یا ان سے علیحدگی کے جذبات کو ان الفاظ مین پیش کرتا ہے، میر جملہ اس سے ملنے کو آرہا ہے، اتفاق سے راستہ مین رک جاتا ہے اس پر لکھتا ہے،

"عرضداشتے کہ . . . . . ارسال داشتہ بود . . . . رسید، چون از قربِ وصولِ آن نقادۂ ارباب قبول خبر میداد، مطالعۂ آن شوق افزا گردید، و سببِ تعذرِ ادراکِ عزِ ملازمت باسعادت بساعتے کہ بمقتضاے فرطِ اشتیاق پرتوِ اختیار بران افتادہ بود، سمتِ وضوح گرفت ہر چند نظر بر توجہ تمامی کہ براے وصولِ آن زبدۂ متخصصان است، بمقتضاے این مصرع کہ

ایامِ وصال را چہ حاجت ساعت

مقید بساعت شدن بغایت دشوار بود . . . . ظن غالب آن است

کہ آن خلاصۂ دولتخواہان تا سلخ شہر حال . . . . بنواحی حیدرآباد خواہد رسید"

شایستہ خان، اورنگ زیب اور اس کے بچوں سے ملنے آ رہا ہے، اس کی اطلاع پا کر لکھتا ہے،

"خان رفیع المکان از حد افزون مشتاق داند، عریضۃ الاخلاص . . . . رسید ظہور کیفیت رہ نوردی و مرحلہ پیمائی آن عمدۂ خوانین زمان، موجب مسرت و بہجت بے پایان گردید و بمقتضاے فرط اشتیاق زبان حال بدین مقال مترنم نمود،

با مژدہ گر از درم درآئی چہ شود | تا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود
زود آمدنت نظر بشوقم دیر است | از زود و گر زود تر آئی چہ شود"

اب دوری و مہجوری کا بھی ایک نمونہ دیکھئے، میر جملہ کو لکھتا ہے :-

"معلوم نماید کہ شرح کیفیت استیلاے اشتیاق صحبت و اظہار شدت الم مفارقت از وسعت آباد اندیشہ بیرون است، تا بہ تحریر چہ رسد سبحان اللہ کراینجا خاطر میگذشت کہ باوجود خواہش دوام قرب و حضور از گردش سپہر شعبدہ باز نیرنگ ساز . . . . حجاب بعد و غیبت بمیان آمدہ موجب جہان جہان حسرت گردید "ناپائداری ایام وصال زبان حال را بدان مقال مترنم خواہد ساخت ؎

رسید و مضطربم کرد آن قدر ننشست | کہ آشنائے دل خود کنم تسلی را

ازانجا کہ رابطۂ قلبی و تناسب روحانی با آن مجموعۂ دانش و فرہنگ بمرتبۂ کمال است و خاطر را بصحبت مسرت افزاے وحید زمان الفتے حاصل، درین چند روزہ مفارقت اشتیاق ایشان نوعے مستولی گشتہ کہ شرح آن تحریر پذیر نیست، طریقۂ اتحاد آنست کہ بر کیفیت حال خیر مآل . . . . . اطلاع بخشند کہ ہر آئینہ این معنی موجب

اطمینان خاطر خواہد بود"

اپنی رفاقت اور دوستی کا ان الفاظ مین یقین دلاتا ہے:۔ **مصرع**

صلاح ما ہمانست کان ترا ست صلاح؛

خاطر ماثر خود را عنایت و توجہات پیشگاہ خلافت در جمیع اوقات جمع داشتہ مارا ہیچ وجہ

از صوابدید خود بیرون تصور نہ نمایند ؎

توئی بجائے ہمہ ہیچ کس بجائے تو نیست"

مقامات | اس وقت تک ہمارے سامنے جتنی مثالین آئین وہ تمامتر جذباتی یا داخلی حالات کے متعلق تھین، اب ہم اس کو بیرونی اور خارجی حالات مین لاکر یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ وہ مختلف مقامات کے جغرافیہ، مقامات سفر، نیز عمارتون، باغون، محاصرون، حملون، اور لڑائیون کے حالات بیان کرنے مین کتنا بلیغ اور کسقدر باکمال ہے، وہ جب کبھی بھی سفر کرتا ہے، تو وہ راستہ، پہاڑ، نہر، مکانات وغیرہ کی جغرافی حالت کا بھی مطالعہ کرتا جاتا ہے، پھر ان حالات کی اس مکمل طریقہ سے الفاظ مین تصویر کھینچ دیتا ہے، کہ وہ چیز مجسم آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، اس کے ساتھ ہی اس مین جغرافیہ کی خشکی نہین ہوتی، بلکہ فصاحت و بلاغت کی طراوت و نضارت اسے دلچسپ اور جاذب توجہ بنا دیتی ہے، محاصرہ قندھار کے لیے روانہ ہوتا ہے، تو اسے راستے مین قصبے ملتے ہین، وہ ایک قصبہ کا حال ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:۔

"چقیانی قصبہ ایست معمور، تخمیناً مشتمل بہ سہ صد خانہ دار افغان ترین، زراعت از گندم و جو خوب و بسیار دارد، آب چشمہ قریب بدو آسیا از پاے قصبۂ مذکور میگذرد، درین روز کہ مقام واقع شد، نرخ جو نہ سیر بود، و غلہ دیگر وافر، و علف نیز بلشکر ظفر اثر رسید" (ص ۲۳)

ایک دوسرے گانون کے متعلق لکھتا ہے:۔

"قصبہ قوشنج در معموری از دوکی زیادہ است، و قلعہ اش از گل تعمیر یافتہ و بنا نہادہ شیر خان است، از قلعۂ دوکی وسیع تر و مستحکم تر است، نہر آبے بعرض یک و نیم گز درمیان قصبہ جاری است، حمامے مختصر است، و مسجد جامعے دارد کہ بیرون قلعہ بر کنار تالاب کوچکے کہ از آب نہر پر میشود، عمارت کردہ اند، و جاے حاکم نشین قلعۂ شیر خان و دولت مزبور است کہ بالفعل متعلقان دولت در آنجا می باشند، و در بیرون قلعہ متصل مسجد باغ است گل سرخ فراوان و درخت میوہ دار از شفتالو و زرد آلو بقدر دارد" ($\frac{9}{24}$)

کیا ایک ہوشیار سے ہوشیار سیاح اس سے زیادہ معلومات بہم پہنچا سکتا تھا، راستہ مین اسے ایک پہاڑ ملتا ہے، اس کے متعلق اطلاع دیتا ہے کہ:-

"آن کوہیست رفعت اساس در زمین مسطح، اطرافش از جانب جنوب و شمال بفاصلہ یک کردہ دو کوہیست کہ بہ پنج مندرک منتہی میشود، و اطراف شرقی و غربی میدان و درّہ اش از پایان چہار کردہ و بر بالاے قلعۂ آن کہ سنگ سخت است در سوالف ایام قلعے بودہ طول آن یک کردہ و عرضش جاے چہل جریب و بعضے جاسی جریب و کمتر از ان و براے و برآمد و فرود آمد بجز یک راہ تنگ و دشوار کہ پیادہ بتلاش بسیار تردد دران تواند کرد، ندارد، از آثار قلعہ و عمارات سابقہ بالفعل دیوار سنگین بسمت جنوب و چند خانۂ کہنہ ویران و یک مسجد شکستہ و چند آب گیر برہم خوردہ کہ در موسم برسات آب باران در آنہا جمع میشود، موجود است و در کمر کوہ چشمہ ایست کم آب بمرور ایام انباشتہ شدہ" ($\frac{9}{24}$)

شاہجہان کے حکم سے میر جملہ کے لڑکے کو چھوڑنے کے لیے حیدر آباد کی طرف روانہ ہوتا ہے، راستہ مین نا فرمانبردار حاکم گولکنڈہ کا سر سبز و شاداب علاقہ ملتا ہے، اس کے متعلق شاہجہان

کو لکھتا ہے:-

"این مرید از خوبیہای این سرزمین و وفور آب و آبادانی و کیفیت ہوای نشاط افزا و کثرت مزارعات کہ در اثنای طے مراحل مشاہدہ نمودہ چہ عرض کند، ازان روز کہ داخل سرحد شدہ و ہر منزلے چندین تالاب کلان و چشمہای خوشگوار و آبہای روان و مواضع و قریات معمورہ کہ بسیارے از مزرعہای آباد بہر یکے ازان متعلق است بنظر در آمد، . . . . .
یک قطعہ زمین بے مزروع نیست، ہر گاہ این قسم ولایت زرخیز کہ در اکثر ممالک محروسہ بادشاہی نظیر ندارد بے شریک و سہیم بدست این چنین کافر نعمتے حق ناسپاس افتادہ باشد، نخوت و غرور بجا است، سبحان اللہ

رضوان کدہ چنین برومند
ماندہ بکف زیانی چند (۱۸/۱۰۴)

دکن جاتے ہوئے اسے جس راستہ سے جانا پڑا ہے، اس کے ایک حصہ کے متعلق وہ شکایت کرتا ہوا مشورہ دیتا ہے، کہ:-
از آنجا کہ راہ راست بادشاہی از پلانچہ تا سپری کتل و سنگ لاخ بسیار داشت و بہل و اولاد بصعوبت می گذشت این مرید را ہے دیگر کہ از پلانچہ بطرف دست راست جدا میشود، و کتل سہل و سنگلاخ کمی دارد و بدین طریق از دریاے نرور بنا یستے گذشت اختیار نمودہ باسانی عبور کردہ اگر یرلیغ گیتی مطاع شرف نفاذ یابد کہ فوجدار نرور درہجاری ساختن این راہ مساعی جمیلہ بظہور رسانیدہ چند گاہ تہانہ . . . . در این جا مقرر کند، موجب آسائش خلق اللہ خواہد بود، چہ در موسم برشکال کہ راہ راست از طغیان دریا مسدود میشود، مترددین محنت فراوان می کشند، و مسافت ہر دو طریق برابر است این فدوی درین راہ

دو مکان قابل احداث رابطہ اور دہ بعد ازان کہ حسب الحکم الارفع راہ جاری شود سراہا

نیز بزودی عمارت خواہد یافت" (۱۴۱/۱۴۴)

موسم | اثنائے سفر مین موسم بدلتا ہے ، تو اس کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے :-

"از گوالیار این طرف در ہوا خیلے تفاوت ظاہر شد، شبہا بلحاف احتیاج ہست،

و اول روز اگر چہ نیمہ آستین پوشیدہ میشود، اما بعد یک پاس تا سہ چہار گری از روز

ماندہ قبا ہم گرمی میکند" (ایضاً)

ایک دوسرے موسم و مقام کی آب و ہوا کے متعلق لکھتا ہے،

"از دو کی تا یدو منزل پائے کوتل ہوا سرد بود، چنانچہ در سہ شب از قوشیخ آن طرف

یخ می بست و درین طرف کوتل ہوا حرارتے پیدا کردہ" (۹/۲۴)

ایک خط مین جہان آرا کو لکھتا ہے،

"از گرمی ہوا انچہ نگاشتہ بودند بجا است، شب شنبہ در منزل خیبر اندک تقاطرے

شدہ ہوا را خیلے پیش آورد، و حالت تحریر کہ اول شب یکشنبہ است، نیز بے ترشح نیست

از فیض این بارش تمام راہ از کوتل گذشتہ تا علی مسجد چون کوہہا سبزہ شدہ، بغایت

نظر فریب و دلکشا است اگر ہوا ہمین کیفیت بماند شاید صاحب نیز ازین سرزمین بسیار

محظوظ شوند" (۳۰/۱۴۷)

جہان آرا نے اس سے دریافت کیا ہے کہ دئی و بہمن مین دولت آباد کا موسم کیسا

ہوتا ہے، وہ ان الفاظ مین جواب دیتا ہے،

"تا او اخر بہمن احتیاج بپوشش نبود، اول روز نیمہ آستین پوشیدہ می شد میان

روز قبا گرمی میکرد، درین ولا کہ ماہ اسفندیار آمدہ بجامہ دولا می بسر میرود" (۱۴/۱۴۸)

ایک دوسرے خط میں اسی قسم کے استفسار کے سلسلہ میں لکھتا ہے،

"تا امروز کہ چہارم ماہ اردی بہشت است، نصف آخر شب بلحاف و دولائی احتیاج
میشود، اوّل روز ہم بے جامۂ دولائی نمیتواند بود، میان روز فی الجملہ ہوا رو بہ گرمی
دارد، و آن نیز چنان نیست، کہ حاجت بخسخانہ باشد، بعد ازین تا چہ شود" (19/151)

باغ

تاہم باغ عموماً اور شوقین مغل سلاطین کے جنّت نظیر باغ خصوصاً اور اس پر جہانگیر و
شاہجہان کے حسن ذوق کی روشنی میں تیار شدہ باغ اپنے اندر اپنے عہدِ شباب میں جو دلکشی
جو جاذبیت اور جو زندگی رکھتے ہوں گے، اس کا ادنیٰ سا تصور اس انبساط سے ہو سکتا ہے، جو
آج بھی سینکڑوں سال بعد خزان دیدہ ویران باغوں میں حاصل ہوتا ہے،

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

اورنگ زیب کو بھی اثنائے سفر میں لاہور، دہلی، آگرہ وغیرہ کے شاہی باغوں کی سیر
اور ان میں قیام کا موقع ملا ہے، چنانچہ شاہجہان کو ایک خط میں لاہور کے مشہور باغ فیض بخش
و فرح بخش کے متعلق لکھتا ہے،

"زمانے بتماشاے باغ فیض بخش و فرح بخش کہ از تعریف و توصیف مستغنی است، پرداختہ
روانۂ منزل شد۔ . . . باوجود آنکہ ایام طراوتِ باغ و سرسبزی درختان نبود
اما نضارت و تازگی سہ برگہ و نرگس و جلوۂ فوارہ و آبشار و صفائی عمارات عشرت نگار
از فیض بہار کم نیست، در دو تختۂ چمن و بسیار نزدیک خوابگاہ مبارک نارنج و کنولہ بسیار
و بغایت بالیدہ و رنگین بود،" (۳)

انھی باغوں کے متعلق لکھتا ہے:-

"از خوبیہاے این باغات ہرچہ نوشتہ شود کم است، اگرچہ لالہ و یاسمنِ زرد در گل

طراوت و تازگی است و شگوفہ ناشپاتی دشفتالو قابل تماشا است، لیکن آب و تاب سوسن زیادہ بر آن است کہ زبان متصدی وصف آن تواند شد، مجملاً درین مدت ہرگز سوسن باین کیفیت دیدہ نشدہ و یک درخت ارغوان بنظر درآمد کہ در ارغوان زار کابل نیز درختے باین خوبی نخواہد بود، برگ اصلا نداشت و سراپا یک گل می نمود۔" (۱۳۵/۱۴۵)

کیا اس سے زیادہ بلیغ و مؤثر جملہ لکھا جا سکتا تھا،

عمارت | عمارتون کے بیان کرنے مین اس کو وہی کمال حاصل ہے، اور ان کے ہر ہر حصہ کو اس بہتر طریقہ سے بیان کرتا ہے، اور اس کے متعلق اتنی صحیح راے دیتا ہے، کہ اعلیٰ سے اعلیٰ انجینیر بھی اس سے بہتر راے نہین دیسکتا، لاہور مین جہان آرا نے اپنا باغ بنوایا تھا، وہ ابھی زیر تعمیر ہی تھا، کہ اورنگ زیب اس طرف سے گذرا، اس باغ کے متعلق جہان آرا کو ان الفاظ مین مشورہ دیتا ہے،

"لحظہ سیر باغ سرکار علیہ نشاط افزاے خاطر مشتاق گشت و از مشاہدۂ تالاب و عمارت کہ تبازگی اساس یافتہ بہجت فراوان اندوخت، بغایت جاے تفریح و دلکشا است، اگر عمارت فراست خان را برطرف ساختہ درانجا بقرینہ ایوانے کہ در برابر آن مرتب میشود، نشیمنے ترتیب یابد، و بعض تصرفات مناسب بعمل آید، سیرگاہے بے نظیر میشود۔" (ایضاً)

دہلی سے باہر شاہجہان نے اپنے قیام کے لیے اعزاباد مین باغ اور محل تعمیر کراے تھے، ان کے متعلق اورنگ زیب لکھتا ہے،

"تا آخر آن روز در اعز آباد فیض بنیاد بسر بردہ . . . . . خوبیہاے این مکان نزہت نشان زیادہ ازان است کہ بعبارت درآید، عمارتے کہ درین ولا حکم شدہ بود، صورت اتمام گرفتہ، طلا کاری سقف سہ ایوان مرتبہ پایان اطراف حوضے کہ بتازگی

ترتیب یافتہ وماہر دران بسیار سرداده اند، مانده و یک ایوان و دو حجره که بجاے بنگلہ حکم

شده بود، مرتب گشته بسیار بموقع است، نقاشی عمارت چہار آبشار باتمام رسیده و در

مجر سنگین حوض میان باغ کارے ہست، خواص پورہاے نور اسفید کاری می کنند (۱۰۹۴ء)

خود دہلی میں اگرچہ قلعۂ معلی کی بعض عمارتیں تیار ہوگئی تھیں، لیکن پھر بھی سلسلۂ تعمیر جاری

تھا، اورنگ زیب اس کا حال اس طرح بیان کرتا ہے:-

فرداے آن روز چہار شنبہ حسب الحکم الارفع بدیدن ہمشیرہاے محترمہ بدرون قلعۂ رفتہ

نخست باخانہ زادان اعلحضرت از تماشاے عمارات دولتخانۂ مبارک کہ در معمورۂ ربع

مسکون بے مثل طاق است، فرحت اندوز گشتہ تا دو پہر سیری نمود، و درین مدت ہر

چند دران مکانہاے عشرت بانظر بیشتر میکرد، شوق تماشا افزون تر می شد، و دل

از تفرج آن بر نمی توانست گرفت ؎

زپاے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

پایہ ستونہاے جھروکۂ خاص و عام مقدس را بپرچین کاری نموده مرتب ساختہ اند،

ورنگ محل کہ اسم بامسمی است تا پاے کار از سنگ مرمر تیار شده، وسقفش کہ بطرز

گنبد بود مسطح ساختہ، موافق حکم کرده پردہاے آئینہ کاری ترتیب داده اند، بغایت

زیبا و خوش نما است، برج مثمن خفتخانہ نیز مطابق حکم باتمام رسیده، پارۂ کار حکاکی ہمان

مانده، بسیار خوش طرح و بجا است، از راہ ہاے غسلخانہ سلطنت کاشانہ را بپرچین کاری

بس بہ تکلف کرده فرش حمام خاصہ را حسب الحکم نیز چین کاری باشان نموده اند، نہر مرغولہ

دار سنگ مرمر مشتمل بر دو حوض کہ مجدداً جانب دریا در باغ حیات بخش احداث یافتہ

خیلے تازگی دارد، وحوضِ آبشار شاہ برج کہ از سنگ قندھار است، ونہر مرغولہاے

حوض میانِ برج را بر چین کاری کردہ، باتمام رسانیدہ اند، در باغ حیات بخش کہ

الحق تفرجِ آن نہالِ زندگانی را تازہ می سازد گلِ زعفران بسیار خوب شگفتہ بود،

باغ آرامگاہ فیض بارگاہ خیلے باصفا است) وعماراتِ محل نواب بیگم صاحب جیو بموجب

حکمِ اقدس سمتِ اتمام یافتہ در خس خانہ کہ بجاے دیوان خانہ شدہ، کار باقی ہست،

عنقریب مرتب خواہد شد،

زبانِ مقال در تعریف و توصیفِ این عماراتِ راحت افزا و باغاتِ دلکشا

لال است حق تعالیٰ بزودی این مکانہاے بے نظیر را بعزِ قدوم سعادت لزوم

شرف و رونقِ تازہ وطراوتے بے اندازہ بخشیدہ ذات مقدس اعلیٰ حضرت را فراوان

سال در کمالِ جمعیت باگوناگون عیش و عشرت زینت افزاے عرصۂ جہان داراد (ایضاً)

دہلی سے چل کر وہ آگرہ پہنچتا ہے، وہاں اس کی پیاری ماں کا وہ مشہور عالم بے مثال

مقبرہ ہے، جسے دنیا "تاج" کے نام سے یاد کرتی ہے، ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہے

ماں کی محبت اور اس کے احترام نے اس کے لیے تاج کو صرف دنیا کی عجیب ترین عمارت

ہی کی حیثیت نہیں دے رکھی ہے بلکہ وہ مادرانہ شفقت کا مقدس گوشہ اور پسرانہ اطاعت

کا پاک زاویہ بھی ہے، چنانچہ وہاں سے واپسی پر اس حسین ترین عمارت کے متعلق ان الفاظ

میں شاہجہان کو اطلاع دیتا ہے،

"جمعہ بطوافِ روضۂ منورہ رفتہ برکات زیارت سراسر اطاعت اندوخت، عماراتِ

این حظیرۂ قدسی اساس ہمہ دستور کہ در حضور پر نور باتمام رسیدہ، استوار است

مگر گنبدِ مرقدِ مطہر کہ از جانبِ شمال در برشکال از دو جا تراوش میکند، وہم چنین چہار پیش

طاق وا کثر شاہ نشینان مرتبۂ دوم وچہار گنبد خورد وچہار صفۂ شمالی وتہ خانہ ہاے کرسی ہفت در درہم کشیدہ، پشت بام خام پوش گنبد کلان درین فصل از دو سہ جا چکیدہ بود، ومرمت شدہ در برشکال آیندہ تا چہ روے دہد، گنبد ہاے مسجد وجماعت خانہ نیز در موسم باران می چکد، ومرمت کردہ اند، بنایان مینمایند، کہ اگر فرش پشت بام مرتبۂ دوم را واکردہ ریختہ سازند، و بالاے ریختہ بارتفاع نیم گز تہ کاری شود، شاید پیش طاق وشاہ نشین وگنبد ہاے خرد باصلاح بیاید، و در تدبیر گنبد کلان بعجز معترف اند، . . . .
این قسم عمارات عالی بنا را چشم زخمے رسیدہ اگر پرتو التفات اقدس بر علاج دفع آن افتاد بجا خواہد بود،

باغ ماہتاب را تمام آب گرفتہ بود، بنابران از صفا افتادہ عنقریب طراوت تازہ خواہد یافت، حوض مثمن وبنگلہ ہاے اطراف آن پاکیزہ ومصفا است" (۶۳/۸۵)

حالاتِ جنگ | اورنگ زیب کو جس طرح ان چیزون کے بیان کرنے مین کمال قدرت تھا اس سے کہین بڑھکر وہ جنگ کی تمام صورتون کو لکھنے مین یدطولی رکھتا تھا، قندھار کے دوسرے محاصرہ کے لیے جب وہ وہان پہنچتا ہے تو وہ وہان کے حالات اور مختلف افسرون کے فرائض کے متعلق مندرجۂ ذیل اطلاع شاہجہان کو دیتا ہے:-

"این فدوی اطراف قلعہ را بنظر احتیاط ملاحظہ نمودہ دانست کہ تا آب خندق بر نیاید، پیش رفت سپہا ازینجانب نفعے نمی بخشد، ونقب زدن ممکن نیست، با دولتخواہان درگاہ سلاطین پناہ درمیان آورد، وبعد از رد وبدل بسیار باتفاق خان سعادت نشان قرار یافت، کہ قاسم خان کہ بندۂ کار طلب است، ومصلح خدمت با او بسعی فراوان بہ برآوردن آب خندق پردازد وچون ظاہر بود کہ درین

صورت ہجوم بر سر مورچال بیشتر خواہد شد، تا زمانے کہ آب برآید معطل بودن مورچال خان سعادت نشان وجہے ندارد، ان دستور وافی خبر درد امن کوہ قیتول جاے کہ سپہ سالار والی ایران سپہ بردہ بود، وخندق کم است، وآبے ندارد، و دیوار قلعہ آن طرف یکے پیش نیست، مورچال نماید، ورستم خان بہادر فیروز جنگ کہ خواہش بودن این خللے بسیار داشت میان سپہ ایشان و مورچال قاسم خان سر گرم کار باشد، و مہابت خان وراجروپ بطریق نخست جانب چہل زینہ تردد نمایند، و چون خال گذاشتن طرف دروازہ خضری نیز مناسب نبود راجہ جے سنگھ را بجانب سابق مقرر داشتہ، مورچال خان سعادت نشان بعہدہ نجابت خان با فواج التمش و مورچال قاسم خان بعہدہ نصیری خان باجمعے از سوار و پیادہ واگذاشت خان سعادت نشان در پیش بردن سیاہ و ساختن دمدمہ براے توپ اندازی اہتمام تمام دارند. . . . .

امید کہ حق تعالی جمیع بندہاے خدمت گذار را توفیق جان سپاری و جانفشانی رفیق ساختہ در پیشگاہ اقدس سرخ رو و سربلند گرداند، ومکنون خاطر اقدس بوجہ احسن بمنصۂ ظہور جلوہ کند" (۲/۲۶)

محاصرہ کے سلسلہ مین ایرانیون کے بارودخانہ مین اتفاق سے آگ لگ جاتی ہے، اس سے جو نقصانات دشمن کو پہنچتے ہین، ان کو اس طرح بیان کرتا ہے:-

از تائیدات اقبال بے زوال بادشاہی، درون قلعہ غریب سانحہ رو داد، تفصیلش آنکہ ظاہراً آتار نابکار محمد ہاشم وزیر و شیخ علی مستوفی توپخانہ و آقا علی ضابطہ حاصل چہل لک و محمود بیگ ارباب قندہار و پیر بازار و میر علی بیگ جبیبہ: ارباشی و جمعے دیگر را

فرستادہ بود، کہ انبار خانہ باروت راکہ در قلعہ دامن کوہ است واکردہ باروت را بہ توپ
اندازان و تفنگچیان قسمت کنند و آنجماعت بآنجا ہنوز، دست بکار بزدہ بودند، کہ قضا را
آتش تنباکو از دست شخصے کہ نزدیک بجوالہاے گوگرد، کہ در گوشۂ باروت خانہ بود،
تنباکو می کشید، در گوگرد افتاد، وتا آگاہ شدن مردم آتش بلند شد، درین اثنا، گروہے
از تحصنان بقصد فرونشاندن آتش ہجوم آوردہ، ہر چند سعی نمودہ، فائدہ نہ کرد، وباروت
درگرفتہ صدائے ہولناک برخواست، واکثر خانہاے شہر بلرزہ درآمدہ باروت خانہ
باعمارتے کہ متصل آن بود، بخاک تیرہ برابر گشت، واز آنجا تا دروازۂ ماشوری کہ خیلے مسافت
است، خانہاے راستہ بازار، بعضے افتاد، وبعضے ترکیدہ پارچہاے سرب وسنگہاے
بنیاد انبار خانہ کہ برہوا رفتہ بود، باسپ وآدم رسیدہ بسیارے را مجروح ساخت
وقریب یکصد وپنجاہ کس از سپاہی وسقہ وغیرہ در آتش سوختہ بباد فنا بررفت، واز ریسمان
قلعہ کہ بآنجا آمدہ بودند، جز محمد ہاشم وزیر کسے نجات نیافت، پسر علی بیگ مشرف بر
ہلاک ودیگران نیم سوختہ بہزار خواری بربستر بیماری افتادہ جان می کنند، آرے از
قوت طالع اقبال مطالع اعلحضرت وقوع امثال این غرائب بعید نیست" (۳۴/۲)
ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک حادثہ سے بعض ممتاز ایرانی افسر ہلاک ہوتے ہین، انکی
موت کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے:-
"آنچہ از آثار اقبال بیہمال اعلحضرت بتازگی روے دادہ، کشتہ شدن میر عالم مخاطب
بر میر کلان ثانی است، کہ بیگ باشی وصاحب اہتمام برج نو دبرج خاکستر بود،
ودر سلک مردم خوب والی ایران انتظام داشت، ویک یوزباشی کہ نامش معلوم نشد
وصورت قضیہ آنکہ روزے یکے از توپہاے کلان کہ بر جہاے . . . . . . انداختہ میشود واشد

قضا را آن بدکیش فتنہ سرشت و یوزباشی مذکور کہ در برج نوشتہ نزد می باختند سنگ
ہر دو را بخاک ہلاک انداختہ آنچنان بہ باد فنا بر داد کہ مقہوران قلعہ اعضائے آنہا را کہ بہوا
رفتہ پراگندہ شدہ بود بہ تفحص بسیار بدست آوردہ در گو مذلت وا دبار فرو بردند و از نابود
بودن آن مفسد غریوے از نہاد مخذولان قلعہ برخاست، می گویند کہ او پسر میر کلان
خفاجہ است، کہ در عہد شاہ عباس اعتبارے و حالتے داشت، و در قلعہ بغداد مصدرے
ترددات شدہ بود، و عموئی او خانہ دار از مردم معتبر شاہ طہماسپ بودہ" (ص ۴۸)

اسی سلسلہ میں راجہ راجروپ، سعد اللہ خان اور اورنگ زیب سے ذکر کہتا ہے، کہ اس نے ایک
ایسے راستے کا پتہ چلایا ہے، کہ اس کے ذریعہ بہت جلد قلعہ فتح کیا جا سکتا ہے، اورنگ زیب نے
ہر قسم کی امداد کا انتظام کر دیا، لیکن بعض لوگوں کی غلطی سے یہ شب خون ناکام رہا اورنگ زیب
نے اس تمام واقعہ کو جس انشا پردازانہ مفصل طریقہ پر بیان کیا ہے شاید ایک مورخ بھی اس سے
زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، اس کے علاوہ ادب کی چاشنی بھی کم نہیں ہوتی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ہفتہ پیش ازین نزد دستور الوزرا رفتہ نمود کہ راہے نظر مردم من در آمدہ کہ از آنجا برودی
ارک قبتول را مسخر میتوان ساخت"، وایشان خاطر خود را جمع کردہ این شخص را باین فدوی
مذکور نمودند، ہر چند نظر بہوشیاری و خبرداری قلعہ نشینان بغایت بعید نمود معقول
نمی شد، اما چون راجہ راجروپ جد تمام داشت، و مبالغہ می کرد، از ملاحظہ آنکہ مبادی
چون فرصت فوت شود، و ارادہ خود را بعرض اشرف رساند، تہاون درین باب سبب
عتاب بادشاہی گردد، برائے الزام حجت و دفع گفتگوے او مقرر شد کہ در کمین بود
ہر گاہ قابو یابد، از روے فہمیدگی و پختگی پیش نہاد خویش عمل آورد، ما یکن در اخفاے
این راز کوشش میرفت، و بجہت سرانجام این مطلب مصالح و کومک و آنچہ او خواست

سعادت نشان روبرو کرده تا آنکه شب یکشنبه که ساعت مختار او بود، دستور صائب رای
بحسب خواهش والتماس او باقی خان و راجه مدن سنگه و چتر بهوج وغیره را که درین سمت
مورچال داشتند، و قریب هزار سوار از مردم انتخابی خود مقرر کرد، که شریک خدمت بوده کومک
نمایند، و خود برای کس همه جا مکان مقرر ساخت، و به همین قرارداد در اول شب یکشنبه
مذکور راجه راجروپ جماعتے را براه مقرر فرستاده خود در کوه سنگها را پناه ساخته و در حجرها جا گرفته
خان سعادت نشان را خبر کرد، و باقی خان کا، طلب راجه مدن سنگه و چتر بهوج
چوهان وغیره جمعیتها را همراه مردم وزیر بے نظیر بموجب قرارداد بجانب علی قابی فرستاده
نزد راجه راجروپ آمدند، این مرید نیز سه صد سوار چیده از ملازمان خود بهمراهی او تعین کرده
بود، درین اثنا میان راجه راجروپ و مظفر حسین گفتگو میشود، چون شب بود و مردم کومکی
بسیار جمع شده بودند، آواز ها بلند گشت، و تا طلوع ماه که یک پهر شب مانده بود، اثرے
از فرستادهای راجه مذکور پیدا نشد، وقتے که چهار گهڑی از شب باقی مانده و خبر رسید که
مردم یک طرف متحصنان را بیدار یافته برگشتند، راجه راجروپ بندهای بادشاهی
را از کیفیت حال آگاه ساخته، گفت که مراجعت نمایند، و خود تا آمدن مردمش که پیش رفته
بودند، همانجا توقف کرد و جمعے دیگر نیز از روے کارطلبی با او ماندند، قضارا درین ضمن کس
راجه مذبور نافهمیده باو خبر رسانید که جمعے از مردم او بالاے کوه رفته بقلعه در آمده اند، و او از
خام کاری و سراسیمگی بران سخن بے بنیاد اعتماد کرده کرنا کشید نقاره نواخت و بجانب
رفیع مکان مژدهٔ فتح فرستاد، و مردم که مراجعت نموده بودند، از آوازه کرنا و نقاره باز
آمده حاضر شدند، و معلوم گشت که آن خبر اصلے نداشته مقارن این حال آفتاب پرده دری
آغاز کرده طالع گردید، و غنیم خبردار شده صحبت رنگ دیگر گرفت متحصنان هجوم آورده گروهے را

کہ بالائے کوہ برآمدہ بودند، بباد تفنگ گرفتہ برخے راکشتہ وخستہ ساختند، بالجملہ ازان جاکہ وقت مقتضی آن نبود کہ باز خواست این غفلت وخطائے عظیم از راجہ راجروپ کردہ اید توبیخ وسرزنش باقی نمودہ، چون ازین سمت اورا یاس حاصل شد، نوعے کہ پیش ازین مقرر گشتہ بود، این مرید اورا جانب مورچال خود آورد کہ شاید درینجا مصدر خدمت شایستہ گشتہ عرقِ انفعال از چہرۂ حمیتِ خویش پاک سازد، وبآن وسیلہ از عتابِ بادشاہی ایمن گردد» (بیـ۲۶ـم)

اس وقت تک ہم نے جتنی مثالین دی ہین ان سے اورنگ زیب کے کمالِ انشا کا ایک عام تخیل ذہن نشین ہوگیا ہوگا، یہ مثالین کسی خاص غور وفکر اور جستجو وتلاش کے بعد منتخب نہین کیگئی ہین، بلکہ صرف سرسری نظر کا نتیجہ ہین، اور بہت ممکن ہی کہ جو شخص نفس ادب وانشار کے لحاظ سے ان خطوط کا مطالعہ کریگا، وہ ان خطوط مین اس سے بہتر مثالین پائیگا، دوسرے ان مثالون کے علاوہ بہت زیادہ مثالین بڑھائی جاسکتی ہین، لیکن مقدمہ کی طوالت کے خوف سے ہم انکو نظر انداز کرتے ہین اور اس چیز کو پڑھنے والون کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہین، کہ یہ پورا مجموعہ ادب وانشا کے کمال کا حامل ہی، اور اس مختصر مقدمہ مین اسپر مفصل بحث ناممکن سی ہے،

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار
گلچین بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

سیرتِ اورنگزیب کے مآخذ،

جیساکہ بیان کیاجاچکا ہی، اس حقیقت سے کسی کوانکار نہین ہوسکتا کہ اورنگ زیب کے صحیح حالات اور اس عہد کے اندرونی واقعات اور اُن کی تفصیل کیلئے خود اورنگ زیب اور اس کے دوسرے سرکارے کار کے خطوط سے بہتر کوئی دوسرا تاریخی مواد نہین ہوسکتا، لیکن بدقسمتی سے یہ خطوط اس وقت سے شروع ہوتے ہین جب اورنگ زیب کی عمر ۳۰ سے زیادہ ہوچکی تھی، اسکے علاوہ بہت سے ایسے واقعات بھی ہین، جنکا خطوط مین کوئی تذکرہ نہین ہی، اس لیے اسکے عہد شاہزادگی کے حالات کے لیے ہم کو مجبورًا دوسرے ماخذون کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے، اس لیے اسکی سیرت کے ماخذون کا مختصر تذکرہ شاید اس جگہ بیجانہ ہوگا،[1]

عہدِ جہانگیر	(۱) **تزک جہانگیری**، یہ اورنگ زیب کے دادا شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری کے نام سے مشہور ہے، لیکن ایسا کہنا ایک غیر واقعی

[1] ماخذون کی تفصیل پر یون تو ہم نے خود پروفیسر عبداللہ چغتائی کے مضمون کے سلسلے مین جو روزنامہ انقلاب لاہور مین شائع ہوا تھا، ایک مضمون اسی روزنامہ مین لکھا تھا، لیکن اس کے علاوہ اس سلسلہ مین جدوناتھ سرکار کی تصنیف اورنگ زیب جلد دوم وسیوم، اور مختلف کتبخانون کی فہرستین بھی ہمارے پیش نظر ہین، اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتادینا چاہتے ہین کہ اس فہرست کی تقریبًا اکثر کتابین ہمنے جمع کرلی ہین، اور جو چند رہ گئی ہین ان کے حصول کی عملی کوشش جاری ہے،

تعمیم ہے، آج سے تقریباً ۷۰ سال پہلے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اپنی مطبوعات متعلقۂ ہند
(Bibliotheca Indica) کے سلسلہ مین عہد جہانگیر کی دو تصانیف یعنی یہی تزک جو کم و
بیش نصف درجن نامون سے موسوم ہے، اور دوسرے اقبالنامۂ جہانگیری کے شایع کرنے کا ارادہ
کیا تھا، اور یہ خدمت کپتان لیس (Captain Lees) کے سپرد کی گئی تھی، لیکن ۱۸۶۵ء
تک وہ اس کام کو شروع نہ کرسکے، اور اسی اثنا مین ۱۸۶۴ء مین سرسید نے علی گڈہ سے تزک کو
اڈٹ کرکے شائع کردیا، اس کے بعد ۱۸۶۵ء مین سوسائٹی مذکور نے اپنے ایک اجلاس مین اس
مسئلہ پر از سر نو غور کرنا شروع کیا، اور اس مین تزک کے متعلق کپتان موصوف نے بہت سے مفید
معلومات پیش کرتے ہوے بتایا، کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے، کہ وہ تزک جہانگیری جسے محمد ہادی نے
محمد شاہی عہد مین مرتب کیا ہے، خود جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، بلکہ کم از کم ۱۲ اور زائد
از زائد ۱۷ سال کے ابتدائی حالات تک اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین، اس کے بعد اس نے یہ
کام معتمد خان کے سپرد کیا، لیکن دو سال کے اندر ہی اندر یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا، موجودہ مطبوعہ
تزک محمد ہادی کا مرتب کردہ نسخہ ہے، اس کے علاوہ ابتدائی حالات کے متعلق دو جداگانہ نسخے
ہین، اور دونون مین اتنا اختلاف ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، اور محققین نے اس نسخہ کو جو اپنے
جواہرات، حیوانات وغیرہ کے بیان مین مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، نقلی قرار دیا ہے، ۱۲۹۱ھ مین
جناب سید احمد علی صاحب رامپوری نے اسکا اردو ترجمہ کیا تھا، اور وہ مطبع نظامی کانپور سے شائع
بھی ہوا تھا، سب سے پہلے ۱۷۸۶ء مین جیمس انڈرسن نے اس کی طرف توجہ دلائی، ایشیاٹک مسلینی
(جلد ۲ ص ۱۷ اور ۲۷۲) مین اس کے بعض حصون کا ترجمہ شائع کیا، اس کے بعد فرنسس گلڈون نے
اپنی تاریخ ہندوستان کی جلد اول مین اس کے اقتباسات کا ترجمہ داخل کیا، نقلی نسخہ کا (جو پندرہ
سال کے حالات پر مشتمل ہے) ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا اور ۱۸۲۹ء مین وہ مجلس تراجم مشرقیہ

(Oriental Translation committee) کی طرف سے شائع کیا گیا، ہمارے پیش نظر سرسید کے شائع کردہ نسخہ کا وہ اڈیشن ہی جو نولکشور پریس نے چھاپا ہے[1]،

۲- **اقبال نامۂ جہانگیری**، اس کا مصنف محمد شریف المخاطب بہ معتمد خان (المتوفی ۱۰۴۹ھ) ہے، یہ وہی معتمد خان ہی جسے جہانگیر نے اپنی حکومت کے سترہوین سال تزک کے سلسلہ کو قائم رکھنے پر مقرر کیا تھا، اس کی یہ تاریخ تین حصون پر ہے جلد اول مین تیمور سے ہمایون تک کے حالات ہین، جلد دوم مین اکبر کے اور سوم مین عہد جہانگیر ہے، اول الذکر دو جلدین بہت نایاب ہین، البتہ تیسری جلد کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۶۵ء مین شائع کیا، اور اس کا دوسرا اڈیشن ۱۲۸۶ء مین لکھنؤ سے بھی شائع ہوا، اس جلد کا انگریزی خلاصہ برطانوی متحفہ مین موجود ہے،

۳- **مآثر جہانگیری**، کامگار حسینی المخاطب بہ غیرت خان (المتوفی بعد ۱۰۵۰ھ) نے جہانگیر کے ابتدائی حالات سے اس کی موت تک کے حالات لکھے ہین،

۴- **مجالس السلاطین**، مصنفہ محمد شریف حنفی، الیٹ نے اپنی تاریخ (جلد ۶ ص ۴۰۰) مین عہد جہانگیر کی اس نام کی ایک تاریخ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب غزنویون سے شروع ہوکر جہانگیر کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے،

عہد شاہجہان، | ۱- **اقبال نامہ**، مصنفہ **معتمد خان**، اس کتاب مین شاہجہان کے عہد شاہزادگی کے مفصل حالات (پیدایش سے لیکر تخت نشینی تک) لکھے گئے ہین، اس وقت تک اسکے صرف دو نسخے میری نظر سے گذرے ہین، ایک نسخہ وہ ہے، جو خدابخش خان کے کتب خانہ کی کتاب نمبر ۵۶۷ شاہجہان نامہ کے ابتدائی حصہ مین مشتمل ہے، اور فہرست نگار نے اسے اس مجموعہ کا حصہ اول قرار دیا ہی، اور دوسرا نسخہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے اسلامی حصہ مین ہے

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو فہرست کتب خانہ پٹنہ ص ۵۴۶ اور الیٹ جلد ۶ ص ۲۵۱

بوہار لائبریری کے نام سے موسوم ہے، موجود ہے، اور وہاں اسکا نام، احوال شاہزادگی شاہجہان ہے، ریو نے اپنے ضمیمہ مین بھی اس کے ایک نسخہ کا تذکرہ کیا ہے، بوہار لائبریری کی فارسی کتابون کے اوّلین فہرست نگار جناب میر حسین عظیم آبادی نے جو کچھ دنون تک ادیب الہ آباد کے اڈیٹر بھی تھے، اس کو اڈٹ بھی کیا تھا، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی، اور اس اہم کتاب کا مسودہ ان کے ایک عزیز کے پاس موجود ہے،

۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد امین بن ابوالحسن قزوینی، مرزا امین یا امینا شاہجہانی حکومت کے پانچوین سال ہندوستان آیا، اور منشیون کے زمرہ مین دربار مین داخل ہوا، آٹھوین سال اُسنے بندیلون سے لڑائی کے حالات لکھ کر شاہجہان کی خدمت مین پیش کئے، بادشاہ کو اس کا طرز بیان پسند آیا، اور اس نے اسی سال مرزا کو سرکاری تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا، چنانچہ اُس کی تاریخ شاہجہان کے ابتدائی حالات سے لیکر اس کی حکومت کے اوّلین دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے، یہ تین حصون پر منقسم ہے، (۱) مقدمہ، (۲) مقالہ اور (۳) خاتمہ اگرچہ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ اسے بادشاہ نے دوسرے دس سال کی تاریخ لکھنے کو بھی کہا تھا، لیکن شاید اس حکم نے کبھی بھی عملی صورت اختیار نہین کی،

۷- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ عبدالحمید لاہوری (المتوفی ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء) یہ شاہجہان کی حکومت کے ابتدائی بست سالہ (۱۰۳۷–۱۰۵۷ھ / ۱۶۲۷–۱۶۴۷ء) حالات کی تاریخ ہے، صاحب عمل صالح کا بیان ہے کہ وہ ابوالفضل کا شاگرد تھا، بادشاہ نے اسے تتہ (یا پٹنہ) سے بلوا کر اس کام پر مامور کیا، یہ تاریخ دو ضخیم جلدون مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جلد اوّل ۱۸۶۷ء اور جلد دوم ۱۸۶۸ء مین طبع ہوئی ہے،

۸- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد وارث (المقتول ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء) ہمارا مصنف عبدالحمید لاہوری

شاگرد ہے، ابتداءً اس کی تاریخ کی اصلاح علامہ سعد اللہ خان کے ذمہ تھی، لیکن اُسکی موت کے
ر یہ کام عطار الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان کے سپرد ہوا اس مین شاہجہان کے ۲۱
اسال تک کے حالات ہین،

۹۔ **عمل صالح**، مصنفہ محمد صالح کنبو لاہوری، یہ شاہجہان کی پیدائش سے لیکر قید و وفات
لے حالات پر مشتمل ہے، اور اس کے ۱۳ سال سے لیکر موت تک کے اہم ترین واقعات کیلئے
ب ایسا بیان ہی، جو شاہجہانی نقطۂ خیال سے لکھا گیا ہے، اور اس لیے یہ کتاب خاص اہمیت
تی ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اس کو بھی شائع کر رہی ہو،

ان سرکاری تاریخون کے علاوہ عہدِ شاہجہان کی مندرجۂ ذیل اور تاریخین بھی ہین،
لبن ان مین کوئی نئی بات مشکل ہی سے ملتی ہے، اس لیے تاریخی حیثیت سے ان کو کوئی
ی زیادہ اہمیت حاصل نہین ہے، لیکن پھر بھی عام واقفیت کے لیے ہم ان کا حال بھی
تصراً لکھ دیتے ہین،

۱۰۔ **ملخص**، مرتبہ محمد ظاہر آشنا، المخاطب بہ عنایت خان، یہ تاریخ دراصل ہر سہ بادشاہ
مہ (قزوینی، عبد الحمید اور وارث) کی تلخیص ہے، اور اسی لیے اس کا نام ملخص رکھا ہے، بوہا
ئبریری مین صرف وارث کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور وہان اسکا نام **قرینۂ شاہجہان بادشاہ** لکھا ہے؛

۱۱۔ **شاہجہان نامہ**، یا تاریخ شاہجہانی مصنفہ منشی محمد صادق المخاطب بہ صادق خان یہ کتاب مکمل صورت مین
ا جہان کے تخت نشین ہونیکے وقت سے اورنگ زیب کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہی لیکن جیسا کہ ہمنے
عارف کے دو نمبرون مین اس کتاب پر تنقید کرتے ہوئے بتایا ہی، یہ خافی خان کا چربہ معلوم ہوتا ہی، البتہ

ئے مآثر الامرا کا حکیم صادق کے متعلق بیان ہی کہ چندے در نگارش مآثر صاحبقران ثانی قلم بیانی را جولانی نمودہ، چون دیگر منشیان سخندان
ران کار پرداختند او دست کشید، جلد اول صفحہ ۹۰۔ ۹۰۸ لیکن اس تصنیف کا کہین بھی پتہ نہین ہے،

یہ معلوم کرنا دقت طلب ہے کہ آیا صادق خان سے خافی خان نے چرایا، یا خافی خان سے صادق خان نے اگرچہ مصنف اپنے کو اکثر اہم واقعات کے وقت موجود بتاتا ہے، لیکن اسکا بیان حقیقت سے بہت دور ہے۔[1]

۱۲- **شاہجہان نامہ**، مصنفہ مرزا جلال طباطبائی، اصفہانی، میرزا ۱۰۴۸ھ (۱۶۳۸ء) مین ہندوستان آے، دربار تک رسائی ہوئی، اور وہان تاریخ لکھنے پر مامور ہوے، چند سال کی تاریخ لکھنے پائے تھے کہ اغیار کی سازش نے ان کی تاریخ نویسی کا خاتمہ کر دیا، پانچوین سال سے آٹھوین سال تک کے حالات والا نسخہ اکثر مل جاتا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ میرزا کی دو اور کتابین ہین، ان مین سے ایک شاہجہان کی فتح کانگڑہ کے متعلق ہے، یہ فتح شاہجہان نے عہد شاہزادگی ہی مین حاصل کی تھی میرزا نے چھ مختلف طریقون سے اس فتح کو بلیغ طریقے سے بیان کیا ہے، اس کا ایک نسخہ (نمبر ۱۵۳) کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

۱۳- **شاہجہان نامہ**، مصنفہ علاء الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان (المتوفی ۱۰۷۳ھ)

اس وقت تک جتنی تاریخون کا ذکر کیا گیا، وہ نثر مین تھین، لیکن عہد شاہجہان مین نظم مین بھی بعض نامکمل سرکاری وغیر سرکاری تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین قابل ذکر یہ ہین،

۱۴- **ظفر نامۂ شاہجہانی**، مصنفہ حاجی محمد جان قدسی (المتوفی ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء) عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا، عبد اللہ فیروز جنگ کی معرفت دربار تک رسائی حاصل کی اور وہان کے شعرا مین ممتاز رہا، اسی زمانہ مین اس نے شاہجہان کی پیدائش سے اپنے عہد تک کے حالات نظم کرنے شروع کیے لیکن شاید مکمل نہ کر سکا، کہ اس مین صرف ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء تک کے واقعات ہین،

۱۵- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ ابو طالب کلیم (المتوفی ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء) کلیم ہمدان کا رہنے والا تھا، ہندوستان آکر پہلے میر جملہ روح الامین سے ملا، پھر شاہی دربار تک پہنچا، اور اس کے بعد شاہی

[1] اس کتاب کے مفصل حالات کے لئے دیکھو معارف ...

منظوم تاریخ کے لکھنے پر مامور ہوا، اطمینان ویکسوئی کے لیے، اسے کشمیر بھیج دیا گیا، لیکن وہاں جاکر اس کا انتقال ہوگیا، اور اس کا بادشاہ نامہ ۵ مختلف نامکمل حصوں مین اب تک موجود ہے، اس مین ۱۰۴۶ھ ۱۶۳۶ء تک کے حالات ہین، اس کے علاوہ اس کے کلیات مین متعدد تاریخی واقعات سے متعلق مختلف تاریخی قطعات بھی ہین، جو تاریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہین، اس کے بادشاہ نامہ کا نام شہنشاہ نامہ بھی ہی،

۱۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ میر محمد یحییٰ کاشی (المتوفی ۱۰۶۳ھ ۱۶۵۳ء) یحییٰ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان آکر دربار مین داخل ہوا، اس نے شاہجہان اور دارا شکوہ کے نام بہت سے قصیدے بھی لکھے ہین، افسوس کہ وہ بھی اپنا بادشاہ نامہ مکمل نکر سکا، اور وہ بھی نامکمل صورت مین ہم تک پہنچا ہے،

۱۷- **لطائف الاخبار**، مصنفہ رشید خان المخاطب بہ بدیع الزمان، اورنگ زیب کو جب قندھار کے دوسرے محاصرہ سے واپس بلالیا گیا، تو تیسری مرتبہ دارا شکوہ اس کام پر مقرر کیا گیا، مصنف نے اس کو قندھار کے متعلق ابتدائی کوششون کے مختصر سرسری بیان سے شروع کیا ہے، اور اس کے بعد دارا شکوہ کے ماتحت محاصرہ کے مفصل حالات اس کے ملتان کی واپسی تک لکھے ہین، اسکا مصنف محاصرہ کا چشم دید گواہ تھا،

عہدِ عالمگیر | ۱۸- **عالمگیر نامہ**، مصنفہ منشی مرزا محمد کاظم، یہ تاریخ اورنگ زیب کے حکم سے لکھی گئی، اسمین جنگ برادرانہ کی ابتدا سے حکومت کے ابتدائی دس سال کے حالات "سرکاری زبان" مین مفصل طریقہ سے بیان کئے گیے ہین، یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع بھی ہوچکی ہی،

۱۹- **مآثر عالمگیری**، مصنفہ محمد ساقی مستعد خان، یہ اورنگ زیب کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی مجمل لیکن جامع تاریخ ہے، یہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سرکاری کاغذات سے مرتب

کی گئی ہے، یہ بھی چھپ گئی ہے،

۲۰۔ **ظفر نامہ عالمگیری**، مصنفہ عاقل خان رازی، میرزا عسکری المخاطب بہ عاقل خان عہدِ اورنگ زیب کا مشہور امیر تھا، وہ شہزادگی کے عہد سے ہی اورنگ زیب کے پاس رہا ہے، اس کی یہ تاریخ خانہ جنگی کے حالات کے لیے بہت مفید ہے، وہ اپنی تاریخ کو جنگِ بیجا پور سے شروع کرکے میر جملہ کی وفات پر ختم کر دیتا ہے، اس کتاب کے متعدد نام ہین، اور بعض لوگون نے تو اسے غلطی سے امیر یا میر خان کابلی کی تصنیف بھی بتا دی ہے،

۲۱۔ **تاریخِ جنگ برادران**، مصنفہ محمد صادق انبالوی، یہ کتاب دراصل آدابِ عالمگیری کا ایک حصہ ہے، اس مین اورنگ زیب اور اس کے بھائیون کی خانہ جنگی کے حالات درج ہین، اور اگرچہ یہ تمام تر عالمگیر نامہ اور عمل صالح کی نقل ہے کہ صفحون کے صفحے اس سے نقط بلفظ لئے گیے ہین، پھر بھی مصنف نے اس مین بعض ایسے اضافے کئے ہین، جو اہم ہین،

۲۲۔ **تاریخ شاہ شجاعی**، مصنفہ میر محمد معصوم، اس کا مصنف اورنگ زیب کے دوسرے بھائی شاہزادہ شجاع کا پرانا ملازم تھا، اور اس نے ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء مین مالدہ مین یہ کتاب لکھی ہے، وہ شجاع کا حامی تھا، اس کے علاوہ اس کا سالہ محمد سعید شہزادہ سپہر شکوہ کے یہان بخشی تھا، اور اس کے بعد وہ اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کی ملازمت مین داخل ہو گیا تھا، یہ تاریخ شاہزادہ شجاع کے نقطۂ نظر کو جاننے کے لیے بہترین ذریعہ ہے،

۲۳۔ **فتحیہ عبریہ**، مصنفہ شہاب الدین طالش، یہ کتاب میر جملہ کے فتوحاتِ کوچ بہار اور آسام کے حالات پر مشتمل ہے، اس کتاب کا ایک اضافہ جو میر جملہ کی وفات سے شایستہ خان کے فتحِ چاٹگام تک کے حالات پر مشتمل ہے، بوڈلین لائبریری مین ہے، پروفیسر سرجدوناتھ نے چار نسخون کی مدد سے اس کو مرتب اور اسکا انگریزی ترجمہ کیا ہے،

۲۴- **نسخۂ دلکشا**، مصنفہ بھیم سین کایستھ، ہمارا مصنف دیوان دکن دیانت راے کا بھائی تھا، وہ بندیلہ راجہ دلپت راؤ کا ملازم تھا، اس نے دہلی سے راس کماری تک سفر بھی کیا ہے، اور اس کی تاریخ دکن کے حالات کے لیے ازبس ضروری اور پُراز معلومات ہے، اس کے دو نسخے ہین، ایک کتبخانۂ دفتر وزیر ہند مین، اور دوسرا برطانوی متحفہ مین، مؤخر الذکر مکمل ہے،

۲۵- **فتوحات عالمگیری**، مصنفہ ایسر (یا ایسری) داس ناگر ساکن پٹن، وہ پہلے قاضی عبدالوہاب کے صاحبزادے شیخ الاسلام کا ملازم تھا، اور پھر گجرات کے صوبہ مین ضلع جودھپور کا حاکم مقرر ہوا تھا، راجپوتانہ اور مالوہ کے حالات کیلئے اسکا بیان اہم ترین ہے، اس مین ۱۶۵۷ء سے ۱۶۹۵ء تک کے حالات ہین،

۲۶- **اورنگ نامہ**، مصنفہ گردیزی، یہ تاریخ منظوم ہے، اور برادرانہ جنگ کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بیان تاریخ شاہ شجاع کے بیان سے بہت ملتا جلتا ہے، اور چونکہ یہ کتاب سرکاری اثرات سے آزاد ہو کر لکھی گئی ہے، اس لیے اس کے بیان کردہ واقعات کی صحت مین بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے،

۲۷- **آشوب ہند**، مصنفہ بہشتی یہ بھی برادرانہ جنگ، عموماً اور مراد کے حالات مین خصوصاً منظوم تاریخ ہے، اس کا مصنف مراد کا ملازم تھا، اور اس نے اپنے آقا کی حمایت اور موافقت مین یہ تاریخ لکھی ہے، یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے،

۲۸- **تاریخ شیواجی**، مصنف لامعلوم، یہ تاریخ کسی مرہٹی کتاب کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے، اس مین مرہٹہ قوت کی ابتدا سے سنبھاجی کی تخت نشینی تک کے حالات ہین، اس کی خاص اہمیت یہ ہے، کہ اسکے ذریعہ ہم کو مرہٹون کے نقطۂ خیال کا پتہ چلتا ہے، سر جدوناتھ سرکار نے ۱۹۰۷ء کے ماڈرن ریویو کلکتہ مین اسکا ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے،

۲۹۔ خلاصۃ التواریخ، مصنفہ سبحان رائے ساکن پٹیالہ، یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے، جو ابتدا سے لیکر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب ۱۱۰۷ھ ۱۶۹۵ء مین دو سال کے عرصہ مین ختم ہوئی ہو، اس کتاب کو خانصاحب جناب سید ظفر حسن صاحب (محکمہ اثریات ہند) نے اڈٹ کرکے شایع بھی کر دیا ہے،

۳۰۔ لب التواریخ مصنفہ رائے بندرابن ولد رائے بہارا مل، ہمارے مصنف کا باپ شاہجہانی حکومت کے بیسوین سال رائے کے خطاب سے سرفراز اور داراشکوہ کا دیوان مقرر ہوا، لیکن ۱۰ سال کے بعد ہی مرگیا، بندرابن کو اورنگ زیب نے یہی خطاب دیا، اس مین شہاب الدین غوری سے لیکر ۱۱۰۱ھ تک کے حالات ہین، اس کا دوسرا نام لب التواریخ ہند ہے،

۳۱۔ منتخب التواریخ مصنفہ جگجیون داس ولد منوہر داس گجراتی، اس کا مصنف ۱۱۰۵ھ مین سرکاری ہرکارہ مقرر ہوا، اور جیسا کہ اسکا بیان ہو کہ اس نے اسی وقت سے اہم واقعات کی یادداشت رکھنا شروع کی، تا آنکہ بہادر شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور اسی خیال نے اس کتاب کی صورت مین علی جامہ پہنا، اس کتاب کی اصلی اہمیت اس کا وہ آخری باب ہے، جس مین اس نے ہندوستان کے صوبون کے ان حالات کو دیا ہے، جو بہادر شاہ کے حکم سے جمع کیے گئے تھے، ورنہ کتاب تو بندرابن کی تاریخ لب التواریخ کا چربہ معلوم ہوتی ہے،

۳۲۔ زینۃ التواریخ، مصنفہ عزیز اللہ، یہ ایک عام تاریخ ہے، جسمین ہندوستان کی حکومتون کے حالات بھی ہین، اور یہ حالات ابتدا سے لیکر فرخ سیر تک کے زمانہ پر مشتمل ہین، اس کی کوئی خاص اہمیت نہین ہو،

خلاصۂ عالمگیر نامہ، ملخصہ حاتم خان، یہ اورنگ زیب کے ابتدائی دہ سالہ کارکرد

تاریخ عالمگیر نامہ کا خلاصہ ہے،

۳۴- **مراۃ العالم یا مراۃ جہان نما**، عموماً اس کی تصنیف کا سہرا بختاور خان کے سر باندھا جاتا ہے، لیکن یہ طے نہ ہو سکا، کہ اسکا حقیقی مصنف کون ہے، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسے پہلے محمد بقا نے لکھا، اور پھر اس مسودہ کو اس کے بھانجے محمد شفیع اور چھوٹے بھائی محمد رضا نے الگ الگ مکمل کیا، اس لیے دونوں نسخوں مین کہین کہین اختلاف بیان ہے، اورنگ زیب کے متعلق اسمین جو حالات ہین، وہ خلاصۂ عالمگیر نامہ کی طرح ایک بڑی حد تک عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہین؛

۳۵- **تذکرۃ السلاطین چغتائی**، مصنفہ محمد ہادی کامور خان، یہ تاریخ تیموری خاندان کی تاریخ ہے، دو حصون مین تقسیم ہے، تیمور سے لیکر محمد شاہ کے چھٹے سال تک کے حالات پر مشتمل ہے، ابتدا مین ترکون اور مغلون کا بھی مختصر تذکرہ ہے،

۳۶- **منتخب اللباب**، مصنفہ محمد ہاشم خافی خان، یہ تاریخ بابر سے لیکر محمد شاہ بادشاہ کے چودہوین سال تک کی تاریخ ہے، اور اسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے دو جلدون مین شایع بھی کر دیا ہے، یہ کتاب بہت مشہور و عام ہے،

تذکرے: ۳۷- **مآثر الامراء**، مصنفہ شاہ نواز خان شہید خوافی اورنگ آبادی، یہ تیموری امرا کا سب سے بڑا تذکرہ ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے تین جلدون مین شائع بھی کر دیا ہے

۳۸- **تذکرۃ الامراء**، مصنفہ کیول رام ولد رگھوناتھ داس اگروال، یہ بھی اکبر سے لیکر بہادر شاہ کے زمانہ تک کے امراء کے حالات مین ہے، اس مین دو سو سے زیادہ کے تمام منصبدارون کا تذکرہ ہے، اور ہندو راجاؤن اور امیرون کے حالات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے،

۳۹- **فرحت الناظرین**، مصنفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ اللہ پسروری اگرچہ یہ ایک عام تاریخ ہے

لیکن اس کے آخر مین علما، شعرا وغیرہ کے تذکرے بہت مفید ہین اور نٹیل کالج میگزین (لاہور) کے دو نمبرون
مین عہد اورنگ زیب کے فضلا، علما، اور شعرا کے حالات اس مین سے شائع کیے گئے ہیں،

۴۰- **مآثر الکرام**، مصنفہ غلام علی آزاد بلگرامی، یہ کتاب حیدرآباد سے دو جلدون مین شایع بھی ہو چکی ہے،

۴۱- **زبدۃ المقامات**، یہ کتاب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، فاروقی سرہندی
نقشبندیؒ اور ان کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے حالات، کرامات، اور تعلیمات پر مبنی ہے،
مصنف کا نام معلوم نہین، ایک تصوف دوست ہندو بزرگ نے اسے شائع بھی کر دیا ہے،

۴۲- **سفینۃ الاولیا**، مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ، یہ ابتداے عہد اسلام سے عہد شاہجہان
تک کے صوفیاے کرام کے روشن حالات کا منور تذکرہ ہے،

۴۳- **سکینۃ الاولیا**، اس کتاب مین شہزادہ دارا شکوہ نے اپنے پیر ملا شاہ کے
مرشد حضرت میان میر لاہوریؒ کے حالات قلم بند کیے ہین،

۴۴- **مخبر الواصلین**، مصنفہ محمد فاضل سید احمد اکبرآبادی، یہ بھی بزرگون کی وفات وغیرہ کے
متعلق تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے،

۴۵- **بحر زخار**، مصنفہ وجیہ الدین اشرف، اس مین صوفیاے اسلام کے عموماً اور ہندوستان
کے خصوصاً حالات درج ہین، یہ تذکرہ لکھنؤ مین ۱۲۰۳ھ مین لکھا گیا،

۴۶- **خزینۃ الاصفیا**، مصنفہ غلام سرور بن غلام محمد لاہوری، یہ تذکرہ چھپ گیا ہے،
اور بہت مشہور ہے،

۴۷- **مفتاح التواریخ**، مرتبہ مسٹر تامس ولیم بیل صاحب، اس مین اسلامی تاریخ کے تمام
اہم واقعات کی تاریخین درج ہین، اس کے علاوہ عمارتون وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات دیے
گئے ہین،

۴۸- **طبقات شاہجہانی**، اس مین شاہجہان بادشاہ کے عہد تک کے امراء کے حالات ہین، اس کے مصنف کا نام محمد صادق ہے،

۴۹- **تذکرۂ علماے ہند**، مصنفہ جناب مولوی رحمان علی مرحوم،

۵۰- **حدائق الحنفیہ**، مصنفہ مولوی فقیر محمد صاحب مرحوم،

۵۱- **مخزن الغرائب**، مرتبہ احمد علی سندیلوی،

خطوط جیسا کہ مکاتیبِ اورنگ زیب کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین، اورنگ زیب کے خطوط پانچ قسم کے مجموعون مین پائے جاتے ہین،

(۱) ان خطوط کے مکمل مجموعے (۲) ان مجموعون کے انتخابات (۳) دو نامکمل مجموعے جو ابتدائی مجموعون کے خطوط سے علیحدہ ہین (۴) احکام یعنی وہ عبارتین جو مختلف عرائض پر لکھی گئی ہین، (۵) ایسے خطوط جو تاریخی کتابون، خطوط کے مجموعون اور مختلف اشخاص کی ملکیت مین ملتے ہین،

اب ہم ہر قسم کے خطوط کے مجموعون پر علیحدہ علیحدہ کچھ کہنا چاہتے ہین،

(۱) اس سلسلہ مین جو کتاب سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ آداب عالمگیری ہے،

۵۲- **آداب عالمگیری**، کے متعلق ہم مکاتیب کے سلسلہ مین بہت کچھ لکھ آئے ہین اور یہان پر اس مین کچھ زیادہ اضافہ نہین کرنا چاہتے،

۵۳- **احکام عالمگیری**، یہ مجموعہ اورنگ زیب کے آخری منشی عنایت اللہ خان کا ترتیب دادہ ہے، اگرچہ یہ خطوط مکمل صورت مین نہین ہین، کیونکہ یہ وہ عبارتین معلوم ہوتی ہین جو اورنگ زیب نے خطوط مین شامل کرنے کے لیے بتائی ہین، لیکن وہ اتنی مجمل بھی نہین ہین کہ ان کے کچھ معنی سمجھ مین نہ آئین، اس کے علاوہ مکتوب الیہم کے نام بھی دیئے ہوئے ہین، یہ اورنگ زیب کے آخری دور کے خطوط ہین، اس مجموعے کے اس وقت تک صرف دو نسخون کا

پتہ چلا ہے، ان مین سے ایک ریاست رامپور کے کتب خانہ مین ہی اور دوسرا خدا بخش خان کے کتب خانہ مین، اسکا ایک نامکمل نسخہ مدرسہ محمدیہ آگرہ مین بھی ہی،

۵۴- **کلمات طیّبات**، یہ مجموعہ بھی اورنگ زیب کے منشی عنایت اللہ خان کا مرتب کیا ہوا ہے، اسکی عبارتین بہت مجمل ہین اور اسمین مکتوب الیہم کے نام بھی نہین ہین، یہ احکام کی طرح کمیاب اور نادر نہین ہی، ہندوستان مین بھی اس کے متعدد نسخے ہین،

(۲) اس سلسلہ مین بھی متعدد مجموعے ہین،

۵۵- **رقائم کرائم**، اس مجموعہ کو سید اشرف خان میر محمد حسینی نے مرتب کیا ہی اسمین زیادہ تر وہ خطوط ہین، جو اورنگ زیب نے جامع کے باپ میر عبد الکریم کو لکھے تھے، اس کے کئی نسخے میری نظر سے گذرے ہین، اور ان مین کچھ اختلاف بھی موجود ہی،

۵۶- **دستور العمل آگہی**، یہ مجموعہ راجہ سیواے جے سنگھ وائی جے پور کے دیوان راجہ ایال کی فرمایش سے ترتیب دیا گیا ہے، اس مین اورنگ زیب کے لڑکون اور افسرون کے علاوہ شاہجہان وغیرہ کے نام کے بھی بعض خطوط ہین،

۵۷- **رموز و اشارات عالمگیری**، یہ مجموعہ بھی دیوان مذکور ہی کی فرمایش سے لکھا گیا ہے، لیکن اسمین شاہجہان وغیرہ کے نام کے خطوط نہین ہین،

۵۸- **رقعات عالمگیری**، یہ وہ مجموعہ ہے، جو عام طور سے بازار مین ملتا ہے، وہ نمبر ۵۳ و نمبر ۵۴ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہی، اس وقت تک اسکے چار انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہین، اور اب اردو مین بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے،

ایسے مجموعے بکثرت دستیاب ہوتے ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ کوئی ایک نسخہ بھی دوسرے نسخہ سے مکمل طور سے نہین ملتا، بلکہ بعض اوقات تو عبارتون مین نہ صرف کمی اور زیادتی ہوتی ہی

بلکہ دوسری عبارتین ہی ملتی ہین، چنانچہ اس وقت ہمارے پاس، دفتر وزیر ہند، تحفہ برطانیہ، دوسرے
اور کتب خانون اور متعدد بزرگون کے ہر کتاب کے تقریبًا درجن درجن بھر نسخے ہین، لیکن ان مین ایک
بھی مکمل طور سے دوسرے سے نہین ملتا،

(۳) اس قسم کے ہمارے پاس دو مجموعے ہین،

۵۹، **کلماتِ اورنگ زیب**، یہ اورنگ زیب کے آخری عہد کے نامکمل خطوط ہین، یہ
مجموعہ دفتر وزیر ہند کے کتب خانہ مین ہے،

۶۰، **کلماتِ طیبات**، اگرچہ اس مجموعہ کا دیباچہ مذکورہ کلماتِ طیبات ہی والا دیباچہ ہے
لیکن اصل کتاب بالکل اس سے جداگانہ ہے، اس مجموعہ کا دوسرا نام کلماتِ اورنگزیب بھی ہے
اور اوّل الذکر کلماتِ اورنگ زیب کے کچھ حصے اس سے ملتے ہین،

(۴) اس حصہ مین ہم کو اب تک صرف دو چیزین ملی ہین،

۶۱، **احکامِ عالمگیری**، اس مین اورنگ زیب کی زندگی سے متعلق بہت کچھ وہ
حالات ہین جو عام تاریخون مین تقریبًا نہین ہین، اور اس کے ساتھ ہی اس کے وہ احکام ہین، جو
اس نے عرضیون پر لکھائے ہین، اس مجموعہ کو استاذِ محترم سر جدوناتھ سرکار نے ترجمہ کے ساتھ
مرتب کرکے شائع کیا ہے،

۶۲، **اشاراتِ عالمگیری**، اس مین بھی اورنگ زیب کے احکام ہین، چند صفحات کا
چھوٹا سا مجموعہ ہے،

(۵) اس قسم مین مندرجہ ذیل جگہون سے خطوط و فرامین ملے ہین،

۶۳، کتاب نمبر ۴۷۶، یہ فرانس کے قومی کتب خانہ مین ہے، اور اس مین صفحہ ۱ب سے ۱۳الف
تک اورنگ زیب کے وہ خطوط ہین، جو اس نے راجہ جے سنگھ کو لکھے ہین،

۶۴ء **مکاتیب ریاست جے پور**، ریاست جے پور میں شاہی مکاتیب کا بہت اچھا ذخیرہ ہے، اور اورنگ زیب نے اس خاندان کے لوگوں کو جو خطوط لکھے ہیں، وہ سب محفوظ ہیں، اورنگ زیب کے علاوہ دارا، مراد، شاہجہان وغیرہ نے بھی جو خطوط لکھے تھے، وہ بھی اس دربار میں موجود ہیں، ٹاڈ نے ان کی نقلیں حاصل کی تھیں اور اب سر سرکار نے بھی ان کی نقلیں حاصل کرلی ہیں۔

۶۵ء **فرامین برلن**، یہ وہ فرامین ہیں، جنکا ترجمہ سر جدو ناتھ سرکار نے اپنی کتاب ہند، فرنگ میں دیا تھا، یہ فرامین مرأۃ احمدی میں بھی ہیں،

۶۶ء **مرأۃ احمدی**، یوں تو مرأۃ احمدی گجرات کی تاریخ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے، لیکن فرامین کے لحاظ سے بھی وہ کم اہم نہیں ہے،

۶۷ء **خطوط شیواجی**، اس مجموعہ میں شیواجی اور اس کے افسروں کے خطوط کے علاوہ وہ خط و کتابت بھی ہے جو باغی اکبر اور اورنگ زیب میں ہوئی تھی،

۶۸ء **ظہور الانشا**، اس میں بھی اورنگ زیب کے متعدد خطوط ہیں،

۶۹ء **انشائے فارسی**، یہ ایشیاٹک سوسائٹی کے فن انشار کی کتاب الف ۲۶ ہے، اس میں باغی اکبر و اورنگزیب والی مراسلت کے علاوہ اورنگ زیب و شاہجہان (بوقت محاصرہ) اور اورنگ زیب کے، اس کے لڑکوں وغیرہ کے نام کے خطوط بھی ہیں،

۷۰ء فرامین مملوکہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،

۷۱ء فرامین مملوکہ کتب خانہ بشیر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

۷۲ء فرامین مملوکہ ریاست دھار،

۷۳ء فرامین مملوکہ ریاست سوسنگ (میمن سنگھ بنگال)

۷۴ء فرامین مملوکہ ڈی، بی پارسنس انجہانی پونہ، ان میں وہ فرامین بھی ہیں جو اورنگ زیب

مراد بخش نے شیواجی کو اپنے صوبہ داری دکن کے زمانہ مین لکھے تھے،

۷۵۔ فرامین مملوکہ بابو وسادیو وشنو جوشی ستارہ،

۷۶۔ خطوط در مجموعہ کتاب نمبر ۱۸۰۰ اتحفہ برطانیہ، اس مین دارا کا وہ خط ہے، جو موت سے پہلے
اس نے اورنگ زیب کو لکھا تھا، اور اورنگ زیب کا جواب بھی ہے،

۷۷۔ مجموعہائے خطوط نمبر ۲۵ و ۲۷ مملوکہ مسٹر ولیم اروِن آنجہانی،

۷۸۔ فرامین مملوکہ جادسے دشیکھ،

۷۹۔ **فیاض القوانین** یہ تیموری سلاطین، دوسرے حکمرانون اور امرا کے خطوط کا عجیب و غریب
مجموعہ ہے، اس کا سب سے مکمل تر نسخہ جناب شمس العلما صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خان
صاحب ناظم ندوہ لکھنؤ کے پاس ہے، یہ تین حصون مین ہے، (۱) سلاطین کے خطوط (۲) امرا کے
خطوط (۳) متفرقات، ہمارے سلسلہ مین مندرجۂ ذیل لوگون کے خطوط ہین،

(الف) شاہجہان ۲۵ خطوط،

(ب) اورنگ زیب ۱۱ (اس مین دو خط عربی مین بھی ہین، ایک اپنے استاد
مولوی سید محمد قنوجی کے نام اور دوسرا اپنی چہیتی بیٹی زیب النسا کے نام)

(ج) جہان آرا، ۱

(د) داراشکوہ ۸

(ہ) شجاع ۶

(و) مرادبخش ۴۷

(ز) جعفرخان وزیر اورنگ زیب ۹،

ان کے علاوہ عادل شاہ، قطب شاہ، جے سنگھ وغیرہ کے خطوط بھی ہین،

۸۰، **گلدستہ،** اس مین اورنگ زیب، شاہجہان، قطب شاہ، وغیرہ کے خطوط ہین، یہ مجموعہ سرسالار جنگ کے کتب خانہ مین ہی، اور اس کا نمبر ۲۷۳۱ ہے،

تاریخی خطوط کے مجموعے | اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل مجموعے قابلِ ذکر ہین،

۸۱، **ہفت انجمن،** اس کا مرتب و مصنف ایک نومسلم طالع یار ہے، اس کا اصلی نام اودے راج تھا، وہ پہلے رستم خان دکنی، اور پھر مرزا راجہ جے سنگھ کا منشی تھا، راجہ جے سنگھ کی وفات کے بعد اوسنے اسلام قبول کرلیا، اس نے اپنی کتاب کو اسطرح سات انجمنون مین تقسیم کیا ہی؛

(۱) عرائضِ رستم خان بشاہجہان،

(۲) عرائضِ مہاراجہ جے سنگ باورنگ زیب، یہ وہ خطوط ہین جو مہاراجہ نے اجمیر کی جنگ کے بعد دارا شکوہ کے تعاقب کے سلسلہ مین لکھے،

(۳) عرائضِ مہاراجہ جے سنگھ باورنگ زیب (دکن کی لڑائیون کے سلسلہ مین)

(۴) ” رستم خان پسرانِ شاہجہان،

(۵) (الف) رستم خان بامرای شاہجہان، (ب) جے سنگھ بامرای اورنگ زیب، (ج) جے سنگھ بامرای کہ مامور دکن بودند (د) جے سنگھ بسعادت خان، قطب شاہ وغیرہ،

(۶) جے سنگھ بسفرای شاہی کہ بجاکمان دکن رفتند،

(۶) (الف) شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد کے مختلف خطوط، (ب) جے سنگھ کے ذاتی خطوط،

(۷) طالع یار کے اپنے یا دوسرون کے لیے لکھے ہوے خطوط،

۸۲، **انشای روشن کلام:** - مرتبہ و مصنفہ منشی بھوپٹ رائے، وہ، بیواڑا کے فوجدار رعد انداز خان کا منشی تھا،

۸۳، **مرقعاتِ حسن**، مصنفہ و مرتبہ مولانا ابوالحسن (۱۶۶۹ء) یہ سرکاری ملازم تھے، اور ۱۶۶۷-۱۶۵۵ء تک بنگال اور اوڈیسہ مین رہے تھے، تربیت خان کے عہدِ صوبہ داری اوڈیسہ کے لیے ان کے خطوط اہم ہین،

۸۴، مجموعۂ منشآت وغیرہ، یہ مجموعہ رامپور کے کتب خانہ مین ہی، اور اس مین بیدار بخت، روح اللہ خان، اسد خان، مخلص خان وغیرہ کے خطوط ہین،

۸۵۔ مجموعہ نمبر ۶۷۰۰ مملوکہ متحفہ برطانیہ، اس مین وہ خطوط ہین، جو عبداللہ قطب شاہ نے شاہجہان، دارا، شجاع، اورنگ زیب اور عادل شاہ وغیرہ کو لکھے ہین،

۸۶۔ مجموعہ نمبر ۸۲ ۳۵ مملوکہ متحفہ برطانیہ اس مین کرناٹک سے متعلق ۱۲۱۶ھ تک کے خطوط و سرکاری کاغذات ہین،

۸۷، **مجمع الافکار**، یہ ایک نادر مجموعہ ہے جسمین تاریخی خطوط، فرامین، وغیرہ کی بڑی تعداد جمع کیگئی ہی، یہ مجموعہ خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی، خطوط کے علاوہ اس مین بہت سی کتابون کے دیباچے بھی ہین،

۸۸، **رقعاتِ منشی** المعروف بہ ملک زادہ کے جمع کردہ وہ فرامین ہین، جو تمام تر اورنگ زیب کے عہدِ حکومت سے متعلق ہین، یہ بھی خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی،

۸۹، **منشآتِ طاہر وحید**، یہ مجموعہ حملۂ قندھار، برادرانہ جنگ، اور ایرانی حکومت کی دکن کی شیعہ حکومتون سے، مغلون کے خلاف سازش کے سلسلہ مین بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اگرچہ درسی حیثیت سے یہ بہت متداول ہے، لیکن تاریخی حیثیت سے اس سے اب تک بہت کم کام لیا گیا ہے،

۹۰، **بہارِ سخن**، مصنفہ محمد صالح کنبو،

۹۱- انشاے مصنفہ مادھورام،

۹۲- ریاض الوداد " ایزد بخش رسا،

ان مختلف مجموعون کے علاوہ اور دوسرے مجموعے بھی ہین لیکن ہم طوالت کے خیال سے ان کو اس جگہ نظر انداز کرتے ہین، البتہ اگر ہم نے ضرورت دیکھی تو تیسری جلد مین ان کی مفصل فہرست دیدینگے،

دکن کی تاریخین

۹۳- **بساتین السلاطین**، یہ بیجاپور کے عادل شاہی خاندان کی مکمل تاریخ ہے، اس کا مصنف مرزا ابراہیم زبیری ہے، اور اگرچہ یہ ۱۲۴۰ھ کی لکھی ہوئی ہے لیکن چونکہ پرانی تاریخی کتابون پر مبنی ہے، اس لیے اسکی صحت مین بہت کم گنجایش ہے،

۹۴، **تاریخ علی عادل شاہ ثانی**، مصنفہ نوراللہ بن قاضی سید علی محمد الحسینی القادری، یہ تاریخ خود اس بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی تھی،

۹۵، **تاریخ ہفت کرسی** مصنف کا نام معلوم نہین، یہ بیجاپور کی مکمل تاریخ ہے، یہ تاریخ سات مجالس مین منقسم ہے،

۹۶، **احوال سلاطین بیجاپور**، اس کے مصنف کا نام بھی معلوم نہین، یہ تاریخ بھی ابتدا سے لے کر سکندر عادل شاہ کی موت تک کے حالات پر مشتمل ہے،

۹۷، **علی نامہ**، مصنفہ نصرتی دکنی، یہ علی عادل شاہ ثانی کے حالات مین دکنی اردو مین منظوم تاریخ ہے،

۹۸، **حدیقۃ السلاطین**، مصنفہ نظام الدین احمد بن عبداللہ الشیرازی الصاعدی، یہ سلطان عبداللہ شاہ والی بیجاپور کی ابتداے پیدایش سے سولھوین سال حکومت تک کی تاریخ ہے،

۹۹، **حدیقۃ العالم**، مصنفہ ابوالقاسم بن رضی الدین الموسوی المخاطب بہ میر عالم یہ تاریخ

دو حصون مین ہے،

۹۔ **واقائع دکن**، مصنفہ نعمت خان عالی،

۱۰۔ **تاریخ دکن**، مصنفہ خافی خان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے شایع بھی کر دیا ہے

ایران کی تاریخ | اس عہد کی ایران کی تاریخین ہندوستان کی تاریخ کے سلسلہ مین اس لیے ضروری ہین، کہ اس عہد مین قندھار کے دیرینہ مسئلہ نے ایک اہم صورت اختیار کر لی تھی، اور اورنگ زیب کا اس مین کافی حصہ ہے،

۱۱۔ **تاریخ عالم آرائے عباسی**، مصنفہ اسکندر بیگ منشی، یہ شاہ عباس اعظم کے حالات مین ہے، اور ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے،

۱۲۔ **تاریخ شاہ عباس ثانی**، مصنفہ مرزا محمد طاہر وحید مرزا نے یہ تاریخ خود بادشاہ کے حکم سے لکھی تھی، اور حملۂ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین بہترین ایرانی بیان کی حامل ہے،

اخبارات دربار | ۱۳۔ مغل دربار مین تمام صوبہ دارون اور باجگذار راجاؤن کے سفیر رہتے تھے، وہ وکیل کہلاتے، اور اپنے آقا کے نائب کی حیثیت سے تمام کام انجام دیتے، اپنے آقا کو دربار کے روزانہ حالات سے واقف رکھنے کے لیے وہ یہ بھی کرتے تھے کہ روزانہ کے واقعات قلم بند کر کے اپنے آقا کو روانہ کرتے، اس مین بادشاہ کے ایک ایک کام کا حال درج ہوتا، ان یومیہ اطلاعات کو "اخبارات دربار معلا" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، یہ پہلے قسم کے چھوٹے چھوٹے کاغذ کے سلپ ہوتے تھے، اورنگ زیب کے عہد کے ایسے اخبارات رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین ہین، لیکن افسوس کہ وہ مکمل نہین ہین، مندرجۂ ذیل سال کے وہان موجود ہین،

۳، ۴، ۸ سے ۱۵، ۱۷، ۲۰ سے ۲۲ (ان سالون مین یہ سلپ ۱ سے لیکر ۶ تک ہین)

۳۶ سے ۴۰ اور ۴۲ سے ۴۹، ان مین سے صرف ۶ سال (۳۸، ۴۳، ۴۴ سے ۴۸) ایسے ہین جنمین

ہر سال کے ۲۰۰۰ دنون تک کے رقعے ملتے ہین، ۲۹ کے ۱۰۱ ہین اور باقی سال کے ۱۷ سے کم ہین،

عہد اورنگ زیب کے ایسے اخبارات جے پور کے دربار مین بھی ہین، اور پروفیسر جدو ناتھ سرکار نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور جے پور دربار دونون جگھون کے رقعون کی نقلین بھی حاصل کرلی ہین،

اسی سلسلہ مین جامعہ ملیہ کے رسالہ جامعہ کے مارچ ۱۹۲۶ء مین مولانا احتشام الدین نے اورنگ زیب کے روزانہ حالات کے متعلق ۱۵ جلدون مین ایک روزنامچہ کا تذکرہ کیا تھا، جواب چوری ہوچکا ہے، مین نے اسی زمانہ مین روزنامہ زمیندار مین اس کے متعلق لکھا تھا، کہ وہ اورنگ زیب کا کوئی روزنامچہ نہ تھا، بلکہ وہ اسی قسم کے اخبارات کا کوئی مکمل مجموعہ ہوگا، افسوس کہ یہ مکمل نسخہ غائب ہوگیا، ورنہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہوتا،

اسی طرح مسٹر ولیم اروِن نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین اورنگ زیب کے حالات کے ماخذ مین ایک سفرنامہ کا تذکرہ کیا ہے، جسمین اورنگ زیب کی بعض سیاحتون کے روزانہ حالات درج ہین، اور اسی قسم کے ایک سفرنامہ کا میرے محترم دوست یافعی صاحب نے بھی پتہ بتایا ہے، مین اب تک دونون مین سے کسی کے حاصل کرنے مین کامیاب نہین ہوا ہون، اور کوشش جاری ہے، ان کو دیکھے بغیر ان کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کیجاسکتی،

تاریخی جغرافیے وغیرہ | ۱۰۵، معجم البلدان، مصنفہ یاقوت حموی،

۱۰۶، ہفت اقلیم، مصنفہ امین رازی،

۱۰۷، تذکرۃ البلاد و الحکام، مصنفہ میر حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی، یہ بالاگھاٹ کے متعلق ہے،

۱۰۸، آئین اکبری مصنفہ ابوالفضل،

۱۰۹۔ تاریخ بنائے تاج گنج وغیرہ یا تاریخ تاج محل و مصارف بنائے آن،

۱۱۰۔ تاریخ بنائے حیدرآباد،

۱۱۱۔ تذکرہ نزل مصنفہ عبدالرزاق بن عبدالنبی،

۱۱۲۔ تاریخ برہانپور مصنفہ خلیل الرحمٰن برہانپوری،

۱۱۳۔ تاریخ بیڑ (دکن) مصنفہ محمد قطب اللہ،

۱۱۴۔ تاریخ قلعہ رودگیر، مصنفہ نواب فرامرزجنگ،

۱۱۵۔ تاریخ قندھار (دکن) مصنفہ شیخ محمد امیر حمزہ،

۱۱۶۔ رہبر دکن، مصنفہ محمد حسن،

۱۱۷۔ گزیٹیر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ مرزا مہدی خان کوکب،

۱۱۸۔ گزیٹیر آف انڈیا، اوکسفورڈ اڈیشن،

۱۱۹۔ گزیٹر آف سندھ،

۱۲۰۔ آگرہ، لاہور، مصنفہ نواب عبداللطیف صاحب،

۱۲۱۔ تاریخ آگرہ، یا معین الآثار مصنفہ مولوی معین الدین صاحب،

۱۲۲۔ ضوابط عالمگیری، اس مین سلطنت اورنگ زیب کے مختلف صوبون، ان کی آمدنیون اور پیداوار کا مفصل بیان ہی،

۱۲۳۔ دستور العمل آصین سلاطین ہند اور ہندوستان کے مختلف صوبون، کے حالات مین

۱۲۴۔ سعید نامہ، یہ کرناٹک کی تاریخ ہے،

۱۲۵۔ تاریخ کشمیری مصنفہ محمد اعظم،

۱۲۶۔ تاریخ بنگالہ ” سلیم اللہ،

۱۲۷- بہارستانِ غیبی، مصنفہ علاء الدین اصفہانی المخاطب بہ شتاب خان،

۱۲۸- چہار چمن برہمن " منشی چندر بھان،

مذہبی کتابیں

۱۲۹- سرِ اکبر، مترجمہ دارا شکوہ،

۱۳۰- مجمع البحرین، مصنفہ "

۱۳۱- رسالۂ حق نما، مرتبہ چندر بھان،

۱۳۲- دبستان المذاہب،

انگریزی تاریخ وغیرہ

۱۳۳- تاریخ ہندوستان، مصنفہ ڈو،

۱۳۴، تاریخ دکن . . . . " اسکاٹ

۱۳۵- تاریخ ہند، " الیٹ و ڈروسن،

۱۳۶- تاریخ ہند، " الفنسٹن،

۱۳۷- تاریخ ازمنۂ وسطیٰ ہند " لین پول

۱۳۸- تاریخ اورنگ زیب " سر جدوناتھ سرکار

۱۳۹- " " " لین پول،

۱۴۰- تاریخ ہندوستان، " اورسے،

۱۴۱- " " " کین،

۱۴۲- ہندوستان کے مسلم سلاطین، " ویلر

۱۴۳- شیواجی، " سر جدوناتھ سرکار،

۱۴۴- تاریخ ہند، " ونسنٹ اسمتھ

۱۴۵- مغلوں کا نظامِ فوج۔ " ولیم اروِن،

۱۴۶- مغلوں کا نظام حکومت ، مصنفہ ، سر جدوناتھ سرکار

۱۴۷۔ ہند عہدِ اورنگ زیب میں ، " "

۱۴۸- بلوچ اقوام ، " ڈیم

۱۴۹- افغانستان " ہملٹن

۱۵۰- سفرناموں کے مجموعہ متعلق سٹیل اور کردور

۱۵۱- سفرنامہ مصنفہ مسان ،

۱۵۲- " مصنفہ فوسٹر

۱۵۳ ہندوستان کے دروازے " ہولڈخ

۱۵۴- تاریخ ہندوستان " ارسکین

۱۵۵ سیاسی سفرنامہ ، " پیلو

۱۵۶- سفرنامہ ہند " برنیر

۱۵۷- " " ٹورنیر

۱۵۸- تاریخ منوچی ، مترجمہ ولیم ارون ،

۱۵۹- سفرنامہ ہملٹن

۱۶۰- " (مرزا سمیع اللہ بیگ نے اسکا خلاصہ ہند عہدِ اورنگزیب کے نام سے شائع کیا ہے ،)

۱۶۱- تذکرہ مرتبہ ، بیل

۱۶۲- مغلوں کے باغ ، ایم ، سی ، ایل ، اسٹوارٹ ،

۱۶۳- تاریخ مرہٹہ ، ڈف ،

	۱۶۴- جہانگیر	بینی پرشاد،
	۱۶۵- راجستان،	ٹاڈ،
	۱۶۶- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	ارنلڈ وغیرہ،
	۱۶۷، ڈکشنری آف اسلام،	ہیوز،
	۱۶۸، سکھ مذہب	میکلف
اردو تاریخ	۱۶۹- اورنگ زیب،	مترجمہ عبداللطیف صاحب،
	۱۷۰- مضامین عالمگیری	علامہ شبلی رح
	۱۷۱- اورنگ زیب	مولوی احمد دین صاحب وکیل
	۱۷۱- تاریخ ہند،	مولانا ذکاءاللہ صاحب مرحوم،
	۱۷۲ تاریخ بیجاپور	مولوی بشیر الدین،
	۱۷۳، آثار الصنادید	سر سید رح

اس فہرست کے علاوہ عہد اورنگ زیب کے سلسلہ مین متعدد اور کتابون کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہی، اس سلسلہ مین ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس وقت اورنگ زیب سے متعلق بہترین مجموعہ استاذ محترم پروفیسر سرجدونو سرکار کے پاس موجود ہی، ہم نے سال بھر تک مستقل طور پر وہان قیام کر کے جہان تک ہو سکا، اس علمی باغ سے خوشہ چینی کی ہی،

شہزادہ اورنگزیب

باب ۱

ولادت، تعلیم، تربیت

پروفیسر جدو ناتھ سرکار اپنی مشہور تاریخ اورنگزیب کی تمہید ان الفاظ سے شروع کرتے ہین،

"اورنگزیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی شصت سالہ تاریخ ہے، خود اس کا عہدِ حکومت (۱۶۵۸ء-۱۷۰۷ء) سترھوین صدی کے منتصف آخر پر حاوی ہے، اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے، یہ اسی بادشاہ کا دور مسعود تھا، جبکہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی، اور ابتدائے عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ مین شاید یہ واحد حکومت ہے، جس نے اتنی وسعت حاصل کی، غزنی سے لیکر چاٹگام تک، اور کشمیر سے لیکر کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی فرمانروا کے زیرنگین تھا، اور لادک[۱] لابار کے دور دراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا، اس طرح سے جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی وحدت تھی اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانون کا تسلط نہ تھا، بلکہ بلاواسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے، اور اس حیثیت سے اورنگزیب کی ہندوستانی حکومت اشوک، سمدرگپت[۲] یا ہرشوردہن کی حکومت سے وسیع تر تھی، اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا، اگرچہ کہین کہین علم بغاوت بلند کیا گیا، لیکن کسی صوبہ مین بھی کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا، جو شہنشاہِ دھلی کے احکام سے سرتابی کر سکتا[۱]"

---

[۱] اورنگ زیب جلد، دن مقدمہ،

یہ موزخانہ بیان دراصل ہمارے اس مختصر بیان کی توضیح ہے، کہ اورنگزیب عہدِ شاہجہان کا بھی ہیرو
تھا، اور اس کے عہدِ حکومت میں جو کچھ ہوا، وہ تمام تر اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات و واقعات کا
لازمی نتیجہ تھا، اور اگر ہم اسکی شہزادگی کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لین، تو پھر ہمکو اس کے پنجاہ سالہ عہدِ
حکومت کے واقعات پر کچھ بھی استعجاب نہ ہوگا،

اس وقت تک اورنگزیب کے متعلق فارسی یا اردو مین جتنی کتابین لکھی گئی ہین، ان مین اس کے
عہدِ شاہزادگی کے واقعات کو شاہجہان کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً بیان کر دیا گیا ہے، اور اسی
وجہ سے اس کے اس اہم ترین زمانہ کے اصلی واقعات ہمارے سامنے نہین آئے، اور وہ یکایک
دکن سے ایک بڑی فوج لیکر اپنے معمر ضعیف و لب گور باپ اور اپنے بڑے بھائی سے لڑنے
کے لیے آتا ہوا نظر آتا ہے، اور اس کے بعد اسکی تمام زندگی ایک خونی داستان بنکر رہجاتی ہے،
حالانکہ جیسا کہ ہم نے متعدد بار بتایا ہے، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی تاریخ تمام تر نتیجہ ہے، اس کے
عہدِ شاہزادگی کے حالات کا، اور جبتک ہم اس عہد کے خانگی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی واقعات
کو نہ جانین، ہم اسکی بعد کی طویل تاریخ کے رخ کو نہین پہچان سکتے، اس لیے ہم ابتدا سے اس وقت تک
جب تک کہ اس کے خطوط شروع نہین ہوتے عام تاریخون سے اور پھر زیادہ تر خطوط اور بعض
جگہ تاریخ کی مدد سے اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات قلمبند کرتے ہین، اس کے ساتھ ہی ہم
یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین، کہ چونکہ موجودہ مقدمہ عالمگیر کی کوئی مفصل و مستقل تاریخ نہین ہے، بلکہ رقعات
کا ایک تمہیدی حصہ ہے، اس لیے ہم اس مین ان واقعات کو جو مفصل طریقہ سے دوسری عام
تاریخون مین موجود ہین، اور جو کسی صورت سے بھی متنازع فیہ نہین ہین، سرسری طور سے بیان
کرینگے، البتہ ہم ان واقعات کو جو متنازع فیہ ہین یا ان الزامات کے متعلق جو اورنگزیب پر
لگائے جاتے ہین، تفصیل کے ساتھ بحث کرین گے، اس کے علاوہ ان معلومات کا بھی اضافہ

نگئے، جو ہم کو رقعات کی تحقیقات کے سلسلہ مین معلوم ہوئے ہین، اور کسی تاریخ مین اُن کا

ہین ہے[1]،

ت | یون تو شاہجہان کی اولاد کی تعداد سولہ[16] ہے، لیکن اسکی محبوب ترین بیگم، ممتاز محل بنت

ت خان، اُس کے چودہ[14] بچون کی مان بنی، اور اورنگ زیب کو باعتبار ترتیب چھٹا[6] در

تھا، جس طرح اورنگزیب کی تمام عمر گھر سے باہر، اور دارالسلطنت سے دور گذری، اسی طرح

کی ولادت و موت دونون پردیس مین واقع ہوئی، جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو

ت دیکر آگرہ کی طرف اطمینان سے واپس آرہا تھا، کہ مالوہ و گجرات کی انتہائی سرحد پر بمقام دو حد

کا دن گذار کر رات کے وقت ۱۵، ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مطابق ۲۴، اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہندوستان کے سب

ے مسلم تاجدار نے کتم عدم سے عالم وجود مین قدم رکھا، شاہجہان بھی جہانگیر کے ساتھ تھا، اور

نے دیرینہ رسم کے مطابق ایک ہزار اشرفی کی نذر گذرانی، جہانگیر نے اسے قبول کرتے ہوئے

مولود مسعود کا نام اورنگزیب رکھا، گویا اسی وقت قضا و قدر کے کارکنون نے خود دادا کے

ے اس پیشینگوئی کو ظاہر کر دیا، جو چالیس سال بعد پوری ہونے والی تھی[2]، چونکہ دوحد کی زمین

قابل نہ تھی، کہ "لائق جشن و ضیافت باشد" اس لیے جہانگیر وہان سے کوچ کرکے ایک تالاب

پاس ٹھہرا، اور وہان ابتدائی رسوم ادا کر کے پورا قافلہ اوجین پہنچا، اور وہان پہنچکر جشن ولادت

بڑی شان و شوکت سے منایا گیا، طالب کلیم نے سنہ ولادت کی یہ تاریخ نکالی،

داد ایزد بباد شاہ جہان   خلفے ہمچو مہر عالمتاب

چونکہ جدوناتھ سرکار نے اورنگزیب کے حالات بہترین ترتیب سے لکھے ہین، اس لیے ہم بھی ان کی

یب کو قائم رکھنا چاہتے ہین،

، اقبال نامہ شاہجہانی ص ۳۰، عمل صالح ص ۵-۴، ۲ توزک جہانگیری، صفحہ ۲۵۲، ۳ ایضاً

تاجِ صاحبقران ثانی یافت | گوھرِ بحر از و گرفتہ حساب
تاشش اورنگ زیب کرد فلک | تخت ازین پایہ گشتہ عرش جناب
چون بآن مژدہ آفتاب انداخت | افسرِ خویش بر ہوا چو حباب
خامہ از بہرِ سال تاریخش | زد رقم "آفتاب عالم تاب"
۱۰۲۸ - ۱ - ۱۰۲۷

ایک دوسرے شاعر نے اس مصرع سے تاریخ نکالی ہے:-

گوہرِ تاج ملوک اورنگ زیب

خود اورنگزیب کو اپنے مولد سے خاص محبت رہی ہے، اور وہ اس مقام اور اس کے رہنے والون کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ خواہان رہا، چنانچہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے محمد اعظم کو لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! قصبۂ دوحد از مضافات صوبۂ گجرات مولدِ این عاصیٔ پر معاصی است، رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند، و پیر مخنی را کہ از مدت فوجدار آنجاست، مستمال و بحال دارند، و حرف مریضان غرض کہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا در شان آنہاست، بحقِ او نہ شنوند فرد

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشم دیگر دارد

بمہر کوچک خود لطف دیگر ہست شاہان را[1]"

اسی شہزادہ کے نام ایک دوسرے خط مین ہے؛

"نقل فرد سوانح رکاب سامی متضمن گذرانیدن داروغہ سرائے دوحد التماس بجناب فیض مآب در مقدمۂ احداث باغ و ساختن پورہ و منڈی بموجب حکم ارسال داشت ارشاد شد کہ آنچہ ضرور باعثِ آبادی در فاہِ مترددین باشد بکنند و جزیہ و حاصل یک دو سال معاف[2]"

---

[1] رقعات عالمگیری ۳؎ ۲۰۵ء [2] احکام عالمگیری ریاست رامپور جلد ۱ ص ۳۵-۳۶ ،

پیدایش کے بعد سب سے پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق تھا، اور اس سلسلہ مین یہ شرف میر ابوالمعانی خوافی خان کی اہلیہ محترمہ کو حاصل ہوا، اُن کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے:-

"سیدے بود موصوف بصلاح وتقوی، بعنوان درویشانہ می گذرانید، حلیلۂ جلیلۂ او بشرف رضاعت فیض اشاعت شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر رسید"[1]

میر ابوالمعانی کے دو لڑکے تھے ان مین چھوٹا میر ملک حسین اورنگ زیب کا رضاعی بھائی تھا، وہ لڑکپن ہی سے اورنگ زیب کے ساتھ رہا، اورنگ زیب نے بھی اسکی ترقی مین کبھی اغماض نہین کیا، اور جس وقت وہ مرا ہے، وہ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کے پر رعب القاب سے مخاطب تھا[2]

اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے متعلق تمام مؤرخین بالکل خاموش ہین، البتہ عام تاریخون کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگ زیب کو اپنے باپ شہزادہ خرم کی باغیانہ حرکتون کی وجہ سے کبھی بھی ایک جگہ رہنا نصیب نہوا، اور چونکہ شہزادہ خرم کی چہیتی بیگم ممتاز محل نے ایک سچی وفادار بیوی کی طرح ایک منٹ کے لیے بھی جدائی منظور نہ کی، اس لیے یہ خاندان خانہ بدوشون کی طرح دکن سے بنگال و بہار اور پھر وہان سے دکن تک آتا جاتا رہا، تا آنکہ ابتدا ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ع مین باپ بیٹے مین ایک عارضی مصالحت ہو گئی، اور اس اطمینان کے لیے کہ شہزادہ خرم آیندہ جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھے گا، یہ طے ہوا کہ وہ اپنے دو لڑکون، اورنگزیب اور دارا شکوہ کو ان کے دادا جہانگیر کے پاس بطور ضمانت بھیجدے، چنانچہ اورنگ زیب اپنے بچپن ہی مین اپنے مان باپ کی محبت بھری گود سے جدا کر کے اپنے دادا کے دربار مین روانہ کر دیا گیا، اور رمضان ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶ع مین لاہور پہنچ گیا، اور اس طرح اسے بچپن ہی مین بابر و اکبر کی خاندانی روایات کی تقلید و تتبع کی عزت حاصل ہو گئی، صاحب اقبالنامہ لکھتا ہے:-

---

[1] مآثر الامرا ج اول صفحہ ۷۹۸ [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۸۱۵ - ۷۹۸

"در ایامِ تکسر بر مرأتِ باطنِ حق شناس کہ مہبطِ انوارِ غیبی است پرتو افگند کہ غبارے کہ از فتنہ پردازیٔ مفسدانِ . . . . . بر حواشی خاطرِ قدسی مظاہرِ حضرت جنت مکانی جا گرفتہ بآبیاریٔ استغفار و رضاجوئی، فرو نشانیدہ، عذرِ تقصیراتِ گذشتہ کہ بحسب سر نوشت از نہانخانۂ تقدیر بعالمِ ظہور آمدہ، باید خواست، شاید آنحضرت (جہانگیر) را کہ بجانبِ خود مستمال توان ساخت، دبایں ارادۂ حق پسند، عرضداشتے مشتمل بر اظہارِ ندامت و انفعال و استغفار از تقصیراتِ گذشتہ حال ارسال داشتند، و حضرت جنت مکانی منشورے بخطِ مبارک خویش قلمی فرمودند کہ اگر قرۃ العین خلافت سلطان دارا شکوہ، و نور باصرۂ سلطنت شاہ اورنگ زیب را بملازمت اشرف فرستادہ قلعہ رہتاس و قلعہ اسیر . . . . . . باز گذارد، رقمِ عفو بر جرائدِ تقصیرات او کشیدہ، بالا گھاٹ را باو عنایت فرمائیم"

"بعد از ورود منشور . . . . . . بکمالِ تعلق و دلبستگی کہ بہ شہزادہائے والا شکوہ داشتند، رضاجوئی ولیٔ نعم را بر دلنوازیٔ خویش مقدم شمردہ، آن جگر گوشہا را بجہت استرضائے خاطرِ آنحضرت . . . . . . روانۂ درگاہ ساختند"[1]

لیکن یہ جبری جدائی اور یہ جانگداز فرقت دیرپا ثابت نہیں ہوئی، کیونکہ ایک سال چند ماہ کے بعد ہی ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (اکتوبر ۱۶۲۷ء) کو جہانگیر کا انتقال ہو گیا، اور شہزادۂ خرم کو جونہی خبر ملی وہ دکن سے آگرہ آیا، اور وہاں ۸ جمادی الثانی (۴ فروری) کو شاہجہان کے لقب سے تخت پر بیٹھا، فرزندوں کی والدین کے لیے اب جدائی ناقابل برداشت تھی، چنانچہ ممتاز محل نے اپنے بھائی آصف خان کو اس کے متعلق لکھا، اور وہ ان دونوں کو لاہور سے لیکر آگرہ پہنچا، ان بچھڑے ہوؤں کے ملنے کا نظارہ بہت ہی مؤثر تھا، اور ہم سرکاری درباری مورخ عبد الحمید ہی کے قلم سے اس کی تصویر پیش کرتے ہیں،

"غرۂ رجب ۱۰۳۷ھ (۱۴ فروری ۱۶۲۸ء) ... پادشاہزادۂ محمد دارا شکوہ و محمد شجاع و محمد اورنگزیب ... با آصف خان ... از دار السلطنت لاہور بحوالی دار الخلافت اکبر آباد رسیدند بحکم جہانمطاع در ظاہر بہشت آباد معروف بسکندرہ نزول نمودند، حضرت مہد علیا (ممتاز محل) از نوید قدوم مسرت لزوم اثمار فواد و ازہار مراد و قرۃ رسیدن ابوین مکرمین کمال سرور اندوختہ بدستوری خدیو عالم، خداوند بنی آدم، دُرۂ صدف دولت، موجۂ بحر سلطنت، غرۂ ناصیۂ کامرانی قرۃ العین حضرت صاحبقران ثانی، بیگم صاحب و دیگر فرزندان والا گہر برسم پذیرہ متوجہ گشتند، ازان سو یمین الدولہ در خدمت داری فلک جلالت، باستقبال ہودج والا محمل علیات حضرت ممتاز الزمانی و گوہر درج جہانبانی بیگم صاحب سوار شد،

حضرت مہد علیا در اثنائے راہ جائے کہ سرادق رفعت برائے ملاقات برافراختہ بودند بدیدن دیدار مسرت آثار فرزندان کامگار بعد از مفارقت دراز و لقائے رافت افزائے والدین ماجدین پس از مہاجرت دیرباز، چندان نشاط اندوختند کہ نگارش نپذیرد، چہ در کارخانۂ ابداع عباراتے کہ بگذارش کیفیت این انبساط کہ حالتے است خیالی و وجدانی نہ لسانی و بیانی، وفا کند ایجاد نیافتہ، و تمام روز بجمال فرحت افزائے اولاد امجاد و دیدار گرامی ابوین شریفین بہجت آمود گشتند[1]"

دوسرے دن جب یہ شہزادے دربار مین حاضر ہوے، اور انھون نے باپ کے سامنے حاضر ہو کر نذرین گذرانین، تو شاہجہان فرطِ محبت پدری سے بیقرار ہو گیا اور

"آن آسمانِ جاہ و جلال، کواکب ثواقب اقبال را در آغوشِ عاطفت کشیدہ تقبیل جبین روشن پیشانی گردانیدند[2]"

اور اسی دن سے اس کا ۵۰۰ روپیہ یومیہ مقرر ہو گیا[3]،

---

[1] بادشاہ نامہ ج ۱ حصہ اول ص ۸۰-۱۰۰ ۔ [2] ایضاً ج ۱ ص ۱۶۹ [3] ایضاً ص ۹۷،

اورنگ زیب کی تعلیم اگرچہ اورنگ زیب کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کی لاتعداد مثالیں اور اس کا ادبی کمال ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس کی تعلیم بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی، اسنے تمام متداول درسی کتابیں پڑھی تھیں، عربی و فارسی میں اُسے مہارت تامہ حاصل تھی، ہندوستانی سے بھی وہ بیگانہ نہ تھا، اور خاندانی ترکی زبان سے بھی اُسے ایک گونہ واقفیت تھی، لیکن اسکے ساتھ یہ کس قدر افسوناک حقیقت ہے، کہ اس کے اساتذہ اور اسکی عام تعلیم کے متعلق شاہی یا دوسری معاصرانہ تاریخوں میں تقریباً کچھ بھی نہیں لکھا ہے، تاہم ہمکو مختلف ذرائع سے جن اساتذہ کا نام معلوم ہوسکا ہے، ان کو مختصراً لکھدیتے ہیں،

ہمارا خیال ہے، کہ اورنگزیب کے اولین استاد مولانا عبد اللطیف سلطان پوری تھے، کیونکہ تمام تذکروں نے ان کے سن وفات کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے،

"آفتاب علم را آمد کسوف"
سنہ ۱۰۳۶

اس کے معنی یہ ہین، کہ اس وقت اورنگزیب مشکل سے دس سال کا ہوگا، ملا صاحب کے متعلق تذکرۂ علماے ہند وغیرہ کا بیان ہے، کہ :-

"در معقولات و منقولات مہارتے تام داشت"[1]

عبد الحمید لاہوری نے اورنگزیب کے صرف ایک استاد کا ذکر کیا ہے، اور وہ ہاشم گیلانی ہین، فرحۃ الناظرین نے بھی ان کا مختصر حال دیا ہے، عبد الحمید لکھتا ہے:

میر محمد ہاشم خلف میر محمد قاسم گیلانی است، مدت دوازدہ سال در حرمین شریفین بودہ منقولات را از شیخ محمد عربی محدث و شیخ عبد الرحیم حسانی و ملا علی نبیرۂ ملا عصام الدین مشہور و معقولات را از میر نصیر الدین حسین پسر زادۂ میر غیاث الدین منصور و مرزا ابراہیم ہمدانی فراگرفتہ بہندوستان آمد، و طب و ریاضی نزد سر آمد اطبا حکیم علی گیلانی ورزیدہ چندے در احمد آباد گجرات بتدریس مشتغل بود، چون دانائی او در فنون فضائل خصوصاً طب بعرض اقدس رسید، حکم شد کہ ہمان بلدہ

[1] [illegible]

بخدمت صدارت وطبابت می پرداز د پس از انقضاے مدتے ملزم عبودیت سدۂ سینۂ

گستہ بامر خاقانی بشرف تعلیم اختر برج سعادت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر دریافت

واکنون در ملازمت آن والا گوہر کامیاب است، بہ تفسیر بیضاوی حاشیۂ نگاشتہ[1]

اورنگ زیب کے تیسرے استاد ملا موہن بہاری تھے، اورنگ زیب نے اپنے ایک خط میں

جو علامی سعد اللہ وزیر شاہجہان کے نام ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ صاحب مآثر الکرام

نے بھی ان کے مختصر حالات قلمبند کیے ہیں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"نام اصلی او محی الدین است، مولد و منشا بلدۂ بہار، در سن دو سالگی کلام اللہ را حفظ کرد، و بخدمت

پدر خود ملا عبد اللہ کسب علوم نمود، و در ہفدہ سالگی، فاتحہ فراغ خواند، و چندے در وطن

خود بہ درس و افادہ پرداخت، بعد از ان بہ ملازمت شاہجہان بادشاہ رسید، و بہ تعلیم

شاہزادۂ محمد اورنگ زیب معین گردید۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"[2]

ان اساتذہ کے علاوہ اورنگ زیب نے مختلف علماء و فضلا سے بھی استفادہ کے طور پر

کچھ نہ کچھ پڑھا ہے، اور اس کا یہ سلسلہ شاید اخیر عمر تک جاری رہا ہے، اس سلسلہ میں سب سے پہلے

جس کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، وہ شاہجہان کا لائق وزیر علامی سعد اللہ ہے، احکام عالمگیری مصنفہ

حمید الدین میں ہے،

"حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند۔ ۔ ۔ ۔ سعد اللہ خان را کہ خطاب عصاے

پیری وزیر با تدبیر داشت، نزد او درس خواندہ خود را شاگرد او مقرر نمود"[3]

اس قسم کے دوسرے استاد مولانا سید محمد قنوجی تھے، ان کا سب سے مفصل حال بحر زخار

---

[1] عبد الحمید ج ۲ حصۂ دوم ص ۷۵-۶ ۔ و فرحۃ الناظرین، [2] آداب عالمگیری و تحفۃ الکرام صفحہ ۴۳،

[3] احکام عالمگیری صفحہ ۱۲،

نے دیا ہے، صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان الفاظ مین اُن کا تذکرہ کیا ہے،

"از فرقۂ سادات رسول واز اساتذۂ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ، ماہر علوم ریاضیہ وادبیہ بود،

وحاشیۂ مطول از تصانیف اوست[1]"،

تیسرے استاد ملا شیخ احمد معروف بہ ملا جیون تھے، یہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور اپنی تفسیر احمدی اور نور الانوار کی وجہ سے ہندوستان مین بہت مشہور ہین، ان کی نیکی اور معصومیت کے افسانے بھی زبان زد عام ہین[2]،

فرحۃ الناظرین کے مصنف نے دانشمند خان کو بھی اورنگ زیب کا استاد بتایا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ،

چون اورنگ خلافت وجہانداری بعز جلوس عالمگیری ارتفاع یافت خان مذکور (دانشمند خان) مورد مراحم خاقانی شد۔ . . . . . . وپادشاہ دین پناہ بعض کتب رانزد خان موصوف تکرار نمودہ خصوص احیاء العلوم امام غزالی از اول تا آخر تلمذ نمودہ[3]،

مآثر الامراء نے شیخ عبد القوی کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے، کہ اس کو بادشاہ کے استاد ہونے پر بہت ناز تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

بنا بر تقرب سلطانی وپندار استادیٔ پادشاہ (عالمگیر) اعتنا بشان مردم نمی کرد[4]

---

[1] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۸۳ [2] مآثر الکرام صفحہ ۱۷، ۲۱۶،

[3] اگرچہ مآثر الامراء جلد ۲ ص ۲۳ -۳۰ ومآثر الکرام جلد ۲ ص ۱۱-۱۰ مین دانشمند خان کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان دونون مین سے کسی نے بھی اس استادی کی طرف اشارہ نہین کیا ہے، علاوہ ازین برنیر نے بھی جو دانشمند خان کا تقریباً نوکر تھا، اس کا ذکر نہین کیا ہے،

[4] مآثر الامراء جلد اول ص ۶-۲۲۵،

فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب مین اورنگ زیب کے ایک اور استاد کا ذکر کیا ہے، وہ اس کا نام محمد صالح بتاتا ہے، لیکن عام تاریخین اور تذکرے اس کے بیان کی تصدیق سے خاموش ہین، عہد شاہجہان مین اس نام کے دو ایسے آدمی ہین، جو کسی نہ کسی طرح اورنگزیب کے استاد کہے جا سکتے ہین، ایک تو میر عبد اللہ مشکین رقم کا بیٹا میر محمد صالح ہے، جو خود بہت اچھا کاتب تھا، اور دوسرے میر محمد صالح بدخشانی، اوّل الذکر ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) مین مر گیا[1]، اور میر صالح بدخشی کا تمام شاہنامہ مین صرف ایک جگہ ذکر ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ یا تو برنیر کو بات سمجھنے مین غلطی ہوئی، یا پھر اس نے نام غلط دیا ہے،[2]

اس کے ساتھ یہ سنکر تعجب ہوگا، کہ یون تو ہر شخص جانتا ہے کہ اورنگ زیب حافظِ قرآن بھی تھا، اس نے یہ فخر و سعادت لڑکپن مین بسلسلۂ تعلیم نہین، بلکہ عمر عزیز کی ۴۳ بہارین گذر جانے کے بعد حاصل کی تھی، اس وقت جبکہ تمام ہندوستان کو برادرانہ جنگ کی مصیبتون سے نجات مل چکی تھی، اور اورنگ زیب بلا شرکت غیرے شہنشاہ محی الدین عالمگیر ہو چکا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اس کی پہلی ریاضت یا رسم شکر الٰہی تھی جو اس نے تاجدار ہونے پر اس معبود تاج بخش کی خدمت مین پیش کی، ابتداے حفظِ قرآن کی تاریخ آیت کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی (۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱ء) اور اختتام کی "لَوحٍ مَّحْفُوظٍ" (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲ء) سے نکلتی ہے، ایک سال کے اندر کلام مجید کو حفظ کر لینا ان حالات مین جنمین کہ اورنگ زیب گھرا ہوا تھا، اس کی قوتِ حافظ کی بین دلیل ہے، اورنگزیب کے ایک مقرب شاعر ضمیر نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا، ؎

توحامیٔ شرع و حامی تو شارع
تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو[3]

---

[1] تذکرۂ خوشنویسانِ ہند، صفحہ ۱۰۱ [2] ترجمۂ برنیر صفحہ ۸-۲۷۵،

[3] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲، عالمگیر نامہ ص ۱۰۹۲، مفتاح التواریخ ص ۳۹۸ و فرحۃ الناظرین،

اس کے درباری مورخ محمد کاظم اور اس کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کے مورخ مستعد خان ساقی نے بھی اس کے علمی مشاغل کا تذکرہ کیا ہے، اول الذکر لکھتا ہے،

"ازکمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ قدسیہ وہبیہ گشتہ تتبعِ علومِ دینیہ از حدیث و تفسیر عربیہ و فقہ شریف حنفیہ است، از بس بممارست مراتب شرعیہ و استکشافِ عقائد اصلیہ و مسائلِ شرعیہ اشتغال ورزیدہ اند، قوتِ حافظۂ اشرف مخزنِ این حقائق شدہ و بسیاری از کتبِ طریقت و سلوک و اخلاق چون احیاء العلوم و کیمیائے سعادت و دیگر تصانیفِ عرفا و اکابر و رسائل و مؤلفاتِ علمائے باطن و ظاہر بمطالعۂ ہمایون رسیدہ حل . . عضلات . و کشفِ اسرارِ آن فرمودہ اند، و بالفعل نیز بعد فراغ از نظمِ مہامِ سلطنت و سروری و تمہیدِ مراسمِ دین پروری و عدالت گستری، باین شرائفِ اشغال پیوستگی دارند[۱]"

صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے،

"ازکمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ وہبیہ گشتہ تتبعِ علومِ دینیہ از تفسیر و حدیث و فقہ است و تصانیفِ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و انتخابِ مکتوباتِ شیخ شرف الدین یحیٰ منیری و شیخ زین الدین قدس سرہما و قطب محی شیرازی رحمہ اللہ و ازین قبیل کتبِ دیگر ہموارہ بقدسی مطالعہ درآمد[۲]"

حفظِ قرآن کے متعلق عالمگیر نامہ میں ہے:-

ازجلائلِ فضائلِ آن خدیو یزدان پرست توفیق حفظ تمام کلام مجید ربانیست، درعین اوانِ سلطنت و جہانبانی و زمانِ اشتغال باموِر ملک رانی و کشورستانی کہ ہیچ یک از

---

[۱] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۱ [۲] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۱-۲،

سلاطینِ اسلام و دین پروران پاستانی را این خصیصہ سعادت چہرہ آرائے دولت نگشتہ

. . . . . اگرچہ ہم از مبادی مالِ دولت و اقبال برخے از سور کریمہ قرآنی و بسیارے

از آیات بینات فرقانی محفوظ خاطر اقدس بود، لیکن حفظِ مجموع کلام اللہ از آن بادشاہ

خدا آگاہ بعد جلوس بر اورنگِ حشمت و جاہ اتفاق افتاد . . . .

در عرض اندک وقتے و مختصر فرصتے مجموع کلام مجید و فرقان حمید با رعایت مراتب قرأت

و شرائطِ تجوید و ادراکِ شانِ نزولِ آیات بینات و تفسیرِ معانی و فہمِ اسرار و نکاتِ آن بر لوحِ

حافظۂ اشرف . . . . . . مرقوم گشت[1]"

اورنگ زیب کو امام غزالی کی کتابوں کیساتھ خاص شغف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اعظم کے

نام ایک خط میں ان کی ایک دوسری کتاب کا تذکرہ کرتا ہے :-

درین ولا حکم محکم صادر شد کہ رسالہ منتخب تبر المسبوک تصنیف امام حجۃ الاسلام در عقائد اجمال

بوکیل سرکار و ولتمدار حوالہ شد کہ بجناب عالی بفرستد[2]"

اسی طرح فقہ کی ایک کتاب کے متعلق صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے :-

ہیبت اللہ عرب از حیدر آباد جنس بادشاہی آوردہ از نظر انور گذرانید، از انجملہ نہایہ بود،

بخط ملا عبد اللہ صباح جلد اول آن بسرکار رسیدہ بود، و حضرت خواہانِ جلد ثانی بودند[3]"

یہ جو کچھ تھا، اورنگ زیب کے پڑھنے کے متعلق تھا، اس کے طرزِ تحریر، حسنِ خط، اور فنِ انشا

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۲ - ۱۰۹۱

[2] احکام عالمگیری نسخہ رامپور صفحہ ۵ [3] مآثر عالمگیری ص ۲۰۳، مآثر الامراء نے ایک واقعہ کا اور تذکرہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ معظم نے ایک فہرست قرآن عالمگیر کے سامنے پیش کر کے کہا، کہ یہ اپنے قسم کی پہلی کتاب ہے، اورنگزیب نے اپنے ناظمِ کتبخانہ کو حکم دیا کہ اس فن پر اس سے پہلے جو کتاب لکھی جا چکی ہے وہ لا کر شہزادہ کو دکھاؤ،

پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں اس لیے اس کو نظر انداز کرتے ہیں،

اورنگ زیب کو جس قسم کی اور جن لوگوں سے حصولِ تعلیم کا شرف حاصل ہوا تھا، اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ وہ ایک روشن ضمیر، صاف باطن، پابندِ صوم و صلوٰۃ، اور پکا مسلمان ہوتا، اور ایسا ہی ہوا[1]، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے:-

باقتضاے سعادات فطری در مراتب دینی بکمال رسوخ اتصاف داشتند و بمذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، عامل و بناے خمسۂ اسلام را کماینبغی تاسیس و تشیید می نمودند و پیوستہ با وضو و بذکر کلمۂ طیبہ و دیگر اذکار و ادعیۂ ماثورہ رطب اللسان می بودند، و صلواۃِ مفروضہ را اول وقت در مسجد و غیر مسجد با جماعت و جمیع سنن و نوافل و مستحبات را بحضور و خشوع تمام میکردند، و در شہور روزہاے بیض و در ایام ہفتہ دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ را صائم بودہ، نماز جمعہ در مسجد جامع بکافۂ مسلمین و عامۂ مومنین می گذاردند، و در لیالی متبرکہ باحیاے شب می پرداختند . . . . از غایت حق طلبی شبہا در مقصورۂ مسجد دولت خانہ صحبت باہل اللہی داشتند . . . . . وزکوٰۃ شرعی . . . ہر سال بارباب استحقاق می دادند، . . . . و ماہ مبارک رمضان را بصوم می گذرانیدند . . . . و در عشرۂ اخیرہ در مسجد معتکف می بودند[2]

اورنگ زیب کو چونکہ صحیح تعلیم حاصل ہوئی تھی، اور اس نے اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیا تھا، اس لیے شریعت کی پابندی کے ساتھ ہی ساتھ طریقت کا جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا، وہ بھی

---

[1] اورنگ زیب کی پابندی نماز کے متعلق دو اہم واقعہ تاریخوں میں مذکور ہیں، ایک جنگ بلخ و بدخشان کے سلسلہ میں، اور دوسرا جنگ کھجوا کی رات کو جب مہاراجہ جسونت سنگھ نے غداری کی،

[2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۵-۶،

وہ راستہ تھا، جس کی بنا ہندوستان کے سب سے بڑے مصلحِ طریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی، چنانچہ بعض تذکروں کے بیان کے مطابق اورنگزیب کو حضرت مجددؒ کے خلیفہ وصاحبزادہ حضرت محمد معصومؒ سے شرفِ بیعت حاصل تھا، ایک دوسرے بزرگ حضرت عبداللطیف برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، اورنگزیب جب دکن میں صوبہ دار تھا، تو اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، وہ مردار دنیا سے کتنی دور بھاگتے تھے، اس کا اندازہ اورنگزیب کے ایک خط سے ہو سکتا ہے، وہ لکھتا ہے:

"یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبداللطیف قدس سرہ الشریف رسیتیم ودر اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندے دہ از مضافات کرکون برائے مصارفِ خانقاہ مقرر کردہ شود این دو مصرعہ بر زبانِ صدق ترجمان راندند، بیت

شاہ ما را دہ دہد منت نہد　　　　رازقِ ما رزقِ بے منت دہد

گفتیم ہم چنین است، اما تقدیم خدمتِ فقراء واہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است نہ برائے از روئے منت گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادۂ باطن نیت خیر است نصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند، بلکہ بمظلومان محنت کش زیادہ ازاں گذارند، و درادِ وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبانِ سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے دیران مسکن دارند، مقرر سازند، و بدادِ مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نشود، و دستِ اقویا از حالِ ضعفا کوتاہ باشد، افزونی نعمت مشاہدہ نمایند"[1]

اورنگزیب اور دارا کی شدتِ مخالفت کی ایک بڑی وجہ ان دونوں کے مذہبی عقائد بھی تھے، اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، نہ صرف دارا بلکہ خود شاہجہان بھی اسکو اس سلسلہ میں طعن دیا کرتا تھا، لیکن یہاں پر اسکا موقع نہیں ہے، اس لیے ہم اس وقت نظر انداز کرتے ہیں،

[1] رقعات عالمگیر مطبوعہ رقعہ نمبر ۲۲، انکے علاوہ اسکو احمد آباد کے میر احمد درویش سے بھی عقیدت تھی، ایضاً نمبر ۴۴،

ہاتھی سے لڑائی اورنگ زیب کے عہدِ طفلی کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واقعہ، اس کا مست ہاتھی سے جانبازانہ لڑنا ہے، آگرہ مین ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ (۲۸ مئی ۱۶۳۳ء) کی صبح تھی، شاہجہان شاہانِ مغلیہ کی دیرینہ رسم کے مطابق ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا، دریا کے کنارے دو بدمست ہاتھی لڑنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے تھے، ان مین سے ایک کا نام سدھکر تھا، اور دوسرے کا صورت سندر تھا، دارا، شجاع، اور چاردہ سالہ اورنگزیب اپنے اپنے گھوڑون پر سوار میدان ہی مین کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، لڑائی شروع ہوئی، صورت سندر ایک طرف کو بھاگا، سدھکر نے تعاقب کیا، حریف دور نکل گیا تھا، اس لیے سدھکر نے مجمع کی طرف رخ کیا، سب سے آگے اورنگزیب کا گھوڑا تھا، مجمع مین ایک عام انتشار پیدا ہوگیا، لیکن اورنگزیب،

"بمردی ز جا یک سرِ مو نشد | ز پیشِ چنان سیل یکسو نشد
بتمکین سرِ رشتہ زبس جوہرش | نجنبید جز نبض از پیکرش"

اور جونہی اس کے پاس پہنچا اورنگزیب نے "بازوے جلادت کشودہ بزخم برچھ پیشانیِ آن دوِ نہادِ دیو نژاد را مجروح ساخت"، چوٹ کھا کر ہاتھی اور غضبناک ہوا، اور پورے جوش کے ساتھ اورنگزیب کی طرف لپکا، اس اثنا مین دوسرے لوگ وہان پہنچ گئے، اور انھون نے چرخی اور بان چھوڑنا شروع کیا، مگر سیہ مست ہاتھی پر اس کا کوئی اثر نہین ہوا، اور اس نے اورنگ زیب کے گھوڑے پر اس زور سے اپنے دانتون سے حملہ کیا کہ اورنگزیب کا گھوڑا لڑکھڑا کر گرا، حاضرین کی سانسین یک بیک رک گئین، لیکن اورنگ زیب کی پیشانی پر بل تک نہ تھا، وہ فوراً اچک کر کھڑا ہوگیا، تلوار نیام سے کھینچ لی، اتنے مین شہزادہ شجاع کی رگون مین برادرانہ محبت کے خون نے جوش مارا، وہ بڑھا ہی تھا، کہ اس کے گھوڑے کے ماتھے پر ایک چرخی آکر لگی، اور وہ وہین گر پڑا، دوسری طرف سے راجہ جے سنگھ نے نیزہ سے حملہ کیا، اس اثنا مین صورت سندر نے اپنے دشمن کو دوسری طرف

متوجہ دیکھ کر عقب سے آکر حملہ کیا، اور سدھکر جو اس وقت آتشبازی وغیرہ سے پریشان ہو چکا تھا بھاگ

کھڑا ہوا جس وقت اورنگ زیب باپ کے پاس پہنچا ہے، تو:۔

"خدیو خدا آگاہ نخست نونہالِ حدیقۂ سلطنت بادشاہزادہ محمد اورنگزیب را در آغوش شفقت

کشیدہ بتقبیلِ عاطفت پیرایۂ سعادت بخشیدند و بگوناگون عنایت و خطابِ بہادری نوازش

فرمودند"[1]

اس موقع پر اورنگ زیب نے جس طرح ایک سچے بہادر تیموری شہزادہ کی شان قائم رکھی،

اور جس طرح اس نے موت سے بے پروائی کا ثبوت دیا، وہ اس کی پر دلی، جوانمردی، اور استقلال

کا بین ثبوت ہے، پھر اس موقع پر جیسا کہ حمید الدین خان کا بیان ہے، اس نے شاہجہان کی نصیحت

کا جو جواب دیا، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اسی وقت سے دارا و اورنگ زیب کے

درمیان مخالفت کا بیج بو یا جا چکا تھا، اور باقی ۲۴ سالون مین یہ رشک و حسد، ریشہ دوانیون

اور سازشون کی آبیاری سے اتنا بڑھ چکا تھا، اور اس نے اتنی مہلک مضبوطی حاصل کر لی تھی،

کہ اورنگ زیب کو بالآخر اپنی حفاظت کے لیے اس درخت اور اس کے بونے والے سے

نجات پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دینا پڑا، حمید الدین کا بیان ہے:۔

"ایشان (اورنگ زیب) باہستگی طرفِ بادشاہ می آمدند، اعتماد خان ناظر نزدیک

آمدہ . . . . . باآواز بلند گفت شما آہستہ می آئید و بادشاہ عجب حال دارند،

باہستگی جواب دادند، کہ اگر فیل اینجامی بود، من جلدی میکردم، الحال چہ اضطراب است"،

اور جب شاہجہان نے دریافت کیا کہ:۔

"خدانخواستہ نوع دیگری شد چہ رسوائی بود؟" تسلیمات کردہ در جواب عرض کردند،

کہ اگر نوع دیگری شد رسوائی نبود، رسوائی این بود کہ از برادران شد ع

[1] عبدالحمید ج حصہ ا ص ۴۹۲-۴۸۹ عمل صالح جلد ص ۵۵-۴۷ ظفر نامہ عالمگیری ص ۲، خافی خان جلد ا صفحہ ۱۷۲،

پردہ پوش پادشاہان مرگ است

درین چہ رسوائی است[1]،

اس کے تین دن بعد" روز جمعہ دوم ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱ جون ۱۶۳۳ء) کو اورنگ زیب کی پندرھوین[15] سالگرہ تھی، اس دن یہ جشنِ سالگرہ جس شان سے منایا گیا، اسکو درباری مورخ نے ان الفاظ مین لکھا ہے،

"خاقانِ دریا نوال در دولت خانۂ خاص و عام آن اخترِ برجِ خلافت را بزر سرخ سنجیدہ این مبلغ (کہ پنجہزار اشرفی بود) بان کامگار حوالہ نمودند، وحکم فرمودند کہ وجہ مسطور بمستحقین بدہند، و آن والا نژاد را بعنایتِ خلعت وجیغہ مرصع و تسبیح مروارید، مزین بقطعہاے لعل و زمردِ گران بہا و کرۂ مرصع و بازو بند مرصع بالماس و اقسام انگشتری از لعل و یاقوت و الماس و مروارید و خنجر مرصع با پھول کٹارہ و شمشیر مرصع و سپر با یراق مرصع و برچھی مرصع و دو اسپ قبچاق، یکے سرافراز نام با زین مرصع و دیگرے با زین طلاے میناکار و فیل سدھکر با مادہ فیل کہ قیمت مجموعہ دو لک روپیہ شد سربلند گردانیدند،

سخن طرازانِ فارسی و ہندوستانی بنظم و نثر داستانِ آن بزم آرا نہ بگذارندند[2]"

اس اہم تاریخی واقعہ کے بعد ہم کو تقریباً ایک سال تک اورنگزیب کے حالات کا کوئی علم نہین، تاآنکہ غرۂ ربیع الثانی ۱۰۴۴ھ (۱۴ ستمبر ۱۶۳۴ء) کو اورنگ زیب ہم کو سفر کشمیر مین شاہجہان کے ساتھ نظر آتا ہے، اور اسی دن اس کو لوکہ بھون کا پرگنہ عطا ہوتا ہے[3]،

اس وقت تک اورنگزیب ایک معمولی کمسن شہزادہ کی طرح ۵۰۰ روپیہ یومیہ پاتا تھا لیکن سوم

[1] احکام عالمگیری ص ۲-۱، [2] عبد الحمید ج ۱ ح ۱ ص ۴۹۳، اس سلسلہ مین سعید اے گیلانی اور طالب کلیم کے قصائد قابلِ ذکر ہین، [3] ایضاً ج ۲ ص ۵۲،

رجب سنہ ۱۰۴۴ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۶۳۳ء) کو

"بمنصب دہ ہزاری ذات و چہار ہزار سوار و علم و نقارہ و تومان طوغ بلند پائیگی بخشیدہ فرمان دادند کہ بعد ازیں خیمہ سرخ برائے آں گوہر اکلیل سلطنت برپامی کردہ باشند"[1]

یہ اسکی حقیقی زندگی کی ابتدا تھی، جو ۶۴ سال تک اورنگزیب کو ہندوستان میں بسر کرنا تھی، آگے چل کر یہ معلوم ہوگا، کہ اُسے پہلے دن جو عہدہ دیا گیا تھا، اس کو اس نے اپنی شجاعت، بہادری، تدبر، تجربہ اور فن جنگ کے کمال مہارت کی بدولت نہ صرف باقی رکھا بلکہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے ترقی کے انتہائی درجہ تک پہنچکر شہنشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر بنا کہ

"ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند"

---

[1] عبد الحمید ج ۲ صفحہ ۶۵
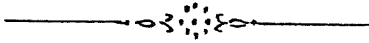
باب ۲

ابتدائی لڑائیان

اور

دکن کی نظامت

بندیل کھنڈ کی جنگ

بندیل کھنڈ کا علاقہ ہمیشہ سے اپنی شوریدہ سری، شورپشتی، رہزنی اور غارتگری کے لیے مشہور ہے، ہر عہد مین یہان کے باشندون نے حکومتون کو تنگ اور رعایا کو تباہ کیا ہے، اس علاقہ پر اگرچہ اکبر ہی کے عہد مین قبضہ ہو گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہی وہ علاقہ تھا جہان اکبر کا وزیر علامی ابوالفضل قتل کیا گیا، جہانگیر اس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اور اس نے موقع پاکر اس وقت جبکہ ابوالفضل دکن سے واپس آرہا تھا، بندیلہ سردار بیر سنگھ دیو کے ذریعہ اسے قتل کرادیا[1]، اگرچہ اکبر نے انتقاماً اسے ریاست سے بے دخل کردیا، لیکن اس کا اثر

---

[1] بیر سنگھ کو عبدالحمید اور بعض دوسرے مورخون نے غلطی سے نرسنگھ لکھا ہے، تذکرہ ہندی مین اس کی جو سوانحمری لکھی گئی ہے، اس کا نام بیر چرتر ہے، اور اس نے جو تالاب بنایا ہے اس کو عبدالحمید تک بیر ساگر لکھتا ہے۔ اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامراء جلد ۲ ص ۱۹۹ - ۲۰۹، اقبالنامہ جہانگیری، اور توزک جہانگیری مین ان عنایات و تفضلات کا حال جو جہانگیر نے بیر سنگھ اور اس کے رشتہ دارون کے ساتھ کئے مذکور ہیں، اور اب معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر اس کے احسان کے بوجھ سے اسقدر دبا ہوا ہے کہ وہ اس کی کسی درخواست کو رد نہین کرسکتا، یہ عہد دیکھنا بھی دلچسپ ہوگا

کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ جونہی جہانگیر تخت پر بیٹھا بیر سنگھ دیو کا ستارۂ اقبال چمک اٹھا، نہ صرف یہ کہ خاندان کے راجہ کو گدی سے جدا کر کے اُسے راج دیا گیا، بلکہ اُسے تقریباً مطلق العنان بنا دیا گیا، اب اس نے رہزنی و غارت گری شروع کر دی، اور اس مالِ غنیمت سے اس نے متعدد مندر، تالاب وغیرہ بنوائے اور جب وہ مرا، تو اپنی کروڑوں کی دولت بندیلہ رسم کے مطابق غیر معروف جگہوں میں دفن کر تا گیا۔

اس کا بیٹا جھجھار سنگھ جہانگیر ہی کے عہد میں اپنے باپ کی جگہ گدی پر بیٹھ چکا تھا، اور جب شاہجہان بادشاہ ہوا، تو دوسرے راجاؤں کی طرح وہ بھی دربار میں حاضر ہوا، لیکن نہ معلوم اسے کیا خیال پیدا ہوا، اور اس کے مشیروں نے اسے کیا رائے دی، کہ وہ ایک رات یک بیک بھاگ کھڑا ہوا، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کے تعاقب میں فوج روانہ کی، اسے شکست ہوئی، اور اس نے پھر اطاعت قبول کر لی، اس معاہدے کے باوجود وہ کب نچلا بیٹھ سکتا تھا، اس کی فطرت ہی میں رہزنی تھی، چنانچہ اس نے گونڈ علاقہ گڈھ کے دار السلطنت چوڑا گڈھ پر حملہ کر کے اور اس کے راجہ بھیم نرائن (پریم نرائن ؟) کو قتل کر کے اس پر اپنا قبضہ جما لیا، پریم کے لڑکے نے شاہجہان سے آکر شکایت کی، شاہجہان نے اس پر مندرجہ ذیل تہدیدی خط جھجھار کو لکھا:

"چون بے حکم اقدس خونِ بھیم نرائن و منسوبانِ او ریختہ، ولایت گڈھ را بتصرف در آوردہ است، سود کار او دران است کہ ولایت مذکور بہ بندہاے پادشاہی تسلیم نماید، و اگر می خواہد کہ در اقطاعِ او مقرر شود، در عوضِ آن جاگیرہاے حوالیٔ وطن بگذارد، و از نقود بھیم نرائن مبلغ دہ لک روپیہ بدرگاہِ والا بفرستد"[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) کہ ابو الفضل کے اعتقادات کی وجہ سے ایک بڑی جماعت اس کو ملحد و بے دین سمجھتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ جب بیر سنگھ نے ابو الفضل کے روپیے سے اپنا بڑا مندر بنوایا تو ایک شخص نے اسکے متعلق کہا: ع "مالِ حرام بود بجائے حرام رفت"

[1] عبد الحمید جلد اوّل حصہ دوم ص۹۵:۔ پروفیسر جدوناتھ سرکار اس خط کے متعلق اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:۔

اس کے علاوہ اس کے لڑکے سے یہ قصور بھی ہوا تھا۔ کہ جب خانجہان لودی آگرہ سے بھاگ رہا تھا تو راستہ مین اس کا علاقہ پڑتا تھا، اس کا لڑکا بکرماجیت وہان موجود تھا، اور اس نے او سے غیر معروف راستون سے اپنے ملک سے نکال دیا، اور اس طرح ایک باغی سردار کی مدد کی، عبدالحمید لکھتا ہے:۔

"چون آن کافر نعمت (خانجہان) خود را بولایت جھجار سنگھ بندیلہ . . . . . انداخت بکرماجیت پسر کلانِ او کہ در وطن بود، آن سرگردانِ بادیۂ ادبار را براہِ غیر متعارف از ملکِ خود گذرانید، اگر بکرماجیت آن مقہور راہ نمی داد، و بآسانی دستگیر می شد، یا بقتل می رسید[1]"

شاہجہان کا خط ابھی جھجار سنگھ کو ملا بھی نہین تھا، کہ اسے اپنے وکیل کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی خانجہان لودی، نظام الملک اور دکن کے دوسرے علاقون کے انتشار نے اس کے حوصلے بڑھا دیئے اور اس نے اپنے بیٹے کو جو اس وقت خان زمان کے ساتھ بالاگھاٹ مین تھا، لکھا، کہ وہ جس صورت سے ہو، وہان سے نکل بھاگے، اس نے باپ کے کہنے کی تعمیل کی، مگر خان دوران نے اس کا تعاقب کیا، اشتہ کے قریب لڑائی ہوئی اور شکست خوردہ بکرماجیت بھاگ کر دھامونی مین اپنے باپ سے جا ملا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) دو مقتول کے لڑکے نے بادشاہ سے شکایت کی، لیکن کسقدر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہ کو اس صاف و صریح ظلم پر بالکل غصہ نہین آیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اس لوٹ کے مال مین اپنے حصہ کا طالب ہوا" (اورنگزیب جلد اول صفحہ ۱۰) مگر میرا خیال ہے کہ شاہجہان نے علاقہ کی واپسی یا اس کے برابر بندیلہ علاقہ کا مطالبہ صرف اسلیے کیا تھا کہ وہ اس طرح بھیم نرائن کے لڑکے کی اشک شوئی کر سکے، چنانچہ خافی خان نے اس خیال کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یون بیان کیا ہے، کہ:

"حکمِ نصائح آمیز مشتمل برہنمائی بازگشت از راہ خطا و مسترد ساختن مالِ بھیم نرائن بوارثان مکرر بنام آن برگشتہ طالع صادر گردید" (منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۵۰۷)

[1] عبدالحمید حصہ اول صفحہ ۲۴۹؛

اب شاہجہان کے لیے اس کی تنبیہ ناگزیر تھی، تاکہ ماوراے نربدہ کی بلا اس طرف نہ آجائے اور اسکی تنبیہ کے لئے تین فوجین

"بسرکردگی سرداران... یکے عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ .... دوم سید خانجہان وسیوم خان دوران ..... معین گشتند"[1]

لیکن اب مشکل یہ آن پڑی کہ یہ تینون سردار ہم رتبہ تھے، اور ممکن تھا، کہ ان مین آپس مین اختلاف راے ہو جاے، اور ایسی حالت مین کوئی بھی ایسا نہ ہوتا جسکا حکم ان کے لیے ناطق ہوتا، اس لیے شاہجہان نے اورنگ زیب کو اس فوج کا سردار بنا دیا، اور اورنگ زیب کے فن حرب کی عملی تعلیم کی یہ رسم اللہ تھی، عبدالحمید کا بیان ہے،

"چون برخاطر خیبر ناظر ... پرتو، فگند کہ مبادا سرداران مذکور ..... از راے یکدگر سر برتابند، و موافقت بمخالفت منجر گردد، سرداری مواکب منصورہ بہ اختر سماے خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر مقرر فرمودند"،

چنانچہ پانزدہم ربیع الثانی ۱۰۴۵ھ (مطابق ۱۰ ستمبر ۱۶۲۰ء) آن والا گوہر را ...

..... باضافہ ہزار سوار بمنصب دہ ہزاری پنجہزار سوار .... روانہ آنصوب فرمودند[2]"

اس فوج نے جھجھار سنگھ کو شکست دیکر پہلے اورچھا (اندوچہ) پر قبضہ کیا اور یہان دیبی سنگھ کو جو بیر سنگھ اور جھجھار سنگھ دونون کو غاصب سمجھتا تھا، اور جس نے اسی گدی کے وعدہ پر بادشاہ کی مدد کی تھی، راجہ بنا دیا گیا، جھجھار یہان سے دہامونی بھاگا، لیکن وہان بھی اس کے قدم نہ جم سکے وہان سے اپنے خاندان سمیت گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوا، اب اس کے لیے دوہری مصیبت

[1] عبدالحمید ج ۱ ص ۹۹، [2] ایضاً

تھی، ایک طرف مغل فوج سختی سے تعاقب کر رہی تھی، اور دوسری طرف گونڈ جان کے دشمن تھے، آخر وہ اور اس کا لڑکا مارے گئے، دوسرے لوگ قید ہوے، اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا،

اسی سلسلہ مین چانڈا کے گونڈ راجہ کیبا نے بھی اطاعت قبول کر لی[1]،

دکن | اس بد قسمتی کا کیا علاج ہو سکتا ہے، کہ وہی چیز جو تمام حکومتون اور فرمانرواؤن کے لیے طرۂ امتیاز اور تمغاے افتخار ہو، وہی کارروائیان، جو سلاطین اور کشور کشاؤن کے حالات مین کارنامے کہے جائین، عالمگیر اورنگزیب کے لیے ذلت و بدنامی، رسوائی و شرمساری کا موجب ہون رومیون نے قدیم دنیا کے تینون براعظمون کے بیشتر حصہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے کچل دیا، لیکن یہ اُن کی عظمت و شوکت کا سبب بن گیا، سکندر اعظم نے مقدونیہ سے لیکر پنجاب تک تمام متمدن ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، لیکن یہی بربریت اس کی بڑائی کا ذریعہ ہے، دور کیون جائیے، خود مغلون کے سب سے زیادہ نیکدل، غیر متعصب، وسیع المشرب، بادشاہ اکبر نے بہار بنگال، مالوہ، گجرات اور راجپوتانہ کو ہضم کر کے نربدہ پار کی مسلم ریاستون پر حملہ کیا، اور خاندیس، برار اور احمد نگر، وغیرہ پر قبضہ کیا، اس غاصبانہ قبضہ کا صلہ کیا تھا، کوئی مخالفانہ تنقید، کوئی منصفانہ فیصلہ؟ نہین، بلکہ اُسے "اعظم" کا خطاب دیا گیا،

جہانگیر و شاہجہان، نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتون سے تمام عمر لڑتے رہتے ہین، تو مورخون کے کانون پر جون تک نہین رینگتی، لیکن جب اسی نامکمل و ناتمام کام کو اورنگزیب مجبورًا پورا کرتا ہے، تو اسے ظالم، غاصب، غیر سیاست دان اور متعصب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، وہ کونسا انسان ہی، جو اپنے ذرائع مین وسعت کا طلبگار اور اس کے لیے کوشان

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبد الحمید ج ا ح ۲، منتخب اللباب، عمل صالح،

نہین ہے، آج تک دنیا مین وہ کونسی حکومت رہی ہے جس نے اپنے کو ابتدا سے انتہا تک صرف
ایک مربعہ کے اندر محدود رکھا ہے، اور کیا آج اس تمام ادعاے تمدن و تہذیب اور صداے جمہوریت
و اشتراکیت کے باوجود جوع الارض اور شہنشاہیت کا بھوت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط طریقہ پر اپنی
گرفت مضبوط نہین کئے ہوے ہے، فرق صرف اتنا ہے، کہ پہلے جو کچھ ہوتا تھا، اس کا تمامتر دارومدار
ایک شخص واحد پر ہوتا تھا، اور اب تمام ملک اور ساری قوم متحدہ طریقہ سے اس جرم مین شریک ہے،
اس لیے جرم کی نوعیت زیادہ سخت، زیادہ مہلک، اور زیادہ تباہ کن ہوگئی، مگر پھر بھی یہ تمدن و
تہذیب کا دور اور حریت و آزادی کا زمانہ ہے، اور کسی کی مجال نہین، کہ اس کے کسی آئین کے
خلاف انگلی بھی اٹھا سکے،

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

تاریخ کی اس ناقابل تردید حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے، کہ جونہی اکبر کو شمالی ہند کے
جھگڑون سے نجات ملی، اس نے فوراً بندھیاچل اور نربدا کی پار والی اسلامی حکومتون کو اپنی وسیع
حکومت مین شامل کرنے کی کوشش شروع کردی، اپنے بیٹون کو وہان بھیجا، چنانچہ ایک کا تو وہین
انتقال ہوا، اور آخر مین خود بھی گیا، خاندیش، برار اور احمدنگر تک پر قبضہ کرلیا، کیا یہ اسلامی ریاستین
نہ تھین؟ کیا انھون نے مغلون کی سرحد پر کسی قسم کی بھی کوئی جارحانہ پیش قدمی کی تھی؟ کیا انمین
سے کسی ایک نے بھی کسی باغی و سرکش کا ساتھ دیا تھا؟ کیا ان مین سے کسی نے بھی مفرور ملزم کو پناہ
دی تھی؟ نہین ان مین سے کچھ نہ تھا، یہ وسعت حکومت کے خواب کی جو ہر بادشاہ دیکھتا ہے،
عملی تعبیر تھی، اور بس!!

جہانگیر نے بھی بجز کانگڑا اور راناے اودے پور کی لڑائیون کے تمام عمر اپنی تمام فوج کو

دکن ہی مین مصروف، کھا عبدالرحیم خانخانان، اعظم خان، ابوالحسن، آصفخان، شہزادہ پرویز اور شہزادہ خرم کون تھا جو ان جنگون مین شریک نہین ہوا، پھر کیا اُسوقت بیجاپور اور گولکنڈہ، احمد نگر، دولت آباد کے فرمانروا سنی ہوگئی تھی، انھون نے شیعیت سے توبہ کرلی تھی؟ نہین، ایسا نہین تھا، تو پھر اسکا سبب وہی وسعت حکومت کا شوق!

شاہجہان نے بھی ابتدا ہی سے اسکی طرف توجہ کی، خانجہان سے لیکر اسوقت تک کہ اورنگزیب اپنی حفاظت کیلیے دکن سے روانہ ہوا، دکن ہی مسلسل لڑائیون کا مرکز بنا رہا، تو کیا اسوقت شاہجہان کوئی سیاسی غلطی کررہا تھا، کیا وہ ان اسلامی حکومتون کو مٹا کر مرہٹون کی قوت بڑھا رہا تھا، یا اپنے خیال مین تمام ہندوستان کو ایک واحد حکومت بناکر اپنی سلطنت کی مرکزیت کو مضبوط بنا رہا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا، تو ہمارے ناقدین کو تو خوش ہونا چاہئیے تھا، کہ اورنگزیب نے اپنے پردادا، دادا، اور باپ کے نقش قدم پر چلکر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کا فخر و امتیاز حاصل کیا،

اکبر کی وفات کے وقت خاندیس و برار کے علاوہ نظام شاہی حکومت کا علاقہ جسمین احمد نگر وغیرہ شامل ہین مغلون کے دست تصرف مین آگیا تھا، جہانگیر جب تخت پر بیٹھا تو اوسنے بظاہر اُسطرف توجہ کم کردی، اسکا ایک نتیجہ تو یہ ہوا، کہ دکن کے مغل افسرون نے اپنے فرائض کی ادائگی مین کوتاہی شروع کردی، دوسری طرف نظام شاہی حکومت مین ایک حبشی غلام ملک عنبر نے عروج و رسوخ پیدا کرکے مردہ روح مین جان ڈالدی، تینون دکنی ریاستون کو مضبوط کرکے اوسنے اتنی قوت حاصل کرلی، کہ اپنے علاقہ کی واپسی تو کیا شاہی افسرون کو لوٹنا اور قلعون کا محاصرہ شروع کردیا، جب جہانگیر کو اسکا علم ہوا، تو اُسنے شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو وہان بھیجا، خرم نے نہ صرف ملک عنبر کو مغلوب کرلیا، بلکہ بیجاپور کے فرمانروا سے بھی صلح کرکے دوستی پیدا کرلی، اقبالنامۂ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے،

"جمیع دنیاداران دکن سر خدمت در ربقۂ اطاعت و فرمان پذیری نہادہ حدود متعلقہ بادشاہی را ...... پرستاد ند بہادر تصرف اولیاے دولت قاہرہ باز گذاشتند و مفاتیح قلعہا و حصنہا بتخصیص قلعۂ احمدنگر تونہ و کلا سپرد گاہ والا نمودند ......

ودیا لتماس آں برگزیدۂ دین و دولت عادلخان بخطاب مستطاب فرزندی کہ ذریعۂ فخر و مباہات بود ......

وایں بیت را بدیہہ گفتہ بقلم خاص در عنوان فرمان ثبت فرمودند۔ بیت

شدی از التماس شاہ خرم — بفرزندی، مشہور عالم"

لیکن یہ حالت دیرتک قائم نہ رہی اور ملک عنبر نے دوبارہ ... کے پادشاہی علاقہ پر حملہ شروع کردی، جب جہانگیر کو اسکی خبر ہوئی تو ایک بڑی فوج ... سے پیچھے روانہ ہوا، اس وقت

تک خرم نے ایک مرتبہ پھر سب کو مغلوب کر لیا تھا، اور اس طرح صلح ہو گئی کہ

"بعد از عجز و زاری بسیار مقرر گشت کہ سوائے ملکے کہ از قدیم در تصرف بندہائے درگاہ بود موازی چہاردہ کرور دام دیگر از محال کہ متصل بسرحدہائے بادشاہی است، واگذارند، و پنجاہ لک روپیہ پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانند[1]"

شاہجہان اور مہابت خان کی بغاوت، پھر جہانگیر کی موت، اور شاہجہان کی تخت نشینی کے جھگڑے دکنیوں کے لیے خدا ساز باتین تھین، اور انھون نے ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، نظام شاہی نے تمام بالاگھاٹ وغیرہ لے لیا، شاہجہان کو اصلاح حال کے لیے فوراً اس طرف توجہ کرنا پڑی خان جہان کی بغاوت نے اس معاملہ کو نازک تر کر دیا، چنانچہ متعدد فوجین دکن کی طرف روانہ کی گئین، انھون نے ایک طرف تو نظام شاہیون کا خاتمہ کر دیا، اور دوسری طرف عادل شاہ وغیرہ کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیا، لیکن بیجاپوری اپنے وعدے پر قائم نہ رہے، دوسرے شیواجی کے باپ نے نظام شاہی خاندان کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر بغاوت کر دی، اب شاہجہان کو ازسر نو دکن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، اور وہ ایک مرتبہ پھر اس طرف گیا،

یہان پر ہم مرہٹون کی اس خصوصیت کو جو ان کی عامیانہ چال رہی ہے، واضح کر دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جائے، کہ ہمیشہ سے ان کا کیا دستور رہا ہے، اور کس طرح وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر غداری اور نمک حرامی پر اتر آتے تھے، اسی ساہوجی بھونسلہ کے سسرالی خاندان نے شاہجہان کی اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن پھر جا کر برہان شاہ سے مل گیا اور جب جادو رائے اس کے دو بیٹے اور اس کا پوتا برہان شاہ کی سازش سے دربار مین قتل کر دیئے گیے تو اس کے پس ماندہ پھر شاہجہان کے پاس آ گئے، اسی طرح خود ساہوجی نے ابتدائً اطاعت قبول کی اور اس کے خاندان کے دوسرے ارکان نے اس کی پیروی کی لیکن موقع پر نظام شاہی خاندان کے بچے کو گدی پر بٹھا کر مغلون سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا، یہی حال شیواجی وغیرہ کا بھی تھا[2]

---

[1] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۳، [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو بادشاہ نامۂ عبد الحمید، عمل صالح منتخب اللباب البساتین السلاطین وغیرہ،

شاہجہان دکن کی مہم کے لیے خود روانہ ہوا، اس اثنا میں ججھار سنگھ کا معاملہ تقریبًا ختم ہو چکا تھا، اور "سیوم رجب (۱۰۴۵؁ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۶۳۵؁ء) . . . . . پادشاہزادۂ کامگار حسب الحکم از ناحیہ دہامونی معاودت نمودہ شرف ملازمت دریافتند" اور باپ بیٹے سفر کا لطف اٹھاتے ہوے ۲۴ رمضان (۲۱ فروری ۱۶۳۶؁ء) کو دولت آباد پہنچے،

اسی اثنا میں شاہجہان نے عادل شاہ اور قطب شاہ دونون کے نام فرمان روانہ کر دیے تھے کہ اگر وہ پہلے کی طرح پھر اطاعت قبول کر لین تو ان کے علاقے علی حالہ محفوظ رہین گے، چنانچہ عادل شاہ کے نام کے فرمان کے ضروری اقتباسات یہ ہین:-

"چون عادل خان مرحوم اخلاص و رستی بخدمت موفور السعادت داشت و ما نیز بدولت و اقبال عنایت خاص بآن مرحوم داشتیم . . . . وپس از رحلت آن غفران پناہ . . . . . حقیقۃً تقصیرے ازان زبدۂ مخلصان ارادت کیش سر بر نزدہ بل مصدر ہر تقصیرے کہ درین مدت ازان طرف بوقوع آمدہ غلام بد اصل بدطینت بود . . . . بنا بریں ما بدولت و اقبال غایت عنایت و نہایت مرحمت نسبت بآن عدالت پناہ داریم، و ملکے کہ عادل خان مرحوم در تصرف داشت، آن را . . . . بآن زبدۂ مخلصان عقیدت پیشہ مرحمت فرمودہ ایم . . . . . .

می باید کہ آن عدالت و نصفت پناہ قدر عنایات بے غایات بادشاہانۂ مارا دانستہ سررشتۂ اخلاص و بندگی خود را بایں درگاہ خلائق پناہ مستحکم داشتہ آنچہ لازمۂ مریدی بودہ باشد بعمل آورد . . . . او باشے چند مثل ساہو وغیرہ . . . . . باعتماد حمایت آں عدالت دستگاہ ماندہ اند، اگر آن نصفت منزلت بہبود خود را میخواہد می باید کہ دست از حمایت ایں اوباشان باز دارد، و چوں بعد از جلوس اقدس تا حال

پیش کشِ آن عدالت و نصفت پناہ بدرگاہ . . . . . نرسیدہ واجب و لازم آنکہ پیش کشے را کہ حکم فرمودہ ایم . . . . ارسال دارد . . . . "

ہرگاہ آن مرحوم باوجود آنکہ قلعہ شولاپور و محالِ ونکوازان مبرور گرفتہ بملک عنبر دادہ بودیم آنجناں پیشکشے فرستادہ باشد، درین وقت کہ ما بدولت بآں عدالت مرتبت قلعۂ شولاپور و آں محال را عنایت مینمائیم باید کہ پیشکشے . . . . . بفرستد[1]

قطب الملک کو جو فرمان بھیجا گیا، اسمین خفگی کے متعدد اسباب تھے، اُن مین اہم ترین یہ تھا کہ "قطب الملک نیز عروۂ و ثقائے بندگی و حبلِ متینِ عبودیت از دست دادہ باعادل خان راہ موافقت می پیمود"

دوسرے اسباب خود فرمان کے الفاظ مین یہ ہین:-

"بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ کہ در ملکِ آن قطبِ فلکِ شوکت، علی رؤس الاشہاد سبِّ اصحاب کبار رضہ . . . . می نمایند و آن ایالت پناہ منع نمی کند . . . . . . بنابرین . . . . حکم میفرمائیم کہ از ملک خویش این امرِ قبیح و فعلِ شنیع برطرف گرداند . . . . دیگر بعرض رسید کہ خطبہ را دران ملک بنام فرمانروائے ایران می خوانند، ہرگاہ آن ایالت پناہ دعوئ مریدئِ ما می نمود باشد، با فرمان روائے ایران چہ رجوع دارد؟ . . . . . . "

دیگر مبلغے کلی از بابتِ پیشکشِ آں ایالت و شوکت پناہ را باید داد . . . . .

. . . . . و اعلام نماید کہ ما بدولت و اقبال نظر بوفورِ اخلاص . . . . کہ پدرِ آن ایالت پناہ سلطان محمد قطب الملک مرحوم بخدمت ما داشتہ . . . . .

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اوّل حصہ دوم ص، ۱۳۰-۱۲۶

آن ملک را باو مرحمت فرمائیم[1]"

قطب الملک نے اپنے مین مقابلہ کی قوت نہ پاکر فوراً اطاعت قبول کرلی، اور بادشاہ کے ایک حکم کی تعمیل کردی اور بالفاظ شاہجہان "قریب پنجاہ لک روپیہ پیشکش کہ بعد از جلوس اقدس مقرر فرمودہ بودیم ارسال داشت" اس لیے اس کے ساتھ اس رعایت کیساتھ صلح ہوئی، کہ

"از جملہ چہار لک ہون کہ ہر سال حسب الحکم الاشرف بنظام الملک می داد، دو لک ہون را ہر سال بسرکار خاصہ شریفہ واصل سازد و دو لک ہون دیگر بآن قطب فلک شوکت معاف باشد[2]"

اسی کے ساتھ جب عادل خان کیساتھ صلح ہوگئی، تو اسے بھی یہ تاکید کیگئی کہ

"آں عدالت پناہ ہم کہ کلان ترین دنیا داران دکن . . . . . وبجاے برادر کلان آں قطب فلک ایالت است، اصلاً و مطلقاً در مقام رسانیدن ضررے بملک آں قطب فلک شوکت نشود، و متعرض محال متعلقۂ او نہ گردد، و تکلیف دادن چیزے از نقد و جنس بآن قطب فلک ایالت نکنند . . . . واین مقدمہ را نیز از شرائط این قرار داد دانند[3]"

لیکن افسوس کہ یہ دو لاکھ ہون کی رعایت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کی تباہی کا سبب ہوئی،

عادل شاہ نے کچھ تو مرہٹون کی مدد کے بھروسہ پر اور کچھ اپنے امراء کی ایک جماعت کے

---

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص ۲۴-۱۳۰، [2] جناب سید ہاشمی صاحب نے تاریخ ہند براے انٹرمیڈیٹ حصہ۲ مین اس رعایت کو غلط طور سے عادل شاہ کی طرف منسوب کردیا ہے، اور اس غلطی مین پڑکر یہ ذفیسر سرکار پر غلط اعتراض کردیا ہے، [3] عبد الحمید ج ۱ ح ۲ ص ۱۷۱،

خیالات سے متأثر ہو کر جنگ کی ٹھان لی۔ لڑائی شروع ہوئی، اور مغل فوج فاتحانہ پیش قدمی کرتی ہوئی بیجاپوری دارالسلطنت تک پہنچ گئی، بیجاپوریون کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو انھون نے اپنے ہی علاقہ کو ویران اور مضافات کو تہ آب کر ڈالا، مغلون کے قدم بھی رک گئے، اب پھر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور مندرجہ ذیل مراعات کے ساتھ معاملہ ختم ہوا،

"مابدولت تمام ملکے کہ از عادل خان مرحوم بآن عدالت مرتبت رسیدہ بآن زبدۂ مخلصان مرحمت فرمودیم، و از ملک نظام الملک ہم محال و نکو قلعہا ے کہ در آن محال واقع است و قلعۂ شولاپور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و قلعۂ پرینده ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و پرگنہ بھالکی و پرگنہ چیت کوبا واز ولایت کوکن انچہ بہ نظام الملک متعلق بود، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و پرگنہ چاکنہ را کہ مجموعہ پنجاہ پرگنہ میشود و قریب بست لک ہون حاصل دارد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرحمت فرمودیم"[1]

لیکن ان مراعات کے حصول کے لیئے تین شرطین بھی تھین:-

(۱) حکومت مغلیہ کی اطاعت،

(۲) نظام شاہی افسرون سے بے تعلقی،

(۳) قطب الملک سے دوستانہ و مساویانہ تعلقات کا قیام،

اورنگ زیب کی نظامت دکن عادل شاہ نے اس کے بعد بادشاہ کی ایک تصویر مانگی، اور اسکی یہ استدعا بھی منظور ہوئی، اب شاہجہان کے لیے کچھ کام نہین رہ گیا تھا، کیونکہ عادل شاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ساہو جی[2] بھونسلہ اور دوسرے باغی نظام شاہی سردارون کا خاتمہ کر دے گا، بالآخر شاہجہان نے اورنگ زیب کو جو بندیلہ جنگ کی کامیابی کے بعد سے باپ ہی کے ساتھ تھا، ذی الحجہ

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۲۹، [2] فارسی تاریخون نے شیواجی کے باپ کو جو عام تاریخون مین شاہ جی بھونسلہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے، "ساہو جی" لکھا ہے اور ہم نے ان کی پیروی کی ہے؛

۱۰۴۵ھ (۲۹ اپریل ۱۶۳۶ء) کو تمام دکنی علاقہ کا صوبہ دار بنا دیا، اور خود شمالی ہند کی طرف روانہ ہوا، اورنگزیب اس سفر مین بھی تین دن ساتھ رہا اور

"بستم صفر ۱۰۴۶ھ (۱۴ جولائی ۱۶۳۶ء) نور حدیقۂ خلافت را . . . .

از حوالی دولت آباد مرخص ساختند۔"[1]

شاہجہان نے ابتداءً اپنے دکنی مقبوضات کو دو حصون مین تقسیم کیا تھا، لیکن موجودہ فتوحات کی وجہ سے اب اس کو مندرجہ ذیل چار صوبون مین تقسیم کرنا پڑا،

"یکے دولت آباد با احمد نگر و دیگر محال کہ آن را صوبۂ دکن نامند۔

"دوم تلنگانہ و این در صوبۂ بالا گھاٹ واقع شد"

سیوم خاندیس کہ حصار آن باسیر و شہر برہانپور شہرت دارد"

چہارم برار کہ ایلچپور حاکم نشین آن است و حصن مشہور گاویل است۔"

ان چارون علاقون مین ۶۴ قلعے ہین، جنمین ۵۳ پہاڑون پر تھے، تیسرا صوبہ بالکل اور چوتھے صوبہ کا ایک حصہ آباد تھا، اوران صوبون کی مجموعی آمدنی ۶۴ ارب دام یعنی تقریباً پانچ کروڑ روپیہ تھی، یہ حالات تھے، جن کے ماتحت اورنگزیب نے اپنی اولین نظامت کا آغاز کیا

اب اورنگزیب کے سامنے جو اہم ترین کام تھا، وہ یہ تھا کہ وہ نظام شاہی علاقہ کے ان قلعون کو جنپر مرہٹہ سردار ساہوجی یا دوسرے حبشی اور راجپوت سردار قابض ہین، فتح کرے، شاہجہان نے دکن سے جانے سے پہلے ہی دو افسرون کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا تھا، چنانچہ خان دوران نے ادگیر کو حبشی سردار سیدی مفتاح سے (جو بعد مین حبش خان[2] کے نام سے مشہور ہوا) اور اوسہ کو راجپوت افسر بھوج راج سے فتح کیا، اور پھر گونڈوانہ مین داخل ہو کر دیوگڈھ کے راجہ

---

[1] عبدالحمید ج ۱ ح ۱ ص ۲۰۵ [2] مآثر الامراء جلد ا ص ۳-۸-۶۹-۵،

کو اطاعت پر مجبور کر کے مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا، دوسرے افسر خان زمان نے بیجاپوری سردار

رندولہ کے ساتھ ساہوجی بھوسلہ کا تعاقب کیا، اور اس کے مختلف قلعوں کو فتح کرنے کے بعد اسے

اطاعت پر مجبور کر دیا، اس کا ساختہ نظام شاہی بادشاہ بھی گرفتار ہوا، اب ساہوجی نے بیجاپوری

دربار کی ملازمت اختیار کر لی، اور اس طرح نظام شاہی علاقہ مغلون کے قبضہ مین آگیا، تقریباً

دو کروڑ کا نقد و جنس ہاتھ لگا، اور اُن کی آمدنی مین ایک کروڑ کا اضافہ ہو گیا،

لیکن ابھی اورنگ زیب کا کام ختم نہین ہوا تھا، بگلانہ کا علاقہ گجرات و خاندیس کے

راستہ مین تھا، اس کے قلعے ناقابلِ تسخیر سمجھے جاتے تھے، اور اس علاقہ کو آزاد چھوڑنا مغل حکومت

کے لیے ہر وقت خطرہ کا سبب ہو سکتا تھا اسی لئے جب اورنگزیب شادی کے بعد آگرہ سے لوٹا

ہے تو شاہجہان نے اس کے فتح کرنے کا حکم دیدیا تھا، اور مرہٹہ سردار مالوجی[1] اور طاہر خان

کو سات ہزار فوج کے ساتھ اس کی تسخیر کے لیے روانہ کیا گیا انھون نے اس علاقہ کو فتح کر لیا

اور اس کا راجہ بہرجی[2] مغل ملازمت مین داخل ہوا، بہرجی کا داماد سوم دیو رام نگر کا راجہ تھا

لیکن چونکہ اس کی آمدنی خرچ سے زیادہ تھی، اس لیے اس سے دس ہزار کی رقم لے کر اسے

علی حالہ چھوڑ دیا گیا،[3]

اب صرف ایک مرہٹہ سردار کھیلوجی باقی رہ گیا تھا، ابتداءً وہ نظام شاہی ملازم تھا،

پھر شاہجہان کے یہان پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا، لیکن دولت آباد کے

فتح کے وقت اپنے نئے مالک سے نمک حرامی کر کے پھر نظام شاہیون سے مل گیا، اس کے بعد

عادل شاہ کی ملازمت اختیار کر لی، صلح کے بعد عادل شاہ نے بھی اس کو الگ کر دیا، اب

---

[1] مالوجی مآثر الامراء جلد سوم ص ۴۰-۵۲۰ و طاہر خان ایضاً ص ۴۰-۵۳۶ [2] مآثر الامراء جلد اول ص ۲-۴۰۵

[3] عبد الحمید ج ۲ ص ۹-۵۰۱،

اس نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا، اورنگ زیب نے ملک حسین کو اس کی تنبیہ کے لیے بھیجا، وہ گرفتار ہوا، اور قتل و غارتگری کے سلسلہ مین "بسزاے کردارش رسید"[1]

اورنگزیب آٹھ سال (۱۴ جولائی ۱۶۳۶ء سے ۲۸ مئی ۱۶۴۴ء) تک دکن کا گورنر رہا، اس عرصہ مین اس نے نہ صرف دکن کے مغل علاقون کو باغیون، رہزنون، اور ڈاکوون سے پاک وصاف کیا، بلکہ اس مین بگلانہ وغیرہ کا اضافہ بھی کیا، اندرونِ ملک کے انتظام و آبادی کے لیے بھی اس نے پوری کوشش کی، اور ایک بڑی حد تک اسمین کامیاب بھی ہوا، چنانچہ قندھار سے واپسی کے وقت جب وہ دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور جب شاہجہان نے جو بلا وجہ اس سے ناخوش تھا، یہ لکھا تھا کہ:-

"اگر آن مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است" (۵/۳۴)

تو اس کے جواب مین اورنگزیب نے اس طرح اپنی گذشتہ کامیاب نظامت کا حوالہ دیا تھا کہ:-

"قبلہ و کعبۂ دو جہانی سلامت! بر ضمیر منیرِ آنحضرت مکشوف خواہد بود کہ این عقیدت منش ہر چند کہ در آباد انکاری و پرداختِ صوبجات عمدۂ با سائرِ مریدان برابری ندارد، اما از ابتداے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ ہیچ گاہ در پرداختِ امور ملکی و نسقِ مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمین صوبۂ دکن را کہ در نہایتِ ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است و شاید بعد تغیر حقیقتِ آن بمسامع علیہ رسیدہ باشد" (ایضاً)

اس عرصہ قیام مین اورنگزیب کے منصب مین بھی ترقی ہوتی رہی، اور وہ دہ ہزاری پنجہزار سوار سے پانزدہ ہزاری ذات و دہ ہزار سوار، شش ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب تک ترقی کر گیا۔[2]

اسی عرصہ مین وہ چار مرتبہ دکن سے شمالی ہندوستان بھی آیا، اس مین دو مرتبہ

---

[1] مآثر الامراء ج ۳ ص ۱۰۲ – ۱۰۳ [illegible]	[2] عمل صالح جلد اول حصہ دوم ص ۲۰۷، و جلد دوم ص ۲۰، ۴۰، ۳۸، و ۲۹۵

خاص اہمیت رکھتا ہے، ایک مرتبہ تو اس وقت جب وہ اپنی شادی کے لیے آیا ہے، اور دوسری
، جبکہ جہان آرا جلی ہے، اس آخری آمد کے بعد وہ شاہی عتاب کا مورد اور پھر دوبارہ
منصب پر بحال ہو کر گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوتا ہے، چاروں دفعہ کی آمد کی یہ تاریخیں ہیں،

تاریخ آمد	تاریخ معاودت
(۱) ۲۶ر ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ (۱۶ اپریل ۱۶۳۷ء)	۲۳ر ربیع الثانی ۱۰۴۷ھ (۴ر ستمبر ۱۶۳۷ء) برائے کتخدائی
۱۵ر رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ (۳۰ر دسمبر ۱۶۳۹ء)	۱۰ر ذی القعدہ ۱۰۴۹ھ (۲۰ر فروری ۱۶۴۰ء) برائے زیارت
۹ر ذی الحجہ ۱۰۵۱ھ (۱۱ر مارچ ۱۶۴۲ء)	۴ر محرم ۱۰۵۲ھ (۲۵ر مارچ ۱۶۴۲ء) "
۱۵ر ربیع الاول ۱۰۵۴ء (۲ر مئی ۱۶۴۴ء)	برائے عیادت جہان آرا

یہاں پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے، کہ ہر مرتبہ قیام کے دن واضح طور سے کم ہوتے جاتے
، اور یہ چیز تعلقات کی اس اندرونی کشیدگی کو ظاہر کرتی ہے، جو باپ، بھائی بہن اور
نگ زیب میں غیر مرئی طریقہ سے پیدا ہو رہی تھی، اور جس کا نتیجہ آخری آمد کے وقت یہ ہوا
ہ اپنے منصب سے الگ اور حاضری سے منع کر دیا گیا،

باب ۳

اورنگزیب کی متاہل زندگی اعتزال

اور

گجرات کی صوبداری

اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا، کہ اسے اپنی شادی خانہ آبادی کے لیے دکن سے آگرہ آنا پڑا، مغل سلاطین ہندوستان کے فضلاء، اور ایران کے شاہی خاندان کے ارکان سے رشتہ داریاں قائم کیا کرتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے لیے بھی ایران کے سابق امیر مرزا رستم خان کے لڑکے نواب شاہ نواز خان کی لڑکی دلرس بانو کا انتخاب ہوا، رستم خان صفوی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اورنگزیب ۳۰ ذی قعدہ سنہ ۴۶ھ (۱۵ اپریل ۱۶۳۷ء) کو آگرہ کے قریب پہنچا، تو شاہجہان نے

"از عواطف پدری این رباعیٔ طالب آملی را مرقوم قلم اعجاز رقم ساختہ نزد آں والا گہر فرستادند، نظم

با مژدہ اگر زود در آئی چہ شود ۔۔۔ پا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود

زود آمدنت نظر بشوق است و دیر ۔۔۔ از زود اگر زود تر آئی چہ شود"

چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۶ اپریل کو اورنگزیب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا

اس وقت تک دارا و شجاع کی شادیان ہو چکی تھین، ان دونون شادیون کے تمام اخراجات ان کی بڑی بہن جہان آرا بیگم نے برداشت کئے تھے لیکن اورنگزیب کی شادی کے تمام اخراجات بھی خود شاہجہان نے ادا کئے۔ ساچق کی رسم اورنگزیب کے آنے سے پہلے ہی ۲۹ شعبان ۱۰۴۶ھ (۱۶ جنوری ۱۶۳۷ء) کو ادا کیجا چکی تھی، اب ۲۲ ذی الحجہ (۷ مئی) کو حنابندی کی رسم ادا کی گئی، اور اس کے دوسرے دن بارات شاہ نواز خان کے گھر گئی، شاہجہان نے بھی شرکت کی اور

"در حضور سراسر نور، آن دو گران مایہ گوہر در سلک عقد انتظام یافتند و چار لک روپیہ کابین مقرر گردید"

طالب کلیم نے اس کی یہ تاریخ کہی:-

"جہان کردہ سامان بزم نشاطے | کہ گلبانگ عیشش بگردون رسیدہ
قران کردہ سعدین و زین سان قرانی | فرح خیز و فرخندہ دوران ندیدہ
ز پیوند این گلبن باغ دولت | زمانہ گل عیش جاوید چیدہ
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد | سزاوار تائید غیبیش دیدہ[1]
نہال برومند بستان دولت | کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ

خرد بہر تاریخ تزویج گفتہ

"دو گوہر بیک عقد دوران کشیدہ"
۱۰۴۶

۲۹ ذی الحجہ (۱۴ مئی) کو بادشاہ، اورنگزیب کے گھر گیا، شاہزادہ نے نذر گذرانی، امرا کو خلعت عطا کئے، اور اس طرح یہ شادی ختم ہوئی[2]

اورنگزیب کے اس محل خاص کے علاوہ کئی دوسری ایسی بیگمات بھی تھین جنکو یہ شرف حاصل ہوا[3]

---

[1] مفتاح التواریخ نے اس شعر کو اس طرح دیا ہے،
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ بخشش | سرافرازنا ہید جاوید دیدہ،

[2] عبد الحمید ج ۱ حصہ دوم صفحہ ۲۶۶-۲۶۷،

تھا، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین:-

۱- نواب بائی، انکا نام رحمت النسا بیگم تھا، اور کشمیر کی ریاست رجوری کے راجہ راجو کی صاحبزادی تھین،

۲- اورنگ آبادی محل، } اکبر ہی کے زمانہ سے مغل خاندان کا یہ دستور تھا کہ "پرستار"
۳- اودیپوری محل، } جس شہر مین داخل ہوتی اُسی کی طرف اسکا انتساب ہوتا تھا

ان چار محلون کے علاوہ جنمین سے ہر ایک صاحبہ اولاد تھین، اورنگزیب کے حرم مین ان تین "پرستارانِ قدیم" کا بھی شمار کرنا چاہیے، ان مین سب سے زیادہ اہم ترین آبادی محل ہے، اس کے متعلق ہمارے معلومات کے صرف دو ذریعہ ہین، "مآثر الامراء" اور "احکام عالمگیری"، زین آبادی محل کا واقعہ اس لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ جیسا کہ ان دونون کا بیان ہے، یہ "پہلی نظر مین محبت" کا معاملہ تھا، لیکن افسوس کہ محبت کا یہ پودہ زیادہ سرسبز و شاداب نہین ہوا، اور چند ماہ بعد ہی اپنے عاشقِ صادق کو داغِ جدائی دے گئی، مآثر الامراء نے اس سلسلہ مین اورنگزیب پر جو الزام لگایا ہے، وہ بے حقیقت اور صداقت سے دور ہے، یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جبکہ اورنگزیب آخری مرتبہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوکر گیا تھا، برہانپور مین اسکا قیام تھا، اور جب اس محبت کی شادی کا حال دربار تک پہنچا، تو لوگون نے اس مین خوب حاشیہ آرائی کی، شاہجہان نے جو بلاوجہ اورنگزیب سے ناخوش تھا، اوس سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین صفائی پیش کی:-

"پیر و دستگیر سلامت! عیوب بندہ سراسر تقصیر زیادہ ازان است کہ توان شمرد، چنانچہ مکرر اظہار آن کردہ بہ برکت ارشادِ مرشدِ حقیقی توفیق اصلاح آن شفیق باد، ... امیدوار است کہ بایں ہمہ عیب ہیچ کاہ مصدر امرے کہ خلاف مرضی خدا و سایہ خدا بودہ باشد نگشتہ باشد

بمقام بدی و بد اندیشی نیست، مقدمہ کہ درین ولا بمسامع رسید محض خلاف است[1]"

اس کے علاوہ مآثر عالمگیری نے دو کا اور تذکرہ کیا ہے، یعنی (۱) دل آرام اور (۲) دولت آبادی محل[2]

اب ہم اورنگزیب کی اولاد کا حال لکھتے ہین، اورنگزیب کے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیان تھین، دلرس بانو سے جو وفات کے بعد رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئی، پانچ اولادین ہوئین،

(۱) زیب النساء (۲) زینت النساء (۳) زبدۃ النساء (۴) محمد اعظم اور (۵) محمد اکبر،

نواب بائی سے تین،

(۱) محمد سلطان (۲) محمد معظم اور (۳) بدر النساء،

اورنگ آبادی محل سے ایک،

(۱) مہر النساء

اور اودے پوری محل سے بھی صرف ایک،

(۱) کام بخش،

چونکہ ہم نے اورنگزیب کی بیگمات اور ان کی اولاد کے حالات کو ضیمی جلد مین مفصل طور سے لکھا ہے، اس لیے ہم طوالت کے خیال سے تمام تفصیل کو نظر انداز کر دیتے ہین[3]،

اورنگزیب کی معزولی | خاندانی حالات کے سلسلہ مین اورنگزیب کی معزولی کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ اس بات کا مظہر ہے کہ وہ کشمکش، وہ مخالفت اور وہ عداوت جو آخر مین جنگِ برادران کی صورت مین ظاہر ہوئی، اس کی علانیہ ابتدا اسی عہد سے ہوتی ہے، ۲۷، محرم ۱۰۵۴ھ (۲۶ مارچ

---

[1] مآثر الامراء جلد اوّل ص ۲-۷۹۰ [2] احکام عالمگیری حمید الدین ص ۹-۷، رقعات ص ۹۴ خط ۵۲ [2] مآثر عالمگیری ص ۳۱۸ و ۱۵۱

[3] مفصل حالات کیلئے دیکھو، بادشاہ نامہ عبد الحمید وارث وغیرہ و عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری و مآثر الامراء۔

۱۶۴۴ءکو جہان آرا بری طرح سے جل گئی، اپنی ماں کی موت کے بعد وہ تمام محل کی ملکہ تھی، اور شاہجہان کی خدمت کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد و مقتدر کر رکھا تھا، شاہجہان بھی اسکی اطاعت و خدمت سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس نے ایک محبت والے باپ کی طرح اُسے سب کچھ دے رکھا تھا حتیٰ کہ ملکی امور مین بھی اس کا اثر بہت کچھ کارفرما تھا، شاہجہان اس اچانک واقعہ سے بہت پریشان ہوا، علاج مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی گئی۔ دعا، دوا، مراہم و خیرات دونون کی فراوانی تھی، تمام حکومت اس مین شاہجہان سے ہمدردی کا اظہار کر رہی تھی، اور تمام خلق بیگم صاحب جیو کے لیے دست بدعا تھی، اورنگزیب دکن سے اور مراد بخش اپنے صوبہ ملتان سے اپنی بڑی بہن کی عیادت کو آئے، اورنگزیب ۵ ربیع الاول ۱۰۵۴ھ (۲ مئی ۱۶۴۴ء) کو آگرہ پہنچا، شاندار طریقہ سے اس کا استقبال کیا گیا، اس نے دربار مین حاضر ہو کر نذر پیش کی، اور خلعت سے سرفراز ہوا[1] لیکن اس کو آئے ہوئے مشکل سے تین ہفتے گذرے ہونگے، کہ یکم ربیع الثانی (۲۸ مئی) کو

"چون از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ و ناخردان نظر کوتاہ پادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بران شدند کہ دست از مواد دولت باز کشیدہ، بگوشہ نشینی و زاویہ گزینی درسازند و لختے امور کہ مرضی مزاج اقدس نبود ارتکاب نمودند۔ اعلیٰ حضرت بقصد ترتیب و تادیب بل ترشیح و تہذیب چندے از ان والا گہر نظر عاطفت باز داشتہ بتغییر منصب و جاگیر و عزل از خدمت نظم کل دکن . . . . . . تنبیہ فرمودہ"[2]

یہ سرکاری درباری مورخ کا بیان تھا، عمل صالح کا بیان اس سے ذرا صاف ہے:۔

"چون از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکۂ ایشان بادشاہزادہ

---

[1] عبدالحمید ج ۲ ص ۳۷۳ - [2] ایضاً ص ۳۷۶؛

عالمیان محمد اورنگ زیب بہادر بران آمدند کہ از دولت فانی خود را بہ کنار کشیدہ، بدولت عزلت وگوشہ نشینی درسازند چون این معنی از غایت ابواب عطوفت باطنی مرضی طبیعت قدسی طویت نبود، چندے آن شہسوار مضمار توفیق، سالک مسالک عرفان وتحقیق را از کسوت منصب معبری داشتہ[1]"

اس مورخ نے کم از کم عبدالحمید کے ایک الزام کو کہ اورنگ زیب نے بعض ایسی حرکتین کی تھین
د شاہجہان کو ناپسند تھین، دور کر دیا ہے، اور پہلے الزام مین "از مجالست برخے بے دانشان
ر دتباہ وناہنجار دان نظر کوتاہ" کی جگہ "از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکہ
یشان" کو رکھکر اس نے اس الزام کو بھی بالکل دور کر دیا ہے، لیکن یہ بات عام فہم سے بالاتر ہے
، آخر کوئی شخص مذہبیت سے کیون رنج ہونے لگا، دوسرے عبدالحمید نے اعمال ناپسندیدہ کی بھی
ئی تشریح نہین کی ہے، اس کے ساتھ ہی اورنگ زیب کے آخر عمر کے ایک معتمد خاص نے اسکے متعلق
یک عجیب وغریب توضیح پیش کی ہے، اور بہت ممکن ہے کہ اس واقعہ کو اس مین کوئی دخل ہو، لیکن
اریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہین، بلکہ اس کا یہ بیان کہ داراشکوہ، اپنے تینون بھائیون
و محل دکھلانے لے گیا تھا، واقعہ کے خلاف ہے، کیونکہ شہزادہ شجاع جہان آرا کی عیادت کو
نہین آیا تھا، اس لیے جس وقت اورنگزیب مورد عتاب ہوا ہے، تینون بھائیون کی موجودگی
غلط ہے، دوسرے شاہجہان اس زمانہ مین ایک دن بھی دارا کے یہان نہین گیا، بلکہ جہان آرا کے
چھے ہونے کے بعد اس کے ساتھ ۲۵ جمادی الاول (۲۰ جولائی) کو گیا ہے، جو اورنگزیب کی معزولی کے تقریباً دو ماہ
بعد کا واقعہ ہے، تیسرے اسکا بیان ہے کہ اوس کے بعد وہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اورنگزیب صرف دومرتبہ

---

[1] عمل صالح جلد دوم صفحہ ۲۰۰۴، خافی خان کا بیان ہے کہ اورنگ زیب کو یقین تھا کہ شاہجہان اس کو معزول
کردے گا اور اس لیے وہ خود الگ ہو گیا تھا،

دکن کا صوبہ دار ہوا ہے، پہلی مرتبہ جیسا کہ گذر چکا جس وقت وہ صوبہ دار مقرر ہوا ہے باپ کے ساتھ دکن ہی مین تھا، اور دوسری مرتبہ قندھار سے واپسی پر کابل مین شاہجہان سے ملا ہے، اور یہ باپ بیٹے کی آخری ملاقات تھی، بہرحال ہم اس کے بیان کو بھی یہان درج کر دیتے ہین :-

"برای داراشکوہ در اکبرآباد خانۂ نو تیار شدہ، اعلیٰحضرت را با ہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد، از راہ کہ ایام گرما بود تہ خانہ متصل دریا ساختہ بودند، و آئینہ حلبی از قد آدمی زیادہ طرف دریا نصب کردہ بودند، اعلیٰحضرت را برای دیدن کیفیت آنجا با برادران برد، محمد اورنگزیب متصل دروازہ کہ راہ آمد و شد مردم بود نشستند، داراشکوہ کہ این معنی را دید بطرف اعلیٰحضرت اشارہ بچشم کرد، کہ نشستن ایشان را با ید دید، بادشاہ فرمودند کہ "بابا ہر چند شما را عالم و درویش صفت میدانیم، لیکن حفظ مراتب ہم ضرور است ع،

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی،

چہ لازم کہ در راہ زد مردم نشستند و پائین دست برادر خورد باشد؟" ایشان عرض کردند، کہ وجہ این نشستن عرض خواہم کرد، بعد از لحظہ تقریب نماز ظہر بجماعت برخاستند، و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند، بعد از انکہ بعرض مقدس رسید حکم شد کہ بدربار نیایند، چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود، بعد ہفت ماہ بیگم صاحب را فرمودند کہ شما بخانہ اش رفتہ وجہ بحکم آمدن آن روز پرسید، در جواب گفتند کہ آن روز کہ داراشکوہ ضیافت کردہ بودند، اگر این معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود، کہ پدر را با سہ برادر در تہخانہ کہ یک دروازہ نشانیدہ مکرر برای ضروریات ضیافت آمد و شد داشتند پس اگر دروازہ را بند میکردند کار تمام بود، و اگر سہواً بود در خاطر من مکرر رسیدہ بود، کہ در وقتے کہ ایشان اندرون باشند این خدمت را من بجا آرم، لیکن حرمت اعلیٰحضرت مانع این حرکت شد

استغفار کردہ بیروں آمدم، بعد از شنیدن ہماں وقت طلبیدہ مورد عنایت نمودند، و ایشاں بہ سعد اللہ خان فرمودند کہ بہر صورت مرا از حضور بیروں باید فرستاد کہ خواب و آرام از من رفتہ است تا آنکہ از لاہور بصوبہ داری دکن روانہ نمودند۔"

لیکن واقعہ یہ ہے، کہ یہ جو کچھ ہوا، دارا شکوہ اور اس کے شرکا کی سازش کا نتیجہ تھا، انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان و برداشتہ خاطر کر دیا تھا، کہ اسکی ہر درخواست نامقبول ہوتی، اس کی ہر تجویز مسترد کر دیجاتی، اور اس کے ایک ایک کام کی معاندانہ تنقید و تنقیص ہوتی، اور یہ سلسلہ دکن کے دوسری مرتبہ کی نظامت کے وقت بھی قائم رہا، اورنگزیب ان تیروں سے پریشان ہوگیا، اور اس نے انتہائے مایوسی مین اپنی بڑی بہن جہان آرا کو جو خط لکھا ہے اسمین دس سال پہلے کی اس خفگی کی وجہ صاف ظاہر کر دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"مشفقہ من! اگرچہ این فدوی ہرگز خود را داخل مریدان و بندہا نشمردہ و بجز غلامی دعوے ندارد، بہر وضع کہ دارند خرسند است، لیکن از آنجا کہ از دولت اعلحضرت عمرے بعزت و ناموس گذرانیدہ و درہمین ولایت مدتے باستقلال بسر بردہ و دریں ولا نیز پیر مرشد حقیقی بے خواہش و اظہار ایں مرید بمحض تفضل ایالت ایں ملک را بایں مخلص مرحمت فرمودہ اند، ظہور ایں امور خلاف مرید پروری و بندہ نوازی و سبب خفت و اہانت و عدم استقامت حال فدویان است بگرداب حیرت افتادہ نمی داند، کہ آیا دربارۂ ایں عقیدت سرشت کہ بعد ایزد جہاں آفریں عز شانہ، غیر از ذات والا صفات قبلہ و کعبہ خود پناہے ندارد، مرکوز خاطر مقدس چیست، اگر بواسطۂ رعایت خاطرے یا مصلحتے مرضی طبع مبارک چناں است، کہ از جملہ مریدان ایں فدوی بالفعل بہ بے عزتی زندگانی

سے احکام عالمگیری صفحہ ۱۰۳

نمودہ آخر کار بطریق نامناسب ضائع شود، از طاعت گریزے نیست ع

هرچه رود بر سرم چون تو پسندی رواست

حسبنا اللہ ونعم الوکیل،

اما چون بدین آئین زیستن و مردن دشوار است و لطفے ندارد، و برائے امورِ فانی ناپائدار در رنج و آزار نمی توان بود و خود را بدستِ دیگرے نمی توان سپرد، ہمان بہتر کہ بحکمِ اعلیٰحضرت کہ سر و جانِ مریدان فدائے رضائے ایشان است، از ننگ چنین حیات وارہد تا مصلحتِ ملکی فوت نشود و خاطر ہا ازین فکر بیاساید،

این مرید پیش ازین بدہ سال ہمچنین راہ یافتہ، و خود را از شغلِ طلب آراستہ استعفا نمودہ بود، ثانی الحال محض بجہتِ خوشنودیٔ پیر و مرشدِ حقیقی کہ اہم مقاصدِ این فدوی است، باین وضع تن در دادہ، کشید آنچہ کشید، بایستے ہمان وقت معاف میفرمودند، تا گوشۂ اختیار نمودہ غبار خاطرِ کسے نمی شد و باین کشمکش نمی افتاد، الحال نیز تدبیر این کار وابستہ برائے صوابدید اعلیٰحضرت است و آنچہ صلاحِ حال و مآلِ این مرید باشد صریح بفرمایند تا بر مرضیٔ مقدس آگاہ گشتہ در آن بکوشد[1]

بہر حال آخرِ رمضان میں جہان آرا نے غسلِ صحت کیا۔ اس خوشی میں ۳ شوال (۲۵ نومبر) سے مسلسل آٹھ روز تک جشن منایا گیا، تمام امراء کا برنے اس میں شرکت کی۔ لاکھوں کے انعامات تقسیم ہوئے، اور اسی سلسلہ میں جہان آرا کی سفارش سے اورنگزیب قصور معاف ہوئے، اور اسے اپنا گذشتہ پانزدہ ہزاری ذات، دہ ہزار سوار، شش ہزار روپیہ سہ اسپہ کا منصب اور بہت کچھ انعام ملا[2]۔

---

[1] رقعات ص ۲۰۰-۲۵۰ خط ۲۶
[2] جشن وغیرہ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو عبد الحمید جلد دوم ص ۳۹۴-۴۰۰

گجرات کی نظامت | اب شاہجہان کو اکبرآباد کا قیام تکلیف دہ معلوم ہونے لگا اور وہ لاہور و کشمیر کی سیاحت کے لیے روانہ ہوا، اورنگ زیب اپنے بچّون کے ساتھ ہمرکاب تھا، بادشاہ دہلی پہنچکر شاہزادون کے ساتھ پالم گیا، اور وہین اس نے ۲۶ ذی الحجہ ۱۰۵۴ھ (۱۶ فروری ۱۶۴۵ء) کو:-

"بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر را بہ تفویضِ صوبۂ گجرات و بمرحمتِ خلعتِ خاصہ با نادری . . . . محمد سلطان و محمد معظم پسرانِ آن والا گوہر را لعنایت دو فیل خورد سرافراز ساختہ بدان صوب مرخص گردانیدند[1]"

اورنگزیب پالم سے روانہ ہوکر ۱۱ ربیع الاوّل ۱۰۵۵ھ (۷ اپریل ۱۶۴۵ء) کو احمدآباد پہنچا، اور "بعد ادائے نماز و استماعِ خطبۂ طیبہ" شہر مین داخل ہوا[2] اورنگزیب اس صوبہ مین ایک سال چند مہینے رہا، کیونکہ ۱۳ شعبان ۱۰۵۶ھ (۴ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو شاہجہان نے اس کو خط بھیجا، کہ وہ شاہجہان کے پاس فوراً چلا جائے، چنانچہ وہ حکم پاتے ہی فوراً روانہ ہوگیا، اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ (۴ ستمبر ۱۶۴۷ء) کو لاہور پہنچا، شاہجہان یہین مقیم تھا، اس کی خدمت مین حاضر ہوا، اور دوسرے ہی دن اس کے منصب مین ترقی ہوئی، اور وہ بلخ و بدخشان کا گورنر مقرر کردیا گیا، کچھ دنون آرام کرنے کے بعد ۱۵ محرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ فروری ۱۶۴۷ء) کو وہ پشاور کی طرف روانہ ہوگیا،

گجرات کا صوبہ اگرچہ اپنی صنعت و حرفت اور تجارت کے لیے بہت کچھ شہرت رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہان کے باشندے نہایت ہی جنگجو و جنگ پسند تھے، اس کے علاوہ یہ صوبہ بری اور بحری دونون قسمون کے ڈاکوؤن کا مرکز تھا، وہ اتنے جری تھے کہ کچھ سے سندھ تک کے تمام ساحلی علاقہ کو تاراج کیے رہتے تھے، اورنگزیب اگرچہ کہنے کو وہان تقریباً ایک سال ۵ مہینے ہی رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس صوبہ مین کامل امن و امان قائم کردیا، اور اگرچہ باغیون اور شوریدہ سرون

[1] عبد الحمید جلد دوم صفحہ ۴۱۱ [2] مرآۃ احمدی حصہ اوّل صفحہ ۲۳۱،

کی وہان جو کثرت تھی، اس کے مقابلہ مین اسکی جماعت بہت کم تھی، پھر بھی اس نے بادشاہ ورعایا کی بہبودی کو ذاتی منفعت پر ترجیح دیتے ہوے، اپنے خرچ خاص سے فوج کی تعداد مین کافی اضافہ کردیا اور اسطرح اپنے مقصد کے حصول مین کامیاب ہوا، یہ وہ مخلصانہ کارنامہ تھا، کہ بادشاہ کے دل کو بھی متأثر کئے بغیر نہ رہ سکا، اور بادشاہ نے اس کے منصب مین اضافہ کردیا، سرکاری مورخ کا بیان ہے :-

"چون بموقف عرض اقدس درآمد کہ کوکب برج خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگزیب بہادر برائے تنظیم صوبۂ گجرات و تنبیہ متمردان آنجا، جمعے کثیر نوکر گرفتہ و خرچش زیادہ بر دخل است . . . . . . از جملہ سواران منصب آن گرامی گوہر ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ گردانیدہ منصب آن والاتبار پانزدہ ہزاری، دہ ہزار سوار، ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودند[1]"

اورنگ زیب کی یہی کامیابیان تھین، جو حاسد دشمنون کو کھٹکتی تھین، لیکن پھر بھی اسکا بڑا سے بڑا مخالف اس کے کارنامون کے متعلق نہ صرف یہ کہ اعتراف پر مجبور ہوتا تھا، بلکہ ہر مشکل کام کے لیے ہر شخص کی نظر بھی اسی پر پڑتی تھی،

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۵۱۰-۱۱ - و مرأة احمدی صفحہ ۲۳۱-۳ -

باب ۴

بلخ و بدخشان کی جنگ

افغانستان کے شمال مین کوہ ہندوکش اور دریاے جیحون سے گھرا ہوا، ایک علاقہ ہے، جو بلخ و بدخشان کے دو حصوں مین منقسم ہے، بلخ شاداب و زرخیز اور بدخشان سنگلاخ و غیر مزروع ہے، لعلِ بدخشان کی شہرت اب ایک افسانہ ہے، مغل ہمیشہ سے اس کو اپنی آبائی میراث سمجھتے تھے، اور بخارا کے استرخانی فرمانروا کو غاصب جانتے، شاہجہان کو بھی اس موروثی علاقہ کے فتح کرنے کا شوق تھا، اور اب جبکہ اس کی فوجین دکن اور قندھار کی مہموں سے فارغ ہو چکی تھین، اسے موقع ملا، کہ وہ اس علاقہ کی تسخیر کی آرزو کو عملی جامہ پہنائے، اس وقت بخارا کا نیک دل و ہر دلعزیز امام قلی دنیاے فانی کی لذتوں سے علٰحدہ ہو کر مدینہ طیبہ مین اپنی زندگی کے آخری دن یادِ خدا مین بسر کرنے جا چکا تھا، اس کا بھائی نذر محمد اگرچہ اس کی جگہ پر بٹھایا گیا تھا، لیکن اس کے تلونِ طبع نے بہت جلد اس کی مخالفت کا سامان مہیا کر دیا، فوج نے بغاوت کی، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ اس نے بخارا کی حکومت اپنے بیٹے عبد العزیز کو دے دی، اور خود بلخ مین جہان وہ عرصۂ دراز تک رہ چکا تھا چلا آیا،[1]

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبد الحمید حصہ اول ص ۲۰۶ - ۲۱۴ جلد دوم ص ۱۳، ۱۵۲، ۹ - ۴۵۷، ۳۰۲ - ۳۰۶، ۴۰۲ - ۴۰۵، ۵۹ - ۶۲؛ مآثر الامرا جلد اول ص ۴۸۸ ۔

اسی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر شاہجہان نے اس کی تسخیر کا ارادہ کر لیا، پہلے ایک افسر گیا، لیکن وہ فوراً واپس چلا آیا، پھر ایک مقدمۃ الجیش راستہ کی تلاش اور ضروری انتظامات کے لیے بھیجا گیا اور بالآخر جب فوج جمع ہو گئی، تو شاہجہان نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ مراد بخش کو ایرانی امیر علی مردان خان کیساتھ بلخ و بدخشان کی فتح کے لیے روانہ کیا، مراد بدخشان کے علاقہ مین داخل ہوا، اور بہت جلد ۲۸ رجمادی الاول ۵۶ھ (۲ رجولائی ۱۶۴۶ء) کو بے مزاحمت بلخ تک پہنچ گیا، اس کے ساتھ پچاس ہزار سپاہیون کا لشکر تھا، شاہجہان نے نذر محمد سے وعدہ کیا، کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لے تو اس کا علاقہ اس کو واپس کر دیا جائے گا، لیکن نہ معلوم اس کے دل مین کیا آئی کہ وہ اپنا تمام خزانہ چھوڑ بھاگ کھڑا ہوا، جب مراد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے تعاقب کے لیے فوج بھیجی، لیکن شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا،[۱]

مراد کو ابھی وہان چند دن گذرے تھے، کہ وہ اس غیر مانوس فضا، اجنبی لوگ، اور غیر دلچسپ ملک سے گھبرا اٹھا، اور اس نے پہلے ہی خط مین بادشاہ کو لکھا، کہ وہ وہان لڑنا نہین چاہتا، اور شاہجہان کے حکم کے بغیر وہان سے چل کھڑا ہوا، بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے ۲۶ رجمادی الثانی (۳۰ جولائی) اپنے وزیر علامی سعد اللہ کو روانہ کیا، سعد اللہ ۹ رجب (۱۰ اگست) کو بلخ پہنچا، مراد کو بہت سمجھایا، لیکن بے سود، بالآخر سعد اللہ نے وہان کا فوری بندوبست کیا، اور ۲۲ دن وہان رہ کر نہایت تیزی سے ۱۹ دن مین ۵ شعبان (۶ ستمبر) کو بادشاہ سے آملا، اسی اثنا مین بادشاہ نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، اورنگ زیب و شجاع کو بلوا بھیجا، دونون بھائی روانہ ہوئے، اورنگزیب ۲۰ ذی الحجہ ۵۶ھ (۲۰ جنوری ۱۶۴۷ء) کو لاہور مین بادشاہ کے پاس پہنچ چکا تھا، شجاع کے آنے مین دیر تھی، وہ ۲۴ ربیع الثانی ۵۷ھ ۱۹ مئی ۴۷ء کو بادشاہ کے پاس پہنچا، اس لیے شاہجہان نے دوسرے ہی

[۱] رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۔

دن اسے بلخ و بدخشان کا صوبہ دار مقرر کر دیا، اور وہ ۵ ارمحرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ ار فروری ۱۶۴۷ء) کو افغانستان کی طرف روانہ ہو گیا،

یہاں پر یہ بتانا بے محل نہ ہو گا، کہ اورنگ زیب بھی اپنے زمانۂ حکومت مین شاہجہان کی طرح قندھار اور بلخ و بدخشان کے لینے کی فکر مین رہا ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے معظم (بہادر شاہ اوّل) کو لکھتا ہے :-

"فرزند سعادت توام محمد معظم حفظ اللہ تعالیٰ وسلّم،

اعلیٰحضرت فردوس منزلت بگرفتنِ ولایت بلخ و بدخشان و خراسان و ہرات، ملک قدیم موروثی توجہ مفرط داشتند، و مکرر افواج بادشاہی بسرکردگی مرادبخش بآنصوب فرستادند، چنانچہ اکثر آن ولایت فتح ہم شد، لیکن بسبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلبِ حضور برخاستہ آمد و باستمالتِ اہالی و اکابر آن دیار نپرداخت ملک مقبوضہ و مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت، ازینجا است کہ گفتہ اند، "از پسر ناخلف دختر بہتر" نظر باین توجیہ کہ

اگر پدر نتواند پسر تمام کند،

این فانی را آرزو باقی است، تدبیرش غیر ازینکہ نبیرۂ آنحضرت را با فوجے شایستہ و سامان بایستہ بآن سمت بفرستیم دیگر از ما چہ آید، با وجود تاکیدات حضور شما قندھار نگرفتہ آید تا باین مہم چہ رسد[1]"

بہرحال اورنگ زیب موسم و فوج کی درستگی کے بعد ۱۲ ار ربیع الاول (۷ ار اپریل) کو کابل سے روانہ ہوا[2]، اس وقت بلخ و بدخشان کی حالت بہت کچھ بدل چکی تھی، نذر محمد خان ایران سے

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۲۔
[2] اورنگزیب ۱۹ ار صفر (۱۶ ار مارچ) کو پشاور، اور ۴ ار ربیع الاوّل (۳۰ ار اپریل) کو کابل پہنچا، اورنگزیب کے راستے کے لیے دیکھو عبدالحمید جلد دوم ص ۷۰-۴۶۹۔

مایوس ہوکر واپس آچکا تھا، بدخشان کے ترکمانی قبائل، بلخ کے اوزبک اور خود عبدالعزیز اور اس کے بھائیون نے اس سے فائدہ اٹھا کر تقریبًا ایک سال تک مغل سردارون کو پریشان کر رکھا تھا، اور سرکاری تاریخ اسی قسم کے حالات سے لبریز ہے[1]، واقعہ یہ ہے، کہ بلخ و بدخشان کے باشندون کے لیے یہ ایک قومی و ملکی سوال بنگیا تھا، اور سارا ملک مغلون کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہورہا تھا، اورنگ زیب کے لیے دوسری مشکل فوج کی کمی کی تھی، مراد کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی لیکن اورنگزیب کے پاس مشکل اسکی نصف تعداد ہوگی، بلخ مین جو فوج موجود تھی اس سے وہ مشکل سے کام لے سکتا تھا، کیونکہ وہ اہم مقامات کی حفاظت کر رہی تھی، اورنگزیب اس علاقے مین داخل ہی ہوا تھا کہ اوزبکون نے اسکی مزاحمت شروع کردی، اور چاہا کہ اسکا راستہ ہی روکدین، اس سلسلہ مین پہلی لڑائی ۵ ربیع الثانی (۲۰ مئی) کو قتلق محمد بن نذر محمد سے ہوئی، قتلق کو شکست ہوئی، دوسرے دن اس سے زیادہ سخت مقابلہ ہوا، لیکن اورنگزیب اس سے بھی کامیاب نکلا، اور اس طرح ۱ جمادی الاول (۲۵ مئی) کو بلخ مین داخل ہوا[2]، تین دن قیام کرکے ۵ جمادی الاول (۲۹ مئی) کو وہ سرکشون، مفسدون اور رہزنون کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا، راستہ مین اس کو قدم قدم پر لڑائیان لڑنی پڑین، تاآنکہ وہ یولبرغہ، علی آباد، تیمور آباد، ہوتا ہوا، پشائی پہنچگیا، یہان آکر معلوم ہوا، کہ

"قتلق محمد و .... اوغلی و دیگر اوزبکیہ بصوب علی آباد شتافتہ اند، و سبحان قلی با گروہے انبوہ از آستانہ علویہ گذشتہ باینجانب آمدہ و گمان آن است کہ بر شہر بلخ رفتہ گرد فساد برانگیزد"[3]

دشمن کی یہ چال کارگر ہوئی، وہ راستہ کاٹ کر، اورنگ زیب کے عقب مین پہنچگئی، اب اورنگ زیب دو خطرون مین گھر گیا تھا، اس لیے وہ اسی دن (۱۲ جمادی الاول ۵ جون) کو پشائی سے واپس ہوا، ۱۴ جمادی الاول (۷ جون) کو فیض آباد کے قریب دشمن

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۲۹۵-۶۹۴ [2] ایضًا صفحہ ۷۰۹-۶۸۶ [3] عبدالحمید ج ۲ ص ۶۹۵-۶۹۴

کی فوج بہت زیادہ قوی ہو گئی تھی، عبدالعزیز خان خود فوج سے آکر مل گیا تھا، دشمن نے اپنی فوج کو سات جماعتوں میں تقسیم کیا، ان میں سے تین عبدالعزیز خان سبحان قتلی اور بیگ اوغلی کے کمان میں تھیں، اگرچہ موقع نازک تھا، لیکن اورنگزیب فتحیاب ہوا، اگرچہ اورنگ زیب کو فتح ہو چکی تھی، لیکن پھر بھی دشمن اطراف وجوانب سے حملہ کرتا رہتا تھا، تاآنکہ ۱۶ر جمادی الاوّل (۹ر جون) کو عبدالعزیز نے اورنگ زیب سے لڑنا بیکار سمجھکر صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی[1]، مورخوں نے اس تحریکِ صلح کی وجہ بھی عجیب وغریب لکھی ہے، اور اس سے اورنگ زیب کی مذہبیت، اس کے استقلال، اور اس کی اخلاقی عظمت کا پتہ چلتا ہے، صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے:-

"زمانِ ورودِ موکبِ معلّٰی کہ عبدالعزیز خان، مقابلہ آرائی صف کارزار گردید، افواج فراوان از مور وملخ پیرامون لشکرِ فیروزی اثر حلقہ زدہ بجنگ درپیوست، درعین گرمی ہنگامۂ پیکار وقتِ نمازِ ظہر دررسید، وآنحضرت باوجود التماسِ امتناع بندہا سے ظاہر بیں از مرکوبِ خاص فرود آمدہ صف آرائی جماعت شدہ فرض وسنت ونوافل را بتعدیلِ ارکان وکمالِ حضور واطمینان ادا کردند، وعبدالعزیز خان بمجرد استماعِ این خبر شجاعت اثر حیرانِ استقلالِ موید من عنداللہ شدہ طرحِ جنگ نمود، و بر زبان گذرانید کہ باچنین کسے درافتادن، برافتادنست[2]"

اورنگزیب نے صلح کی درخواست بادشاہ کے پاس بھیجدی، عبدالعزیز خان نے جنگ کو بے سود سمجھکر اس علاقہ کو چھوڑ دیا، اور اورنگ زیب بلخ واپس آگیا، اب نذر محمد خان نے شاہجہان کے وعدۂ استردادِ بلخ وبدخشان کی گفتگو شروع کی، اور بالآخر ۲۳ر شعبان (۱۳ر ستمبر)

---

[1] عبدالحمید صفحہ ۶۷۰-۶۸۶ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳

کو پہلے اپنے سفیر کفش قلماق کو، اور پھر ۲۴ رمضان (۲۳ ستمبر) کو اپنے پوتے قاسم ولد خسرو کو اورنگ زیب کے پاس بھیجا، اورنگ زیب نے شرائطِ صلح کے مطابق "آن ملک را بہ نذر محمد خان داوہ شہر و قلعہ بلخ را بقاسم و کفش قلماق سپردند" اور اورنگ زیب ۴ رمضان (۳ اکتوبر) کو وہاں سے کامیاب کابل کے لیے روانہ ہو گیا۔[1] وہ مسافرت و غریب الوطنی کے شدائد برداشت کرتا ہوا ۴ شعبان (۲۷ اکتوبر) کو کابل پہنچا، اور وہاں سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر دریائے اٹک کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا، کہ یکم ربیع الاول ۱۰۵۸ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۸ء) کو حکم ہوا کہ :-

"پادشاہزادہ والاتبار محمد اورنگ زیب بہادر بملتان شتابند و بلدۂ ملتان را برسم تیول متصرف گشتہ باقی طلب خود را مطابق ۱۰ ماہہ کہ ضابطۂ نقدی پادشاہزادۂ کامگار است و ہر سالہ مبلغ سی لک روپیہ میشود، از خزانۂ والا نقد بگیرند۔"[2]

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۴۱-۱۰۔

[2] وارث ص ۱۹۔

باب ۵

نظامتِ ملتان اور قندھار کے محاصرے

ملتان کی صوبہ داری اورنگ زیب بلخ و بدخشان کی کامیاب جنگ سے واپس ہوکر دریائے اٹک کے کنارے مقیم تھا کہ اسے بادشاہ نے ۲۷ر صفر ۱۰۵۸ھ (۱۵ر مارچ ۱۶۴۸ء) کو ملتان کا صوبہ دار مقرر کیا، اور بادشاہ سے ملاقات کیے بغیر وہ اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ پہلی ذی الحجہ ۱۰۵۹ھ (۲۶ر نومبر ۱۶۴۹ء) کو جب کہ وہ پہلی مہم قندھار سے واپس ہوکر لاہور مین مقیم تھا، بادشاہ نے اسے سندھ کا صوبہ بھی دیدیا، اور بھکر وسیوستان کا علاقہ "در تیول آن کامگار مرحمت گردید"[۱]۔

اورنگزیب اس وقت سے لیکر دوسری مہم قندھار سے واپسی ۱۷ر شعبان ۱۰۶۲ھ (۱۴ر جولائی ۱۶۵۲ء) تک تقریباً ۴ سال ملتان اور ۲½ سال سندھ اور ملتان دونون کا صوبہ دار رہا، لیکن اس عرصہ مین اسے اپنے صوبہ مین رہنے کا بہت کم اتفاق ہوا، کیونکہ اسے دو مرتبہ قندھار کی مہم پر جانا پڑا، ابتدا ہی سے اس مہم نے اورنگ زیب کی تمامتر توجہ اپنی طرف متوجہ کرلی تھی۔ اورنگ زیب نے صوبہ داریٔ ملتان کے عہد مین دو مرتبہ بادشاہ سے بھی ملاقات کی، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ وہ پہلی مہم قندھار سے واپس ہوکر ۱۵ر ذی قعدہ ۱۰۵۹ھ (۱۰ر نومبر ۱۶۴۹ء)

---

[۱] وارث صفحہ ۱۵ اور ۲۶.

کو لاہور پہنچا ہے، اور ۵ اور دن رہ کر پہلی ذی الحجہ (۲۶ نومبر) کو روانہ ہوا ہے، اور دوسری مرتبہ تقریبًا اسکے ایک سال بعد جبکہ وہ ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۰ (۲۰ نومبر سنہ ۱۶۵۰) کو ملتان سے روانہ ہو کر ۹ محرم سنہ ۱۰۶۱ (۲ جنوری سنہ ۱۶۵۱) کو دہلی پہنچتا ہے، اور پہلی ربیع الاول (۱۲ فروری) کو وہان سے روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الثانی (۲۴ مارچ) کو دوبارہ ملتان مین داخل ہوتا ہے، لیکن اپ مختصر اور غیر مسلسل قیام کے عرصہ مین بھی اس نے قندھار کی دو بہترین مہمون کی تیاری کی مصروفیت کے باوجود جس طرح ان دونون صوبون کا انتظام کیا، اور جس طرح اس نے سندھ کے سرکش بلوچیون اور رہزنون کی تنبیہ و تادیب کی ہے، وہ اُس کی کامیابی، اس کے حسنِ انتظام اور حکومت کی صلاحیت پر دال ہین،

ملتان کا صوبہ تو خیر اکبر ہی کے زمانہ سے کچھ نہ کچھ سدھر چکا تھا، لیکن سندھ کا کوہستانی علاقہ اور سیوستان کی سرزمین ڈاکوؤن، رہزنون اور خود سرون کا مرکز تھی، اورنگزیب نے ان تمام کو ایک ایک کر کے سر کیا، اور بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری کیا، سرحدی سردارون کو بھی اطاعت پر مجبور کر کے صوبہ کے حدود کے اندر کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب ہو گیا،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ اورنگزیب کی ان کامیابیون کے متعلق اور دربار سے اس کے ذاتی تعلقات کے سلسلہ مین ایک حرف بھی کسی تاریخ مین نہین، اور اگر ہم کو اورنگزیب کے خطوط جو خوش قسمتی سے اسی عہد سے شروع ہوتے ہین، نہ ملجاتے، تو یہ باتین ہمیشہ پردہ ہی مین رہتین، اور اب جبکہ ہم کو اس کی تاریخ کا بہترین مواد مل گیا ہے، ہم آیندہ تمام حالات مین اس بات کی کوشش کرینگے کہ اس کی تمام تر تاریخ انھی خطوط سے مرتب کرین، اس لیے ہم ملتان و سندھ کے قبائل کے حالات اسی کے الفاظ مین پیش کرتے ہین :-

"چون متمردانِ نہمردی و جوکیہ کہ در کوہستانِ ولایت تتھ می باشند صوبہ دارانِ سابق

را اطاعت بواقعی نمودہ، پیوستہ براہ زنی و فساد روزگاری گذرانند، ملک حسین با جمعیتے ..

. . . . بہ تنبیہ آنہا رفتہ . . . . . خطبۂ دولت و اقبال بنام نامی و اسم سامی

آنحضرت بلند آوازہ ساخت، دہارون وکھتر تل . . . . سرداران نہروی و مرید سر گروہ

جو کیہ بقدم انقیاد و اطاعت آمدہ پیش کش قبول کردند، جعفر نہروی خویش مان سنگھ

زمیندار پنجوبہ کچ و مکران از قبیل او، و پسران علی وکارانی . . . . وحاجی

رود نچہ و جام جمعہ اعیان آن سرزمین کہ از عہد ترخانیہ تا حال رجوع نہ داشتند اسر انقیاد

نہادہ، وجیدہ نام نہروی . . . . بجنگ پیش آمدہ . . . .

طعمۂ تیغ خون آشام گردید . . . . "

ستا ہالہ ولد زمیندار ککرالہ . . . . . درین وقت کہ . . . . روانۂ

ملتان شد، گاہیہ مقہور برادر او . . . . . بپرگنۂ مذکورہ درآمدہ . . . .

بندہاے درگاہ والا . . . . بستافند و او تاب نیاوردہ راہ ادبار پیش گرفت" (۱)

ان لوگوں کے علاوہ مبارک بلوچ، عالم نوحانی، اور اسمٰعیل ہوت، ایسے بلوچی سردار تھے، جو خاص اہمیت رکھتے تھے، مبارک نے تو فوراً اطاعت قبول کرلی، عالم نوحانی کو بھی بزور اس کے لیے مجبور کیا گیا، البتہ اسمٰعیل ہوت نے بہت تنگ کیا، اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی، کہ وہ ایک بااثر قبیلہ کا سردار تھا، بلکہ اس کے ساتھ دارا کی بہت کچھ ریشہ دوانیاں بھی شامل تھیں، اورنگزیب ایک خط میں شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"درابتدا کہ این مرید از دارالسلطنت لاہور رخصت ملتان شد، در باب اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد، و چندگاہ است کہ خود در بقعاے حیث صوبہ پنجاب باز بستہ، وحکم اشرف عز صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستور متعلق صوبہ

ملتان باشد، و دران ہنگام کہ این مرید بنواحی ملتان رسیدہ، مردم را بطلب زمینداران تعین
می کرد، نزد او نیز کس فرستادہ بود، او نوشتہ داد ایھائی را دوست او نیز ساختہ رجوع نمودہ (۱)

اورنگ زیب نے اس کی اطلاع بھی بادشاہ کو کردی تھی، لیکن دربار سے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہین ملی، اور اس چیز نے اسمٰعیل کو اتنا جری بنا دیا، کہ وہ مبارک کے قلعون پر قبضہ کر بیٹھا، اورنگ زیب کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے اپنے ایک افسر کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کو لکھا، اور اس نے "قلاع از و انتزاع نمودہ بمبارک سپرد، و مقرر ساخت، کہ دیگر پیرامون این حرکت نہ گردد" لیکن اسمٰعیل نے پھر عہد شکنی کی، اور اب جبکہ "طغیانِ او از حد گذشتہ" تو "جمعے بہ تنبیہ و تادیبِ او فرستادہ . . . . . تا قلعہا را بگیرد" اب اس نے اطاعت قبول کر لی، اور چونکہ :-

"زمیندار عمدہ است و ولایتش معمور بملک نوحانی پیوستہ و جمعیتے خوب ہمراہ دارد، و از تقصیراتِ گذشتہ نادم و پشیمان گشتہ"

اس لیے اورنگزیب نے بھی سفارش کردی تاکہ :-

"اگر فرمان عنایت عنوان درباب استمالتِ او شرفِ ورود یابد در مہم نوحانی مراسم جانفشانی بجا آوردہ در یساق ظفر مساقِ قندھار نیز در رسانیدن آذوقہ نہایت سعی بتقدیم خواہد رسانید"(۲)

اندرونی امن و امان کے قیام کے ساتھ اورنگزیب نے تجارت کی ترقی کے لیے اپنے صوبہ سندھ مین ایک نئی بندرگاہ قائم کی اور اپنی طرف سے بھی ایک چھوٹا سا جہاز وہان جاری کیا، دشمنون نے شاہجہان کو سمجھایا کہ اورنگ زیب اس بندرگاہ کو قائم کرکے اور اپنے جہاز چلا کر بڑی آمدنی پیدا کر رہا ہے، بادشاہ نے اس سے استفسار کیا، اس نے جواب مین لکھا :-

(۱) خط نمبر ۹ و ۱۷ (؟)

"قبلہ جہانیان سلامت! حاصل بنادر منحصر در دو چیز است عشور مال تجار و نول وکرایہ جہازات . . . . یک منزل جہاز، این مرید کہ در بندر سورت بود، امسال از آنجا آوردہ اند وہنوز سفری نشدہ، وجہاز باد آور کہ از سرکار خالصہ شریفہ گرفتہ مکمل نیست، ورا و آمد و رفت جہازات بنادر دیگر وتردد سوداگران اطراف باین بندر وا نگشتہ حقیقت حاصل چگونہ ظاہر شود، آنچہ لازمۂ آبادان بنادر نو آباد داست: ساختن قلعہ وتعمیر فرضہ وغیر آن از قرار واقع بعمل آمدہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب رونق . . گرفت، وبمرور ایام بحاصل خواہد آمد مطلب اصلی آن مرید از احداث بندر آن است کہ شاید بعض تحف و نوادر قابل پیشکش بدست آید اما حاصل آن معلوم چہ خواہد بود" (ب ۵)

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے واقعہ کے بعد اگرچہ بظاہر تعلقات از سر نو قائم ہوگئے لیکن اندرونی طریقہ سے کشیدگی اور اس کے ساتھ شبہ و بدگمانی بڑھتی جاتی تھی، ملتان کی نظامت کے زمانہ میں اورنگزیب کو ایک تو فوج بڑھانی پڑی، دوسرے ابتداءً "دہ ماہہ تنخواہ می یافت فی الحال جاگیرے مرحمت شدہ کہ سراسرے ہفت ماہہ ہم نیست" اور تیسرے "سہ فصل متصل آفت رو داد" اس لیے اس نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی، اس پر بادشاہ نے طنزاً لکھا کہ اشرفیہا را بسپاہ می دہد" اورنگ زیب اس کے جواب میں اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"اشرفی نقد نیست کہ بعد اداے قرضے کہ حقیقت آن بر آئینہ ضمیر منیر ہویدا است، یک ماہہ مردم کافی باشد. باین ہمہ ہرچہ بود بسپاہ دادہ شد. لیکن بدین طریق بسر بردن و معاش کردن سخت دشوار است"

. . . . . این ہمہ تلاش محض براے آن است کہ مبادی این جمعیت متفرق شود، و موجب ازدیاد ملال خاطر اقدس گردد، وگرنہ قلت و کثرت سپاہ و

مردم ہیچ این نیاز مند مسا دیست" (۱۴۴)

مہم قندھار

یہ اورنگ زیب کا عہدِ نظامتِ ملتان ہی تھا جبکہ اورنگ زیب کو دو مرتبہ قندھار کے محاصرہ کے لیے جانا پڑا، پہلی مرتبہ وہ ۱۰ر محرم ۱۰۵۹ھ (۲۴ر جنوری ۱۶۴۹ء) کو ملتان سے روانہ ہوا، اور ذی الحجہ (دسمبر) مین ملتان پہنچا، اور دوسری مرتبہ ۱۷ر ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۷ر فروری ۱۶۵۲ء) کو روانہ ہوا، اور پھر ملتان نہ آیا، کہ وہین سے اس کو دکن کا صوبہ دار بنا کر بھیجدیا گیا، ان دونون محاصرون مین اورنگ زیب نے جو کارہائے نمایان انجام دیے، اور قیود و شرائط کے ماتحت رہ کر جس طرح حصولِ مقصد کے لیے کوششین کین، وہ ایسی تھین، جنکے لیے وہ قابلِ صد ستائش اور لائقِ صد تحسین کہلاتا، لیکن اللہ بھلا کرے بڑے بھائی اور دوسرے خوشامدی درباریون کا، کہ انھون نے اورنگزیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان کر رکھا تھا، کہ اس کے تمام محاسن، معائب، اور اس کی تمام خوبیان برائیان نظر آتی تھین، لیکن اس کے ساتھ ہی قضا و قدر کے اس تمسخر کا کیا کیا جائے کہ لوگ ہر چند چاہتے تھے، کہ اورنگزیب پس پشت صف پائین مین رہے، لیکن تمام مملکت مین اس سے زیادہ لائق، اس سے زیادہ مدبر، اس سے زیادہ سنجیدہ، اور اس سے زیادہ قابلِ اعتماد بھی کوئی نہین ملتا تھا، دکن مین پہلے شجاع کو رکھا گیا، تو وہ پرینڈہ کا قلعہ تک نہ لے سکا اور اورنگزیب کو مقرر کرنا پڑا، بلخ و بدخشان مین مراد کو بھیجا گیا، لیکن وہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا، قندھار کی مہم کے لیے شجاع کو بنگال سے طلب کیا گیا، اور خود دارا کا نام پیش کیا گیا لیکن قرعۂ فال اورنگزیب ہی کے نام نکلا، اور اگرچہ شاہجہان کی عجلت اور مختلف دوسرے اسباب نے قندھار مین اسکو ناکامیاب کیا، لیکن اس کے ساتھ دارا نے اس سے زیادہ مضاعف سامان جمعیت اور اختیارات کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہین کی، اور اسے اس بات کا موقع نہ ملا، کہ وہ اورنگزیب کو زیادہ ذلیل، زیادہ رسوا، اور زیادہ بدنام کر سکے، بہرحال یہ باتین بھائیون کے تعلقات

کے سلسلہ مین مفصل بیان کیجائینگی، یہان پر ہم قندھار کے محاصرون کے حالات مختصراً لکھنا چاہتے ہین،

قندھار کی پہلی مہم

قندھار اپنی حربی اور تجارتی حیثیت سے ہمیشہ اہم ترین شہر رہا ہے، مغلون کے پہلے اور بعد اس کے متعلق مختلف لڑائیان ہوتی رہی ہین، اور مغلون کے وقت سے تو ایران و ہندوستان کے درمیان ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے، بابر نے اسے فتح کیا، ہمایون نے وعدہ خلافی کر کے اس پر مرتے دم تک اپنا قبضہ رکھا، پھر اکبر کے زمانہ مین وہ مغلون کے ہاتھ لگا، اور پھر ایک مرتبہ نکلجانے کے بعد علی مردان خان، امیر ایران کی بدولت شاہجہان کے قبضہ مین آیا، اگرچہ بظاہر قندھار اور اس کے قریب کے دو قصبے زمینداور اور بست کو شاہجہان نے خوب مضبوط کر لیا تھا، اور وہان ایک فوج بھی رہتی تھی[1] لیکن قندھار کی قسمت ہی مین یہ گردش ہے، کہ وہ کسی ایک مالک کے پاس عرصہ تک نہین رہ سکتا، اور جدید فرمان روائے ایران عباس ثانی نے اس کی فتح و تسخیر کو اپنی زندگی و حکومت کا اولین کارنامہ مقرر کر کے اس کی تسخیر کا ارادہ کر لیا، اگرچہ اس نے اپنی تیاریون کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن ع

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

چنانچہ اس وقت جبکہ شاہجہان دہلی کے اطراف مین شکار سے واپس آرہا تھا، ۲۲ رمضان ۱۰۵۸ھ (۳۰ دسمبر ۱۶۴۸ء) کو:-

"از عرضداشت خواص خان قلعدار قندھار و پردل خان قلعدار بست بمسامع علیہ رسید، کہ والی ایران . . . . ہفتم شعبان (۱۷ اگست) بمشہد اقدس رسیدہ . . .

. . . . . قصد قندھار دارد"[2]

---

[1] مآثر الامراء، جلد ۳ ص ۳۰۲-۲۹۶ و ۴۳۴-۴۴۱، وجلد ۲ ص ۷۹۸-۷۹۵، آئینۂ اکبری جیرٹ ج ۱ ص ۳۱۴-۳۱۳ وغیرہ [2] وارث ص ۳۵،

[illegible]

سکے گی، شاہجہان نے یہ خبر سنی تو علامی سعد اللہ کو جو اس وقت آگرہ مین تھا بلوا بھیجا، وہ ۲۴ ر رمضان (۱۲ ر اکتوبر) کو حاضر ہوا، بادشاہ نے کہا کہ وہ خود بھی کابل جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی امراء کو حکم دیا، کہ وہ بھی روانہ ہون، چنانچہ وہ ۳ ذیقعدہ (۹ نومبر) کو دہلی سے روانہ ہو گیا اسی اثنا مین علی مردان خان نے جو کابل کا صوبہ دار تھا، خواص خان کی درخواست پر قندھار کے قلعہ کو مضبوط کرنے کے لیے دو ہزار فوج اور ۵ لاکھ روپیے قندہار بھیج دیئے،

شاہجہان ۱۲ ر ذی الحجہ (۱۸ ر دسمبر) کو لاہور پہنچگیا، اور ارادہ تھا کہ اسی طرح کابل تک چلا جائے لیکن درباریون نے اسے رائے دی کہ وہ اتنی تکلیف گوارا نہ کرے، ایران کا نوخیز و ناتجربہ کار نوجوان حاکم اس برف باری مین قندھار نہ آسکیگا اور شاہجہان نے اس رائے کو بدقسمتی سے منظور کرلیا، لیکن عباس ثانی کے متعلق تمام توقعات غلط ثابت ہوئین، اور ۱۲ ر محرم ۱۰۵۹ھ (۱۶ ر جنوری ۱۶۴۹ء) کو قلعدار قندھار کی عرضداشت پہنچی کہ:-

"دہم ذی الحجہ (۱۶ ر جنوری)۔ ۔ ۔ ۔ والی ایران بپائے حصار آمدہ محاصرہ نمود"

اب شاہجہان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے فوراً

"بادشاہزادہ نصرت آئین محمد اورنگزیب بہادر را بمدار المہامی سعد اللہ خان و راجہ جسونت سنگھ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باگروہے از منصبداران و احدیان تیرانداز و برق انداز کہ ہمگی بضابطہ پنجم حصہ پنجاہ ہزار سوار و مطابق چہارم حصہ شصت ہزار سوار بودند، و دہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار و غیر ایشان بہ پیکار قزلباشان تعین فرمودند"

چنانچہ ۱۸ ر محرم (۲۲ ر جنوری) کو سعد اللہ خان لاہور سے اور اورنگ زیب ملتان سے

روانہ ہو گئے، شاہجہان خود بھی یکم ربیع الاوّل (۵ مارچ) کو کابل کی طرف روانہ ہوا، اور ۱۵ ربیع الاوّل (۱۹ مارچ) کو دریاے اٹک سے پار ہی ہوا تھا، کہ اس کو اطلاع ملی کہ بزدل قلعدار قندھار نے اندرونی سازشون اور بیرونی امداد کی آمد سے مایوس ہو کر ۸ صفر (۱۲ فروری) ہی کو قلعہ عباس شاہ کے حوالہ کر دیا ہے، اور اس کے بعد ہی بست و زمینداور کے قلعون پر بھی اسکا قبضہ ہو گیا ہے، اور وہ قلعون کا انتظام کر کے ۲۴ صفر (۲۷ فروری) کو واپس بھی ہو گیا ہے،

اب شاہجہان نے اپنی دونون فوجون کو محاصرہ کا حکم دیدیا، یہ لوگ سخت مصیبتون کے بعد قندھار پہنچے، اور ۱۴ جمادی الاوّل (۱۶ مئی) کو محاصرہ شروع کر دیا[1]، مگر یہ محاصرہ کسی صورت سے بھی کامیاب نہین ہو سکتا تھا، اسکی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی، کہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان کیساتھ جو فوج روانہ کیگئی تھی، وہ محاصرہ کی غرض سے نہین کیگئی تھی، بلکہ اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا، کہ وہ قندھار اور اس کے اطراف کے قلعون کی فوج کو اپنی تعداد سے مضبوط کرے، چنانچہ ان کے پاس محاصرہ کا کوئی سامان نہ تھا، قلعہ شکن توپون کا فقدان تھا، اور دوسرے اسباب کی بھی ایسی ہی کمی تھی، تاہم ایسی حالت مین جو کچھ بھی ہو سکتا تھا، اورنگزیب نے کیا، وہ کھلے میدان مین تھا، اور اسکے پاس بڑی توپین نہ تھین، اور ایرانی قلعہ کی دیوارون کی آڑ مین بیٹھ کر نہایت اطمینان سے گولہ باری کر سکتے تھے، ان کی توپین اپنی آتش باری سے کسی ایک جماعت کو بھی اطمینان سے کام نہ کرنے دیتی تھین، ایسی حالت مین اورنگزیب نے ایک طرف تو فوج کے ایک دستہ کو ایران سے آنیوالے راستہ کی حفاظت کیلئے بھیجا، کہ ایک طرف وہ بست و زمینداور کے لوگون کو جس صورت سے ہو، متاثر کرے، اور دوسری طرف اگر ایران سے کوئی فوج آتی ہو، تو اسکا راستہ روکدے، دوسری جانب اس نے نمایشی آڑ بنا کر سرنگین کھودنی اور خندقون کا پانی نکالنا شروع کیا، اسمین ایک حد

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۴۸-۳۵؛

تک اس کو کامیابی بھی ہو گئی تھی، لیکن قلعہ کے پاس کھلے میدان میں جانا ناممکن تھا، اسی اثنا میں ایک نئی ایرانی فوج امداد کے لیے بڑھ رہی تھی، اور اس نے بست والی فوج کو پسپا کر دیا تھا، اورنگ زیب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مزید امداد روانہ کی، اور اس فوج نے اگرچہ ایرانیوں کو شکست دیدی، لیکن پھر بھی نفس محاصرہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا، اور خود شاہجہان نے یہ صورت حال دیکھکر اورنگزیب کو واپسی کا حکم دیدیا، اور وہ ۸ رمضان (۵ ستمبر) کو قندھار سے کابل کی طرف واپس ہو گیا، آخری دنوں میں ایرانیوں سے جو کامیاب لڑائی ہوئی تھی، اس کے صلہ میں شاہجہان نے تمام شرکا کو انعامات دیئے اور ہمارے ہیرو کو بھی "بعنایت خلعت خاصہ بر نواختند"[1]

دوسرا محاصرہ | اورنگ زیب لاہور میں شاہجہان سے ملتا ہوا یکم ذی الحجہ (۲۲ نومبر) کو ملتان واپس گیا، اور وہان جاکر دوسرے محاصرہ کی تیاری میں مصروف ہو گیا، اس اثنا میں وہ سال بھر کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۶۰ھ (۲۸ نومبر ۱۶۵۰ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر مشورت کے لیے بادشاہ کے پاس دہلی گیا، اور وہان سے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۶۱ھ (۱۲ فروری ۱۶۵۱ء) کو اپنے صوبہ کو واپس لوٹا، اورنگزیب کے خطوط سفر کے آغاز سے شروع ہوتے ہیں، اور ایسی حالت میں جبکہ سرکاری اور دوسری تاریخین اندرونی حالات کے واقعات سے خالی ہیں، یہ خطوط بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، اور ان کے ذریعہ ہم اورنگ زیب کے پوزیشن کو صاف اور اس کے مخالفین کی سازشوں کو بے نقاب دیکھ سکتے ہیں، ان خطوط کے دیکھنے سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کس طرح ابتدا ہی سے اس محاصرہ کے لیے تیاریان شروع کر دی تھین، کس طرح اس نے اپنے علاقہ سے لیکر قندھار تک کے زمینداروں اور سرداروں کو امداد کے لیے تیار کر لیا تھا، اور کس طرح وہ اس سلسلہ کی ایک ایک کڑی کو درست اور مضبوط کر رہا تھا[2]

---

[1] وارث ص ۴۶-۴۹ [2] خطوط (۱۵-۶)

گذشتہ مہم کی طرح موجودہ مہم بھی دو حصوں میں منقسم ہوئی، سعد اللہ خان سیدھا لاہور و کابل ہوتا ہوا روانہ ہوا، اور اسی روز اورنگزیب اس راستہ سے جو شاہجہان نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو اپنی جماعت کیساتھ روانہ ہوا، ابتداً خیال تھا کہ دارا بھی اس مہم میں شریک ہو، لیکن اس کے بعد شجاع کا نام تجویز کیا گیا، پھر طے ہوا، کہ بادشاہ خود ملتان آئے لیکن ان میں سے کچھ نہ ہوا، اور اورنگزیب ملتان سے روانہ ہو کر مقررہ راستہ سے گذر کر مقررہ وقت پر ۲ جمادی الثانی (۲ مئی) کو قندھار پہنچگیا[1]، اسی اثنا میں شاہجہان نے محاصرہ کی تین صورتیں سوچیں، اورنگزیب سے رائے طلب کی، اس نے اظہار رائے کیا، لیکن ہر مرتبہ بادشاہ کی رائے بدلتی گئی، اورنگزیب نے جب یہ غیر متیقن طریقہ دیکھا، تو سعد اللہ خان کو لکھا، کہ وہ محاصرہ سے ایک دن پہلے پہنچ جائے، تو بہتر ہے، تاکہ دونوں ملکر آیندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کر لیں، چنانچہ وہ سعد اللہ خان کو لکھتا ہے:-

"امید کہ سیوم جمادی الثانیہ با اعیانِ دولت بملازمت برسد، لیکن اگر پیش از محاصرہ بیک روز احراز این سعادت نماید، بہتر باشد، چہ بریں تقدیر مورچالہا و جائے فرود آمدن ہر یکے بآئین پسندیدہ مقرر خواہد گشت، و ایں معنی در صورتے جلوہ ظہور میابد کہ موکب عالی نزدیک قندھار در مکانے نزول کند، کہ ارکانِ سلطنت بآسانی بخدمت ما می توانند رسید"

مگر سعد اللہ خان ایک دن پہلے نہ پہنچ سکا اور جب پہنچا، تو اورنگزیب کو یہ حکم ملا کہ:-

"در ہر باب آنچہ بانست، بخان دستور الوزرا، فرمودہ ایم، خاطر نشان آں مرید خواہد نمود، بموجب آں عامل گردد" ($\frac{1}{25}$)

اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگزیب کو پہلے جس کارروائی کی اجازت دیگئی تھی، اور جس

---

[1] اورنگزیب کے روزنامچہ سفر کے لیے دیکھو خطوط ۱۶-۲۴،

کے لیے یقیناً اس نے کوئی نقشہ اپنے دماغ میں بنایا ہوگا، اس کو عملی جامہ پہنانے سے اسے محروم کر دیا گیا، بلکہ سینکڑوں میل دور بیٹھکر ایسی حالت میں جب کہ تار اور ریل کا زمانہ نہ تھا، ایک اہم ترین محاصرہ کی قیادت کا جو افسوسناک حشر ہو سکتا تھا، اس کی طرف پہلا اور آخری قدم بڑھا دیا گیا، اس کے علاوہ ہم کو بتایا گیا تھا، کہ اس مرتبہ محاصرہ کے لیے بڑی توپیں بھی بھیجی گئی تھیں، ان میں سورت کی بڑی مشہور توپیں بھی تھیں، لیکن ان کی تعداد اس قدر محدود تھی، اور ان میں سے بھی بعض اتنی بے مصرف تھیں کہ ان سے بھی کوئی معقول خدمت نہیں لیجا سکتی تھی، بہرحال ایسی حالت میں اورنگزیب سے جو کچھ ہو سکا، اس میں اس نے کوئی کوتاہی نہیں کی، سب سے پہلے اس نے قلعوں کا معائنہ کرکے موقع موقع پر فوجیں مقرر کیں، پھر خندقوں سے پانی نکالنے اور سرنگوں کو دیوار قلعہ تک پہنچانے کی کوشش شروع کی، فوجوں کی حفاظت کے لیے کنگھرے بنوائے، اور یورش شب خون گولہ باری سے جو کچھ ہو سکتا تھا، کیا، بڑی توپوں کے فقدان نے اگرچہ اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا، لیکن پھر بھی شاہجہان نے دور بیٹھکر یہ حکم دیا کہ

"از دو جانب یورش باید نمود" (۲۷/ب)

مجبوراً اورنگزیب کو لکھنا پڑا کہ

"چوں توپہاے کلاں ایں مقدار نیست کہ دیوار اطراف قلعہ بیک دفعہ منہدم تواں ساخت و تارا بے بہم نرسد یورش مناسب نیست، بنابراں بصواب دید دستور وافی خبرت قرار یافتہ کہ جانب مورچال ایشاں درجاے مقرر ایں ارادہ از قوت بفعل آید . . . .

چنانچہ بموجب ہمیں قرارداد، دراں جانب ومدعا برپا میشود، ہرگاہ ازاں کار فراغ دست دہد توپہا را بالا برآوردہ و در ساعتے کہ دستور الوزرا اختیار کنند سر دادہ دیوار بیندازند وایں مرید باتفاق آں رکن السلطنۃ و جمعے از بندہا در آنجا حاضر بودہ مردم را بدوانند . .

. . . . " (ایضاً)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا رہا، اور اس نے پھر لکھا، کہ

"از دو جانب کہ ممکن است یورش باید نمود، از یک جانب یورش کردن، اصلا مناسب نیست، توپ سورتی ہماں طرف کے ہست، بودہ باشد، وشش توپ کلانِ دیگر در مورچال خانِ سعادت نشان آوردہ ہمیں کہ راہ بہم رسد، یورش نمودہ بعنایت الٰہی قلعہ پایانْ بالاکوہ رامفتوح سازند" (ے/۱۴۱)

اورنگ زیب اپنی آنکھوں کے سامنے صورتِ حال دیکھ رہا تھا، وہ شاہجہان کے اس حکم کو ناقابلِ عمل سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے نہایت ادب سے اصل حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھ دیا ہے، کہ چونکہ اب حکم صاف ہے، اس لیے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے:-

"قبلۂ این مرید سلامت! آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر کہ مطرحِ اشراقات غیبی والہامات لاریبی است، رسیدہ، عین صوابست و امتثالِ آں لازم، این مرید موافق دریافت قاصر خویش نظر بآنکہ توپہاے درست کہ حقیقتِ آن از عرضداشت رکن السلطنت سعد اللہ خان بعرض مقدس خواہد رسید، آں مقدار نیست، کہ یکدفعہ از دو طرف دیوار قلعہ را توان انداخت تا دیوار رخنہ پذیر نہ شود، و راہ درآمدن مردم وانگردد، دویدن مناسب نیست؛ معروضداشتہ بود کہ بالفعل از یک سمت یورش کردہ شود، الحال کہ حکمِ صریح صادر گشتہ، کہ البتہ از ہر دو طرف باید دوید، ہر چند معلوم است کہ از ضربِ دو توپ سورتی، بلکہ یک توپ درست کہ درین جانب است چہ قدر رخنہ خواہد شد، اما براے پاسِ حکمِ گیتی مطاع مقید بہیچ چیز نہ شدہ روزے کہ بصلاحِ وزیر بے نظیر قرار یابد، وجانب مورچالِ ایشاں در دیوارِ قلعہ رخنہ بہم رسد، انشاء اللہ تعالیٰ چنانکہ ارشاد یافتہ دو گھڑی از شب ماندہ

ملازمانِ خود را باجمعے از بندہاے شاہی کہ دریں طرف اند، تعین خواہد ساخت کہ یورش نمودہ بتائیدِ الٰہی و اقبالِ بے ہمالِ خلافت پناہی در گرفتنِ قلعہ کوہ دقیقہ از دقائقِ سعی و تلاش نامرعی نگذارند، امید کہ فتاح علی الاطلاق بمحض کرمِ خویش مکنونِ خاطرِ مقدس را از پردۂ غیب بمنصۂ شہود جلوہ نما گردانیدہ، مریداں و بندہا را در پیش گاہ اقدس آبروے کرامت فرماید" (ایضاً)

اورنگ زیب نے اس حکم کے ناقابلِ عمل ہونے کے اسباب بیان کر دینے اور ناکامیابی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد حکم کی تعمیل شروع کر دی، اس کے ساتھ ہر بات پر شاہجہان کی منظوری کی شرط نے اس کی تمام کارروائیون کو ایک بے معنی سی چیز بنا دی تھی، چنانچہ نتیجہ وہی ہوا جو حالات سے واقف اورنگزیب کو پہلے سے معلوم تھا، اور اس کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے،

"از آنجا کہ قبل ازیں باستصواب دستور الوزراء مقرر شدہ بود کہ نخست جانب دروازہ ماشوری کہ مورچالِ ایشان است دمدمہا ساختہ و توپہا بالا بردہ آں طرف انداختہ یورش نمودہ شود، ایں فدوی ہماں قرار داد در سرانجام و اہتمام دمدمہا قدغن بلیغ نمودہ حقیقت را معروض داشتہ بود، درینولا کہ دمدمہا تیار شدہ، وزیر صائب تدبیر توپخانہ لشکر را باسہ توپ کلانِ دیگر بآنجا بردہ دو روز متواتر توپ بسینہ سر دادہ، آخر ظاہر نمود کہ ازیں توپہا دراں طرف کارے نمی کشاید، و رخنہ پدید نمی آید" (۳۲)

اب اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ تھا، کہ ایک مرتبہ پھر ایک نئی تدبیر کے لیے درخواست کرے، اور اگر وہ منظور ہو جائے، تو اس کو عملی جامہ پہنائے، چنانچہ اس نے اسی ناکامی کی خبر کے ساتھ شاہجہان کو لکھا کہ اس ناکامیابی کی وجہ ہے:-

"این مرید جاں سپار را غیرتِ تربیتِ آنحضرت دامنگیر گشتہ براں داشت کہ

توکل بر فضلِ کردگار تعالیٰ شانہ نمودہ یکبار از جانب کوہ یورش کند، چہ با وجود کمال توجہ خاطرِ اقدس بتسخیرِ قلعۂ قندھار و اجتماعِ چنیں لشکرِ عظیم دست از قلعہ باز داشتن از آئینِ حمیت و مردمی دور است. بنا براں بجہتِ امضاے ایں عزم، بصلاحِ خانِ سعادت نشاں سواے یک توپ، درستِ سابق و دو توپِ دیگر از جملہ توپہاے سورتی کہ در مورچالِ طرفِ دروازۂ ماشوری بود، بایں طرف آوردہ و دو توپِ دیگر کہ فتح لشکر و توپِ سورتی باشد، بطرفِ علی قاپی بردہ مستعدِ یورش است؛

لیکن چوں معاملۂ یورش را اعلیٰحضرت کہ پیر و مرشدِ کامل مکمل بود فورِ دانش و مزید تجربہ آموزگارِ عقلاے روزگار اند بہتر می دانند، و حکمِ گیتی مطاع بدیں موجب نافذ گشتہ کہ "ہر گاہ رخنہ در دیوار بہم رسد یورش نمودہ شود، و توپہاے کہ حقیقتِ آں از عرضداشت عضد الخلافہ سعد اللہ خاں بعرضِ اقدس رسیدہ باشد معلوم کہ چہ قدر رخنہ تواند کرد، و جمیع دولتخواہاں ظاہر ساختند کہ تا حکمِ صریح دریں باب صادر نشود، یورش مناسب نیست، چنانچہ صورتِ ماجرا مفصلاً از عرضداشتِ دستور الوزراء بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، لہذا ناگزیر کیفیتِ حال را معروض داشتہ منتظرِ حکمِ مجدد است، ہر چہ در آئینۂ ضمیرِ خورشید نظیر کہ مطرحِ الہامِ غیبی است، پرتو انداز د بے توقف حکم شود تا مطابقِ آں عامل گردد[۲۴])

اورنگ زیب نے یہ خط ۹ر شعبان (۳ر جولائی) کو لکھا تھا، لیکن اسی اثنا میں واقعات نے ایک عجیب و غریب پلٹا کھایا، تقریباً دس ہزار ازبک مغربی پہاڑیوں سے غزنی کے جنوبی علاقہ میں گھس آئے، شاہجہان کو خطرہ پیدا ہوا، کہ کہیں یہ غارتگرانِ جان و مال، کابل و قندھار کے راستہ کو غیر محفوظ نہ کر دیں، اور اس خیال کے آتے ہی ۱۴ر شعبان سنہ ۶۲ (۱ر جولائی سنہ ۱۶۵۲) کو

"بادشاہ زادۂ کامگار محمد اورنگزیب بہادر و مدار المہامی سعد اللہ خاں قرار داد الاصدار شد"

کہ ازو در حصار برخواستہ و تسخیر آں را بوقت دیگر باز گذاشتہ و توپہاے کلاں را ہمراہ گرفتہ بدرگاہ
آسمان جاہ روند[۱]؛

اورنگ زیب کو بھی اوزبکوں کی آمد کا حال معلوم ہو چکا تھا، اور بلخ و بدخشان کے تجربہ سے جانتا تھا (جیسا کہ واقعی ہوا) کہ یہ جماعت ڈرنے کی چیز نہیں ہے، اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، لیکن وہ اورنگزیب کی بات کب سننے والا تھا، پھر اورنگ زیب نے صرف ایک مہینہ اور محاصرہ کو قائم رکھنے کی درخواست کی، ابتداءً یہ بھی نامنظور ہوئی، اور پھر جب منظور بھی ہوئی تو اس وقت کہ فوج کے سپاہی محاصرہ ترک کرکے روانہ ہو چکے تھے اس لئے اورنگزیب کو مجبوراً واپس آنا پڑا وہ اپنی اس جبری روانگی کے متعلق لکھتا ہے:-

"مرشد مرید نواز سلامت! ایں اخلاص کیش در معاملۂ بلخ تمامی لشکر توران زمیں را از خان و سلطان و دیگر طبقات مردم کہ دریں مرتبہ فراہم آمدہ بود مکرر آزمودہ بیقین می دانست کہ وجود ایں دوازدہ ہزار ازبکان بیجان چہ خواہد بود، و برائے استیصال آنہا، نصف لشکرے کہ در رکاب سعادت اعلیحضرت است کافی است، بنابراں می خواست کہ دست از قلعہ باز داشتہ بافواج قاہرہ بحصول مطلب برگردد... ما ازانجا کہ حکم صریح بقدغن تمام نفاذ یافت کہ عساکر منصورہ ترک محاصرۂ قلعہ کردہ بے توقف معاودت نمایند، و بعد شہرت این خبر و برگشتن قراولان و فتور محاصرۂ امتثال فرمان ثانی کہ در باب یکماہ توقف صادر گشتہ متعذر بود و ناگزیر بصواب دید دولتخواہاں اتفاق مراجعت افتاد[۲]"

ابتداے محاصرہ سے لے کر آخر وقت تک اورنگزیب کا جو طرز عمل رہا، اس نے ہر ہر بات

---

[۱] وارث ص ۱۱۰، [illegible] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۱۰-[illegible]؛ منشآت طاہر وحید، تاریخ
عالم آرائے عباسی اور رقعات (۲۲-۲۵)

پر جس طرح بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی، جس طرح اس نے ہر موقع پر وزیر بے نظیر سے استصواب کیا، اور جس طرح اس نے ہر حملہ، ہر کارروائی، اور ہر پر امید تحریک پر عملی امداد پیش کی، اوسکا اقتضا تو یہ تھا، کہ شاہجہان اس کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کی جانفشانی کی قدر کرتا، لیکن اُسکی جگہ شاہجہان کو یہ سمجھایا گیا، کہ اس ناکامی کا ذمہ دار اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب ہی، اور اسی وقت سے معمر شاہجہان نے اورنگ زیب کے خلاف وہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا، اور اُس کی ہر کارروائی پر اس ناقابلِ ستایش طریقہ سے تعریض وتنقیص شروع کردی، کہ شاید ہی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اتنے تیرون کا ہدف ونشانہ بنایا ہوگا، اس کے ساتھ ہم اورنگزیب کی سعادتمندی، اسکی بردباری، اس کے تحمل وبرداشت کی تعریف کرتے ہین، کہ اس پر طعن وتشنیع کی بارش ہورہی ہے، ہر طرف سے دلدوز وجگر سوز تیرون سے سینہ کو زخمی کر رہے ہین، ہر طرف سے اس پر ذلت و رسوائی کی کمندین ڈالی جارہی ہین، جابجا سازشون کے جال بچھائے جارہے ہین، قدم قدم پر اس کی تباہی کے لیے کنوین کھودے جارہے ہین، اور وہ سب کچھ ہورہا ہے جو بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا تھا، لیکن اسکی پیشانی پر ایک شکن بھی نہین ہے، اس کا دامن صبر ہاتھ سے نہین چھوٹتا، اس کا قدم جادۂ استقامت واطاعت سے باہر نہین پڑتا، اور اس کی کوئی ادا، کوئی حرکت حتی کہ کوئی لفظ ایسا نہین ہوتا، جس کو خلافِ تہذیب، خلافِ ادب، یا معاندانہ کہا جائے، وہ جب دیکھتا ہے، کہ شاہجہان دشمنون کی غیبت کا شکار ہو چکا ہے، تو مایوسی کی حالت مین اپنی بہن کو بلیغ ترین اشارہ مین اس کی طرف توجہ دلاتا ہے، اور صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہے کہ:-

"گر تو اے گل گوش بر آواز بلبل می کنی
کار مشکل می شود بر بے زبانانِ چمن" ($\frac{2}{144}$)

ہم دارا، جہان آرا اور دارا کے ملازمین کے قابلِ افسوس رویہ اور سازشون کا حال یہان پر نہین، بلکہ برادرانہ تعلقات کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ نیک دل شاہجہان نے اپنے مطیع و سعادتمند لڑکے کی جان فشانیون کا صلہ کس طرح ادا کیا، ایک خط مین لکھتا ہی:

"بسیار عجب نمود کہ باچنیں سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۲/۳۵)

اورنگ زیب خوب سمجھتا ہی، کہ اس کا کیا سبب تھا، اور شاہجہان کو اس پر کہان تک متعجب ہونے کا حق ہی، لیکن پھر بھی وہ جواب دیتا ہے، کہ

"پیر دستگیر سلامت! حقیقت سرانجامِ قلعہ گیری از عرضداشتِ اخیر دستور الوزرای کہ از قندھار بدرگاہِ جہاں پناہ ارسال داشتہ بعرض اقدس رسیدہ باشد، خصوصیات دیگر نیز بعد ادراکِ سعادت بساط بوسِ اشرف از تقریرِ ایشاں مشروحاً در پیشگاہِ خلافت پرتوِ ظہور خواہد انداخت، بر حقِ سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر است کہ ایں مرید ہمہ وقت بمقتضاے اخلاص درستِ خداداد پیش رفتِ کارِ پیر و مرشدِ خود را منظور داشتہ، حتی المقدور در ہیچ باب کوتاہی ننمودہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کیفیتِ حال بر خاطر ملکوت ناظر کہ معیارِ حق و باطل است از قرارِ واقع ہویدا خواہد گشت" (۲/۲۵)

آگے چل کر پھر اسی خط مین شاہجہان لکھتا ہے:-

"ما از سرِ قندھار گذشتنی نیستیم، بہر طریق کہ دانیم، سرانجام گرفتنِ آں خواہیم فرمود، وآں مرید را ہمیں کہ بملازمت برسد، رخصتِ دکن میفرمائیم" (۳/۳۵)

اورنگزیب اس وقت بھی اطاعت کے جذبہ سے خالی نہین ہی، وہ جس صورت سے بھی ہو بادشاہ کو خوش کرنا چاہتا ہے، حتی کہ وہ یہانتک تیار ہے، کہ وہ دکن کا صوبہ دار بننے کی جگہ ایک مرتبہ پھر محاصرۂ قندھار مین جس صورت سے بھی ہو قسمت آزمائی کرے، اور اسی خیال سے لکھتا ہی:-

"قبلہ و کعبۂ دو جہاں سلامت! ازاں جا کہ علو ہمت جہاں کشا و استقامت عزم والاے

اعلیحضرت متوجہ اعاظم امور بودہ دست یقین کہ ذکر تسخیر قلعہ بلکہ تمام مملکت ایران باسہل وجہے خواہد شد، این مرید میخواست، کہ تا تقریب یساق قندھار درمیان است، دریں ضلع بودہ ہرگاہ سرانجام بواقعی شود، بتوفیق موفق حقیقی عزائمہ کام وناکام قلعہ را مسخر ساختہ بوسیلۂ آں استرضاے خاطر مقدس بیش از پیش حاصل نماید، الحال ہرچہ ضمیر خورشید نظیر اقدس اقتضا فرمودہ عین صواب ومحض حکمت است، ایں عقیدت منش را از اطاعت حکم والا چارہ نیست (ص ۵۳)

اس کے بعد ہی جب اورنگ زیب کو معلوم ہوتا ہے، کہ اس کو واپس بلوانے کے بعد اس کے دیرینہ مہربان داراشکوہ نے اس مہم کی کامیابی کا بیڑہ اٹھایا ہے، اور اس واقعہ کی وجہ سے اس کو تمام واقعات آئینہ کی طرح صاف سامنے آجاتے ہین، اور قدرةً خیال ہوسکتا ہے، کہ اس موقع پر اورنگ زیب کچھ نہین تو کم ازکم اندرونی سازشون ہی کے خلاف ہلکی سی صداے احتجاج ہی بلند کریگا، لیکن اس کے اخلاق کی عظمت اور اس کی نیت کے اخلاص کا اس وقت قائل ہونا پڑتا ہے، جبکہ ہم دیکھتے ہین، کہ اورنگ زیب اس خبر کو سنکر ان الفاظ مین شاہجہان سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے :-

"پیر دستگیر سلامت! بخاطر مقدس خواہد بود، کہ ایں عقیدت منش نوبت اوّل کہ مہم قندھار درمیاں آمد، بعد استفسار کنکاش تسخیر آں قلعہ معروض داشتہ بود، کہ اولیٰ وانسب آنست کہ داداجائی بایں خدمت تعین شوند، وفدوی ہراول ایشاں بودہ بہ مراسم جانفشانی قیام نماید، چون مقدر چنیں بود، کہ دریں فرصت، این معنی در پردہ تعویق باشد، دران ولا موقوف گشت، الحال نیز کہ ایشاں تعہد انجام این مہم نمودہ اند، . . . . انشاء اللہ تعالیٰ افتتاح ایں عقدۂ دشوار بکلید سعی ایشاں موافق خواہش دولتخواہان خواہد شد، امید کہ ایں جاں سپار کہ باوجود تحمل تعب چنین یساق اصلا اندیشۂ صوبۂ دکن وغیرہ بخاطر

راہ ندارد، نیز بموجبے کہ درآں وقت التماس کردہ کہ چندگاہ دریں ضلع بسر بردہ تا ہنگام کار رفاقت نمودہ، بتدارکِ مافات بپردازد، شاید بتوفیقِ الٰہی، دریں مرتبہ مصدرِ تردّدے گردیدہ، استرضائے باطنِ اقدس بوجہِ احسن حاصل نماید۔" (۱/۴۶)

لیکن شاہجہان اس کا جو جواب دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ

"از ہرکس کارے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۴۷)

اورنگ زیب اس تیر کو بھی نہایت ہی جوانمردی سے برداشت کرتا ہے، اور لکھتا ہے:۔

"پیر دستگیر مرشدِ صافی ضمیر سلامت! ازاں جا کہ حکیم علی الاطلاق ذات مقدسِ اعلیٰ حضرت را صفاتِ کمال ارزانی فرمودہ، بقوتِ عقل و وفورِ تجربہ بر جہانیاں برتری بخشیدہ، و جوہرِ قابلیت و حالتِ ہرکس در والاوید آنحضرت پید است یقین کہ آنچہ در بابِ مریدان و بندہا بر زبانِ حقائق ترجمان می گذرد، بیان واقع خواہد بود، و متضمن ہزاران نصیحت و ارشاد، بر اعلیٰحضرت ظاہر است کہ ہرکرا فی الجملہ از خرد بہرہ است، و نفع و ضررِ خویش پے می برد، این جانسپار کہ تربیت یافتۂ آنحضرت است، در تقدیم خدمتے کہ آں را باعثِ نیک نامی و منافعِ دوجہانی خود میداند، چون بتقصیر راضی خواہد شد بخاطر ملکوت ناظر خواہد بود، کہ ایں مرید وقتیکہ بقندھار رسید، چوں صحبتِ آں مرتبہ را بیاد داشت آنچہ موافق دریافتِ قاصرِ خویش معلوم نمود، بلا توقف معروض داشتہ التماسِ رفتن پیش کردہ بود، چوں دولتخواہاں بمبالغۂ تمام باز نمودند، کہ پیش رفت صلاح نیست، چہ دریں صورت جمعیت و مصالحِ قلعہ گیری کم وقور ندارد، و منقسم میشود، و محاصرۂ قلعہ کہ اہم است بواقعی صورت بفعل نخواہد آمد، و ثانی الحال کہ ایں معنی بعرضِ مقدس رسید، حکم صریح بر طبقِ کنکاش دولتخواہان نفاذ یافتہ کہ این فدوی ہمانجا بودہ پیش نرود، بنا براں بصواب دیدِ ایشاں کہ رعایتِ آں حسب الحکم الاعلیٰ لازم میدانست

بیروں نرفتہ، ناگزیر آں ارادہ بموقوف داشت، و باتفاقِ دستور الوزرا بمحاصرہ پرداختہ و حتی الامکان دراں باب کوشیدہ امیدوار بود، کہ کام و ناکام در ماہِ شعبان قلعۂ کوہ را مسخر خواہد ساخت، اگر فرصت می یافت سعیٔ خود را باتمام رسانیدہ از طعن و ملامت ایمن می بود، ہر گاہ بحسبِ تقدیرِ مقدماتِ مخلِ مطلب روے می دہد، و فرصتِ کار از دست رود، غیر از اعتراف بقصور چہ چارہ؟ بعد ازانکہ دیگر مریداں باچنیں سرانجام شروع دریں مہم نمودہ کارے از پیش بہ برند، تقصیرِ ایں مرید بوضوح خواہد پیوست، امید کہ براز مائشِ ناآزمودہ ہا اثرے مرتب گشتہ عنقریب مکنونِ خاطرِ مقدس جلوۂ ظہور دہد" (ص۳۴)

ایک اور خط میں شاہجہان لکھتا ہے:-

"اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را می توانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" ص۴۵

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:-

"مرشد مرید نواز سلامت! این فدوی صورتِ ارادۂ خود را پیش ازیں معروض داشتہ بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ باشد، از آنجا کہ اولاً حکمِ صریح بقدغن ہر چہ تمام ترعز نفاذ یافتہ بود، کہ عساکرِ منصورہ بے ثانی معاودت نمایند، و این خبر شہرت یافتہ قرادلان برگشتہ بودند و مردم دست از محاصرہ باز داشتہ برخے از پاے قلعہ برخاستہ، لہذا امتثالِ حکمِ فرمانِ ثانی را کہ درباب یک ماہہ توقف صادر گشتہ بود، متعذر یافتہ، ضرورۃً بصوابدیدِ دستورِ تمام دانش و سائرِ دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد، بر تقدیرے کہ در منشورِ اول حکم بہ بلیغ ثانی می رسید بتوفیقِ الٰہی انچہ بندہاے جانسپار درہمیں ماہ شعبان بر سرِ قلعۂ کوہ می آوردند، بر عالمیان ظاہر می شد" (ص۴۶)

اب شاہجہان کے پاس ان مسکت جوابات کے بعد محاصرہ پر تنقید کے لیے کوئی بات

باقی نہین رہی تھی، اس لیے اب اس نے دوسری صورت اختیار کی، اور لکھا کہ خیر محاصرہ کا تم نے جو حال کیا، تو وہ کیا ہی، :-

"اگر آں مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است"۔ (۵/۳۴)

اورنگ زیب اسکا جواب اس طرح دیتا ہے :-

قبلۂ و کعبۂ دو جہانی سلامت! بر ضمیر منیرِ اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ ایں عقیدت منش ہر چند کہ در آبادان کاری و پرداختِ صوبجاتِ عمدہ باسائرِ مریداں برابری ندارد، اما از ابتدائے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ، ہیچ گاہ در پرداختِ امور ملکی و نسقِ مہمات مقصر ننمودہ، چنانچہ ہمیں صوبۂ دکن را کہ در نہایت ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است۔ و شاید بعد تغیر حقیقتِ آں بمسامع علیہ رسیدہ باشد؛ در نیولا نیز بکرمِ ایزد جل شانہ، امیدوارست کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبۂ مذکور بحال بماند، و سر انجام مصالح درخور بشود، با آنکہ بسببِ دست اندازی و غفلتِ صوبہ داران رعایا متفرق گردیدہ تمامی آن ولایت از انتظام در رونق افتادہ انشاء اللہ تعالیٰ اندک فرصتے آثارِ سعی و کوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۳۴)

اس کے بعد سے ملاقات تک شاہجہان نے نہ تو پھر قندھار ہی کے متعلق ایک لفظ لکھا اور نہ دکن ہی کے انتظام کے متعلق نصیحت کی، البتہ یہ حکم نافذ کر دیا، کہ اورنگ زیب اپنے سابق صوبہ مین جاکر اپنے بال بچون کو لا بھی نہین سکتا، بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ ان کو لکھدے، کہ لاہور مین آکر اس سے مل جائین، اورنگزیب کو ملتان نہ جانے دینے مین دارا نے جو مصلحت رکھی تھی اس کو ہم یہان پر بیان نہین کرینگے، بلکہ بھائیون کے تعلقات کے سلسلہ مین پیش کرین گے

اورنگزیب نے اس حکم کو بھی بلا چون و چرا قبول کر لیا چنانچہ اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"حسب الحکم جہاں مطاع ہمت اندراج یافتہ کہ این خیر خواہ پس از دریافت ملازمت اقدس بصوب

دکن رخصت خواہند فرمود، بمردم خود نویسد کہ از ملتان بلاہور بیایند"

.بر ضمیر عطوفت تاثیر پوشیدہ نخواہد بود، کہ این ہواخواہ در جمیع اوقات اطاعت حکم اقدس

را سرمایۂ سعادت جاودانی دانستہ مطلبے جز استرضاے خاطر مقدس اعلحضرت ندارد، و بہرچہ

ماموری گردد، صلاح کار خود انگاشتہ برخلاف اہل روزگار غرض خویش را بنظر درنمی آورد" (غ/۱۳۴)

اورنگ زیب ٹھیک ایک مہینہ کے بعد ۱۲ ار رمضان (۷ راگست) کو بادشاہ کی خدمت

ن حاضر ہوا، اور رمضان (۷ ار اگست) کو دکن کی طرف روانہ کر دیا گیا، برسات کا زمانہ تھا، پنجاب

ے دریا بھرے ہوے تھے، پل بنتے اور ٹوٹتے تھے، ایسی حالت مین سفر مین تعویق ناگزیر تھی،

ن شاہجہان کو یہ بات بھی پسند نہ تھی، اور وہ اورنگ زیب کی اس تاخیر پر بلا وجہ ناخوشی کا

ار کرتا ہے، اورنگ زیب اسی قسم کے ایک خط کے جواب مین لکھتا ہے :-

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! این فدوی در سرعت طے منازل کوتاہی ندارد، اگر این

مقامہا کہ آن روے اٹک و این طرف چناب واقع شدہ مانع قطع مسافت نمی گشت

تا حال بنواحی دار الخلافت شاہجہان آباد می رسید، اکنون نیز انشاء اللہ تعالیٰ بعد عبور

ازین دریا بقدر مقدور در سرعت تقصیر نمودہ بوقت خود را بدان حدود رسانیدہ بتوفیق الٰہی

قابو را از دست نخواہد داد" (۹/۱۴۴)

ایک دوسرے خط مین شاہجہان لکھتا ہے کہ

"آن مرید را در رفتن توقف بسیار روے دادہ، اکنون از ہر راہے کہ زود تر، تواند رسید

خود را برساند" (۱۱/۱۴۴)

اورنگ زیب اس کے جواب مین لکھتا ہے :-

"پیر دستگیر سلامت! از آنجا کہ این مرید ہمہ جا برابر لشکر ظفر اثر طے مسافت می نماید، سبب توقف بر آئینۂ خاطر ملکوت ناظر روشن خواہد بود، راہے کہ بگھاٹی چاندہ میرود، اگرچہ چند منزل نزدیکتر است، و این فدوی اصلاً بتوقف راضی نبودہ، میخواہد کہ بسرعت تمام خود را بدکن برساند، اما چون متعلقان جمیع مردم از ملتان رسیدہ اند، و بہل و ارابہ بسیار ہمراہ است و باین ہمہ حمل و اثقال زیادہ از چہار پنج کردہ منزل نمی توان کرد و عقب گذاشتن مردم درچنین راہ مسلوک مناسب نیست، قرار دادہ کہ از سنام دلودھانہ شدہ، نزدیک دارالخلافہ شاہجہان آباد، برآن راہ راست ملحق شود و از آنجا نوعے قطع منازل کند، کہ درعرض یک ماہہ بہ برہان پور تواند رسید، چہ درراہ راست بادشاہی، اگر بعض مردم بزیادتی اسباب عقب بمانند، اندیشہ نیست" (۱۱/۴۳)

ان جوابون کے بعد بھی شاہجہان کو یہی نظر آتا ہے، کہ اورنگزیب نہایت ہی آہستہ آہستہ سفر کر رہا ہے، چنانچہ وہ پھر لکھتا ہی کہ

"چہار ماہ است کہ آن مرید از خدمت ما مرخص گشتہ و دو ماہ است کہ صوبہ دار ہر چہار صوبۂ دکن از آنجا روانۂ احمد آباد شدہ بگجرات رسیدہ ہر چند آن مرید زودتر خود را بدولت آباد برساند بہتر است" (۱۴/۱۴۴)

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ مین دیتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات من سلامت! بر پیشگاہ خاطر ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود کہ این عقیدت کیش درین مدت بہر خدمتے کہ سرفرازی یافتہ حتی الامکان بتقدیم آن پرداختہ در امتثال حکم لازم الاتباع اصلاً تعلل و تاخیر ننمودہ درین مرتبہ کہ بمحض تفضل و عنایات صوبجات دکن کہ قبل ازین مدتے در آن مرز بوم بسر بردہ، دستوری یافتہ و خدمت بادشاہی کہ آن را

بمنزلِ طاعتِ الٰہی می داند، در آں صوبجات بسیار روے می دہد، اگرچہ بعض منافعِ راہ بے سامانی

سپاہ کہ حقیقتِ آں بر ضمیرِ خورشید نظیر مسطور نیست، واقع نمی شد، این ہمہ توقف چہ امکان داشت

این مرید شاگردِ پیر و مرشدِ حقیقی، خود با آہستہ رفتن کمتر آشنا است، انشاء اللہ تعالیٰ اواسطِ شہر

صفر ختم بالخیر والظفر بنواحیٔ برہان پور رسیدہ، اگر در آنجا کارے نباشد، بے توقف عزیمتِ دولت

آباد خواہد نمود۔ (۱۴/۴۴)

اورنگزیب ان جھگڑون کو سنتا ہوا، اور شجاع و مراد سے ملتا ہوا، ۱۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۶۳ھ (۳ فروری سنہ ۱۶۵۳ء) کو برہان پور مین داخل ہوا، اور ان الفاظ مین اپنے داخلہ کی اطلاع بادشاہ کو دی[1]:-

"این مرید .... پانزدہم ربیع الاوّل داخلِ بلدۂ برہان پور شدہ مشغولِ پرداختِ مہماتِ اینجا است، ہرگاہ خاطر از بندوبستِ معاملۂ پایان گھات جمع نماید، انشاء اللہ تعالیٰ روانۂ دولت آباد خواہد شد" (۱/۴۹)

---

[1] سفر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو خطوط نمبر ۴۹-۳۲،

باب ۶

نظامتِ دکن نوبت دوم،

اورنگزیب کہنے کو تو ۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۳ھ (۳ فروری سنہ ۱۶۵۳ء) کو برہان پور میں داخل ہوا، لیکن شاہجہان سے رخصت ہوتے ہی وقت وہ دکن کا صوبہ دار بنادیا گیا تھا، اور اس دور افتادہ نومفتوحہ علاقہ کے متعلق ہر قسم کی ذمہ داریاں اس پر عاید ہوگئی تھیں، اور اس نے بھی ایک فرض شناس نوجوان کی طرح اپنے فرائض کو ایمانداری کے ساتھ ادا کرنا شروع کردیا تھا، اس سلسلہ میں اس کا سب سے پہلا کام یہ تھا، کہ وہ دکن کی موجودہ حالت سے واقفیت حاصل کرے کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا، کہ اس کے دکن کو چھوڑنے کے بعد ان دس سالوں میں وہاں کی حالت بدتر ہوگئی ہے، ان دس برسوں میں خان دوران، راجہ جے سنگھ، اسلام خان، شاہ نواز خان، مراد، اور شایستہ خان ملاکر چھ صوبیدار یکے بعد دیگرے اس صوبہ میں اپنی رائے اور اپنے خیال کے مطابق حکومت کرچکے ہیں، اور چونکہ ہر آمدہ عمال نے نو ساخت کے اصول پر زیادہ عمل درآمد ہوا ہے، اس لئے دکن نے ترقی کی جگہ تنزل کی طرف تیزی سے قدم بڑھایا ہے۔ خان دوران کی سختگیری، اسلام خان کی حرص، مرزا راجہ کا تذبذب، مراد کی بے راہ روی، اور شایستہ خان میں ذمہ داری کے احساس کا فقدان وہ چیزیں تھیں جنھوں نے ایک طرف تو وہاں کے افسران کو بادشاہ کی خفگی سے مامون اور خود غرض کردیا تھا، اور دوسری طرف رعایا تباہ، زراعت برباد،

اور ملکی انتظام تقریباً مردہ ہوگیا تھا، اگرچہ ان دس برسون مین اس صوبہ کو جو اندرونی امن اور بیرونی
سرحدی ریاستون کے حملون سے اطمینان حاصل ہوگیا تھا، اس کا مقتضا تو یہ تھا، کہ یہان کی ہر چیز
مین ترقی ہوتی، لیکن صوبہ دارون کی غفلت نے اگرچہ رفتار مین کمی نہ آنے دی، لیکن اب آبادی
کی جگہ ویرانی منزل مقصود تھی، اور وہی صوبہ جس کی آمدنی سرکاری مورخ نے ۳ کرور ۶۲ لاکھ بتائی
تھی، ۱۰۶۲ھ ۱۶۵۲ء مین وہ صرف ایک کرور دے سکا تھا، جاگیرون کا حال اس سے بدتر تھا، ابتداءً
جاگیردارون نے اپنی رقم پوری کرنے کے لیے رعایا پر جو تشدد کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار اپنی
زمین چھوڑ کر بھاگ گئے، اور جون جون رقم کی تدریجی کمی کی وجہ سے ان جاگیرداون کی سختیان بڑھتی
گئین، مزروعہ علاقے گھٹتے اور غیر مزروعہ بڑھتے گئے، اور جب اورنگزیب نے اس صوبہ کی عنانِ نظامت
اپنے ہاتھ مین لی، یہ مرض پرانا اور تقریباً ناقابلِ علاج ہوچکا تھا، لیکن اورنگزیب اس دماغی
کیفیت کا آدمی نہ تھا، جو ناکامی سے فوراً مایوس ہوجاتے ہین، بلکہ وہ ان چند باہمت کامیاب لوگون
مین تھا، جنکو ناکامیابی مین کامیابی مسکراتی نظر آتی ہے، اور جو مصیبت کی تاریکی مین راحت کی
روشنی دیکھتے ہین، ان تمام حالات کی عام واقفیت کے باوجود بھی اورنگزیب یاس و نا امیدی کا ایک لفظ
بھی زبان سے نہین نکالتا، بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ

"ودرین ولا نیز بکرم ایزد جل شانہ امیدوار است کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبۂ
مذکور (دکن) بحال بماند، و سرانجام مصالح درخور باشد بشود، با آنکہ بسبب دست اندازی و
غفلت صوبہ داران، رعایا متفرق گردیدہ تمامی آن ولایت از انتظام و رونق افتادہ، انشاء اللہ
تعالیٰ در اندک فرصتے آثارِ سعی و کوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (ص ۳۱)

اس امید بلکہ یقین کے ساتھ جو شخص ایک کام کے لیے روانہ ہوگا، اس کی کامیابی یقینی ہے،
اور ایسا ہی ہوا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ دکن کا صوبہ چار صوبون پر

مشتمل تھا، اوراس کو انتظامی حیثیت سے دو حصّوں مین منقسم کر دیا گیا تھا، (۱) پایان گھاٹ اسمین خاندیش اور نصف برار شامل تھا، اور (۲) بالا گھاٹ یہ باقی ۲½ صوبون پر مشتمل تھا، اور چونکہ شمالی ہند سے آنے والا آدمی پہلے پایان گھاٹ ہی مین پہنچتا ہے، اس لیے شاہجہان نے بھی اورنگ زیب کو یہ راے دی تھی، کہ کچھ دنون وہان رہ کر اور وہان کی حالت درست کر کے وہ صوبہ کے دار السلطنت مین جاے، اس لیے اورنگزیب نے بھی اسی کو اپنا لائحۂ عمل بنایا تھا، اس کے ساتھ اورنگزیب اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھا، کہ یہ دور دراز کا خستہ و خراب صوبہ اس کو اس لیے دیا گیا ہے، کہ ایک طرف تو بادشاہ اور دارا سے بہت دور رہے، اور دوسری طرف اس کے دشمنون کو اسے بدنام اور شاہجہان کو بدگمان کرنے کے مواقع ہر وقت حاصل ہون، اور جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، ایک بڑی حد تک وہ دونون مین کامیاب ہوئے، اس لیے اورنگزیب نے ابتدا ہی سے شاہجہان کو وہان کے حالات سے واقف کر دینا شروع کر دیا تھا، اور برہان پور پہنچنے کے پہلے ہی اس نے پایان گھاٹ کی حالت کے متعلق ان الفاظ مین اطلاع دیدی تھی:-

"پیر دستگیر صافی ضمیر سلامت! چون پرداخت مہاتِ پایان گھاٹ کہ بغایت از نسق افتادہ ضرور است، انشاء اللہ تعالیٰ بموجب حکم مقدس . . . . روزے چند دران بلدہ (برہانپور) اقامت گزیدہ و خاطر از بندوبستِ آنجا مطمئن ساختہ بدولت آباد خواہد رفت، و بتوفیقِ الٰہی و یمن تربیت و ارشادِ مرشد کامل مکمل خود، در معموری و انتظامِ مہامِ صوبجاتِ دکن کہ حقیقتِ ویرانی و بے رونقیِ آن پوشیدہ نیست بقدر مقدور اہتمام

۱؎ یہان پر یہ بات بھی غور طلب ہی کہ دارا کو جو صوبے دیئے گئے ہین وہ حکومت کے بہترین صوبے کابل، ملتان، پنجاب، اور الہ آباد ہین، شجاع، بنگال اور اوڑیسہ کا دائمی صوبہ دار ہے، مراد بھی مالوہ، کشمیر، یا گجرات ہی مین اکثر و بیشتر رہتا ہے،

لازم دانستہ بتقصیر از خویش راضی نخواہد گشت (۲۴۴)

برہان پور پہنچنے کے بعد جو پہلا خط شاہجہان کو لکھا ہے، اس میں ذرہ تفصیل کے ساتھ دکن کی ویرانی کا حال لکھتا ہے:-

"قبلۂ حاجات وکعبۂ مرادات سلامت ایش ازیں شنیدہ شد کہ بندوبست بگلانہ خوب شدہ دریں ولا کہ ایں مرید بہ برہان پور رسید خلاف آنچہ مسموع بود بظہور پیوست، واقعہ نویس معزول بندر سورت کہ روانۂ درگاہ جہاں پناہ است، شاید بوسیلۂ ایستادہائے پایۂ سریر خلافت مصیر حقیقت رابمسامع جاہ وجلال برساند، چوں بجہت ضبط بگلانہ کہ بعد سید عبدالوہاب خوب بعمل نیامدہ جمعے راازحضور خود جدا نمودہ باید، فرستاد، وسوائے حاصل آں ولایت کہ از زبونی عمل نسبت بگذشتہ بسیار کم است، مبلغ کلی خرچ بایستے نمود، تا بندوبست خاطر خواہ شود، وپرداخت صوبجات دکن کہ از نسق افتادہ ضروراست، وبرائے سرانجام خدماتے کہ دریں صوبجات روی دہد، جمعے لائق درحضور ایں فدوی درکار، وکیفیت ویرانی وبے رونقی آں با وسعتے کہ دارد کہ بر اعلیحضرت پیکر روشن، بنا براں نظر بمقتضائے وقت نمودہ اسد اللہ ولد میر فضل اللہ را . . . . . . بخدمت فوجداری بگلانہ تعین ساخت" (۲۴۹)

لیکن شاہجہان دکن کی اصلاح کے لیے بے صبر تھا، بہ بے صبری دسے یہ بھی سوچنے نہ دیتی تھی، کہ اتنے بڑے صوبہ کی اصلاح اس قدر جلد ناممکن ہے، اس کا خیال تھا، کہ اورنگزیب کو، الف لیلہ کے سمسم کی طرح جادو کے کچھ الفاظ یاد ہیں، جنکے کہنے کے ساتھ ہی تمام غیر مزروعہ ویران صوبہ ایک آن دو میں سرسبز وشاداب لہلہاتا ہوا کھیت بنجائے گا، اورنگ زیب کو آئے ہوئے ابھی تین مہینے بھی نہ گذرے تھے، کہ اس نے لکھنا شروع کیا، کہ

"چوں آں مرید تاحال ازمہمات پایان گھاٹ فارغ شدہ باشد وبندوبست آں ملک بنفی

نمودہ، باید کہ بمجرد وصولِ ایں مثال سعادت تمثال روانۂ دولت آباد شود، و ولایت بالاگھات و پایان گھات از خود دانستہ پرداختِ آں بواجبی نماید" (۱۵ ب)

اورنگزیب کو ویرانی اور اسکی اصلاح کے لیے جس طویل مدت کی ضرورت ہو گی حقیقی علم تھا اور اس نے اس حکم کا اس طرح جواب دیا:۔

"بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بمقتضائے حسنِ عقیدت ہمہ وقت تقدیمِ خدماتِ بادشاہی را عین سرانجامِ مقاصدِ دارینِ خود تصور نمودہ، حتی الامکان در آں سعی مبذول میدارد، و بہ تن آسانی کمتر پرداختہ بقدرِ مقدور اوقات را صرفِ بندوبستِ مہامِ ملکی می سازد،

"از آنجا کہ برہم خوردگیٔ ولایتِ دکن کہ دریں مدت دہ سال پرداخت نشدہ از آں قبیل نیست کہ نسقِ آں بزودی دست بہم دہد، و سرانجامِ ولایت نوعے کہ در بودنِ خود می تواں کرد، غائبانہ میسر نہ، و معہذا می دانست کہ مطمحِ نظرِ اعلحضرت پرداختِ ولایت است و بالفعل در دولت آباد آں چناں کار ضروری نیست کہ نظم و نسقِ پایان گھات ناکردہ بسرعت تمام انجام باید رفت، بنابراں . . . . می خواست چندگاہ در برہان پور توقف نمودہ خاطر از خاندیس و برار و پایان گھات جمع سازد، الحال کہ یرلیغِ اشرف بدینگونہ نفاذ یافت مستعدِ عزیمتِ دولت آباد است، لیکن اگر حکم شود کہ اوائلِ شہر یور از ینجا روانۂ آں طرف گردد، شاید پرداختِ پایان گھات بہتر ازیں صورت یابد، دیگر آنچہ بخاطرِ مقدس برسد محض حکمت است" (۳ / ۱۵)

اورنگ زیب نے دکن میں پہنچنے کے ساتھ ہی اس صوبہ میں بھی عمل تعانی کا اجرا شروع کر دیا تھا، اور اسی غرض سے اس نے مرشد قلی خان کو بالاگھات کا دیوان مقرر کیا تھا، منفعت تھا نہ

پایان گھاٹ کا دیوان تھا، اورنگ زیب نے اس کو بھی اس عمل کے اجرا کے لیے کہا، اور بعد مین اونسے مرشد قلی خان ہی کو دونون حصون کی دیوانی پر مقرر کرادیا، راجہ ٹوڈر مل اکبری کے اصلاحات دیوانی کے دکن مین رائج کرنے کا سہرا اورنگزیب اور مرشد قلی خان کے سر ہے، مرشد قلی خان نے اس سلسلہ مین جس تندہی، جس محنت، جس ایمانداری اور جس استقلال سے ویران دکن کو آباد کرنے کا کام شروع کیا تھا، اس کا مفصل حال مآثر الامرا مین مذکور ہے، اورنگ زیب بھی اس کے کامون سے خوش تھا اس کا بڑا مداح تھا، کوئی ایسا موقع نہ ہوتا جہان مرشد قلی کا ذکر ہوتا اور اورنگزیب اس کے کامون کی تعریف نہ کرتا، ایک خط مین شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"پیر دستگیر سلامت! در پرداخت ہر چہار صوبۂ دکن و از دیاد آبادی آن حتی الامکان سعی مصروف شدہ و میشود، امید کہ بجمل تمامی این ولایت نسق شائستہ بیابد، آنچہ از کاردانی و فہمیدگی مرشد قلی کہ بر زبان کلک الہام بیان گذشتہ محض کرامات است، این مرید اورا این چنین بندہ دانستہ التماس خدمت دیوانی بالاگھاٹ برائے او نمودہ بود، اعانت او در ہمہ باب بعمل آمدہ و خواہد آمد" (لہ ہ)

ایک دوسرے خط مین مرشد قلیخان کو پایان گھاٹ کا بھی دیوان مقرر کرنے کے لیے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:۔

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! چون این فدوی را برائے خدمت دیوانی پایان گھاٹ ہم فہمیدۂ کاردان درکار است و مرشد قلی خان با وجود خدمت مرجوعہ بخوشی این خدمت را بخیر براہ می تواند نمود، اگر حکم مقدس شرف نفاذ یابد امور دیوانی رابدو تفویض نمایند" (لہ ہ)

ایک اور خط مین اس کی جاگیر کی کم حاصلی کے متعلق شکایت کرتے ہوے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:۔

لہ جلد سوم ص ۵۰۰-۵۹۳۔

"پیر و مرشد حقیقی! این مرید سلامت! مرشد قلیخان بندۂ کارآمدئ درگاہ معلی است و خدمت مرجوعہ را از روے امانت و دیانت بہ تقدیم رسانیدہ در پرداخت مہمات ولایت بالاگھات و ایادال کاری دقیقہ از دقایق سعی و اہتمام فرو نگذاشتہ، اگر دیوانیان پیشین نیز بہمین نمط توفیق جد و جہدی یافتند، کار این ولایت بدینجانمی رسید" ([۲])

اور یہ واقعہ ہے کہ مرشد قلیخان نے دکن کو دکن بنا دیا، اس نے تمام زمین کی پیمایش کی، اس کے پیداوار کا مطالعہ کیا، پھر اسی کی روشنی مین تین قسم کی مالگذاری مقرر کی، اسی کے ساتھ غریب کاشتکارون مین تقاوی تقسیم کی، اور مالگذاری کی صحت کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر کیا، اور آج تک اسی کی پیمایش اکثر و بیشتر دکن مین رائج ہے، اور اس کے دھارے کی مقبولیت کا بین ثبوت

اورنگ زیب اپنے دیوانون کی مدد سے اصلاح کی طرف متوجہ تھا، اور شاہجہان جلد از جلد دکن کو آباد دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے وہ اورنگ زیب کو ایک مرتبہ پھر لکھتا ہے، کہ تمھارے آدمیون سے دکن کا انتظام نہین ہو سکتا، اورنگزیب اس کی تشریح ان الفاظ مین پیش کرتا ہے:

"مرشد کامل من سلامت! بر ایستادہاے پایۂ سریر خلافت ظاہر خواہد بود کہ چہ قدر جمعیت این مرید بہ بنگالہ رفت و تا چند در آنجا بود، کہ ضبط شایستہ از آنہا بفعل نیامد، اگر این فدوی یکچندے جمعیتے درخور کار آنجا می داشت حقیقت عمل بعرض مقدس میرسید" ([۲])

بہرحال جب برہان پور مین تقریباً ۹ مہینے رہ کر اورنگزیب ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۶۳ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۵۳ء) برہان پور سے روانہ ہو کر ۱۴ محرم ۱۰۶۴ھ (۲۵ نومبر ۱۶۵۳ء) کو دولت آباد مین داخل ہوا ہے، تو وہ اس قابل تھا، کہ وہ شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دے کہ

"امید کہ بہمین نیت حق طویت اعلیحضرت پرداخت مہمات این ولایت نیز بدستور پایان گھات صورت گرفتہ اجراے عمل تبائی کہ حسب الحکم الاقدس قرار یافتہ سبب ازدیاد آبادی گردد" ([۱])

اگرچہ اورنگ زیب اپنے فرائض کی ادائیگی مین مصروف تھا، اور ہر طرح دکن کی آبادی ورونق کے لیے کوشاں، لیکن شاہجہان کا کوئی خط ایسا نہین ہے جس مین اس نے اورنگزیب پرستی، بے توجہی اور مجرمانہ غفلت کا الزام نہ لگایا ہو، آخر اورنگ زیب بھی اپنی خاموشی کو جاری نہ رکھ سکا، اور اگرچہ اسے "خودستائی" پسند نہ تھی، پھر بھی اپنے کو الزام سے بری کرنے کے لیے اوسے اطلاع دینا پڑی کہ

"سعی و اہتمامے کہ درین فرصت اندک درباب پیش آمدن این ولایت ازین مرید بظہور رسیدہ چون عرض آن لاف وگزاف بود، و این فدوی بدین شیوہ کمتر آشنا است، بنابران ہرگز درین وادی زیادہ راضی نہ شد، کہ دیوانیان اینجا، نیز این معنی را معروض دارند، ہرگاہ این مرید تقدیم خدمات پیر و مرشد و جہانی را بمنزلہ اطاعات پروردگار حقیقی عز اسمہ تصور نمودہ باشد حتی الامکان در نظم ونسق معاملات این ملک چگونہ بتقصیر از خویش راضی خواہد گشت، ولایتے کہ از مدتے بجہات کثیرہ ویران وخراب شدہ، اگرچہ معمورئی آن درعرض دو سال چنانچہ باید صورت نیابد، از غفلت و کوتاہی نیست، و معہذا درین سال از توجہ باطن فیض مواطن آنحضرت در اکثر محال بالاے گھات و پایان گھات قریب یک سواے از جمع عمل دیانت خان اضافہ آمدہ چنانچہ بتفصیل از عرائض دیوانیان بعرض والا خواہد رسید، انشاء اللہ تعالیٰ بمرور وتدریج آثار آبادانی ظاہر خواہد شد" ($\frac{۳۱}{۵۹}$)

اورنگ زیب نے آمدنی مین ۵ فیصدی کا اضافہ کردیا ہے، ویرانی آبادی کی شکل اختیار کررہی ہے لیکن وہ صرف خودستائی سے بچنے کے لیے اپنی کامیابی وشہرت پر بھی پردہ ڈال رہا ہے، اور اب بھی جبکہ ترقی کی راہین کھل چکی ہین، وہ سررشتہ اعتدال کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، بلکہ اس کیلئے بھی "بمرور وتدریج" کی شرط لگاتا ہے، یہ دراصل اسکی اخلاقی عظمت کی دلیل ہے، لیکن اس کامیابی

کے بعد بھی شاہجہان کی پیشانی کی گرہین نہ کھلین، بلکہ ان مین زیادہ الجھن، باریکی اور سختی پیدا ہوگئی غصہ کے سیلاب نے عقل و فہم، انصاف و عدل کے بند کو توڑ دیا تھا، اورنگ زیب اسکی پوری زد مین تھا، وہ ایک موج کی زد سے مشکل ہی سے بچنے پاتا تھا، کہ دوسری خوفناک موج اسے ہمیشہ کے لیے اپنے آغوش مین بٹھانے کے لیے بڑھتی تھی، کشیدگی و اضطراب، بدگمانی اور بے چینی بڑھی، اور اسنے باپ، بیٹے کے تعلقات کو منقطع کردیا، اور یہ کشیدگی اس وقت تک باقی رہی، کہ برادرانہ جنگ کے دل بادل تمام ملک پر چھاگئے، اور اس مین سے عدم اعتماد کی بجلی چمکی اور تمام ملک مین خون کی بارش ہوئی، اس اجمال کی تفصیل آگے آئیگی،

اختلافات کے اسباب اورنگ زیب اور شاہجہان کے باہمی اختلاف کی ایک بڑی وجہ اورنگزیب کی وہ جاگیرین تھین، جو اسے دکن مین دیگئی تھین، اگرچہ ملتان و بھکر کی جاگیرین بھی اس رقم کے مقابلہ مین جنکے لیے وہ دیگئی تھین، بہت کم تھین،[1] پھر بھی وہ دکن کی موجودہ جاگیرون سے لاکھ درجہ اچھی تھین، ان مین کچھ نہین تو نصف ضرور ملجاتا تھا، لیکن یہان تو شاید دسوان حصہ بھی ملنا مشکل ہی تھا، اورنگزیب محاصرۂ قندھار کے بعد کابل کی طرف روانہ ہی ہوا تھا، کہ اُسے ملتان سے دکن کی تبدیلی اور اپنی جاگیر کے متعلق کاغذات ملے، اس نے اسی وقت شاہجہان کو لکھا، کہ اس وقت جو جاگیرین اسے ملی ہین، ان کے حساب سے اس کی موعودہ رقم مین جو ان جاگیرون سے وصول کیجائیگی، سترہ لاکھ کی کمی ہوگی، اور اس دائمی کمی کی موجودگی مین وہ کسی صورت سے بھی دکن جیسے اہم صوبہ کی نظامت کے شایان شان خدمات انجام نہین دیسکتا، وہ لکھتا ہے :-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت! بر ضمیرِ خورشید تاثیر اعلحضرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہویدا خواہد بود، کہ این فدوی کہ پیش نہادِ ہمتش در ہمہ وقت استرضاے خاطر مقدس ست"

---

[1] دیکھو خط ۱/۱۲ بنام جہان آرا بیگم۔

دریں مدت بہر خدمتے کہ از پیشگاہِ خلافت سرفراز شدہ، سعادتِ خود دانستہ تصور نمودہ اطاعت
حکم را سرمایۂ دولت جاودانی دانستہ، بے مداہنت والتماسے بقدر مقدور در پیش رفت
آں کوشیدہ درین ولا از ملاحظہ تفاوت حال و دول جاگیرِ دکن کہ حقیقتِ آں بر اعلحضرت
نیکو روشن است، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بعد از ملازمت از تقریر دلپذیر وزیر بے نظیر
بسامع جاہ وجلال خواہد رسید، بغایت متعجب گشتہ کہ آیا سببِ ایں ہمہ کمی کہ قریب ہفدہ
لک روپیہ است و باعثِ تغیر جاگیر سیر حاصل ملتان و بھکر شدہ، چہ خواہد بود؟
اگر از روے ذرہ پروری و مرید نوازی بخاطر مبارک پرتو انداختہ باشد کہ ایں فدوی
بخدمت صوبۂ عمدہ سربلند گردد، دریں صورت پرداختِ احوال نوعے قرار یابد کہ از عہدۂ
این خدمت و ضبطِ صوبجاتِ سرحد وسیع برہم خوردہ بواقعی بر آمدہ میانِ اقرانِ و دنیادارانِ
دکن انفعال نہ کشد، و در حضورِ اقدس نیز مقصر نہ بودہ از عتاب و خطاب ایمن باشد" ($\frac{14}{142}$)
اس کمی کی شکایت اپنی بہن جہان آرا سے بھی کرتا ہے:-
"چون دریں ولا دول جاگیر دکن کہ از پیشگاہ والا بدستور الانوار رسیدہ بود حسب الحکم الاعلیٰ
مطالعہ نمود، از تفاوتِ یافت و خلافِ آمد طالع بغایت متعجب است کہ آیا سببِ ایں ہمہ
کمی چہ خواہد بود، اگر مرضی طبع مبارک آن است کہ ایں اخلاص منش در گوشۂ بسر برد،
دریں صورت تنہا بگلانہ، کہ سابقاً بصیغۂ التمغا مقرر بود، کافی است، و اگر از سوے مرید نوازی
و ذرہ پروری بخدمت صوبۂ عمدہ سرفرازی شود، پرداختِ احوال نوعے فرمایند کہ ثانی الحال
میانِ اقران و دنیادارانِ دکن انفعال رو ندہد، و در پیشگاہ خلافت مقصر نبودہ مورد
عتاب و خطاب نگردد" ($\frac{2}{144}$)
ان خطوط کا یہ اثر ہوا کہ شاہجہان نے "بگلانہ را سوائے این دول بانعام مرحمت فرمودند" ($\frac{2}{145}$)

دکن مین اورنگزیب کو دو حصہ جاگیر، ایک حصہ نقد کا حکم ہوا تھا، اس کی جاگیر کا حال بہت خراب تھا اور جس رقم کے لیے جاگیرین دیگئی تھین، اُن کا چوتھا، پانچوان حصہ بھی مشکل سے وصول ہوتا تھا، اور نقد کے لیے بھی خود سرکاری زمینون سے اتنا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا، کہ وہان کے اخراجات کے لیے کافی ہو، اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پہلے تو اُسے دکن کے خزانۂ محفوظ سے روپیہ لینا پڑا، اور جب اس مین ضرورت کے مطابق ہی رقم رہگئی تو یہ رقم مالوہ، و سورت کے خزانون سے دلائی جانے لگی، اور نگزیب نے شاہجہان کو ان باتون کی خبر اس طرح دی ہی:-

"کیفیتِ مداخل و مخارجِ صوبجاتِ دکن آن است، کہ ہر سال قریب شش لک و سی و سہ ہزار زر بخرج اہتمامِ توپخانہ و اہل وظائف و سائر اخراجاتِ لازمی ہر چہار صوبہ مقرر است، و بست و پنج لک و چہل و سہ ہزار روپیہ در طلب نقدی این مرید و روزیانۂ خانہ زادانِ درگاہ والا وغیرہ تنخواہ شدہ کہ ہمگی سی و یک لک و ہفتاد و شش ہزار روپیہ است و محصول پرگنہ بیر و دیگر محالِ خالصہ شریفہ با ہشت لک روپیہ پیشکشِ قطب الملک و یک لک روپیہ پیشکشِ زمیندار دیوگدہ از یازدہ لک و چہل ہزار افزون نیست، دریں صورت ہر سال بست لک و سی و شش ہزار روپیہ دیگر باید، کہ داخلِ اینجا با خرچ برابر شود، و از آنجا کہ ہشتاد لک و شصت ہزار روپیہ بہ تقریبات در خزانہ عامرۂ دکن فراہم آمدہ بود، و مدتے بایں، خراجات وفا میکرد، ایں مرید در ایام کہ داخل ایں صوبہ گردید، با وجود ظہورِ حقیقت با ظہارِ آں نپرداختہ عرضداشت ننمودہ: اکنون کہ مبلغے از موجوداتِ خزانۂ والا دریں چندگاہ صرفِ اخراجاتِ مسطورہ شدہ و موازی بست لک روپیہ ذخیرۂ دولت آباد و آسیر ہشت لک و پنجاہ ہزار روپیہ باقی ماندہ و اقلاً این مقدار خزانہ برائے احتیاط ضرور است، کہ دریں قسم صوبۂ عمدہ سرحد ہمہ وقت موجود باشد، واجب دید، کہ صورتِ حال را بہ بارگاہِ جلال معروض دارد" ($\frac{۲}{۴۸}$)

اورنگ زیب اس خط کے پہلے بھی متعدد عرضداشتون مین قلتِ محاصل کی شکایت کر چکا تھا
اور اس پر بادشاہ نے اُسے حکم دیا تھا، کہ اس کے تیول مین جو کم حاصل زمینین ہین، ان کے عوض وہ
سرکاری زمینون مین سے جو اچھی ہون خواہ وہ جاگیردارون کے پاس ہون، یا سرکاری انتظام
مین، چن لے، لیکن اورنگ زیب جانتا تھا، کہ اگر اس نے ایسا کیا، تو بہت سے سرکاری ملازم تباہ
ہو جائین گے، اس لیے اس نے بادشاہ کے سامنے مندرجۂ ذیل تجویز پیش کی کہ

"اگر حکم اقدس زینتِ نفاذ یابد، از ابتدائے فصلِ خریف موافقِ حال حاصل بست لک و
سی و شش ہزار روپیہ وصولی محالِ تیول داراں را بخالصۂ شریفہ ضبط کنند، تا در آیندہ، دخل با خرچ
مساوی گردد، لیکن چون جمع دامی این صوبجات بعد وضع تخفیف کر یک ارب و چہل و چہار
کرور و نود لک دام است، و محصولِ آں با دوازدہ لک روپیہ دکی کہ دیوانیانِ سابق
بجہت قائم داشتنِ جمع بصیغۂ آفت نوشتہ اند یک کرور روپیہ است، کہ سراسری سہ ماہہ
درست نمی شود، از انجملہ دوازدہ کرور دام در جاگیر و سہ کرور دام در وجہ انعام ایں مرید و خانہ
زاد درگاہ معلی تن گردیدہ و بر تقدیرے کہ محالِ بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی
دیگر خالصہ کردہ شود، یقین کہ اکثر بندہا تعین دکن بے جاگیر خواہند ماند، ضرورۃً اینہا را رخصتِ بارگاہ
خلافت باید نمود، و نزدیک سہ لک از جمعیتِ اینجا کہ کیفیتِ آں بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت
ناظر ہویدا ست، کم خواہد شد، دریں صوبہ کہ از جہاتِ کثیرہ با صوبہ بنگالہ و گجرات نسبتے ندارد،
و باید کہ جمعیت خوب ہمیشہ موجود باشد"

. . . . . . قبل ازیں نیز کہ ایں مرید بصوبہ داری دکن امتیاز داشت ہمیں مراتب را
منظور فرمودہ از جملہ جاگیر ایں فدوی چند پرگنہ را در صوبجاتِ دیگر عنایت نمودہ بودند، و طلب
نقدی از صوبہ مالوہ و بندر صورت (سورت ؟) مرحمت شد، و چند کس از بندہائے پیش منصب

که جاگیر در صوبہاے دیگر داشتند دریں صوبہ بسر بردند، بنا بران امیدوار است، کہ دریں باب نوعے کہ رائے ممالک آرائے خورشید ضیائے اقتضا فرماید، بایں مرید ارشاد شود، تا مطابقِ آں کام بند گردد۔" ($\frac{12}{68}$)

شاہجہان نے اپنی رائے نہین بدلی، جاگیردن کو جنہین سترہ لاکھ کی کمی ہے، علی حالہ رہنے دیا، البتہ نقدی کے متعلق یہ حکم ہوا کہ

"ہر چند نظر بآنکہ دریں سال آں مرید پرداختِ صوبجاتِ دکن از قرارِ واقع نمودہ بایستے تمام تیولِ او درآں صوبجات تنخواہ باشد تا در افزونیِ آبادان میکوشید اما چوں از رہگذشتِ قلتِ حاصلِ جاگیرِ دکن نقصانے بآں مرید میرسید دو سال دیگر نیز دہ کرور دام بقرار دہ ماہہ نقد از خزانہ صوبہ مالوہ تن شدہ، دو کرور دام تتمہ نقدی را از نصف بیع نومت نیل یا پرگنہ بندر بار در صوبجاتِ دکن از محالِ جاگیرداران انتخاب نمودہ بگیرد" ($\frac{3}{59}$)

اس کے جواب مین اورنگ زیب نے لکھا کہ حتی الامکان "تکثیرِ زراعت و توفیرِ عمارت" مین سستی نہین کیجاتی، چنانچہ دیانت خان نے جو جمع عمل مقرر کیا تھا، اس مین ۲۰ فیصدی کا اضافہ ہوگیا۔ رہا نقدی کا سوال اس کے متعلق عرض ہے کہ

این مرید با اخراجاتِ بے فائدہ کمتر پرداختہ آنچہ از تفضلاتِ مرشدِ حقیقی میباید، صرفِ علوفہ سپاہ مینماید، و دریں مدت انتظامِ جمعیتِ ایں مرید از وجہ نقدی بودہ، بر تقدیرے کہ فتورے دراں واقع شود، بقدرِ آں تفرقہ بحالِ جمعیت راہ خواہد یافت، چوں از پیشگاہِ خلافت بخدمت ایں صوبہ بعمدہ سرحد سرفراز است، و بندوبست آں را موافقِ مرضیِ طبعِ مقدس بر ذمہ عقیدت خویش لازم میداند، درصورتے کہ جاگیرِ تیولِ داران را انتخاب نمودہ در طلبِ نقدی بگیرد، اگر عوض تنخواہ نشود، آں جماعت را بواسطہ بے جاگیری بدرگاہِ جہاں پناہ رخصت

میبا باید کرد، حال آنکہ بودنِ جمعیتِ خوب دریں صوبہ بنا بر مصلحت ملکی ضروری نماید، وگر عوض بانہا تن شود، ہر چند پائی باقی درین ولا نماندہ کہ بہ تنخواہ آں جماعت وفا کند، چوں محال زبون عوض پرگنات جید بانہا باید داد، البتہ این معنی سبب برہم خوردگی ودل شکستی بندہا خواہد شد۔" ($\frac{3}{59}$)

اس کے ساتھ ہی چونکہ اورنگزیب کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی، کہ وہ جن علاقون کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے، ان کے عوض دوسرے علاقون کو منتخب کرلے، اس لیے اولاً جیسا کہ اوپر گذرا اس نے دوسرے جاگیردارون کی حق تلفی کی طرف اشارہ کیا، لیکن بادشاہ کے حکم سے اس نے چند علاقے انتخاب کرکے منظوری کے لیے بھیجدیئے، اسی سلسلہ مین لکھتا ہے:۔

"اطاعۃ الحکم الاقدس برخے محال خالصہ شریفہ تیول داراں را بموجب افراد جداگانہ انتخاب کردہ ارسال داشتہ امید وار است کہ . . . . . . نظر بدہ ماہہ نقد کہ این مرید می یافت، ونقصانِ خرچ وآفت کہ در جاگیرداری میرسد نمودہ، دو کرور دام را ازیں پرگنات کہ حاصلِ آں سرا سری شش ماہہ نیست بعد تخفیفے کہ از روئے تفضل حکم شود از ابتدائے فصل خریف . . . . . این فدوی تنخواہ کنند" ($\frac{3}{59}$)

لیکن اورنگزیب کو جو علاقہ بھی دیا گیا، اس مین آمدنی کو نچگونہ دکھایا گیا، اسی ندربار کو اس کو دو کرڑ دام کے عوض دیا گیا، مگر اصل مین اس کی کیا حالت تھی، اس کو خود اورنگزیب کی زبانی سنیے:۔

"از آنجا کہ آن پرگنہ قبل ازین بمبلغ شصت لک دام بہ بھائی مرادبخش مرحمت شدہ بود، اگر یہاں جمع نقدی باین فدوی نیز تن گردد، عین عنایت است" ($\frac{3}{59}$)

اسی طرح اورنگزیب کو شاہ بیگ خان کی جاگیر مین سے ایلچپور وانکوٹ کے محال دیئے جاتے ہین، لیکن جب اورنگزیب انکی کی آمدنی کی شکایت کرتا ہے، تو اسی کو موردِ الزام

بتایا جاتا ہے، چنانچہ ایک خط میں شاہجہان لکھتا ہے:-

"ہر گاہ آں مرید پرگنہ مسطور را بخواہش تمام گرفتہ و در جمع آں تخفیفے رفتہ دیگر گفتگو چیست" (۶/۴۲)

اورنگزیب اسی گفتگو کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے کہ

"پیش ازیں مکرر در حضور پر نور حکم شدہ بود، کہ اگر آں مرید بعض محال بتو لداراں را عوض طلب نقدی بگیرد، تنخواہ آں بجمع مناسب مقرر خواہد شد، بنابراں ایں فدوی از پرگنات جاگیر شاہ بیگ خان درباب پرگنہ ایلچپور التماس نمود، حقیقت حال حاصل آں را مہر ملتفت خاں دیوان بہ بارگاہ خلافت فرستادہ بود، کہ تخفیف نظر بآں قرار یابد، تا دریافت درماہہ نقد بلا آفت چنداں نقصان نہ شود، اگر مرضی طبع مبارک چناں است. کہ البتہ ایں مرید پرگنہ مذکور راہمیں جمع بگیرد، باوجود آنکہ قریب دو لک روپیہ کمی خواہد رسید چوں جان و مال مریدان فدائے رضائے اعلحضرت است، از فرمان برداری چہ چارہ" (۶/۴۲)

شاہجہان کو چاہیئے تھا کہ وہ اورنگزیب کی اس دو لاکھ کی کمی کو پورا کر دیتا، لیکن اسکی جگہ نہایت ہی طعن و تشنیع کے ساتھ لکھتا ہے. کہ

"عوض پرگنہ ایلچپور نقد بآں مرید تن می شدہ باشد، آبادان ساختن دکن کہ بعہدۂ آں مرید است، از گذاشتن ایلچپور معلوم شد" (۷/۴۲)

اورنگزیب نے نہایت ہی ادب سے اس کے متعلق صرف اتنا لکھ دیا کہ

"اگرچہ ایں مرید ہرگز ادعائے کارے نکردہ، و در خور استقلال ہرچہ شدہ می شود ہمہ از تربیت و ارشاد مرشد مرید نواز است. آں پرگنہ کہ در ہشت سال زجمع افتادہ باشد در یک فصل و دو فصل آبادی آں چگونہ صورت می یابد" (۷/۴۲)

شاہجہان کو اورنگزیب کے یہ جواب مطمئن نہ کر سکتے تھے: اس کے ساتھ اب اختلاف

کی یک دوروجہ یہ پیدا ہوگئی، کہ اورنگزیب نے بادشاہ کے کہنے سے جن لوگون کی جاگیرون کو
کو لیا تھا، انھون نے اورنگزیب کی شکایت شروع کردی، کہ اورنگ زیب نے نہایت چالاکی
سے تمام اچھی زمینون کو جاگیرداروں کے علاقون سے چن لیا ہے، اور خراب زمینین چھوڑ دی
ہین، حالانکہ اورنگزیب نے ایسا نہین کیا تھا، اور اس نے اپنے اصولِ انتخاب کو ایک خط مین اس
طرح لکھ بھی دیا تھا کہ:-

"در حینے کہ آں مرید از پیشگاہِ خلافت بہ منصوب دستوری یافت و دولِ جاگیرِ ایں فدوی
بعرضِ مقدس رسید، یرلیغِ جہاں مطاع صادر شدہ بود، کہ اگر بعد وصول بدکن بر آں مرید
ظاہر گردد، کہ پرگناتِ سیر حاصل تر ازیں محال در تصرفِ یتول داران آنجا ہست، و خواہد
کہ بعضِ آں را بطریق معاوضہ بگیرد مختار است"، و ایں مرید با وجود چنیں حکم ناطق نظر با ہتمام
مہماتِ ملکی و رضامندی و خوشنودی بندہا ے پیش منصب کار آمدنی معاوضہ با یتولِ آنہا
لائق ندیدہ، جاگیر ہمہ را بحال داشتہ و خود بہماں محال کہ از بارگاہِ جلال تن شدہ بود،
اکتفا نمودہ چوں بیقین می دانست کہ اگر برخے محال از تغیرِ بعض بندہا کہ شائستگی چناں
جاگیر نداشتہ باشند، بہ یتولِ ایں مرید انتقال بیابد، بہ ہیچ وجہ متضمن نقصانِ سرکار گردوں
مدار نخواہد بود، بنا براں یک کرور و بست و ہفت لک دام و کسرے محالِ در و بست
کہ بغایت زبوں و کم حاصل بود، و عوضِ آں بتقریبات بہم رسید، از ابتدائے مختلفت معاوضہ
نمودہ، افرادِ حقیقت را بدرگاہِ آسماں جاہ ارسال داشتہ بود، تا دیوانیانِ عظام بمسامع
جاہ و جلال رسانیدہ باشند، تنخواہِ آں بفرستند، دریں ولا کہ سند رسید معلوم شد، کہ معاوضہ
بعض محال منظور نگردیدہ، چندے ازہماں پرگناتِ کم حاصل بحال ماند، و در برخے از
محال سابق ایں مرید بقدر تخفیف قرار یافتہ"۔

پیر و مرشدِ حقیقی سلامت! اگر سبب منظور نشدن مطلبِ افزونی حاصل بودہ باشد، محصول کل جاگیرِ این فدوی دریں صوبہ باحال عوض سراسری ہشت ماہہ بیش نیست، و این یک کرور و بست و ہفت لک دام کہ معاوضہ شدہ، نہ ماہہ و کسری حاصل دارد، چنانچہ کیفیتِ آن از اوراقِ جداگانہ کہ پیشِ وکیلِ دربارِ معلی فرستادہ، مذکورِ محفلِ معلی خواہد گشت، اگر در حاصل شبہ باشد، حکم شود کہ از ابتدائے خریف یونت ئیل محالے کہ این فدوی معاوضہ کردہ و حاصلش نہ ماہہ و کسرے است، بخالصۂ شریفہ ضبط شود، و عوضِ آن نقد از قرارِ ہشت ماہہ باین مرید مرحمت گردد، تا برائے این قسم جزئیات مکرر در عرض و التماس جرأت نتواند نمود" (ص ۹۴)

اور اس کے ساتھ مذکورۂ بالا تجویز بھی پیش کر دی تھی، لیکن دربار مین تو دوسرا ہی رنگ جما ہوا تھا، اورنگ زیب سمجھ رہا تھا، کہ اب یہ ناگوار قضیہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا، لیکن اسے کیا معلوم تھا، کہ

من چہ خیالم و فلک در چہ خیال

معزول شدہ جاگیرداروں اور اورنگ زیب کے دشمنوں نے شاہجہان کے ایسے کان بھرے اور اورنگ زیب کی بے ایمانی کا وہ نقشہ کھینچا، کہ اس خط مین جسے اورنگ زیب تمام ناگواریوں کا آخری سلسلہ سمجھے ہوئے تھا، اسے شاہجہان کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا، کہ

"از افرادِ متعلقہ پرگنۂ اسیر کہ ملتفت خان بدرگاہِ جہان پناہ ارسال داشتہ بود، بوضوح پیوست کہ چہل لک دامے کہ آن مرید از آن پرگنہ بہ تیولِ خود گرفتہ، نہ دہ ماہہ حاصل دارد، و چون در یک پرگنہ بجہتِ خود مواضعِ سیر حاصل گرفتن و بدیگران کم حاصل کہ یک و نیم ماہہ و دو ماہہ بیش نباشد، تنخواہ کردن از مسلمانی و انصاف بعید است، بنا بر آن بست لک دام کم حاصل در پرگنۂ مذکور عوضِ نقدی تن نمودہ شد، تا تتمۂ شصت لک دام جاگیرِ آن

مرید کہ در آں پرگنہ است دوازدہ ماہہ بودہ باشد" (۱۷۲/۳)

اب اورنگزیب کے لیے طعن و تشنیع کے یہ تیر نا قابلِ برداشت ہو رہے تھے، اور اُنسنے بھی سررشتۂ ادب کو چھوڑے بغیر پورے جوش سے اس کا ان الفاظ مین جواب دیا:-

"پیر دستگیر سلامت! بر ضمیرِ منیر خورشید نظیر ہویدا است کہ ایں مرید دریں مدت کہ بخدمت صوبہ داری سرفراز گشتہ، ہرگز بچنیں بے انصافی کہ از مسلمانی مریدانِ مرشدِ کامل مکمل دور است رضا نداده حتی المقدور در تحصیلِ مرضاتِ الٰہی وخوشنودی سایۂ او کوشیدہ و ایں چہل لک دام را کہ باعثِ ایں مقدار زجر و سرزنش شدہ و از جملہ آں سی و سہ لک دام بہادرپورہ است کہ حاصلِ سائر دارد، وہمہ سہ چہار موضع قریب شہر کہ محصولِ آن شش ماہہ نمی رسد، خود نگرفتہ بلکہ بموجبِ حکمِ اقدس پیش از رخصت شدنِ ایں مرید بایں صوب دیوانیانِ حضور پر نور از تغیرِ شایستہ خان بہماں جمع داخلِ دول نمودہ اند، عجب است از متکفلانِ مہمات دیوانی خصوصاً از دستورِ اعظم کہ با قوتِ حافظہ کہ دارند، در وقتِ عرضِ افراد چہ نقلِ دول جاگیرِ ایں مرید را کہ خود تن نمودہ اند، معروض نہ داشتہ اند، غالباً ایشاں را نیز یارائے آں نیست کہ ایں قسم مقدمات بصدق مقرون را بعرضِ والا توانند رسانید، والانسیان از ایشاں چہ گنجایش دارد، ہر گاہ برخلافِ رسم و عادت دریں ایام ازیں قبل چیزہا مذکورِ محفلِ اعلیٰ شدہ بدون تحقیق و استفسار بمجرد استماع موجبِ گرانئ خاطرِ مبارک گردد، و مسلمانی کہ سرمایۂ سعادت جاودانی است، بہ تقریبِ ایں امورِ جزئی فانی بر زبانِ حق بیان بگذرد چہ چارہ؟

اگر باوجود جاگیرہائے دکن کہ با چہل لک دامِ اسیر و باقی محالِ سیر حاصل کہ عوضِ دہ ماہہ نقد عنایت شدہ سراسری بہ ہشت ماہہ نمی رسد افزونی یافتِ ایں فدوی

خاطر نشانِ اعلحضرت گردیدہ باشد، و مرضیٔ طبع مبارک چنان است، کہ بست لک دام از نقدی وضع شود، از آنجا کہ جان و مالِ مریداں، فدائے پیر و مرشد حقیقی است، عوض چہ درکاراست[1] (۱۷/۴۳)

اورنگزیب کا یہ صاف جواب ہم کو واضح طور سے بتاتا ہے۔ کہ اس وقت دربار کا کیا حال تھا کس طرح اورنگزیب کے دشمنوں نے شاہجہان پر قبضہ پا لیا تھا، اور کس طرح ان بدخواہوں کے خوف سے حقیقت سے واقف لوگ بھی اتنی جرأت نہ رکھتے کہ اصل حقیقت ہی کو کم از کم بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے، ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ معمولی سی معمولی بات کے لیے بھی شاہجہان سے منظوری حاصل کرے، چنانچہ جب ملتفت خان نے پایان گھاٹ مین زراعتی اصلاح کے لیے اورنگزیب سے پچاس ہزار روپیے مانگے تو اس نے خان مذکور سے کہا کہ وہ بادشاہ سے منظوری حاصل کرے، ملتفت خان نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، اب شاہجہان کو اس بات پر بھی غصہ آگیا، کہ ایسی معمولی بات کے لیے مجھ سے استصواب کرنے مین کیون وقت برباد کیا گیا، اور اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"خان مزبور عرضداشت کردہ کہ اگر قریب چہل پنجاہ ہزار روپیہ برائے بستنِ بندہا صوبۂ خاندیس و برار، پایان گھات بطریقِ تقاوی مرحمت شود، در عرضِ دو سال آں مبلغ بخزانۂ عامرہ آید خواہد گشت، و ہم آبادیٔ موفور بظہور خواہد رسید و او چوں ایں معنی را بایں مرید باز نمودہ، جواب شنیدہ کہ در بارۂ پرگناتِ جاگیرداران او بدرگاہ جہاں پناہ عرضہ دارد، بہر چہ فرمان رود بعمل آید، از آں مرید توقع آں بود کہ بلا توقف ایں وجہ را از خزانۂ عامرہ بادشاہی تن میکرد، و تعہدی نمود کہ اگر در پیشگاہِ خلافت درجۂ پذیرائی نیابد، وجہِ مرقوم را از

[1] اسیر کے متعلق مزید حالات کے لیے دیکھو خطوط ۲۶/۱۵۸ و ۲۷/۱۵۹ ۔

سرکار خود بمجالس شریفہ خواہد رسانید" (۱۴۷/۴۳)

اس اعتراض کا اورنگ زیب نے وہی جواب دیا، جو اس حالت میں گھرا ہوا سنجیدہ انسان دے سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

قبلہ و کعبۂ مریداں سلامت! اگر ایں فدوی باچنیں اعتماد و اعتبار جرأت بر امتثال ایں مقدمات نتواند کرد، جاے تعجب نیست، ہرگاہ از عہدۂ بازخواست امورے کہ خود نکردہ و قابل بازخواست نیست برآمدن دشوار باشد، بریں گونہ تعہدات چہ سان اقدام تواں کرد، و قبل ازیں کہ درہمیں صوبہ اختیارے و استقلالے داشت، اصلا راضی نبود، کہ ایں نوع مطالب بورود حکم اشرف موقوف گردد، دیوانیان دراں باب ببارگاہ معلی عرضداشت کنند، الحال غیر از پا باندازۂ گلیم دراز کردن و خود را در معرض بازپرس در نیاوردن گریز نیست، با وجود خرسندی بدیں ممتنع نیز چنیں عتابہا معاتب میشود" (۱۴۲/۴۴)

سفارشون کی نامنظوری | تیسری چیز جو اختلاف کا سبب بنی یہ تھی کہ شاہجہان نے اورنگزیب کی سفارشون کو رد کردینا شروع کیا، اور وہ جس شخص کی بحالی کے لیے شاہجہان کو لکھتا، شاہجہان جواب دیتا، کہ وہ شخص اس کام کے قابل نہین ہے، ایک گورنر صوبہ دار یا شاہزادہ کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہوسکتی ہے، کہ اس کی سفارشین نامقبول ہون، چنانچہ جب اورنگزیب نے ہوش دار پسر ملتفت خان کو اس بنا پر کہ وہ "خانہ زاد قابل تربیت و بندۂ فدوی بسیار خوبی است" داروغگی توپخانہ کے لیے مقرر کردیا[1]، تو شاہجہان نے اسے نامنظور کردیا، اور لکھا کہ

"چوں صوبۂ دکن داروغگی توپخانہ خدمت کلانیست و ہوشدار لیاقت آں ندارد، اگر صفی خاں قبول ایں خدمت نماید، و آں را با خدمت بخشی گری فراہم تواند آورد، آں مرید

[1] رقعات عالمگیری خط (۵/۵۳)

یاد بقصر ما ید، والا میر احمد رضوی ہم بہ نسبت خدمات بادشاہی را نمیدہ مردم بادشاہی می فرمودہ باشد۔" (ب ۵)

اورنگ زیب کو اس بات کا بہت رنج ہوا، اور اس نے جواب میں شاہجہان کو لکھا کہ

"بر ضمیر صافی اعلیٰ حضرت ہویدا است کہ ایں مرید از سن ہیزدہ سالگی بخدمت صوبداری قیام مینماید، ہرگز خدمت بادشاہی را بیجا تجویز نکردہ، والا چگونہ درجۂ پذیرائی می یافت، تاحال ہیچ کس از تجویز کردہاے فدوی مصدر سے امرے کہ نباید نشدہ، چوں فہمیدہ بود، کہ داروغۂ توپخانہ را باوجود سربراہی و دیانت، و وقوفے از تفنگ اندازی لوازم این خدمت باید اورا کہ بہرہ ازیں کار دارد، و تفنگچی اوّل است، خانہ زادِ درگاہ دانستہ تجویز نمودہ بود، ودیں ولا ہر چند از و چیزے کہ خلافِ دیانت و امانت بودہ باشد بظہور نرسیدہ، چوں مرضیِ اقدس نیست، حسب الحکم الارفع صفی خاں را از نوید ایں عنایت و خانہ زاد نوازی آگاہ ساختہ لیکن از آنجا کہ جمع میانِ ایں خدمت و بخشی گری صوبتے دارد، و حقیقت جاگیرہاے دکن پوشیدہ نیست، و بدوں مصالح ایں نوع، خدمات عمدہ متمشی دلگرمی نمی شود، امیدوار است کہ بتقریب ایں خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگرمی بمراسم ہر دو خدمت بپردازد، میر احمد رضوی نیز چنانچہ بخاطر ملکوت ناظر پرتو انداختہ بدنیست (ب ۵)

اسی طرح اسیر کا قلعہ اورنگزیب کو دیدیا جاتا ہے، اور جب وہ وہاں اپنا قلعہ دار مقرر کرکے بھیجنا چاہتا ہے، تو حکم ہوتا ہے، کہ اس کو نہ بھیجو۔ اورنگزیب کو اس سے بھی روحانی تکلیف ہوتی ہے اور وہ اپنی بہن جہاں آرا کو لکھتا ہے:۔

"قلعۂ اسیر کہ قبل ازیں بایں مرید مرحمت شدہ بود، و بعد ازاں بہاں دستور بہ بھائی مراد بخش عنایت شد، و ایں مرتبہ نیز بایں فدوی لطف فرمودہ، تا فی الحال کہ آں حضرت

نمایاں بر ہر کس آشکار گشت حکم شدہ کہ قلعہ دار ایں مرید انجا نرود" وسبب آں ہیچ ظاہر نشد . .

. . . . اگر ازیں فدوی امرے کہ خلاف رضا جوئی ومنافیٔ اعتماد باشد بخاطر اقدس

راہ یافتہ زہے خسارت وندامت وکم طالعئ ایں مرید کہ باوجود آنکہ مدت بست سال صرف

خدمت وبندگی نمودہ، در طریق عقیدت، بجان ومال مضائقہ نکردہ، ہنوز برابر برادرزادۂ

بے بہال ہم شایانِ اعتماد نیست، وقبلہ وولی نعمت اوراچنین تصور میفرمایند واگر سبب آں

تقصیرے دیگر است، از راہِ ارشاد براں آگاہی یابد، تا متنبہ گشتہ عذر خواہ شود، ومن بعد

ارتکاب آں نہ نماید" ($\frac{2}{159}$)

اورنگزیب کے صبر وتحمل، اطاعت وعقیدت کی داد دینا پڑتی ہے، کہ ایسے اشتعال انگیز حالات کے اندر بھی وہ جادۂ ادب سے قدم باہر نہین رکھتا، لیکن شاہجہان تو اس کو ذلیل وبے دست وپا کرنے پر تلا ہی ہوا تھا، اور اب اس نے ایک اور عجیب وغریب کارروائی کی طرف قدم بڑھایا،

ملازمین اورنگزیب شاہی ملازمت مین اورنگزیب نے جتنے آدمی اپنے نوکر رکھے تھے، ان مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے آقا کا وفادار اور صحیح معنون مین بہی خواہ نہ ہو، اس کے عہد شاہزادگی کی تاریخ مین ہم کو اس قسم کا ایک واقعہ بھی نظر نہین آتا، کہ اورنگزیب کے ایک نوکر نے بھی اس کو کسی قسم کا دھوکہ دیا ہو، اورنگزیب کے دشمن اس سے اچھی طرح واقف تھے، اور وہ چاہتے تھے، کہ جس صورت سے بھی ہو، اس کے ملازمون مین غداری کا بیج بو یا جاے، یا ان کو بدنام کر کے، ان کو اورنگزیب کی ملازمت ہی سے علیحدہ کرا دیا جاے، چنانچہ ہم کو صوبہ داریٔ ملتان ہی کے زمانہ مین نظر آتا ہی، کہ یہ کارروائی شروع کر دی گئی تھی، شاہجہان اپنے ایک خط مین اورنگزیب کو لکھتا ہے، کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ملازم ملک حسین رعایا پر بہت ظلم کرتا ہے، اورنگزیب اس کے جواب مین بادشاہ کو یقین دلاتا ہی کہ

"آنچہ از تعدیٔ ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افتراست دریں یکسال صوبہ ملتان

تعلق بایں مرید داشت، موی الیہ غیر از متمرداں و دزداں متعرض حال احدے از رعایا نگشتہ، و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ والامطابق آنچہ از پیر و مرشد حقیقی ارشاد یافتہ، و ارتادیب نمودہ، نمی گذاشت کہ مرتکب جور و تعدی گردد، غالباً اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۲۰۳)

جب یہ چال کارگر ثابت نہ ہوئی تو ایک نئی صورت اختیار کیگئی، وہ یہ کہ اورنگزیب کے پرانے ملازمون کو دکن سے بلاکر اعلیٰ منصب پر سرکاری ملازمتون مین داخل کیا جانے لگا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اورنگزیب اپنے بہترین افسرون کی خدمات سے محروم ہو جاتا، اور جب شاہجہان نے اسی ملک حسین کو دکن سے بلاکر اس کے منصب مین اضافہ کرکے سرکاری ملازمت مین داخل کرلیا، اور اورنگزیب کو یہ خطرہ صاف نظر آنے لگا، تو اس نے اپنی بہن جہان آرا کو جو شاہجہان کی نفس ناطقہ تھی، اس کی شکایت لکھی اور بتایا کہ اس کارروائی سے اس کو کیا کیا نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"ازایں ہمہ تازہ تر طلبی ملک حسین است، بدرگاہ جہاں پناہ و عنایت منصب با دو جمعے دیگر کہ باسم نوکری ایں مرید، با درنسیق شدہ اند"

ہر چند او خانہ زاد اعلیٰحضرت است، و ایں مرید او را برائے کار حضرت تربیت کردہ و جمعیتے کہ وارد بجہت تقدیم خدمات بادشاہی است لیکن ہرگاہ ایں راہ واشود و تابینان ایں فدوی از نوکری جدا شدہ بہ بندگی درگاہ معلی سرفراز گردند، د مناسب زیادہ از حالت خود بیابند، معلوم است، کہ کسے پیش ایں مرید نخواہد ماند، و بعد ازاں ایں جماعت کہ در مدت بست سال فراہم آمدہ اند، بایں طریق متفرق شوند، از عہدۂ خدمات چگونہ تواں برآمد

نیز مصلحت دینی ست حکم عالی صادر گردد تا جمع نوکراں کار آمدنی را بطیب خاطر روانۂ حضور پرنور ساختہ آمادۂ حصول مطلب عزیزاں باشند۔

واگر ظل حضرت بمقتضائے عطوفت منظور این مرید را از درجۂ اعتبار انداختہ اند، و حقوقِ فرماں برداری و خدمت گاری چند سالہ او را منظور نداشتہ در مسلک غلاماں منظور فرمایند تا تجویز این امور چرا است؟

دل شکستہ مجروح این مرید را بمرہم عنایت نوعے مداوا کنند کہ از قرار واقع بخدمات مرجوعہ پرداختہ از بار خجالت و انفعال بیرون تواند بود، وہر گاہ در حضرت الٰہی طاعت و بندگی بندہا ضائع نباشد، درد نگاہ حضرت ظل الٰہی کہ متخلق باخلاقِ مالک علی الاطلاق اند چگونہ ضائع خواہد بود، وانچہ آفریدگار جہاں بر عباد خود روا ندارد، ایشاں بر سر مریداں و بندہا چہ سان خواہند پسندید" (رقعات ۱۵۹)

اورنگ زیب کے یہ دل سے نکلے ہوئے مؤثر الفاظ ایسے ہیں، جو پتھر کے دل کو بھی پانی کر دیں کونسی چیز ہے، جو اس میں نہیں ہے، صحیح شکایت، محرومیٔ قسمت کا گلہ، دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی لطیف اشارہ، اپنی تباہی و بربادی کا مرثیہ اور خدا کا واسطہ، اس خط کے ایک ایک لفظ سے حسرت کی بو آتی ہے، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ شاطرانِ بساطِ سیاست کس طرح اُسے ہر طرف سے گھیر کر بند کیے ہوئے ہیں اور کس طرح شاہجہان نے معاملات کی حقیقی شکل و صورت کی طرف سے منھ پھیر لیا ہے لیکن کیا یہ آخری چال تھی؟ کیا یہ آخری اوچھا ہاتھ تھا؟ نہیں حکومت کے یہ واقعات خاندانی تعلقات کی پیشانی پر بھی گرہ بنا دیتے ہیں، اور یہ صوبہ داری کے ناگوار واقعات، خاندانی تعلقات پر بھی اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہتے۔

محمد سلطان کی نسبت | جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، قندھار سے دکن جاتے ہی وقت اورنگ زیب

اور شجاع نے رشتۂ اخوت کو مستحکم تر کرنے کے لیے یہ طے کیا تھا، کہ اورنگ زیب شجاع کے بیٹے زین الدین کی شادی اپنی لڑکی سے اور اپنے لڑکے محمد سلطان کی شادی شجاع کی لڑکی سے کرے، اور اگرچہ یہ نسبتین انتہائی رازدارانہ طریقہ سے طے پائی تھین لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان وغیرہ کو اس کی اطلاع ہوگئی، اور انھون نے نخلِ محبت کی جڑ کاٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی، کہ محمد سلطان کی شادی کسی دوسری جگہ کر دیجائے، شاہجہان نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے شاہجہان کو جواب دیا، کہ چونکہ محمد سلطان کی نسبت شجاع کی لڑکی سے ٹھیک ہو چکی ہے، اور اس کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی، اس لیے مین تو اس معاملہ مین معذور ہون، البتہ اگر شاہجہان خود چاہے، تو ایسا کر سکتا ہے، اور ضرورت ہو تو محمد سلطان کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا جائے، شاہجہان کو یہ صاف گوئی بھی ناگوار ہوئی، اور اس نے طنزیہ طریقہ مین اورنگزیب کو لکھا

"اختیارِ فرزندانِ آن مرید با اوست، ہر طور مناسب داند بعمل آورد، اگر میخواستہ باشد محمد سلطان را بخدمتِ باسعادت بفرستد، کہ چند روزے او را نگاہ داشتہ بارخصت خواہیم فرمود کہ پیش آن مرید برود" (۱۳/۴۹)

اورنگزیب نے جواب مین لکھا کہ

"این فدوی بواسطۂ تعلقے کہ پدران را با بعض فرزندان میباشد، دستِ عجز بعرض حال خود نمود، لازم نمی آید کہ اختیارِ خانہ زادِ حضرت بایں مرید بودہ باشد، ہرگاہ عنانِ اختیارِ این مرید در جمیع امور بدستِ حق پرست آنحضرت است، بفرزندان چہ رسد ......

"سعادتِ دارین دانستہ حسب الحکم الاعلیٰ او (محمد سلطان) را با نزار سعادت ...... رخصت خواہد نمود، کہ بپاے بوس ...... (۱۳/۴۹)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا اور برابر اصرار کرتا رہا، کہ محمد سلطان کی شادی بدون شاہجہان

---

[1] ظفرنامہ عالمگیری ص ۵،

چاہتا ہے، وہیں کر دیجائے، اور اس سلسلہ میں اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"از روے عاقبت اندیشی در ہر چہ بہبود آں مرید فرزندان او می دانیم حکم میفرمائیم ہنوز ہم چیزے نرفتہ بانچہ فرمودیم راضی باشند" (ص ۳۰۴)

اورنگزیب نے اس کے جواب میں پھر لکھا کہ محمد سلطان کی نسبت تو ہو چکی ہے، اس لیے مجبوری ہے، لیکن اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے، کہ منسوبہ کے خاندان سے اس قسم کے تعلقات قائم ہوں تو دوسرے لڑکے موجود ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"پیر دستگیر حقیقی سلامت، بر ضمیر منیر ..... بلوجہ احسن ہویدا است، کہ قادر برکمال ایزد متعال است، جل شانہ، و ہیچ چیز از مکروہ و مرغوب، عزت و مذلت بیرون مشیت او نیست، و ہر چہ در حق عباد خواستہ و تقدیر کردہ منع و عطاے آن بہ سعی بشر مقدور نہ، رفعت الاقلام وجفت الصحف :

و بحمد تعالے کہ ایں مرید از دولت قبلہ و ولی نعمت خود آرزوے در خاطر نماندہ، و دوام بقایاے سایۂ بلند پایہ را از درگاہ الٰہی مسئلت نمودہ، امیدوار است، کہ ایں چند روز حیات مستعار نیز در ظل ظلیل اعلیٰ حضرت نوعے کہ گذشتہ باخر رسد ..... "

"اما از آنجا کہ پیوستہ وجہ قصد ایں مرید در ہمگی امور استرضاے خاطر اشرف است، و بہ یقیں می داند، کہ در ہر باب انچہ ارشاد میشود، متضمن صلاح حال و مال ایں مرید است، بنا براں رضامندی و خوشنودی پیر و مرشد حقیقی را سعادت دوجہانی تصور نمودہ، عنان اختیار خود را باخانہ زاداں بدست حق پرست سپردہ، لیکن چون ایں قسم رابطہا تا از طرفین بظہور نیاید سبب استحکام مبانی محبت و اخلاص نمی شود، و اعلیحضرت باوجود اطلاع بر مراتبے کہ بمیاں آمدہ نسبت، خانہ زاد کلاں را چگونہ تجویز خواہند فرمود، اگر مرضی خاطر مقدس چنان است

کہ ایں صورت البتہ واقع شود، دربارہ خانہ زادانِ دیگر بطریقے کہ مقرر فرمایند از الطاف
گریزے نخواہد بود" (۳۵/۴۶)

اگر شاہجہان کا مقصد نیک ہوتا، تو وہ اورنگزیب کی تجویز کو خوشی سے قبول کر لیتا، لیکن یہان تو اس خلیج کو وسیع تر بنانے کی کوشش جاری تھی، اور شاہجہان کو اورنگ زیب کے خلاف بھکانے کا ایک زرموقع ملا، لوگون نے اس کی اس تجویز کو عدول حکمی قرار دیا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ قلعۂ اسیر جسے شاہجہان اورنگزیب کو دے چکا تھا، اور جس کے لیے اورنگزیب نے اپنا قلعدار بھی مقرر کر دیا تھا، اس سے واپس لے لیا گیا، اور حکم دیا گیا، کہ اورنگزیب کا کوئی ملازم وہان نہ جاے، اورنگزیب کی اس علانیہ ذلت سے جو سبکی اور اس کے ساتھ جو روحانی صدمہ ہوا ہوگا، اس کا اندازہ اس کے خط سے ہوسکتا ہے، یہ خط جہان آرا کے نام ہے، اور یہ وہی خط ہے جس مین اورنگ زیب نے آج سے دس سال پہلے عملی سیاست سے علٰحدگی کے متعلق اظہار خیال کیا تھا، مگر اس صدمہ کے باوجود بھی اورنگزیب اپنی اطاعت اور اپنے باپ کی خوشنودی کی خواہش کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، چنانچہ وہ اس خط مین لکھتا ہے، کہ قلعۂ اسیر کی واپسی کا کوئی سبب ظاہر نہین ہوا، اور

"اگر بواسطۂ قبول نہ کردن نسبت است خود چہ گنجایش دارد، زیراکہ در حضور اعلیحضرت ہرگاہ ایں مقدمہ بمیاں می آمد، می فرمودند، کہ اگر آں مرید خواہد و راضی باشد بکند، و چوں از بکند بعض چیزہا خواہشِ ایں معنی نبودہ و نیست حقیقتِ واقع معروض می شد، اگر پیر و مرشدِ حقیقی حکم جزم می کردند، ہرچند بمقتضاے معدلت دریں قسم امور برادنی بندہ جبر نفرمودہ اند، ایں مرید چارہ نداشت[۱]" (۲۷/۱۵۹)

لیکن اورنگزیب کی ان گذارشون کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ علی حالہ اس معاملہ مین معتوب رہا،

---

[۱] نسبت کے متعلق شاہجہان کی کوششین اندرونی طریقہ سے برابر جاری رہین، اس کے لیے دیکھو خطوط ۱۲۷ و ۱۹۰

خط وکتابت

شاہجہان کی یہ رنجش تو بہرحال ایک معنی بھی رکھتی تھی خواہ وہ غلط ہی کیون نہ ہو، لیکن اب اس نے ایسی نکتہ چینیان شروع کر دی تھین، جنکے تخیل سے بھی ہنسی آتی ہے، مثلاً جیسا کہ مکاتیب اورنگزیب کے سلسلہ مین بتایا جا چکا ہے، اورنگزیب اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق سے اس کے انگوٹھے مین زخم ہو گیا، اور اس کی وجہ سے اس کے خط کی شان مین تھوڑا سا تغیر ہو گیا، بس پھر کیا تھا، فوراً غریب اورنگزیب معتوب ہو گیا، اسی طرح دو مرتبہ اور اسی معاملہ کے متعلق اس سے بالکل غلط باز پرس ہوئی، اور ہر مرتبہ اورنگزیب نے بادشاہ کو یقین[1] لایا کہ وہ خط اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا ہے، چونکہ ہم ان عبارتون کو پہلے نقل کر آئے ہین، اس لیے ان کی تکرار فضول سمجھتے ہین، ہم نے یہان پر اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے، کہ یہ معلوم ہو جائے، کہ شاہجہان نے انتہائی غصہ و رنج مین کس طرح مناسب و غیر مناسب کی تمیز اٹھا دی تھی، اسی طرح دوسرے چھوٹے چھوٹے اختلافات بھی تھے،

آمون کا جھگڑا

ان مین ایک آمون کے متعلق عجیب و غریب جھگڑا تھا، برہان پور کے شاہی باغ مین "بادشاہ پسند" آم ایک مشہور آم تھا، جب اورنگزیب دکن گیا تھا، اسی وقت بادشاہ نے اس سے کہہ دیا تھا، کہ شاہی باغ کے آم اس کے پاس بھیجے جائین، اور اورنگزیب نے وعدہ بھی کیا تھا، شاہجہان کے یہ الفاظ ہین:-

"ہرگاہ فصل انبہ برسد انبہاے خوب بما فرستادہ باشد" (رقعہ ۱۶)

اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین تعمیل ارشاد کا وعدہ بھی کر لیا تھا کہ

"این مرید پیش از صدور حکم اشرف براے محافظت انبہاے ارسالی جمعے را تعین نمودہ چون موسم برسد، سعادت خود دانستہ بدستور سابق انبہاے انتخابی خوب متواتر بدرگاہ و

---

[1] دیکھو خطوط نمبر ۹۲/۲ اور ۱۲۵ اور ۱۷۷،

جہاں پناہ ارسال خواہد داشت" (۱۳۴)

جب فصل آئی تو اورنگ زیب نے ان آموں کو بادشاہ کے پاس روانہ کرنے کے لیے لکھدیا، آم بادشاہ کے پاس پہنچے تو کم تھے، اور ان میں بعض خراب ہو گئے تھے۔ شاہجہان نے سمجھا کہ اورنگزیب یا تو غفلت برتتا ہے، یا پھر خود ان آموں سے لذت اندوز ہوتا ہے، اس خیال کے آتے ہی اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"اگرچہ ایں عقیدت آئیں، بموجب نوشتۂ وکیل دربار معلی کہ از پیشگاہ خلافت مکرر باو تاکید شدہ، قبل ازانکہ انبہ خستہ بہ بندد، ہمہ جا مردم برائے محافظت تعین نمودہ، قدغن کردہ، اما چوں امسال در دکن انبہا خوب بار نہ نمودہ، خصوصاً انبہ بادشاہ پسند کہ [illegible] چنانچہ [illegible] ملتفت خاں کہ در برہان پور [illegible] انبہ قابل ارسال حضور سراسر نور کہ بہ برہان پور فرستادہ [illegible] داکھوکی بادشاہی متواتر فرستادہ باشند، امید کہ خوب برسد" (۱۳۵)

اورنگزیب لکھ چکا ہے، کہ بادشاہ پسند آم تقریباً نہیں ہوا ہے، لیکن [illegible] کی بدگمانی دور نہیں ہوتی، اور وہ سمجھتا ہے، کہ اس میں بھی اورنگزیب کی شرارت ہے [illegible]

"انبۂ بادشاہ پسند، پیش از چہار پنج مرتبہ نرسیدہ، امسال [illegible] خواہد شد، کہ باہتمام خود انبہ ارسال می داشتہ باشد" (۱۳۶)

کیا ایک شریف آدمی کے لیے اس سے زیادہ بے عزتی ہو سکتی ہے کہ [illegible] معمولی آموں کے متعلق بھی بد دیانت تھا، کیا ایک معمولی آدمی بھی اس قسم کے الزام و شکوے [illegible] رہ سکتا تھا، لیکن یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا جو ان تیروں کو سہتا، اور اف بھی نہ کرتا تھا، اس نے

الزام کے متعلق جواب لکھا ہے، شاید بہت کم لوگ ملیں گے جو اس نرمی سے لکھ سکیں، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"تعیین فرمودن یکے از بندہائے حضور پرنور برائے ایں کار بسیار خوب بخاطر مبارک رسیدہ، دریں موسم ہمگی سہ انبہ از درخت "بادشاہ پسند" نزد ایں مرید آوردہ بودند، تا معلوم شود کہ قابلِ ارسال شدہ یا نہ، باقی ہرچہ بود، از ہمانجا بحضورِ فائض النورِ اقدس مرسل گردیدہ، وجہ کمی انبہ "بادشاہ پسند" نوعے کہ پیش ازیں مکرر بعرضِ مقدس رسیدہ آنست کہ ازاں درخت یک شاخ ماندہ کہ بیار می آید، دیگر شاخہاش از تندباد شکستہ، ایں فدوی چگونہ راضی تواند شد کہ انبِ لائق صرفِ خاص، دریں جا صرف شود" (۴۲)

اب جبکہ اورنگزیب نے ان الزاموں کا جواب دیدیا تو شاہجہان نے دوسرے قسم کے عیب نکالنے شروع کئے، کہ آم کچے توڑلیے جاتے ہیں، برہانپور وغیرہ سے توڑ کر پہلے اورنگزیب کے پاس بھیجے جاتے ہیں، اور وہاں سے بادشاہ تک آتے آتے خراب ہو جاتے ہیں، لانے والے بھی ان کی احتیاط نہیں کرتے، چنانچہ جہاں آرا نے شاہجہان کے اشارہ سے اورنگزیب کو لکھا کہ

"پیرو مرشد حقیقی میفرمایند کہ "انب از آنجا خوب نمیرسد ظاہراً بے وقت وخام می چیدہ باشند، یا ڈاک چوکی دیر می آرد، یا در راہ والی را برزمیں می زنند، یا از ہمانجا انبہ ارسالی بدولت آبادمی برند، واز آنجا روانہ حضور اشرف میگردد" ($\frac{۲۰۰}{۱۵۲}$)

اورنگزیب ان تمام الزاموں کا جواب اس طرح دیتا ہے :-

"چوں تاحال انبہ خوب نرسیدہ بود، شاید والی کہ پیش ازیں محمد طاہر از برہانپور فرستادہ انبہاش بوقت نہ چیدہ باشند، حالانکہ رسیدہ است، خام چرا خواہند چید، ڈاک چوکیہا را تاکید

رفتہ کہ در ہفت روز یانہ روز دالی میرسانیدہ باشند، بوکیل دربار والا باید بگوید حکم شود، کہ ساعت روانہ شدنِ دالی بر چٹھی جداگانہ نوشتہ شود، و تاریخ رسیدن را ملاحظہ نمودہ، اگر تفاوتے ظاہر شود، تہار را تنبیہ کند، دریں راہ چند جا در سرونج و اکبرآباد مردم را گماشتہ کہ اہتمام تمام نمودہ نگزارند، کہ دالی بر زمیں افتد،

"انچہ در دکن از دو جا بدرگاہ مرسل میشود، برہانپور و دولت آباد، انچہ در برہانپور و مضافات آں قابلِ ارسال است، محمد طاہر باحتیاط می فرستد، وانبِ دولت آباد و حوالی آں نزدیکِ ایں مخلص بدرگاہ میرود، وانبِ برہانپور را بدولت آباد آوردن و از آنجا روانۂ حضور ساختن چہ گنجایش دارد، بعد ازیں حسب الحکم مقرر نمودہ خواہد شد کہ بران پارچہ کاغذ کہ ہمیشہ با دالی می فرستد، نوشتہ باشند کہ انب کجا است،

مہربانِ من با در اہتمام و احتیاط کوتاہی نرفتہ و نخواہد رفت، چیزے کہ بصرفِ خاصۂ قبلہ و کعبۂ حقیقی خواہد رسید، مساہلت و غفلت در ارسالِ آں چہ امکان خواہد داشت" $(\frac{۲۰}{۱۵۲})$

جہاز کی مرمت اسی طرح اورنگزیب کے متعلق شاہجہان نے یہ بھی الزام لگایا تھا، کہ وہ سورت میں ایک نیا جہاز بنوا رہا ہے، اور اس کے لیے جو لکڑی استعمال کیجا رہی ہے وہ سرکاری مال ہے، اورنگزیب کا بڑا لڑکا محمد سلطان اس وقت شاہجہان کے پاس تھا، اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ وہ ان الفاظ میں اس واقعہ کی حقیقت کو گوش گذار کرے:-

"ایشاں جہاز نوی در سورت بندر فرمایش نکردہ اند، جہازے کہ در عملِ مغل خاں در ترتیبہ تباہی ماندہ بدستِ زمیندار پرگنہ لکر الہ افتادہ بود و بخالصہ شریفہ تعلق گرفتہ ثانی الحال بصاحب و قبلۂ دو جہانی (اورنگزیب) مرحمت شدہ، چوں پیش ازیں چندگاہ آں را بہ جہاز سلامت از بندر تتہ بسورت آوردہ اند، و مرمت طلب بود، بموجب امر والا متصدی آنجا میخواست

بتعمیر ضروری آں بپردازد، اگرایں معنی مرضی طبع مقدس نباشد، مرمت جہانہ مذکور کہ بیش از
چند چوب صرف نخواہد داشت موقوف گردد۔" (۱۴۷)

مذہبیت کا استہزا

لیکن اورنگ زیب کے لیے ان تمام چیزون سے زیادہ تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ اس کی مذہب پرستی کا دربار مین مضحکہ اڑایا جاتا تھا، اور خطوط مین اسکی اس گرویدگی پر طعن و تشنیع کی جاتی، اس قسم کے ایک خط کو ہم گذشتہ موقع پر نقل کرائے ہین، اب ایک دوسرے واقعہ سے اسکو زیادہ واضح کردینا چاہتے ہین، جب شاہجہان نے نسبت کے سلسلہ مین محمد سلطان کو اپنے پاس بلایا اور وہ دادا کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اس وقت سرخ بافتہ کے تھان کی پگڑی باندھے تھا، اس کو دیکھکر بادشاہ، اس کے درباریون اور درباری علما نے خوب خوب جملے چست کئے، چنانچہ یہ تمام واقعہ اورنگزیب کے ایک خط مین نہایت تفصیل سے درج ہے، اورنگزیب کے پاس مذہب کے اس استہزا کا اس کے سوا کیا جواب ہوسکتا تھا، کہ وہ کسی عالم سے کہے کہ وہ یہ ثابت کردے کہ اس قسم کا کپڑا ممنوع نہین ہے، اور اس نے یہی کیا، مگر ایک شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا اگر کوئی جرم ہے، تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا، کہ شاہجہان اور اس کے درباری اس جرم کے مرتکب تھے، محمد سلطان نے اس واقعہ کو سرسری طور سے لکھدیا تھا، اس پر اورنگزیب نے اس کو جو خط لکھا وہ یہ ہے:۔

"لائق چناں بود، کہ ایں مقدمہ را مشروح داخل عرضہ داشت می نمودند، کہ اعلیحضرت بعلمائے حضور دریں باب چہ فرمودند، کہ آہستہ خطاب بآں گرامی نسب کردہ، چہ چیز بر زبان مبارک آوردہ اند، اظہار اینکہ یکسال است، تا ایں قسم دستار در برہان پور مشروع شدہ است، دایں روایت پیش ازیں بیک سال درآں بلدہ بہم رسیدہ، وشاید بعد ازیں نامشروع شود، مبنائے دماغی وازردگی است۔ . . . . . .

عجب است کہ آں والا تبار پے بایں معنی نبردہ ایں نوع مقدمہ را سراسری دانستہ اند

درحینے کہ از علماے حضور استفسار معرفت بایستے آں رفیع مقدار بجد عرض می کردند کہ شرع است، و مسئلہ را ما بشما خواہیم نمود، و از شیخ نظام کہ رفاقت او در گرامی خدمت بہیں مصلحت است، صورت آں را تحقیق نمودہ، نوشتہ می برند، و می نمودند اکنوں نیز اگر فرصت از دست نرفتہ باشد، بہ شیخ موصی الیہ بفرمائید کہ مسئلہ را چنانچہ در حضور عالی معروض داشتہ، از کتب فتاویٰ برآوردہ خاطر نشاں سازد، ما را ایں گمان نبود کہ ایشاں در امثالِ ایں مقدمات فروگذاشت خواہند نمود" (۲۷/۱)

یہ اورنگ زیب کے مذہبی جذبات کے ساتھ تمسخر کی ایک مثال تھی، آگے چل کر برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین ہم اس کی متعدد مثالین دیکھین گے، اور ہم کو نظر آئے گا، کہ اورنگزیب کو کس طرح ہر صورت سے ذلیل و رسوا، پریشان اور مضطرب کرنے کی کوشش کیجاتی تھی،

برہان پور کا کارخانہ مغلون کے زمانہ مین بادشاہ، شہزادون اور امیرون کا دستور تھا، کہ وہ اپنے کپڑون کے لیے اپنے ہی خاص کارخانے قائم کرتے تھے، اور اس طرح ہندوستان کی یہ مردہ صنعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی تھی، برہان پور مین بھی شاہجہان، جہان آرا، اورنگزیب وغیرہ کے کارخانے تھے، لیکن جب شاہجہان اورنگزیب سے خفا ہو گیا تو:

"از پیشگاہِ خلافت مکرر قدغن شدہ کہ در برہان پور غیر کارخانۂ بادشاہی ویکدو کارخانۂ دیگر نباشد" (۲۶/۱۵۸)

"یکدو کارخانۂ دیگر" سے اورنگزیب کی مراد یہ تھی، کہ اس مین ایک کارخانہ جہان آرا کا ہے، اور دوسرا خود اس کا، لیکن اس کارخانہ کو بھی اچھی حالت مین رکھنا شاہجہان کو گوارا نہ تھا، اور اس نے تمام اچھے کاریگرون کو اپنے اور جہان آرا کے کارخانون مین مقرر کر دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب کے کارخانہ مین کام بدیرا اور خراب ہوتا تھا، اور جب شاہجہان نے اس سے فرمائش کی کہ

"پارچہاے کہ ایں مرید در برہان پور تیار نمودہ باشد، بزودی بفرستد" (۴۴ھ)

تو اس نے ان الفاظ مین اپنی معذرت پیش کرتے ہوے جتنا کپڑا تیار ہوا تھا، اسکو شاہجہان کے پاس بھیجدیا کہ

"تقصیرے کہ در تحصیل ایں شرف بوقوع آمدہ از رہگذر کمیابی کارگران است، چہ بیشتر بافندہاے خوب در برہان پور در کارخانہ نواب بیگم صاحب جیو می باشند، وجمعے کہ در کارخانہ ایں فدوی بودند، کار آنہا شایستگی پسند طبع اقدس نداشت، پارۂ اسباب کہ نارسیدن نصیرا صورت اتمام یافتہ بود، سعادت اندوز خود دانستہ ارسال نمود" (۴۴ھ)

اس پر شاہجہان نے اپنے یہان سے ایک نہایت ہی بدباطن شخص کو سرکاری کارخانہ کا مہتمم بنا کر بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو برہان پور کا واقعہ نویس بھی بنادیا، اس کی خباثت نفس کا یہ حال تھا، کہ اورنگزیب اس کی وجہ سے جہان آرا تک کی فرمایش کی تعمیل کرتے ہوے ڈرتا تھا، اور جب جہان آرا نے ایک نئے کارخانے کے کھولنے کے سلسلہ مین ایک شخص کو اس کے لیے مقرر کرکے اورنگزیب سے مدد طلب کی، تو اس نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"اگر مقصود از فرستادن مومی الیہ آن است، کہ او بامداد منصدیان ایں جانب در برہان پور کارخانہ برپا کند، ہرچند ایں خیر اندیش را دریں باب مضائقہ نیست، اما دست بہم نخواہد داد . . . . "

"وچوں داروغہ کارخانہ سرکار روالا کہ خدمت واقعہ نویسی برہان پور نیز باو است مرد سبکی است، درصورت کہ بجہت سرانجام اسباب فرمایش ایشاں از کارخانہ خود جمعے کارگران جدا نمودہ شود . . . . یقین کہ او ایں معنی را داخل واقعہ خواہد نمود،

وشاید طبعِ مقدس راخوش نیاید،

واگر مطلب آں باشد کہ موافقِ پوشاکِ خاصۂ آں صاحب ہر سال سرانجام یابد، دریں صورت تفصیلِ ایں ملبوسِ یکسالہ کاربرہانپور نوشتہ ارسال دارند، تا درکارخانۂ ایں جا رو براہ شدہ باشد، اگر بہ پیشکش قبول افتد زہے منت والا بہر طریق کہ خواہند حساب کنند" (۲۶/۱۵۸)

کیا ان حالات میں اورنگزیب اس سے بہتر کوئی تجویز پیش کرسکتا تھا؟ لیکن اس احتیاط کے باوجود بدباطن نصیر نے اورنگزیب کی نہیں تو اس کے ملازمین کی شکایت شاہجہان کو لکھنا شروع کردی، شاہجہان نے اورنگزیب سے اسکی بازپرس کی، اور جب اورنگزیب کو ان غلط الزامات کی اطلاع ملی، تو اُسکو بجا طور پر اس دروغ باف داروغہ پر غصہ آیا، اور اس نے یہ خط علامی سعد اللہ وزیر شاہجہان کو لکھا:۔

"عریضۂ لاخلاصے کہ بموجب حکمِ اشرف ...... ارسال داشتہ بودند و مشتمل بود بر آنکہ "میر نصیر داروغۂ کارخانۂ برہان پور بدرگاہ جہاں پناہ معروض داشتہ کہ متصدیان سرکارِ اعلیٰ (اورنگزیب) در سرانجام ضروریاتِ کارخانۂ مزبور از ریسمان وغیرہ مداہنت وتغافل در تقدیم روا داشتہ اند، بر تقدیرِ صدقِ معروضِ او، وقوعِ ایں معنی بسیار نازیبا وبدنما است، تدارکِ تلافی نمودہ چناں مقرر باید ساخت کہ دیگر دریں باب تساہل نرود رسیدہ عزِ مطالعۂ قدسی دریافت،

براں دستورِ وافی خبرت پوشیدہ نماند کہ تصدیقِ مقدماتِ معروضۂ مومی الیہ وتقویہ وقوعِ مداہنت وتغافل در تقدیمِ خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی از متصدیانِ سرکارِ نامدار بغایت مستبعد نمود، ہرگاہ از پیشگاہِ خلافت چنیں قرار یافتہ باشد کہ ہرکس ہرچہ نویسد

وبگویند، درحقِ ملازمانِ ما باور شود و بدیں عنوان بازخواستِ آں می رفتہ باشد، ازیں جانب گفتن و نوشتن دریں وادی لطفے ندارد،

بہمہ حال چوں سوتِ اولی درقصبۂ ہرگانو بہم میرسد، وتاآں قصبہ درتیول وکلاے ماست، ایں گفتگو آخر شدنی نیست و داروغہ کارخانہ کہ درحضور پرنور مفتریاتِ خود را رائج دانستہ از ماجرئی درنگذشتہ بہمہ وقت مقدمۂ ریسماں راآب وتاب دادہ وبداں تقریب مزخرفات دیگر نیز بہم بافتہ، طبعِ مبارکِ پیرو مرشدِ حقیقی را مکدر خواہد ساخت، بنابراں آں دستور کافی درایت بعرضِ مقدس برسانند، کہ اگر حکم شود، قصبۂ مذکورہ را داخلِ خالصۂ شریفہ نمودہ بدیوانِ پایانِ گھاٹ بسپاریم وعوضِ آں جاے دیگر بگیریم تا سرانجامِ ضروریاتِ کارخانہ موافقِ خواہشِ داروغہ بفعل آمدہ، راہِ کذب وافتراے او مسدود گردد، لیکن اگر مرضئ خاطرِ ملکوت ناظر بودہ باشد، کارخانۂ سرکارِ خود را نیز کہ محض براے آں برپا است کہ شاید چیزے قابلِ پذیرائی نظرِ اقدس درآنجا تمام شود، موقوف سازیم، بیقین کہ آں رفیع مکان ایں معنی را بمسامعِ جلال خواہند رسانید" (آداب نمبر ۲۲۸)

اورنگزیب کی شکایت

شاہجہان نے اورنگزیب کو صرف خطوط ہی مین برا بھلا نہین کہا تھا صرف دربار ہی مین اس پر مضحکہ نہین اڑایا جاتا تھا، بلکہ اُس نے اورنگزیب کی شکایت، اس کے بھائیون کو بھی لکھنا شروع کردیا تھا، شجاع کو ایک خط مین لکھتا ہے کہ

"اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن راموافقِ مرضئ خاطرِ مقدس نکردہ، بآں غلامِ بندگی سرشت (شجاع) امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبۂ دکن رامی خواستہ باشد، وتواند آباداں ساخت، باو مرحمت فرمائیم" (ص ۲۱۹)

ان تمام حالات کو ایک گونہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد اس حقیقت کو واضح طو

سے دلنشین کرا دینا ہے، کہ کس طرح اورنگزیب کو شاہجہان نے ذلیل، رسوا، شرمسار، اور بے دستُ پا کرنے کی کوشش کی ہے، اور کس طرح یہ کشمکش، یہ رنجش اور یہ بے اعتمادی آیندہ کے افسوسناک واقعات اور دارا کی تباہ کن سازشون کے ساتھ مل کر اس بات کا سبب بنی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط خبر ہندوستان مین پھیلی، تمام ملک برادرانہ جنگ کے لیے ایک میدانِ کارزار بنگیا، امنُ امان کا شیرازہ منتشر ہوگیا، دفترِ انتظام کے اوراق پریشان ہو گئے محبتُ اخوت کی بیاض خون آلود ہو گئی، اور وہ ملک جو عرصہ دراز سے سکون و اطمینان کے سایہ مین آرام کر رہا تھا، یکبیک خانہ جنگی، خونریزی، غارتگری، اور موت و ہلاکت کے طوفان مین مبتلا ہو گیا، لیکن اس خونی داستان کی تفصیل کا یہ وقت نہین ہے، اس کو ہم آیندہ چل کر لکھین گے، یہان پر ہم کو جو کچھ بتانا ہے، وہ یہ ہے کہ ان حالات مین اورنگزیب نے جو کچھ کیا، وہ اس کی بلند ہمتی، اس کی سلامت روی، اس کی نیک نفسی، اس کے خلوص، اس کے جذبۂ وفاداری، اور اس کے شوقِ عمل کے بین ثبوت ہین، اگر اورنگزیب کی جگہ کوئی دوسرا کم ہمت، تیز مزاج شخص ہوتا، تو کب کا اس نظامتِ دکن کی تکلیف دہ عزت سے نجات حاصل کر چکا ہوتا، لیکن اورنگزیب کا اصول یہ تھا، کہ اُسے جس کام کے لیے مقرر کیا جاے، اُسے حق المقدور ایمانداری، اور دیانت سے کیا جاے، اور اس نے ان مشکلات کے باوجود، ملک کی آبادی، ملازمون کی بدترین حالت کی درستی، ملک کی وسعت اور جنگون کے کامیاب خاتمہ کے لیے جو کچھ کیا، وہ ہمیشہ اس کے لیے طرۂ امتیاز و طغراے افتخار رہیگا، ہم ملک کی آبادی کے متعلق بتا چکے ہین، کہ کس طرح اس نے مشکلات مین رہنے کے باوجود ۲۵ فیصدی کا اضافہ کیا ہے، اب ہم یہ دکھائین گے کہ اس نے دوسرے فرائض کو بھی اسی قدر اختلافات، بلکہ اس سے زیادہ سخت رنجشون کے باوجود کس کامیاب طریقہ سے انجام دیا ہے،

سرکاری ملازمین کی سفارش | اورنگزیب کو یہ اصول اچھی طرح معلوم تھا، کہ "مزدور خوشدل کند کار بیش

اور اس نے ہمیشہ اس پر عمل کیا، حتی کہ اپنی آخری عمر مین جب وہ شہزادون کے متعلق سنتا، کہ وہ
ملازمین کیساتھ اچھا سلوک نہین کرتے تو ان کو نہایت ہی مؤثر طریقہ سے سمجھاتا، اور بتاتا، کہ ایسا
نہ کرنے مین کسقدر نقصان ہی، ایک خط مین شہزادہ معظم کو لکھتا ہے :-

"باوجود سلامتِ نفس فتح اللہ خان را چرا ناخوش کردید، ما در ایامِ بادشاہزادگی
با مرا ہمچو سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوش دلی تعریف و توصیفِ ما
میکردند، بل باوصفِ اقتدار برادرِ نامہربان بعضیہا ترکِ رفاقتِ او کردہ ملازمتِ ما
اختیار کردہ ، و جمعے کہ باشارۂ برادرِ نامہربان حرکاتِ نا ملائم کردہ حرفہائے بے ادبانہ
بر زبان آوردند، بتازیانۂ اغماض و تحمل تنبیہ شدہ، از سرِ انصاف، اقرار بصاحب حوصلگیٔ ما
کردند، تا نقشِ سرداری و بہادریٔ ما بر لوحِ خاطرِ اشرفِ اقدسِ اعلحضرت مرتسم گشت،
و کارہائے دست بستہ بزورِ بازوے این مورِ ضعیف صورت گرفت؛
شما مثلِ فتح اللہ خانے را رنجیدہ خاطر گردید، ہمچو سپاہیٔ جگردار ہمہ کارہ را کہ بکار
عمدۂ شما می آمد، شکستہ دل نمودید، **فرد**

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود   دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

مضی ما مضیٰ حالا ہم اگر دلجوئی کیند بہتر و برائے صلاحِ کار مفید تر است[1]"

اپنے دوسرے بیٹے اعظم کو لکھتا ہے :-

"آنچہ معلوم میشود مصطفےٰ قلی بیگ دیوانِ خاصِ آن فرزند کارہا بجز رسی سرانجام
می دہد، غنیمت است، اضافۂ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند، دادہ اید، آدمِ خوب مثلِ
طلاے بیغش است، **بیت**

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبرہ .

آنچہ برجستیم کم دیدیم و بسیارست و نیست　　نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار ست نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا بر داشتہ بود، یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقیست، گفت آدمِ خوب، الحق حرف خوبی گفتہ، ہرچند جوہرِ دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلیست بہرکہ حق تعالیٰ کرامت کردہ باشد، اما ہمتِ انصافِ آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہِ معاشِ مقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریاتِ عالم تعلق خلل انداز اعتقادِ او نشود، ع

کہ مزدورِ خوشدل کند کار بیش[1]"

ایک اور خط میں شہزادہ کو لکھتا ہے :-

"فوجداریِ سورت از فتح جنگ خاں بالی تغیر کردن و برادر داروغہ دیوانخانہ خود دادن و شیشۂ درست را بدستِ خود شکستن است[2]"

اورنگزیب اسی اصول پر ابتدا سے عمل پیرا تھا، اس میں ہندو، مسلم کا کوئی سوال نہ تھا، وہ جس شخص کو جس لائق سمجھتا، اس کے متعلق بادشاہ سے ضرور سفارش کرتا، چنانچہ تقریباً ہر خط میں کسی نہ کسی ملازم، جاگیردار، قلعدار یا راجہ کی سفارش ضرور ہوتی تھی، یہ سفارشیں دو قسم کی ہوتی تھیں، یا تو ان کی تنخواہ و منصب کے اضافہ کے لیے یا خطاب اور دوسرے امتیازات کی مرحمت کے لیے، پہلے ہم موخر الذکر قسم کی سفارشوں کو لیتے ہیں :-

(۱) "مومی الیہ (مرشد قلیخان) از فیوضاتِ بے دریغ اعلیٰحضرت امیدوار خطاب است تا موجبِ ازدیادِ امتیاز او گردد،

ملتفت خان نیز اگر علم عنایت شود، باعث افتخار اوست" (۶/۲۳ [illegible])

---

[1] ایضاً نمبر ۱۵۔ [2] ایضاً نمبر ۱۹، اور مطبوعہ رقعات عالمگیری میں بھی اس قسم کے بکثرت خطوط موجود ہیں۔

(۲) "محمد صفی کہ بخدمتِ بخشیگری دکن سربلند است، چوں خانہ زاد کار آمدنی است، و در وقت کہ بعض بندہا . . . . بہرگونہ نوازشِ بادشاہانہ کامیاب شدہ، بہ تفضلاتِ بے دریغ اعلحضرت امیدوار ترگشتہ اگر او نیز بعطیہ خطابے سرفراز شود، از بندہ پروری و خانہ زاد نوازی بعید نخواہد بود" ($\frac{ب}{۵۵}$)

(۳) "از آنجا کہ اسد اللہ خانہ زادِ کار آمدنی قابلِ تربیت است، و بخدمتِ کلانی سرفراز شد اگر بمقتضاے ذرہ پروری بعنایتِ خطاب سرفرازی یابد، موجبِ امتیاز و سربلندیِ او خواہد بود" ($\frac{۹}{۹۵}$)

(۴) "چوں ہادی داد خاں بمنصب دو ہزاری و پانصدی ذات و سوار سرفراز است و بخدمتِ صوبہ داریِ تلنگانہ قیام مینماید، و جمعیتِ خوب با اوست، اگر بعنایتِ علم و نقارہ سربلند گردد گنجائش دارد" ($\frac{ا}{۸۱}$)

اب دوسری قسم کی سفارشوں کو دیکھو۔ صفی خان کو داروغگیِ توپخانہ کی خدمت پر مقرر کیے جانے کا حکم ہوتا ہے، اس پر اورنگزیب لکھتا ہے:-

(۱) "لیکن از آنجا کہ جمع میان این خدمت (داروغگیِ توپ خانہ) و بخشی گری، صعوبتے دارد، و حقیقتِ جاگیرہاے دکن پوشیدہ نیست، و بدولِ مصالح ایں نوع خدمات عمدہ متمشی دیگری نمی شود، امیدوار است کہ بتقریبِ ایں خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگری بمراسمِ ہر دو خدمت بپردازد" ($\frac{۲}{۵۰}$)

(۲) "محمد غیاث ولد اسلام خان در ہندوستانِ فیض نشاں جاگیرِ ہشت ماہہ داشت و در دکن حاصل جاگیرِ او پنج ماہہ بیش نیست، از آنجا کہ خانہ زادِ قابلِ تربیت است . . . . . . بنابراں ایں فدوی خدمتِ فوجداریِ سرکارِ مندکور (دھکر) باو مقرر

داشتہ بکصدی ذات ویک صد سوار بشرط خدمت اضافہ تجویز نمود ....

وطلب اضافہ را موافق حاصل سہ ماہہ در پرگنہ دھکرا تنخواہ کرد، اگر بدرجۂ قبول برسد از خانہ زاد پروری بعید نخواہد بود" (۲۱/۷۷)

(۳) "از انجا کہ سزاوار خاں بندۂ قدیم وخانہ زاد باخلاص اعلحضرت است ونقد جوانی را صرف خدمت ایں آستانِ خواقیں پاسپاں نمودہ وہمیشہ باجمعیت موافق ضابطہ بخدمات مرجوعہ پرداختہ، امید کہ بمقتضائے ذرہ پروری فراخور حسن عقیدت وسبق بندگی، مشمول تفضلات بے دریغ قبلۂ جہانیان گردیدہ بظہور عنایات پیر ومرشد حقیقی کہ بہار آمال داماں واقاصی وادانی است، جوانی از سر گیرد" (۹۵/۱۴۵)

اورنگزیب صرف اسی قسم کی سفارشوں ہی تک اپنی کوشش محدود نہیں رکھتا، بلکہ اگر کوئی امیر اپنے بچوں کی شادی کرنا چاہتا ہے، یا کوئی طالب علم وظیفہ کا خواستگار ہے، یا کوئی مذہبی پیشوا یومیہ کا خواہاں ہے، یا پھر کوئی غیر ملکی شخص ہندوستان میں آکر کسی دوسرے دربار میں جانا چاہتا ہے، تو وہ ان تمام موقعوں پر اپنی سفارشوں اور کوششوں کے دروازہ کو کھول دیتا ہے، ہم طوالت کے خوف سے صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں:-

(۱) سرکاری ملازموں کے بچوں کی شادی کے اخراجات کے لیے کس بلیغ طریقہ سے سفارش کرتا ہے:-

"مرزا خاں را صبیہ ایست بسن تمیز رسیدہ واراد او چناں است کہ اگر پیر ومرشد حقیقی از روے خانہ زاد پروری بخیر فرمایند ایں وصلت با اسمعیل پسر دوم نجابت خاں کہ تا حال کتخدا نشدہ بوقوع آید، اما از انجا کہ خان مذکور از مسر بے سرانجامی برائے انعقاد ایں نسبت متعلقان خود بدرگاہ جہاں پناہ نمی تواند فرستاد، امید وار است کہ دریں باب بموجب حکم اشرف صا

گردد، عمل نماید" (۱۷/۱۰۳)

(۲) یومیہ و ملازمت کی سفارش، یہ خط وزیر شاہجہان علامی سعداللہ کے نام ہے :-

"معلوم نماید کہ حافظ امین از منسوبانِ این درگاہ است، و آں دستورالوزراء نیز احوال مومی الیہ را بواجبی می دانند، ظاہراً قبل ازیں مبلغ یک روپیہ از خزانۂ عامرۂ کشمیر بے نظیر در وجہ یومیۂ او مقرر بود و تا فی الحال کہ رایاتِ عالیاتِ خلافت سایۂ ہمت و کرامت بر ساحتِ آں خطۂ دلکشا انداخت، از روزیانۂ حافظ مذکور نصف بجاے ماند، از آنجا نیم روپیہ بضروریاتِ امرِ معیشتِ او و توابع کثیرہ وافی نیست، اگر آں خان والا مکان کہ توفیقِ خیرات یافتہ اند، سعی نمایند کہ یومیۂ مشارالیہ بدستور سابق مقرر شود، و حافظ علی محمد برادرِ حافظ مذکور کہ با او ہمراہ است، و کسبِ بعضِ مراتب اعلیٰ نمودہ موافقِ حالتِ خود، در سلکِ بندہاے درگاہ خلائق پناہ شرفِ انسلاک حاصل شود، بموقع خواہد بود۔ (آداب خط نمبر ۲۳۶)

۳۔ مدینہ منورہ سے ایک سید صاحب تشریف لاتے ہیں، ان کے متعلق اسی مخیر وزیر کو لکھتا ہے:-

"چوں دریں ولا سیادت مآب سید محمد از ساداتِ مدینہ طیبہ علیٰ ساکنہا الصلوٰۃ والتحیہ ۔ ۔ ۔ ۔ بقصدِ آستانبوسِ مقدس روانۂ درگاہِ جہاں پناہ شدہ، ارادہ دارد کہ بوساطت ایشاں از نظرِ انور گذشتہ از فیوضاتِ بے دریغِ بارگاہِ خلافت بہرہ مند گردد، یقین کہ آں خان والا مکان کہ توفیقِ مراعاتِ ایں طائفہ علیہ بوجہ اتم یافتہ اند، در امداد و اعانت او سعیِ جمیل مبذول خواہند داشت[1]۔" (آداب ۲۲۰)

---

[1] مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کربلاے معلی، مشہد مقدس، بغداد شریف وغیرہ کے لوگون کا یہ ایک قدیم دستور تھا جیسا کہ آجکل بھی ہے کہ وہ ہندوستان مین آکر یہان کے لوگون سے خیرات وغیرہ وصول کر کے کثیر رقم کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ جاتے، ابتداءً اورنگزیب بھی ان کی بڑی قدر کرتا تھا، لیکن جب اُسے

(۴) غیر ملکی معزز اشخاص ہندوستان آکر کسی دوسری ریاست مین جانا چاہتے ہین، لیکن اورنگزیب ان کو بادشاہ کے یہان جانے پر راضی کر کے ان کی سفارش کرتا ہے، کہ اس کے خیال مین ہندوستان مین آکر کسی دوسری حکومت کے دربار مین ان لوگون کا جانا، ایک تو خود مغل حکومت کی ذلت ہے، دوسرے اس سے خارجی ممالک کی سیاست پر بھی برا اثر پڑ سکتا تھا، اس کی مثال یہ ہے:-

"میر صالح ولد میر قوام الدین مازندرانی پسر خالِ شاہ عباس کہ دریں ایام از راہ بندر سورت آمدہ، باورنگ آباد رفتہ بود، و از آنجا قصدِ گولکنڈہ داشت، ایں مرید او را ببرہان پور طلبیدہ، روانۂ درگاہِ خلائق پناہ نمود، یقین کہ بعد ادراکِ شرفِ زمین بوسِ معلّی در خورِ شائستگی وقابلیت مشمولِ نوازشاتِ بادشاہانہ خواہد شد" (۲/۵۰)

یہ جو کچھ سفارشین تھین، اُن کا تعلق صرف اشخاص تک ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اورنگزیب عام سپاہیون وغیرہ کی حالت سے غافل یا ان کے متعلق خاموش تھا، ہم کو ان خطوط مین جابجا جاگیر کی کم حاصلی اور اس کی وجہ سے تعیناتیانِ دکن کی تکالیف کا بیان نظر آتا ہے، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب کو یہ حکم دیا کہ دکن مین بھی ضابطہ داغ کو جسے علامی سعد اللہ خان نے روشناس کیا تھا، رائج کیا جائے تو اس نے دکن کے سپاہیون کی حالت بتا کر ان کی تنخواہون مین اضافہ کی سفارش کی، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"حقیقتِ صعوبت و دشواریٔ ضابطۂ داغ کہ بتازگی در پیشگاہِ خلافت قرار یافتہ . . . . .

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۷) اس بات کا علم ہوا، کہ ان لوگون نے اپنی سیاوت اور مقامات مقدسہ کی سکونت کو پیشہ بنا لیا ہے، تو اس نے ایسے لوگون کی امداد سے لوگون کو منع کر دیا، سعد اللہ خان کے نام بھی جتنے خطوط ہین، انمین بھی ان تمام سفارشون کا جو وہ لوگون کے متعلق بادشاہ سے کرتا تھا ذکر کر کے اس سے امداد کی درخواست کیگئی ہے؛

مکرر داخل واقعه گشته شاید بمسامع جاه و جلال رسیده باشد . . . . . "

پیر دستگیر سلامت! کیفیت لشکرے که بالفعل درین صوبجات است و از عهدهٔ ضبط محال تیول خود بآسانی برنمی تواند آمد و کثرت جمعیت غنیاداران دکن بر ضمیر منیر هویدا است و بحسب ضابطهٔ تازه اگرچه کمیت لشکر می افزاید، اما کیفیت که مطلوب است، اصلا نمی ماند، چه موافق این ضابطه علوفهٔ تابینان از بست روپیه تا هفده و پنج و پانزده مقرر شده، و سوار از سابق قریب نه هزار افزوده، جاگیر بیشتر منصبداران از سه ماهه کمتر است، و پیدا است که این نوع مردم که بدین قلیل نوکر باشند، حال اسپان ایشان چه خواهد بود، و از آنها چه کار خواهد کشود، باوجود آنکه پیش ازین حصهٔ ذات را سه ماهی سوای ده لک تنکه خرچ پرگنات و سواری بحساب سی و دو روپیه در ماهه تنخواه می یافتند، اکثرے ازینها تا حال تمام بداغ نه رسانیده اند، و تصحیح نداده و بدین سبب مبلغهاے کلی مطالبهٔ تفاوت داغ و تصحیح بنام هر کدام در دفاتر این صوبه ثبت گشته، و اکنون که حصهٔ ذات یک ماهه و دو ماهه خواهند یافت، ظاهر است که بذات آنها چه خواهد رسید، خاصه درین هنگام که عمل تباهی بمیان آمده، و اخراجات پرگنات بتقریب محافظت غلات دوچندان شده، و در باب تحصیل مطالبات از روے قدغن بنفاذ پیوسته، که از حاصل جاگیر بعضے چهارم حصه و ز جمعے پنجم و ششم حصه بازیافت می نموده باشند، معلوم است که بعد وضع مطالبه بدین طریق چه خواهد ماند، و از عهدهٔ سرانجام جمعیت چگونه می تواند برآمد، چون همه وقت امنیت نمی باشد، و محتمل که گاهے بجمعیت خوب احتیاج افتد، اگر اعلیحضرت بنفس نفیس متوجه شده، بناظمان مهمات حضور پر نور حکم فرمایند، تا بمآل کار نظر انداخته درین باب غور نمایند، از صلاح دولت ابدمدت دور نخواهد بود، دیگر هرچه راے مملکت پیراے . . . . . . فرماید عین صواب است." ($\frac{9}{95}$)

اسی کے ساتھ اس نے خود سعد اللہ خان کو بھی ایک خط اسی مضمون کا لکھا، اور اس مین بتایا کہ دکن کی فوج کی موجودہ حالت مین اس ضابطہ کا رواج کسقدر ناممکن اور خطرات سے پر ہے، اس خط کا ضروری اقتباس یہ ہے،

"این ضابطۂ تازہ موجبِ ازدیادِ تفرقۂ سپاہ و سببِ افزونیِ مطالبات متعذر التحصیل است چہ موافق ضابطہ حال علوفہ تابینان بست روپیہ و ہفدہ و نیم و پانزدہ تنخواہ شدہ و سوار از سابق قریب نہ ہزار افزودہ مدت مدید باید کہ این مقدار اسپ بداغ رسد، و معہذا جمعے کہ این علوفۂ قلیل بیابند، اسپ خوبی کے میتوانند خرید، و حال آں کہ جاگیرِ اکثر منصبداران از سہ ماہہ کمتر است، و باوجود آنکہ پیش ازیں حصۂ ذات را سہ ماہہ بودہ، و دہ لک خرچ پرگنات مجری یافتہ تتمہ را سوارے بحساب سی و دو روپیہ درماہہ می یافتہ اند، اکثرے ازاں تا حال بداغ رسانیدہ اند، و تصحیحہ ندادہ اند، و مبلغہائے کلی مطالبہ تفاوت داغ و تصحیحہ باسم ہر کدام در دفاتر ثبت شدہ، اکنوں کہ حصۂ ذات دو ماہہ و یک ماہہ خواہند یافت معلوم کہ بذاتِ آنہا چہ خواہد رسید، خاصہ امسال کہ حکمِ عمل تبائی بنفاذ پیوستہ و اخراجاتِ پرگنات برائے محافظتِ غلہ مضاعف گشتہ، درباب تحصیلِ مطالباتِ فرمانِ عالیشان شرفِ صدور گرفتہ کہ از حاصلِ جاگیر بعضے چہارم حصہ و از جمعے پنجم و از برخے ششم حصہ می گرفتہ باشند وچوں دراں منشور والاقید گرفتن مطالبہ از حصۂ تابینان نیز در مطالبہ باید داد و جمعیت را موافق ضابطہ بداغ توانند رسانید۔ . . . . بنا براں . . . . بتکرار اظہار این مقدمات ناگزیر بود، اگر آں حسبِ دستور این مراتب را بخاطر آوردہ، کیفیتِ آں را بعرضِ ارفع اعلیٰ برسانند، ہر آئینہ مصلحتِ ملکی اقرب و انسب خواہد بود۔" (آداب نمبر ۲۲۲)

اورنگزیب نے سپاہیون کی حالت کو اس قدر واضح اور صاف طور سے بیان کیا تھا، کہ

شاہجہان کو منظوری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اور اس نے ایک حد تک اورنگزیب کی سفارشون کو قبول کر لیا، لیکن پھر بھی اورنگزیب مطمئن نہ تھا، وہ اس منظوری کے متعلق لکھتا ہے کہ

"انچہ قبل ازین درجواب عرضداشت این مرید کہ بتقریب ضابطۂ داغ بدرگاہ والاجاہ ارسال داشتہ بود، حکم شد کہ چون حاصل جاگیر اکثر بندہا ے تعین صوبۂ دکن چار ماہہ وکمتر ازان است، بنا بران درسہ ماہہ کہ ہراسپے ہفدہ روپیہ و در دو ماہہ کہ ہراسپے پانزدہ روپیہ مقرر شدہ، از ابتدا ے غرۂ ماہ بہمن ..... بدستور چار ماہہ ہراسپے بست روپیہ ماہیانہ مقرر فرمودیم، محض کرامات است، چہ سوارے کہ علوفہ اش کمتر از بست روپیہ باشد، ہیچ مصلحت بکار نمی آید لیکن ازانجا کہ موافق این ضابطہ بجمیع نفعے و بطائفہ نقصان خواہد رسید، فکر اداے مطالبات سرکار گردوں مدار نیز باید نمود" (۱۷/۲)

ہندؤن کے ساتھ برتاؤ | اس وقت تک جتنے لوگون کی سفارشین کیگئی ہین، ان مین ایک ہندو بھی نظر نہ آیا ہوگا، اور اس سے جیسا کہ مشہور ہے، یہ سمجھا گیا ہوگا، کہ اورنگزیب کو ہندؤن سے حقیقۃً کوئی عداوت، دشمنی، یا کم از کم نفرت تھی، اور اسی لیے اس نے کسی ہندو کی سفارش نہین کی ہے، لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، اور اسی لیے ہم ایک مستقل ماتحت سرخی کے نیچے اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہین،

اگر ہم اورنگزیب اور اس کے بھائیون کے حالات کا مطالعہ کرین گے، تو ہم کو صاف نظر آئے گا، کہ انھون نے اپنے اثر و اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کسی نہ کسی جماعت کو اپنا ہم خیال و موید بنانے کے لیے انتہائی کوشش کی ہے، دارا شکوہ نے راجپوتون پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا، اور اس کے اعتقادات کا تزلزل دراصل ان راجپوتون کو ہی رام کرنے کے لیے تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ ویدانت کے فلسفۂ توحید اور محی الدین ابن عربی کے

اصول" ہمہ اوست" کو جس صورت سے بھی ہو جوڑ دے، اس موضوع پر چونکہ ہم دارا کے عقائد کے سلسلہ میں بحث کریں گے، اس لیے یہاں صرف اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں شجاع نے دربار کے شیعہ امراء کو اپنا حامی بنانے کے لیے اپنے کو ایک بڑی حد تک مذہب امامیہ کا پابند کر رکھا تھا تجربہ کار لیکن بہادر مراد کو چونکہ اپنی تلوار پر بھروسا تھا اس لیے اس نے اس قسم کی کوئی عام کوشش تو نہیں کی البتہ مختلف امراء کو توڑنے کی سازش میں لگا رہا، مگر اورنگزیب نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی، نہ اس نے راجپوتوں کو خوش کرنے کے لیے ویدی توحید کی بیجا تعریف کی، نہ شیعی امراء کو خوش رکھنے کے لیے امامی عقاید کی تائید اور نہ امراء سے کوئی خفیہ معاہدہ کیا، بلکہ اس کے ساتھ جو لوگ تھے ان کے ساتھ مساویانہ طریقہ سے پیش آتا، اور ہر امیر اور سرکاری ملازم کو اپنا بہی خواہ اور سچا دوست سمجھتا، اس کی کثرت مراسلت، اس کے وسعت تعلقات کی دلیل ہے، وہ شیعہ امراء سے بھی اسی طرح خط و کتابت کرتا ہے جیسی کہ سنی امراء سے، وہ ہندوؤں سے بھی اسی طرح مخاطب ہوتا ہے جس طرح مسلمانوں سے، بلکہ اس کے خطوط کا مطالعہ ہم کو اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس نے مسلمانوں سے زیادہ اہم سفارشیں ہندوؤں کے لیے کی ہیں، مگر یہ اس کی بدقسمتی اور اس کے بڑے بھائی کی عنایات خاص کا نتیجہ تھا کہ اُسے راجپوتوں کا دشمن مشہور کر دیا گیا، اس چال سے دارا کا جو مقصد تھا وہ بالکل عیاں اور واضح ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اورنگزیب کے پاس نہ راجپوت فوج رکھی گئی اور نہ راجپوت افسر ہی دو چار سے زیادہ رہے، اور یہی سبب ہے کہ اس کے خطوط میں ہندوؤں کا ذکر بہت کم آتا ہے، پھر بھی اورنگزیب اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں رہا، اور جب کبھی بھی اسے موقع ملا اس نے ہندوؤں کی سفارش کی، چنانچہ جب دکن کے انتظامات کے سلسلہ میں ایلچپور کی دیوانی کے لیے ایک لائق افسر کی ضرورت ہوئی، تو اورنگزیب نے راؤ کرن نام ایک راجپوت افسر کی سفارش کی، لیکن شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ

"تفویض خدمتِ ایلچپور بمثل راؤکرن راجپوتے مناسبت نداشت۔ ۔ ۔ ۔ کارہا بکسے باید فرمود

کہ از عہدہ تواند برآمد" (۳/۴۴)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر میرسید محض صواب است، واین مرید باین ہمہ قصورِ فہم آں را کجا تواند دریافت

لیکن چوں خدمتِ ایلچپور درین ایام غیر از جاگیرداری وآبادان ساختنِ آں کارے نیست

واین فدوی در پیشگاہِ خلافت ہم انتسابِ سلوکی براجپوتیہ بنا براں حقیقتِ کمیِ منصب وآبادانِ

کاریِ راؤکرن نوعیکہ می دیدہ وشنیدہ معروض داشتہ بود" (۵/۶۴)

لیکن اورنگ زیب اس نامنظوری سے مایوس نہین ہوا، بلکہ وقتاً فوقتاً راؤکرن کی سفارش

کرتا رہا، تاآنکہ اسکو جوار کے علاقہ کی فتح پر مامور کرکے اور اس کے منصب مین اضافہ کرکے

ایک بلند درجہ تک پہنچا دیا، چونکہ اس کا بیان جوار کی فتح کے سلسلہ مین آئیگا، اس لیے یہاں پر

نظرانداز کر دیا جاتا ہے، اس کا ایک دوسرا ہندو افسر نرسنگھ داس تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"چوں نرسنگھ داس قلعہ دار اسیر خانہ زادِ کارآمدنیِ درگاہِ جہاں پناہ است، وہموارہ

با جمعیتِ موافقِ ضابطہ بخدماتِ پادشاہی پردازد، وجاگیرہائے کہ در وطن داشت تغیر شدہ

وکیفیتِ حاصلِ جاگیرہائے دکن پوشیدہ نیست، ووکیلِ او در دربارِ عالمیان از تلاش میکند

کہ پرگنہ رددات کہ در وطنِ موروثیِ اوست عوضِ محالِ ہندوستان۔ ۔ ۔ کہ تغیر شدہ

ومحالے کہ در دکن بہ تیول او مقرر است، در دستِ تنخواہ گردد، از پریشانی پراگندہ جمعیت

خدمت می کردہ باشد، یقین کہ آں دستور الوزرا نیز در پیش رفتِ مطلب او اگر ممکن باشد سعی

وامداد دریغ نخواہند داشت" (آداب نمبر ۲۲۲)

ایک دوسرے خط مین جعفر خاں کو جو علامی سعد اللہ کے بعد وزیر کے فرائض انجام

دیتا تھا، ایک دوسرے افسر کی سفارش ان الفاظ مین کرتا ہے :-

"انچہ دریں ولا بموجب حکم اقدس اعلیٰ درباب بھیش داس راٹھور معروض داشتہ بودند، پیرایہ وضوح گرفت حسب الحکم جہاں مطاع مومی الیہ را دستوری دادہ شد کہ با جمعیت خویش بدرگاہ جہاں پناہ شتافتہ، از استلام سدۂ سینۂ خلافت، سربلندی حاصل کند، بندۂ خوب کار آمدنی است، در تقدیم خدمت بادشاہی کوتاہی ننمودہ، یقین کہ بتول خوب خواہد یافت' این معنی را بمسامع جاہ و جلال رسانیدہ، ہمیں وتیرہ، ہرگاہ تقریبے دست دہد، بنگارش عریضہ پرداختہ باشند۔" (آداب نمبر ۲۳۲)

دکن مین اورنگزیب کا ایک ہندو افسر مرجاتا ہے، اسکی جائداد کی وراثت کے متعلق وہ دوسرے ہندو افسرون سے مشورہ کرتا ہے، اوران کی جو رائے ہوتی ہے، اسی کی اس طرح سفارش کرتا ہے :-

"راجہ سنگرام زمیندار جمو کہ خدمت فوجداری جامورو مانجرو داشت، تصدق فرق مبارک شدہ، سارنگدھر نبیرۂ او کہ خانہ زاد کارآمدنیست، چوں پسر فرزند کلان است کہ پیش از سنگرام گذشتہ، پسران راجہ متوفی کہ اجمام اوبند، وراؤ کرن و دیگر راجپوتان بنجی اتفاق نمودہ اند کہ جانشین پدر کلان او باشد، اگر از پیش گاہ خلافت بخدمت پدر کلان رتبہ مسطور بسارنگدھر عنایت شود و منصب او داعامش بموجبے کہ از واقعہ بعرض ارفع اعلیٰ خواہد رسید، مقرر گردد، از عہدۂ خدمتے کہ بسنگرام مفوض بود، می تواند برآمد۔ و جمعیت آنہا نیز متفرق نمی شود۔" (ایضاً)

اسی طرح جب رائچور کی زمینداری کے متعلق جھگڑا ہوتا ہے، اس کے اصلی حقدار حیات سنگھ کو دوسرے ورثہ محروم کرنا چاہتے ہین، اور وہ اورنگزیب سے سفارش چاہتا ہے تو اورنگزیب اس کی حمایت مین لکھتا ہے کہ

"از عرضداشتِ وکیل دربارِ جہاں مدار معلوم شد، کہ اجمیری سینہہ عموی بیتی زبدۃ الاقران موہی الیہ (حیات سینہہ) بدرگاہِ معلی آمدہ خود را زمیندارِ قدیم آنجا وانمودہ، پتہ کامل وغیرہ از مضافاتِ راجھور کہ عملی نیست وہمیشہ زمیندارِ آں حیات سینہہ بودہ در وجہ اضافۂ او مرحمت گشتہ بنابراں نگاشتہ میشود، کہ چوں زمینداریٔ آنجا موروثیٔ حیات سینہہ مزبور راست، و تقصیرے ازو سر نزدہ، اگر او را باضافہ سرفراز فرمودہ اند، آں تپہ جاتِ غیر عمل را بتنخواہِ او مقرر سازند، موجبِ انتظامِ احوالِ مشار الیہ و توابعِ او خواہد شد" (آداب نمبر ۲۲۹)

اس کے بعد جب اسی حیات سنگھ کو سرکاری ملازم بلا وجہ اس کی جاگیر سے ہٹا دیتے ہیں اور وہ اورنگزیب کے پاس آکر اس کی شکایت کرتا ہے، تو اورنگزیب ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کو اس ناانصافی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"نسبتِ بندگی حیات سینہہ زمیندار راجور کہ بخدمتِ والا مرتبت سلطانی وارد، براں دستور وافی خبرت پوشیدہ نخواہد بود، تا وقتیکہ پرگنہ مسطور بفرزندانِ سعادتمند کامگار نامدار تعین داشت موہی الیہ از روے استقلال بلوازمِ امرِ زمینداریٔ آنجا قیام مینمود، و اکنوں کہ آں پرگنہ تنخواہ صوبہ دار مقرر شدہ، مشار الیہ از رہگذرِ بدسلوکی گماشتہاے تیول دار ترکِ وطن کردہ بحضور معالی (اورنگزیب) آمدہ و خویشان و متعلقانش در ہمانجا بسر می برند، چوں اعلیٰحضرت او را ازیں خدمت عزل نہ فرمودہ اند، اگر آں رفیع مکان ایں مقدمہ بعرضِ اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ در باب بحال بودنِ خدمتِ زمینداری بدستورِ سابق باو و برادرانِ او حسب الحکم الاقدس بصاحب صوبہ آنجا بنویسند، در ایں ادی سعی مبذول دارند بسیار بموقع خواہد بود" (آداب نمبر ۲۴۲)

اورنگزیب اس سفارش کی منظوری میں کامیاب ہوتا ہے، اور جب حیات سنگھ کچھ دنوں اورنگزیب کے پاس رہ کر وطن واپس جانا چاہتا ہے، تو اورنگزیب، علی مردان خان

کو جسکو اب وہ علاقہ ملا تھا، یہ سفارشی خط لکھتا ہے :-

"نسبتِ بندگی و خانہ داری کہ زبدۃ الاشباہ والاعیان حیات سینہہ زمیندار راجور کہ خدمتِ عالی دارد، بر آں رکن السلطنۃ الکبریٰ پوشیدہ نیست، دراں ایام کہ پرگنہ مذکور بتیول وکلاے سرکارِ نامدار مقرر بود، مومی الیہ مرفہ الحال درآنجا بسر می برد، و پیش ازیں بچند گاہ از آسیبِ عنادِ حساد و بدسلوکیٔ عمال، ترکِ وطن اختیار نمودہ بحضور موفور السرور آمدہ، اکنوں باز عنانِ معاودت بداں صواب منعطف ساختہ بمقتضاے جمعیت (حمیت؟) ارادہ دارد کہ شغلِ زمینداریٔ موروثی را از دست ندادہ بگرد آوریٔ توابع و لواحقِ خویش کہ درآنجا اند بپردازد"

چوں آں عمدۃ الخوانینِ دوراں را از مخلصانِ صافی طویت تصور میفرمائیم و یقین می دانیم کہ در رعیت جانب منتسبانِ ایں درگاہ خود را معاف نخواہند داشت، درباۂ مومی الیہ و نظمِ اسبابِ جمعیت و رفاہیتِ او نگاشتن تحصیل است، پیدا است کہ در ہر باب آنچہ نوشتہ اند سعی مبذول خواہد شد، و بعملۂ آں پرگنہ تاکید بلیغ خواہد رفت کہ سررشتۂ حسنِ سلوک را با مشار الیہ از دست ندادہ در جمیع امور حسابی مدد و معاون او باشند" (آداب نمبر ۳۲۷)

یہ اس اورنگزیب کے خطوط ہیں، جو ہندوؤں سے بدسلوکی کے لیے بدنام کیا گیا ہے، اسکے علاوہ اس نے ہندو راجاؤں کے متعلق جو سفارشیں کی ہیں، اور جس طرح وہ بادشاہ سے انکے لئے لڑا ہے، اس کا ذکر آئندہ آئیگا۔[1]

---

[1] اورنگزیب کے عہدِ سلطنت میں جو ہندو مختلف مناصب جلیلہ پر بحال تھے، ان کی فہرست اور مفصل حالات کے لیے دیکھو امراے ہنود مضامین عالمگیری، وقائع عالمگیری (اردو) مآثر الامراء و تذکرۃ الامراء (فارسی)

لیکن ابھی ایک اس سے زیادہ اہم اور عجیب چیز کا انکشاف باقی ہے، اور یہان پر ہم اس کو ذرا اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتے ہین،

اشاعت اسلام | اورنگ زیب کے مخالفین کا اس پر ایک بہت بڑا اتہام یہ بھی ہے کہ وہ ہندوؤن کو زبردستی مسلمان بنایا کرتا تھا، اور اس سلسلہ مین برادران وطن کے عام تو عام تعلیم یافتہ طبقہ مین بھی وہ لایعنی باتین مشہور ہی نہین بلکہ ان کو سچ سمجھا جاتا ہے، کہ بے اختیار ہنسی آتی ہے[1] حالانکہ اس کا اس معاملہ مین جو رویہ تھا، وہ شاید ہی کسی مسلمان بادشاہ کا رہا ہو، اور اس کی زندگی کے حالات کے بعد یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ آخر لوگون نے اس غریب کو اس قدر کیون بدنام کر رکھا ہے، حالانکہ ایسے زمانہ مین جب کہ سیاست و مذہب کا آج سے کہین زیادہ چولی دامن کا ساتھ ہی نہ تھا، بلکہ اس وقت سیاست مذہب کے ماتحت تھی، اورنگزیب نے صحیح اسلامی تعلیمات کی بنا پر دور اندیشی و عاقبت بینی سے کام لیکر اس حکمت عملی کو اختیار کیا جس کو شاید آج کی نیشنل کانگریس بھی غلط نہین بتا سکتی اور اس کی اپنے اصول کی پابندی یہین پر آکر ختم نہین ہو جاتی، بلکہ وہ اس کے لیے بادشاہ سے لڑتا، اور اس کی ناخوشی مول لیتا ہے،

اشاعتِ اسلام کے متعلق اورنگ زیب کا یہ اصول تھا کہ کسی شخص کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ وہ کسی شخص کی مجبوری و معذوری سے فائدہ اٹھا کر یا اپنے درجہ یا مرتبہ کے اثر کا غلط استعمال کر کے کسی شخص کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کرے، اور نہ وہ اس کو پسند کرتا تھا، کہ کوئی مجرم صرف سزا سے بچنے کے لیے، اسلام کو قبول کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو بھی اپنا فرض سمجھتا تھا، کہ اگر کوئی شخص برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہے

[1] دیباچہ وقایع عالمگیری صفحہ

تو وہ اس کی پوری مدد اور اس کی تالیفِ قلب کے تمام ذرائع اختیار کرے۔ ایک اور بات جو اورنگزیب کے تدبر پر دال ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھی پسند نہین کرتا تھا، کہ کوئی شخص کسی مذہب کے پیشوا کو برا کہے، کہ فرقہ وارانہ منافرت کی یہی جڑ ہے اور ایسے لوگون کو جو سزا دیجاتی تھی سکی وہ پرزور تائید کرکے اس برائی کا ابتدا ہی مین گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیتا تھا، اب ہم اپنے ان دعوون کی دلیل مین اس کے خطوط سے ثبوت پیش کرنا، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ یہ جو کچھ حالات ہین اس کے عہدِ شہزادگی کے ہین، اور اپنے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت مین وہ ان اصولون پر آزادانہ طریقہ سے پوری مضبوطی سے قائم رہا ہے،

دھندیرا کے راجہ اندرمن کو شاہجہان نے اس کی عدول حکمی کی وجہ سے گرفتار کرکے قلعہ اسیر مین قید کر دیا تھا، جب اورنگزیب دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور راجہ نے اسے حصولِ آزادی کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تو اس نے شاہجہان کو لکھا کہ

"اندرمن زمیندارِ دھندھیرہ کہ حسب الحکم الاقدس از دیرباز در قلعۂ اسیر محبوس ست درین ولا کسِ خود را نزد این مرید فرستادہ اظہار نمودہ کہ اگر بتصدقِ فرقِ مبارک مقدسِ اعلیٰ از زندان مکافات رہائی یابد پنجاہ ہزار روپیہ برسم پیشکش درگاہِ آسمان جاہ بخزانۂ عامرہ رسانیدہ تا یکسال بے منصب و جاگیر با پنجاہ سوار و یک صد پیادہ در صوبۂ دکن خدمت کردہ، بعد ازاں موافق منصبے کہ از پیشگاہِ والا بداں سربلند گردد جمعیت نگاہداشتہ و ہمہ وقت حاضر بودہ اصلا ارادۂ بازگشت بوطنِ قدیم خویش نخواہد نمود، و نرسنگھ داس قلعہ دارِ اسیر ضامنِ افعال و متعہدِ ادائے وجہِ پیشکش میشود، چوں از مدتے گرفتار جزائے کردارِ خود است، و حال خرابی دارد، اگر بمقتضائے جرم بخشی و عذر پذیری کہ در ذات اقدس ودیعت نہادۂ دستِ قدرت ست، رقمِ عفو بر جریدۂ تقصیرت او کشیدہ آید

از ذرہ پروریٔ اعلیٰ حضرت دور نمی نماید، دیگر ہر چہ راے خورشید ضیا اقتضا فرماید عین صواب است" (۲۱/۲۲)

لیکن معلوم ہے کہ اورنگ زیب کی اس سفارش کا شاہجہان نے جو اورنگزیب کو راجپوتوں کے ساتھ بد سلوکی کا الزام دیتا تھا، کیا جواب دیا، اس نے لکھا کہ اندرمن نے جو شرائط پیش کی ہیں، ان کے منظور ہونے کی صرف ایک صورت ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اندرمن اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے، جب "ہندوکش مسلم گر" اورنگ زیب کو شاہجہان کی اس شرط کا علم ہوا، تو اس نے صاف صاف لکھدیا، کہ یہ شرط ناقابلِ عمل اور مصلحت و دوراندیشی سے دور ہے، اندرمن کو اگر آزادی دینا ہے، تو اسی کی پیش کردہ شرائط ہی پر دیجاے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے وزیراعظم سعداللہ خان کو جو خط بھیجا ہے، اس میں لکھتا ہے:-

"عرضداشتے کہ حسب الحکم الاعلیٰ درباب اندرمن زمیندار دھندھیرا ارسال داشتہ بودند بعزّ مطالعہ رسیدہ مضمونِ آں بوضوح انجامید"

براں دستور دانی خبرت پوشیدہ نماند کہ آنچہ دربارۂ زمیندار مذکور بخاطرِ ملکوت ناظر پیر و مرشد حقیقی پرتو انداختہ ہر چند صلاح و صواب است لیکن چوں او از مدتِ بست سال محبوس زندانِ مکافات بودہ بقوتِ لایموت محتاج است، و مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ پیشکش باعتمادِ برہمناں و مہاجنان قبول نمودہ درصورتے کہ سعادتِ اسلام دریافتہ از کیشِ خود برگردد و جہ پیشکش را چگونہ سرانجام تواند کرد،

و مع ہذا ہر گاہ یکے از بندہاے معتمد بادشاہی راضامن دادہ تعہد منمودہ باشد، کہ وطنِ مالوف خود کہ از مدتے دراز از دستِ او برآوردہ بجاگیر بندہاے عمدۂ درگاہ جہاں پناہ درآمدہ، بطریق وطن عنایت شدہ رجوع نکند، و داخلِ تعیناتیانِ صوبۂ دکن

گردیده همیشه حاضر باشد، بازگشت او بوطنِ خویش چه احتمال دارد، و چه قسم صورت تواند جست،

اگر رهائی او مشروط بقبولِ اسلام نباشد، خاطر از ضامن و سرانجام از پیش کشے جمع میتوان کرد، والا بقیه عمر را در حبس بسر خواهد برد، آں دستور الوزرا ایں مراتب را بطریقِ شایسته بعرضِ مقدسِ معلی رسانیده نوعیکه حکم ارفع و اشرف صدور یابد، بر نگارند تا مطابقِ آں بعمل آید، والسلام، (آداب نمبر ۲۳۱)

اس سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ شاہجہان اپنی بات پر اڑا، اور غریب اندرمن قلعہ اسیر مین سڑتا رہا، تا آنکہ جب اورنگ زیب برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہوا، تو اس نے اسے رہا کر کے اعلیٰ منصب پر بحال کیا،[1]

اب دوسری قسم کی مثال لیجئے، کرناٹک کے راجہ سری نگر رائل کے علاقہ پر بیجاپور اور گولکنڈہ کے حاکم حملہ آور ہو کر اس کے بڑے حصہ پر قابض ہو جاتے ہین، وہ مایوسی کی حالت مین شاہجہان اور اورنگ زیب دونون سے نہ صرف امداد کی درخواست کرتا ہے، نہ صرف ایک گران بہا پیشکش اور سالانہ خراج کا وعدہ کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہے کہ

"اگر بسبب عارِ کفر پرتو اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از انکه فرمانِ عالیشان متضمنِ بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، از ہدایتِ مرشدِ جهانیاں با توابع و الواحق خود بزمرهٔ اہلِ اسلام درآمده، از دولتِ بندگیِ درگاهِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد"[2]

اورنگ زیب نے ایک طرف تو اپنا ایک ملازم راجہ کی تسکین و تسلی اور حالات کی تحقیقات کے لیے کرناٹک روانہ کیا، اور دوسری طرف شاہجہان کو تمام حالات مفصل طور سے لکھے اور درخواست کی کہ دکن کے حاکمون کے نام تنبیہی فرامین صادر ہون کہ وہ کرناٹک کے علاقہ مین

[1] عالمگیر نامہ،

مداخلت نہ کریں، لیکن یہ معلوم کرکے تعجب ہوتا ہے، کہ وہی شاہجہان جو ایک بست سالہ قیدی کو مسلمان ہونے کی شرط پر رہا کرنے پر مصر تھا، اورنگ زیب کو لکھتا ہے:-

"کس پیش راجہ کرناتک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا داران دکن را ترسانیدہ پیشکش خوبی ہم بجہت سرکار گردوں مدار و ہم برائے خود از انہا می گرفت (۱۴۸)

اورنگ زیب نے اس خط کا یہ جواب دیا:-

"ازآنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبولِ عز اسلام التجا بدرگاہ سلاطین پناہ آوردہ و تعہدِ پیشکشِ گراں نمودہ، ایں معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و ایں دو دنیا داراں نیز کہ اکثر ولایت کرناتک را با خزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملہ آں غنائم موفورہ پیشکشے شائستہ ببارگاہِ معلّی ارسال نداشتہ اصلا از فکر ایں مقدمہ غافل بودند لہذا ایں عقیدت آئین حقیقت را بحضور پرنور عرضہ داشت کردہ" (۳/۸۶)

در ضمن بعیدِ ایں مقدمات بجز پاس حمیتِ اسلام و صلاحِ دولتِ ابد انجام امری منظور نظر نبودہ۔ (۳/۸۶)

مگر شاہجہان اس مرتبہ بھی اپنی ضد پر قائم رہا، اور اسکا نتیجہ جو ہوا، اس پر ہم کرناتک کے حالات کے سلسلہ میں بحث کریں گے،

موجودہ متمدن حکومت کی طرح گذشتہ اسلامی دور میں حکومت کا یہ فرض رہا ہے، کہ وہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی دے، اور اگر کوئی شخص کسی مذہب یا مذہبی پیشوا کے متعلق دل آزار کلمات استعمال کرے تو وہ اس مجرم کو عبرت انگیز سزا دے کر دوسروں کو اس قسم کی حرکات سے باز رکھے، شاہجہان کے عہد حکومت میں بھی بہار کے ایک ہندو قانون گو نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقدس میں گستاخی کی تھی، اس زمانہ کے قاعدہ کے

مطابق اس پر عدالت مین مقدمہ چلایا گیا، جرم ثابت ہوا، اور وہ قتل کر دیا گیا، اس پر اس کے اعزہ اور دوسرے ہندوؤن نے نہ صرف ایک ہنگامہ مچا دیا، بلکہ انھون نے وہان کے حکام کے خلاف یہ الزام قائم کیا، کہ اس قسم کی گستاخی کوئی جرم نہین ہے، اس لیے یہ سزاے قتل غلط ہے، اور جن لوگوں نے یہ حکم دیا ہے، وہ خود قتل کے مجرم ہین، بہار کی یہ جماعت ایک وفد کی صورت مین بادشاہ کی خدمت مین روانہ ہوئی، اورنگ زیب کو بھی اپنے استاد ملا موہن کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی، ہر مسلمان کی طرح اس کا بھی یہ فرض تھا، کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر روحی فداہ کی حرمت اور عزت پر آنچ نہ آنے دے اور اسلام کو اس قسم کے تمام ناجائز حملون سے بچاے کہ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی، تو یہ خرابی ناقابلِ اصلاح ہوجاے گی اسی خیال سے اس نے وزیر سعد اللہ خان کو یہ خط لکھا،[1]

"چھبیلا نام زنار دار رقانون گوے سائر بلدۂ بہار از شقاوت ابدی بجناب نبوت مآب سرکارِ کائنات و مفخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیمات دکلمات ناسزا بر زبان آوردہ بود، وبعد تحقیق وثبوت این معنی حسب الحکم اقدس ذوالفقار خان ودیگر متصدیانِ آنجا اورا بتیغِ سیاست کہ مقتضاے عدالت است، بدار البوار فرستادہ عرصۂ آن دیار را از لوثِ وجودِ ناپاکِ او پاک ساختہ بیقین کہ بتفصیل معلوم آن دستورِ بلند مکان خواہد بود،

چون دریں ولا فضائل وکمالات دستگاہ استادی ملا موہن کہ رابطۂ جلیلۂ ایشان بخدمتِ عالی بر آں خان دانی حضرت پوشیدہ نیست معروضہ داشتہ کہ جمعے از برادران آں بدکیش مردود از روے تعصبے کہ شیمۂ دوار اشرار است بر شیخ محمد معانی میر عدل

[1] یہ واقعہ راجپال کی رسواے عالم تصنیف اور اس کے متعلق ہنگاموں سے بہت کچھ مشابہ ہے،

برادرزادۂ مشارالیہ و شیخ عبدالمعنی مفتی صوبہ بدرگاہِ معدلت بارگاہ دادخواہ شدہ اند، بنابراں مجدداً آں رفیع مکاں را آگاہ ساختم"

از آنجا کہ سعی در اعلانِ مراسمِ دینِ مبینِ افضل المرسلین علیہ الصلوات والسلام بر جمیع مسلمین بر قدرِ مقدور واجب است، و حمایتِ علمائے اسلام در تنفیذِ احکام شرعیہ بر سلاطین و امرا لازم پیداست کہ دریں باب بیشتر از ہمگناں اہتمام نمودہ راہے استغاثۂ آں گروہ ضلال را مسدود خواہند ساخت، و ہمگی قصد بر حفظ عرض متکفلانِ نوامیس دینیہ خواہند گماشت"۔ (آداب نمبر ۱۴۲)

یہ بھی اورنگزیب کی اشاعتِ اسلام کی کوشش اور مذہبی فسادات کے روکنے کی سعی!

ماتحت و سرحدی ریاستوں سے جنگ اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ صوبہ کے اندرونی انتظامات، جاگیروں کی عام حالت، باپ بیٹے کے اختلافات، اور اورنگزیب کی مذہبی واد کے متعلق تھا، لیکن ایک ایسے صوبہ میں جو ہر طرف آزاد ریاستوں سے گھرا ہوا ہو، ایک صوبہ دار کا فرض صرف اپنے محدود علاقہ ہی کی ترقی و اصلاح میں مصروف رہنا نہیں ہے، بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ وہ باجگذار ریاستوں کے حالات سے واقفیت رکھے، وہ ماتحت ریاستوں کو اس بات پر مجبور کرے، کہ وہ معاہدوں کی شرائط پر سختی سے کاربند ہوں، وہ ان سے باج اور دوسری مقررہ رقمیں وصول کرے، اور اگر ہو سکے اور موقع ملے تو اپنے صوبہ کو وسیع تر بنائے آج بھی صوبوں کے گورنر، ملکوں کے وائسرائے اور ہائی کمشنر تو دور رہے، غیر ملکی سفرا اس قسم کی کوششوں ہی کو اپنی خدمات کی معراج سمجھتے ہیں، اور پرفریب پالیسی (ڈپلومیسی) کو اس وقت ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے، لیکن اورنگزیب نے موجودہ عہد کی کسی قسم کی فریب کاری سے کام نہیں لیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا، وہ معقول وجوہ و اسباب کی

بنا پر کیا، اور یہ وجوہ و اسباب ناقابلِ تردید اور صحیح ہین، اسی عہدِ صوبہ داری مین اسے ایک مرتبہ پھر بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف بھی فوجکشی کرنی پڑی، لیکن چونکہ دو دوسری چھوٹی ریاستون سے بھی اسے لڑنا پڑا ہے، اس لیے ان دو بڑی ریاستون کی جنگ کو بیان کرنے سے پہلے ہم ان دو چھوٹی ریاستون کے حالات لکھتے ہین، ان دو ریاستون سے ہماری مراد دیوگڈھ اور راجور کی ریاستین ہین،

دیوگڈھ جس وقت مغل فوج جھجھار سنگھ کی لڑائی کے سلسلہ مین گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوئی تھی، اسی وقت خان دوران نے دیوگڈھ کے راجہ سے گران بہا پیش کش وصول کرکے اسے اس بات پر مجبور کیا تھا، کہ وہ "در سہ سال چہار لک روپیہ" خراج دیا کرے، اور شاہجہان کی اطاعت قبول کرے، لیکن اس کا موجودہ حکمران کیسری سنگھ ایک فضول خرچ اور معاملاتِ ریاست سے بیخبر شخص تھا، اور اس نے اپنی بے توجہی سے ریاست کی حالت اتنی خراب کردی تھی، اور اس کی آمدنی اس قدر گھٹ گئی تھی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا تھا، کہ خراج کی رقم ہی کو ہر سال ادا کر سکے، اسی وجہ سے اس کے ذمہ کئی سال کا خراج باقی تھا، اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ وہ بادشاہ سے یہ درخواست کرے کہ جس طرح اس نے چاندہ کے راجہ کا خراج معاف کر دیا ہے، اسی طرح اس کے ذمہ جو رقم باقی ہے، وہ بھی معاف کر دیجائے، اس خیال سے وہ اورنگزیب کے پاس آیا، اور اس نے اپنی صحیح صحیح حالت شاہزادہ سے بیان کردی، اورنگزیب نے اس کے بیان کی تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، اور جب اس کی صحت کی طرف سے اطمینان ہو گیا، تو اس "ہندوکش" شہزادہ نے شاہجہان کو لکھا کہ

"کیفیتِ بقایائے پیش کش سنواتِ گذشتہ کہ بر ذمۂ زمیندار دیوگدہ و چاندہ، صورتِ

---

[1] عبد الحمید جلد دوم صفحہ ۲۴۳۔

وصولِ آں از افرادِ جداگانہ بعرضِ مقدس خواہد رسید، چوں زمیندارِ مذکور بندۂ دولت

خواہ بر جادۂ عبودیت مستقیم است، و ہر سال مبلغ یک لک روپیہ از وجہ پیشکش ادرا

بسرکارِ گردوں وقار واصل باید ساخت، و بوقوع حاصلِ محالِ زمینداریِ او نسبت

سابق او کمی آوردہ از عہدۂ ادائے بقایا بر نمی تواند آمد، و از عنایاتِ بادشاہانہ پیشکش

زمیندار چاندہ در کل معاف گشتہ، او نیز امیدوار است، کہ بقایائے سابق او معاف شود

تا فی الجملہ سبکبار گردیدہ، وجہ پیشکشِ مقرریٔ ہر سال بخزانہ عامرہ می رسانیدہ باشد" (۴/۳)

لیکن "ہندو نواز" شاہجہان نے بجائے اس کے کہ اورنگزیب کی سفارش قبول کرتا"

جواب دیا کہ

"معاف فرمودنِ بقایائے پیشکشِ زمیندارِ دیوگدہ از رہگذرِ ناداریٔ او معنی ندارد،

ایں ہماں زمیندار است کہ خان دوران بہادر مرحوم بر سرِ او رفتہ صد و ہفتاد فیل و

مبلغے نقد از و گرفتہ بود، امروز نیز آنچہ بعرضِ اشرف رسیدہ، زیادہ از دویست فیل کہ درال

میاں جتاشنکرم نام نرہ ایست در تصرفِ اوست"

"چوں تعیناتیانِ دکن یساتے ندارند آں مرید پس از انقضائے ایامِ بارش

اگر میخواستہ باشد، خانہ زادِ درگاہ محمد سلطان والا یکے از معتمدانِ خدمت گذار را با جمعیتِ

خوبی از بندہائے بادشاہی و مردم خود بر سرِ او بفرستد، تا آں فیلِ نامی را با فیلانِ دیگر

ازو بگیرد، و بقایائے پیش کش را تحصیل نماید" (۱/۷۲)

اورنگزیب نے جو حقیقتِ حال سے واقف تھا، معاملہ کو اسی جگہ پر ختم نہیں کر دیا،

بلکہ اس نے ایک مرتبہ پھر زیادہ وضاحت سے تمام حالات شاہجہان کے پاس لکھکر بھیجدیئے

اور راجہ کے متعلق ان الفاظ میں سفارش کی:-

"این مرید که شاگرد و تربیت کردهٔ مرشد حقیقی است، بقدرِ مقدور اطلاع بر کیفیتِ ولایت و
اطراف و جوانبِ این مملکت حاصل نموده، مترصدِ آں باشد، که اگر چناں کارے و خدمت
روے دہد سپاہ معطل نداشته بتقدیم آں برگمارد، چگونه راضی خواهد بود، که زمیندار مذکور
باوجود دسترس و سامان، در اداے پیشکشِ سرکارِ حقّی از راهِ تمرد و سرکشی تهاون ورزد،
از آنجا که او بے تعین شدنِ فوجے به برهان پور آمده این مرید را دیده بود، و متعهدِ وصولِ وجهِ پیشکشِ
مقرری گردیده و بعد ازاں این فدوی یکے از ملازمانِ خود را جهت تحقیقِ فیلانِ مومی الیه
فرستاده و او دراں سرزمین مدتِ سه ماه اقامت نموده دبر جمیع مراتب واقف گشته
ظاهر ساخت که زمیندار مزبور بیش از چهارده فیل ندارد، و مع هذا خان مرحوم بر سر پدرِ او که
آں زمان فتورے بسامانش راه نیافته بود، رفته، فیلان که او بسالهاے دراز فراهم آورده
بود، ازو گرفته و این زمیندار بغایت مسرف و تلف کار و ضائع روزگار است، و از بے
رشدیِ خویش بمهماتِ ولایت نپرداخته پریشان میگذراند و بر تقدیرے که باز خواستِ
بقایاے پیشکش از و بتعین فوجے کرده آید بجز برهم زدگیِ ولایتِ او اثرے بر آں
مترتب نخواهد گشت، بنا براں این مرید بوصولِ پیشکشِ مقرریِ هر ساله نمود حقیقت را
ببارگاهِ خلافت معروض داشته بود، اکنون که یرلیغِ اعلیٰ بدیں موجب صدور گرفته امتثالِ
آں را سعادتِ خود دانسته بمقتضاے آں کاربند خواهد گردید،

اگر مرضیِ طبعِ مبارک چناں است که ولایتِ او داخلِ ممالکِ محروسه شود،
حکمِ صریح شرفِ ورود یابد تا این مرید خانه زادِ اعلیٰحضرت را که جوان شده، و از روے
کار طلبی می خواهد بچنیں مهمات بپردازد، با جمعیتے لائق دستوری دهد، که بعنایتِ ایزدی
قدیر و اقبالِ لایزال پیر دست گیر در اندک فرصتے و مال از روزگار او بر آورده محال

زمینداری او را متخلص سازد، و دراں مرزبوم اثرے از آں مد برنگذارد،

وگر مقصود ایستادہائے پایہ سریر سلیمانی تحصیل باقی پیشکش مقرری و گرفتن فیلان است، و دریں صورت از بندہائے معتمد بادشاہی ہر کہ حکم شود، با مردم تعیناتِ ایں صوبہ بر سرِ ولایتِ او بفرستد، تا ہر قدر فیل کہ پیشِ او موجود باشد، کام و ناکام بگیرد، و پیش کش را رو براہ سازد،

قبلہ و کعبۂ دو جہانی ایں مرید سلامت! اگرچہ ایں فدوی باوجود سبقِ تحقیق دریں ولا نیز مردم بتفحص فیلانِ زمیندار مذکور گماشتہ، دریں باب غایت سعی بجا خواہد آورد، لیکن چوں فیل جتاشنکر نام را دریں جا کسے نشاں نمی دہد، و می گویند کہ در سرزمین او قلعہ ایست بر کوہ، بدیں اسم مشہور، و بودنِ ایں مقدار فیل نزدِ او مستبعد می نماید، چہ اگر می داشت، عمدۃ الملک شاہ نواز خاں در حینے کہ حسب الحکم والا با تمامی لشکرِ ایں صوبہ بر سرِ او رفتہ بود یقین کہ فیلاں را در عوضِ پیشکش از و میگرفت، و دراں وقت بسبب بے استطاعتِ او، از پیش گاہِ خلافت مبلغ از وجہ مقرریٔ ہر سالہ معاف نمی شد و شش ماہ بجہتِ وصولِ پیشکش در برہان پور نمی بود، (۱/۷۸)

اتنا ہی نہیں بلکہ اورنگ زیب نے جو دیوگڈھ کے ہاتھیوں کے متعلق صحیح خبر رکھتا تھا لکھا کہ

"اگر بموجب حکمِ اقدس شخصے کہ اطلاع بر کمیت فیلانِ او دارد، و تعریفِ جتاشنکر بعرضِ ارفعِ اطہر رسانیدہ پیشِ ایں فدوی بیاید، و لشکرِ ظفر اثر را بمقامے کہ فیال در آنجا بودہ باشد، دلالت کند بہتر خواہد بود (۱/۷۸)

مگر شاہجہان اورنگزیب کی بات کب ماننے والا تھا، اس نے اورنگزیب کو لکھا، کہ اگر تم

دیوگڈھ کے خلاف حملہ کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو تو ہمارے سرکاری افسروں اور فوج کو اس کام پر مقرر کر دو، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اگر آں مرید ولایتِ دیوگدھ را تواند گرفت و نگاہ داشت خانہ زادِ درگاہ محمد سلطان را بآنجا بفرستد، و الا ہادی داد خاں را تعین نماید، و لشکرِ خوبی با او ہمراہ سازد" (۲/۹)

اس پر بھی اورنگزیب نے ایک مرتبہ پھر لکھا، کہ اگرچہ اس ملک پر قبضہ کر لینا بہت آسان ہے، لیکن اس پر قبضہ رکھنے کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہونگے، مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہو چکا ہے، اس لیے وہ دو سرکاری افسر ہادی داد خان اور مرزا خان کو اپنی فوج اور ایک افسر کے ساتھ روانہ کرے گا، اور بہتر یہ ہے کہ چاندہ کے راجہ کو جس نے ہاتھیوں کی اطلاع دی ہے دکن بھیجدیا جائے، کہ وہ سرکاری افسروں کی ان تک رہنمائی کرے، اورنگزیب کے اس خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"پیر و دستگیر سلامت! اگرچہ بعنایتِ بے غایتِ الٰہی و یمنِ اقبالِ لایزالِ اعلٰحضرت خلافت پناہی گرفتن و برکشودنِ آں ولایت درکمال آسان است و باندک سعی دست بہم می تواند داد، لیکن نگاہداشتن و بضبط درآوردنِ آں خالی از دشواری نیست، و جز این کہ سوائے محصولِ آنجا ہر سال مبلغے کلی صرفِ لوازمِ بندوبستِ آں سرزمین نمودہ شود اثرے بر تسخیرِ آں مترتب نہ، و ایں جا است کہ تا حال اولیائے دولت قاہرہ ہمت بانتزاعِ آں مرز و بوم مصروف نداشتہ اند، و داخلِ ممالکِ محروسہ نگردیدہ، ایں فدوی نیز نظر بہمیں مراتب از پیشِ خود شروع در آں کار مناسب ندیدہ معروض نداشتہ بود، کہ اگر در باب حکمِ جازم زینتِ صدور یابد خانہ زادِ بارگاہ معلّی را کہ مستعدِ خدمت است بتقدیمِ آں مہم برگمارد، اکنوں بمقتضائے رائے صواب نمائے مملکت پیرا افواجِ ظفر قرین

بادشاہی را بر سراو تعین خواہد نمود کہ وجہ پیشکش را ز بقایا و حال صورت دادہ فیلانے کہ نزد

او موجود باشد، و زمیندارِ چاندا نشان دہد، با فیل جتا شنکر کام و ناکام از و بگیرند، بعد ازاں

کہ بندہاے درگاہِ آسماں جاہ کہ جا بجا تعین اند، و قبل ازیں براے احضارِ آنہا نوشتہ جات

بقدغن رفتہ فراہم آیند، بآئینے کہ حکم شدہ آنہا را روانہ آنطرف خواہد ساخت"

قبلۂ دو جہانی سلامت! ہادی داد خان ہر چند بندۂ کارآمدنی جمعیت دار است،

اما چوں دریں مدت بچنیں خدمتے نپرداختہ و شاید کہ ازیں رہگذر بعض بندہاے بارگاہِ

خلافت، دل بنہادِ ہمراہیِ او نکروند، و نفاق و ناسازی کہ باعثِ برہمزدگی کار است،

میانِ آنہا بہم برسد، و با وجودِ آں بحسبِ تدبیر نیز چناں نیکو مینماید کہ عساکرِ منصورہ از

دو راہ بآں ولایت درآیند، بنا براں بخاطرِ قاصرِ ایں مرید رسیدہ کہ نصفِ جمعیتِ ایں

صوبہ با خانِ مومی الیہ و نصفِ دیگر با مرزا خان کہ بسببِ انتسابِ مشار الیہ با امرائے

عظام ہیچ کس از رفاقتِ او سر باز نخواہد زد، مقرر گردد، و تابینانِ ایں فدوی نیز بسرکردگی

محمد طاہر با دیگرے، از معتمدان با مرزا خان رفیق باشند" ($\frac{2}{79}$)

بادشاہ کے حکم سے اورنگزیب نے بادل ناخواستہ یہ مہم روانہ کی، اس مہم کے دو حصے کیے گئے

ایک حصہ ہادی داد خان کے ماتحت تھا، اور دوسرا مرزا خان کے، اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق

"در بابِ وصولِ تمامیِ پیشکش و گرفتنِ جمیع فیلانِ زمیندارِ دیوگدہ با فیل جتا شنکر مرزا

خان و ہادی داد خان تقدغن بلیغ رفتہ" ($\frac{3}{78}$)

یہ مہم ۱۲ر ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۲۲ر اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو روانہ ہوئی، مرزا خان دوسرے افسروں

کے ساتھ ایلچپور کی طرف سے اور ہادی داد خان، دوسرے سرکاری افسروں اور اورنگزیب

کے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ناگپور کی جانب سے حملہ آور ہوے، شاہجہان نے دیوگدہ کے

موروثی دشمن اور اس فتنہ کے بانی چاندہ کے راجہ کو بھی شرکت کا حکم دیدیا تھا، اور وہ بھی شریک مہم تھا، دیوگڈہ کا غریب راجہ بھلا اس حملہ کی کیا تاب لاسکتا تھا، اس نے اپنے کو چکی کے دوپاٹوں کے بیچ مین پستا دیکھ کر، مرزا خان کے پاس آکر اس کی تمام شرطون کو قبول کرلیا، اور اپنے تمام ہاتھی بھی اس کے حوالہ کردیئے، اورنگزیب اس مہم کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

"چون این مرید افواج قاہرہ را از دو طرف بولایت جاتیہ فرستادہ بود، وزمیندار آنجا طوفان حوادث را از جمیع جوانب بخود محیط یافتہ از در عجز و الحاح درآمدہ یقین نمودہ کہ با تمامی افیالے کہ در تصرف اوست نزد این مرید بیاید و بقایاے پیشکش سرکار گردوں مدار را صورت دہد، چنانچہ عنقریب باتفاق مرزا خان بحضور این فدوی خواہد آمد" (۱۰۱/۹۹)

اور جب اورنگ زیب کے پاس پہنچا ہے، تو نہ اس کے پاس کثیر دولت تھی، اور نہ دو سو ہاتھی تھے صرف کل بیس ہاتھی مشکل سے اس کے پاس تھے، اس موقع پر اگر اورنگزیب چاہتا، تو اپنے ابتدائی بیان کی صحت پر فخر کرسکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہین کیا، بلکہ صرف اصل واقعہ کی اس طرح اطلاع دیدی کہ

"زمیندار جاتیہ با مرزا خان آمدہ این فدوی را دید و بست زنجیر فیل نر و مادہ کہ در تصرف داشت با خود آوردہ، قسم یاد میکند، کہ سواے آن فیل دیگر نزد او نیست، اگر ظاہر شود، یا کسے نشان دہد مجرم باشد،

وزمیندار چاندا و دوانا یک وکیل او کہ بدرگاہ جہان پناہ رسیدہ بود، باتفاق پیش ہادی داد خان ظاہر ساختند، کہ آنہا را از کیفیت فیل جاتیہ شنکر وغیرہ افیال جاتیہ اطلاعے نیست و خلاف بعرض مقدس رسیدہ، چنانچہ این معنی از عرضداشت خان مذکور کہ در باب این مرید نمودہ بود بعینہ از نظر انور خواہد گذشت، ہویدا است" (۱۳۱/۹۹)

اورنگزیب نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ اس قسم کے ناگوار واقعات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے لیے اس نے یہ بھی طے کیا، کہ راجہ اپنی ریاست کا ایک علاقہ سرکاری سرحدی تھانہ دار کے حوالہ کر دے، کہ اس کی آمدنی سے ہر سال خراج وصول کر لیا جایا کرے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی:-

"حقیقتِ وصولِ پیشکشِ بادشاہی کہ از بقایا وحالِ زمیندار رجانیہ است این صورت دارد، کہ مومی الیہ درین سال پنج لک روپیہ از نقد وجنس واصلِ خزانۂ عامرہ خواہد ساخت وتعہد نمود کہ تتمہ بقایاے عملِ صوبہ دارانِ سابق را با پیشکشِ مقرری ہر سالہ تمامہ سالِ آیندہ جواب گفتہ، بعد ازان سال بسال وجہِ پیشکش رابے تعلل واہمال خواہد رسانید وپرگنہ چند از محال متعلقۂ خود جدا کردہ بکار طلب خان تھانہ دارِ گھیرلہ سپردہ کہ محصول آن در زرِ پیشکش ضبط می نمودہ باشد وتھانہ دارِ مذکور نیز متقبل است، کہ اگر وجہِ پیشکش باین طریق سرانجام نیابد او از عہدۂ جواب بر آید"[1] ($\frac{۱۳}{۹۹}$)

دیوگڈھ کے معاملہ مین ہم دیکھ چکے ہین، کہ اورنگ زیب نے ایک مستحقِ امداد راجہ کا کہانتک ساتھ دیا، اور اس نے کس طرح آخر وقت تک اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن اب ہم جس ریاست کا حال لکھ رہے ہین اس کے حالات ہم کو بتائین گے کہ اس نرمی کے باوجود اورنگ زیب ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ریاست کو اس بات کی اجازت وآزادی نہین دے سکتا تھا، کہ وہ سرکاری احکام کی پابندی سے گریز کر کے غیر وفادارانہ کارروائی کی طرف قدم بڑھاے، یہ تو خیر ایک چھوٹی ریاست کا معاملہ تھا، اورنگزیب نے گولکنڈہ کے خلاف جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ صرف اسی بنا پر اعلانِ جنگ کیا تھا،

---

[1] دیوگڈھ کے واقعات کے سرکاری بیان کے لیے دیکھو وارث ص ۷۳، ۱۱۱ اور خطوط $\frac{۱}{۷۸}$ و $\frac{۲}{۷۹}$ و $\frac{۳}{۸۰}$ و $\frac{۷}{۹۴}$

ریاستِ جوار کا الحاق جوار کی ریاست بمبئی کے قریب ایک مرتفع ساحلی علاقہ مین واقع تھی شاہجہان کا سرکاری مورخ اس کی جغرافی حالت ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:۔

"جوار شمالی سمتِ آن سرحدِ ملک بگلانہ و جنوبی ولایت کوکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برکنارہ دریاے شور واقع شدہ، و بندرِ چیول نام از اعاظمِ بنادر است و غربی نیز بعضے دہات متعلقہ کوکن و شرقی ناسک است[1]"

اورنگزیب کے خطوط اور وارث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان کے راجہ نے بھی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، اور اگرچہ اس سے عادل خان کی طرح کوئی خراج نہین لیا جاتا تھا، لیکن دوسرے کچھ فرائض اس کے ذمہ تھے، مگر اس نے شاہی احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے بادشاہ کو لکھا کہ ایسی خودسر ریاست کو بے تنبیہ چھوڑ دینا مناسب نہین ہے، اور اگر اجازت ہو تو اس کے خلاف مہم بھیجی جاے۔ اس مہم کے لیے اورنگزیب نے کسی مسلمان کو منتخب نہین کیا، بلکہ اسی شخص کو نامزد کیا، جسے شاہجہان ایک مرتبہ بیکار بنا کر چھانٹ چکا تھا، اورنگ زیب نے جس خط مین یہ حالات لکھے اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ازانجا کہ زمیندارِ جوار دریں ولا قدم از جادۂ صواب بیرون کشیدہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، و بآنکہ پیشکشے بجہتِ سرکارِ معلی بر و مقرر نیست، و بتقدیمِ خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی نیز تہاون و تعلل روا می دارد، تنبیہ ایں چنیں کوتہ اندیشان بزسے عبرت دیگراں لازم است،

و راؤ کرن کہ خانہ زادِ کار طلبِ درگاہِ والا ست، تعین نماید کہ اگر ولایت جوار با نعام

---

[1] وارث ص ۱۴۷، اور دوسرے حالات کے لیے دیکھو امپیریل گزیٹیر ج ۹ ص ۸۸ و ۸۹

یا در تنخواہِ اضافۂ او از پیشگاہِ اعلیٰ عنایت شود، پنجاہ ہزار روپیہ برسمِ پیشکش بخزانۂ عامرہ

رسانیدہ بجمعیتِ خویش بندوبستِ آں سرزمین بواقعی کردہ آں ولایت را داخلِ ممالکِ

محروسہ خواہد ساخت، بنابراں ایں مرید امیدوار است، کہ ہرچہ دریں باب بخاطرِ ملکوت

ناظر پرتوِ صواب اندازد، بارشادِ آں سرفرازی یابد" ($\frac{1}{18}$)

اورنگزیب کے اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا، اس پر اس نے اسی مضمون کا ایک دوسرا

خط ($\frac{2}{84}$) بادشاہ کو لکھا، اس پر بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی، شاہی مورخ کا بیان ہے

"چوں از عرضداشتِ بادشاہ زادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بمسامعِ جاہ و جلال

رسیدہ کہ سری پت زمیندارِ جوار پا از جادۂ صواب بیروں گذاشتہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ

می گردد، و در تقدیمِ خدماتِ بادشاہی تہاون می ورزد، و راؤ کرن تعہد مینماید، کہ اگر جوار

از پیشگاہِ خلافت در تیولِ او مرحمت شود، از قرارِ واقع بضبط و ربطِ آں بپردازد. .

. . . . جوار را مرحمت نمودند[1]"

جب اورنگزیب کو شاہجہان کی یہ اجازت مل گئی، تو اس نے راؤ کرن کو جوار پر حملہ کرنے

کا حکم دیدیا، راؤ کرن ۱۲ رذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۱۳ راکتوبر ۱۶۵۵ء) کو دولت آباد سے روانہ ہوا، اور منگل

گذار اور عسیر العبور راستوں کو طے کرتے ہوے اوائل ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (دسمبر ۱۶۵۶ء) میں جوار

کے علاقہ میں داخل ہوا، سری پت میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، لڑنا بیکار سمجھکر ۱۷ ر ربیع الاول

۱۰۶۶ھ (۳ جنوری ۱۰۵۶ء) کو وہ خود راؤ کرن کے پاس آیا اور

"مبلغے بطریقِ پیشکش رسانیدہ خراجِ محالِ متعلقۂ زمینداری خود پذیرفتہ پسرِ

خود را برسمِ نوا در او گذاشت، و او نظم و نسقِ آنجا بخاطر وا پرداختہ معاودت نمود، و پسرِ او را ہمراہ آوردہ"

راؤ کرن ۳ ر ربیع الثانی (۱۰ ر جنوری) کو اورنگزیب سے آکر مل گیا، اور اس طرح اس چھوٹی سی مہم کا بھی خاتمہ ہوا،

[1] وارث، ایضاً ص ۴۷۔

باب

گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ

اورنگزیب کی پہلی نظامت دکن کے سلسلہ مین ہم یہ دیکھ چکے ہین، کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کیساتھ خود شاہجہان نے آگرہ سے دکن آکر کن شرائط پر صلح کی تھی، اور کس طرح ان دونون بڑی دکنی ریاستون کے حکمرانون کے حتمی وعدون پر اعتبار کرکے، اور ان کے ساتھ بہت کچھ مراعات کرنے کے بعد، اورنگزیب کو وہان کا صوبہ دار بنا کر اوسنے آگرہ کی طرف معاودت کی تھی، لیکن گذشتہ دہ سالہ غیر مستقل حکومت نے صوبہ کی عام حالت کی طرح، ان ریاستون کو بھی جادۂ استقامت سے ہٹا دیا تھا، ان ریاستون نے ایک طرف تو کرناٹک کے ہندو راجہ کے علاقہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اور دوسری طرف شاہی احکام کی تعمیل سے گریز کرنے لگے ان ریاستون کا یہی حال تھا، کہ ایک مرتبہ پھر اورنگزیب دکن کا ناظم مقرر کیا گیا، مہمۂ قندھار کے واقعات نے اُسے بتا دیا تھا، کہ اس کی حالت کس قدر نازک ہے، اور اسے کس طرح ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے، اسی لیے اسی وقت جبکہ وہ دکن کی طرف آرہا تھا، اس نے بادشاہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ

"۔۔این مرید عقیدت سرشت بطریقے کہ ارشاد دیا بد با او (عادل خاں) و قطب الملک سلوک کند" (۲/۱۴۴)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ ان دکنی حکمرانون نے گذشتہ صوبہ دارون کی کچھ پرواہ کئے بغیر اپنے تعلقات براہ راست غلط طور پر شاہی دربار سے قائم کر لیے ہین، اور دربار مین چونکہ دارا اور اس کی جماعت برسرِ عروج تھی، اسلیے اسکو اس بات کا بھی صحیح خطرہ تھا کہ وہ جماعت ہر وقت اس کے ہر حکم کی مخالفت کی کوشش کرے گی، اور اس طرح ان دکھنی ریاستون سے اس کے تعلقات نہ صرف کشیدہ رہین گے، بلکہ جیسا کہ آخر مین ہوا، اسے سخت ذلیل و بدنام ہوجانا پڑے گا، اس لیے جب وہ برہان پور پہنچا، اور اس نے اپنے سفیر گولکنڈہ و بیجاپور روانہ کئے، تو بادشاہ سے صاف صاف درخواست کردی، کہ وہ بھی ان حکمرانون کو لکھدے کہ ان کا تعلق براہ راست دربار سے نہین بلکہ دکن کے صوبہ دار شہزادہ اورنگ زیب سے ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"این عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور و عبداللطیف را ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حسب الحکم الارفع تعین نمودہ و بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات مصحوب آنہا خواہد فرستاد، لیکن اگر آنہا بازگشت خود را بصوبہ دار دکن متعلق شناسند، شاید برائے مصلحت ملکی و تنفیذ احکام مطاعۂ بادشاہی بہتر باشد" (۲/ب)

لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے اس کی طرف توجہ نہ کی، بلکہ اس کو صرف اس قسم کی ہدایتین لکھ کر بھیجدی گئین، جن کے مطابق اس کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دکنی حکمران، بادشاہ کو جو لکھتے تھے، یا اس کا جو جواب دربار سے آتا تھا، اس کی اورنگزیب کو کوئی اطلاع نہین ہوتی تھی، اس پر اس نے بادشاہ کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"در بابِ سلوک با دنیاداران دکن نوعیکہ حکم شدہ بعمل خواہد آمد . . . . . ." (۶/۵۴)

ازانجا کہ حکمِ گیتی مطاع زینت صدور یافتہ کہ آں مرید از رعایتِ قطب الملک دست باز نہ داشتہ او را از خود راضی دارد" اگر ایں مرید بر احکامِ مطاعہ کہ در ہر باب از پیشگاہِ خلافت باو صادر میگردد، آگہی یافتہ باز خواستِ جواب میفرمودہ باشد، او را از خود راضی تواند داشت" (۵۴/۶)

ان تمام احتیاطوں کے باوجود بھی بیجاپور و گولکنڈہ کے وکیل علی حالہ دارا و جہان آرا کی حمایت کے زور پر براہِ راست بہت کچھ کام انجام دیتے رہے، اور اگرچہ اورنگزیب نے ایک بڑی حد تک اپنے حق کو قائم کر لیا تھا، لیکن پھر بھی یہ کشمکش جاری ہے اور اس کا نتیجہ اورنگزیب کے لیے بہت مایوس کن ثابت ہوا،

گولکنڈہ | بیجاپور کے مقابلہ میں اورنگزیب کو گولکنڈہ سے اختلاف کے زیادہ اسباب پیدا ہوگئے، اور ان کا آخری نتیجہ وہ حملہ تھا جو اورنگزیب نے شاہجہان کے حکم سے گولکنڈہ پر کیا، ان مختلف اسباب میں اہم ترین یہ ہیں:-

خراج کی عدم ادائگی | جیسا کہ ہم دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں، شاہجہان نے گولکنڈہ سے جن شرائط پر صلح کی تھی، ان میں سب صحابہ کبارؓ کے اتفاع، ایران کے بادشاہ کے نام کی جگہ خطبہ میں شاہجہان کا نام پڑھے جانے کے علاوہ ۲ لاکھ ہون، سالانہ خراج دینے کی بھی دفعہ تھی، لیکن قطب ملک نے اس کے باوجود کہ اس کا علاقہ بہت زیادہ آباد تھا، اسکا دارسلطنت جواہرات کی منڈی تھی، اسکی ریاست بیش قیمت پتھروں کی کانوں سے بھری ہوئی تھی، اور اس نے کرناٹک کے جو ہر ریز علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا، اس خراج کی ادائگی میں ہمیشہ تساہل برتا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بڑی رقم قطب الملک کے ذمہ واجب الادا رہگئی اورنگزیب نے قطب ملک کے علاقہ کی آبادی کے متعلق جو خط شاہجہان کو لکھا ہے، اس کے ضروری الفاظ یہ ہیں:-

"این مریداز خوبیهاے این سرزمین و فورِ آب وآبادانی وکیفیتِ ہواے نشاط افزا وکثرتِ مزرعات . . . . چہ عرض کند . . . . در ہر منزلے چند تالابِ کلاں وچشمہاے خوش گوار وآبہاے رواں ومواضع وقریاتِ معمورہ کہ بسیارے ازمزرعہاے آباد . . . . . یکے قطعۂ زمین بے مزروع نیست" (۱۰۹/۱۴۰)

اورنگزیب نے برہان پور پہنچنے کے ساتھ ہی قطب الملک کو اپنے ناظم مقرر ہونے کی اطلاع اپنے سفیر میر عبداللطیف کے ذریعہ بھیجی اورایسی خط کے ساتھ،

"ازروے مزید تلطف طرۂ مرصع باچند تقوزاقمشہ . . . . . . بآں قطبِ سماے امارت مرسل گشت" (آداب نمبر ۱۲۳)

اورنگ زیب نے تقریباً سال بھر تک انتظار کیا، لیکن جب خراج کی بقایا رقم کی ادائگی میں تاخیر شروع ہوئی، تو اس نے پھر قطب الملک کو لکھا کہ

"دریں ولا از عرائضِ . . . میر عبداللطیف بسامع . . . . رسید، کہ ظاہرا وکلاے آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری تاحال بقایاے پیشکشِ خاصہ شریفہ . . . . . صورت نداد درسرانجام آں مساہلہ کنند، ووفاے وعدہ راپاس نداشتہ بدفع الوقت روزمی گذرانند، ووقوعِ ایں مقدمہ بغایت مستبعد نمود، چہ ازاں قطب سماے شوکت وابہت عجب است کہ . . . . . بایں معنی راضی شدہ . . . . مقتضاے صدق اخلاص وعبودیت چناں بود کہ وجہ پیشکشِ درگاہ جہاں پناہ ازمیعاد بخزانۂ عامرہ رسیدہ احتیاج باظہار طلب نمی شد . . . . یقین کہ ازراہِ دوربینی . . . . . بمآلِ کار منعطف شدہ . . . . نوعے قرار خواہند داد، کہ تتمۂ پیشکش وسابق بزودی روبراہ گشتہ، . . . بحضورِ پرنور برسد ووصولِ وجوہِ پیشکشِ حال ازمیعاد درنگذشتہ امہاے درآں

نزود" (الیفاً نمبر ۱۲۵)

اسی کے ساتھ شاہجہان کے حکم کے مطابق اس کو اس بات کی بھی اطلاع دیدی کہ

"من بعد از جملہ ہشت لک روپیہ . . . . . عوضِ نصف زرِ فیل نر و مادہ ارسال

دارند" (آداب الیفاً)

اگرچہ اس حکم کی وجہ سے دکن کے خزانہ کو ۴ لاکھ کا نقصان ہوتا تھا، لیکن شاہی حکم سمجھ کر اس نے

اس کی تعمیل کر دی، لیکن پھر بھی شاہجہان کو اس کی اطلاع دیتا ہوا لکھتا ہے کہ

"اگرچہ حقیقتِ دخل و خرچ خزانۂ عامرۂ اینجا قبل ازیں بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ لیکن

برائے اطاعتِ یرلیغ واجب الاتباع بموی الیہ نوشت کہ چہار لک روپیہ نقد و چہار

لک روپیہ زرِ فیل نر و مادہ می فرستادہ باشد" (ایضاً)

لیکن ان تہدیدی خطوط کا قطب الملک پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، اس سلسلہ میں

اورنگ زیب نے اوس کو جو متعدد خطوط لکھے ہیں، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہیں، کہ یہ

جھگڑا کتنا طول کھینچتا جاتا تھا، اور وہ کس طرح وقع الوقتی پر اتر آیا تھا،

کرناٹک پر قبضہ مغل حکومت سے دوسری اختلاف کی وجہ یہ تھی، کہ قطب الملک نے اپنے وعدہ کے

خلاف بیجاپور کی تقلید میں کرناٹک کے علاقہ کو ہضم کرنا شروع کر دیا تھا، تا آنکہ وہان کا راجہ

ان دونوں ریاستوں کے ظلم و استبداد سے تنگ آکر اتنا مجبور ہو گیا تھا، کہ اس نے اورنگ زیب

کے پاس اپنے معتمد سری نواس کو بھیجکر، یہ درخواست پیش کی تھی کہ اگر

"قبلۂ حاجاتِ جہانیان او را دستگیری نمودہ و از خاکِ مذلت برگرفتہ ولایتِ

متعلقۂ او را داخلِ ممالکِ محروسہ فرمایند، و حکمِ اقدس، اعلیحضرت بہ نیاداران دکن شرفِ

صدور یابد کہ عہد و پیمانِ پدرانِ خود را پاس داشتہ، از حدودِ قدیم تجاوز نورزند، و دیگر

دست از ملک موروثی او باز دارند" (۱/۸۴)

تو وہ:-

"بشکرانۂ ایں بندہ نوازی و ذرہ پروری (۱) پنجاہ لک ہون (۲) و دو بیست زنجیر فیل (۳) و جواہر گراں بہا کہ افادہ نمودہ پیشکش درگاہِ معلّی ساختہ (۴) ہر سال اضعاف آنچہ اُنہا پیشکش مینمانید (۵) با تحف و نوا درے کہ اندوختہ سالہا است، ارسال خواہد داشت (۶) و اگر بسببِ عارِ کفر پرتوِ اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از آنکہ فرمانِ عالیشان متضمن بذلِ ملتمسِ او بصدورِ پیوند د،، و از ہدایتِ مرشدِ جہانیاں با توابع و لواحقِ خود بزمرۂ اہلِ اسلام درآمدہ از دولتِ بندگیِ درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد[الف]"

کرناٹک کے راجہ سری رنگ رائل کا خط جب اورنگزیب کو ملا، تو اس نے شاہجہان سے اس کی امداد کی پرزور سفارش کی، اور بتایا کہ اس کی حمایت کرنے میں کسی ریاست سے کسی معاہدہ کے متعلق بھی کسی خلاف ورزی کا خطرہ نہیں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"چوں رائل مذکور از کمالِ امیدواری روے نیاز بدرگاہِ خلائق پناہ آوردہ تعہدِ دولت خواہی و بندگی مینماید و قبولِ اسلام را وسیلۂ نجاتِ خویش ساختہ . . . . . .

و مع ہذا نقض عہدے کہ با دنی بندۂ ایں درگاہ نسبت نتواں کرد، نیز بمیاں نمی آید، اگر صورتِ ملتمس او درجۂ پذیرائی یافتہ پرتوِ عنایتِ والاجالِ او مبذول شود، ہر آئینہ ایں معنی متضمنِ منافعِ دینی و دنیاوی خواہد بود، دیگر ہر چہ بخاطرِ ملکوت ناظر . . .

. . . . برسد عین صواب است و بر مریداں اطاعتِ آں واجب" (۱/۸۴)

شاہجہان نے اس کے جواب میں لکھا کہ راجہ کا ایک آدمی عرصہ ہوا میرے پاس بھی آیا تھا اور میرے سامنے بھی اس نے درخواست پیش کی تھی، اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے

کر اس کے بیان مین کہانتک صداقت ہے؛ اورنگزیب کو چاہیئے کہ

"معتمدے فہمیدہ . . . . . . را بانشانِ خود درجواب عرضداشت او تعین نماید

پس ازانکہ فرستادۂ آں مرید از کرناٹک عرضداشت خواہد نمود، کہ آں شخص کس سری رنگ

است و ہرچہ بازنمودہ بموجب تعہد اوست، مناشیرے کہ بنامِ دنیاداران دکن شرف

ترقیم پذیرفتہ کرامت ارسال خواہد یافت" (۲۰۵ الف)

اس حکم کے ملنے کے بعد اورنگزیب نے محمد مومن کو راجہ کی طرف روانہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ اس بات کا علم تھا، کہ جب دکھنی حکمرانون کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ راجہ مغل حکومت کی حمایت حاصل کر رہا ہے. تو وہ جلد از جلد اسکی ساری ریاست پر قبضہ کرنے کی کوشش کرین گے، اور چونکہ جو شخص تحقیقات کے لیے گیا ہے، اس کے خط آنے، اس کے بادشاہ کے پاس بھیجے جانے اور پھر وہان سے فرمان صادر ہونے مین نہ معلوم کتنی دیر ہو گی، اس لیے اورنگزیب نے شاہجہان کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"امّا ازانجا کہ دنیاداران دکن از استماع اینکہ زمیندار کرناٹک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ اہلِ اسلام بدرگاہِ سلاطین پناہ ملتجی گشتہ، سرانِ سپاہ خود را . . . . . . تاکید کردہ کہ بعد ہرچہ تمامتر در انتزاعِ اندک جائے کہ بتصرف او ماندہ کوشیدہ پیش از ورودِ حکم گیتی مطاع کار او را یکرو سازند، و تا وقتیکہ کسے از این مرید برود و حقیقت را عرضداشت کند و این معنی بسامع جاہ و جلال رسیدہ حکم بارسالِ فرامینِ مسطورہ صادر شود شاید کہ اندیشۂ دنیاداران بوقوع آمدہ تدارک آں بحیز تعویق افتد اگر رائے مملکت آرائے خورشید ضیا اقتضا فرماید، کہ تا رسیدن فرستادۂ این مرید . . . جادۂ نہب و غارت آنہا از مملکت او کوتاہ گردد، بصلاح کار نزدیک خواہد بود، دیگر ہرچہ بجا مر

مقدس بہ سد عین صواب است"(۲/۸۵)

لیکن اسی اثنا مین گولکنڈہ اور بیجا پور کے حکمرانون نے شاہجہان کو اوپر ہی اوپر اس بات پر راضی کر لیا تھا، کہ وہ ان کو کرناٹک پر قبضہ کر لینے دے اور وہ اس کے صلہ مین شاہجہان کو بڑی بڑی نذرین پیش کرین گے، اور اب اسی شاہجہان نے جس نے اورنگ زیب کو اس بات کا حکم دیا تھا، کہ ایک شخص تحقیق حال کے لیے کرناٹک جاے، آنکھین بدلکر اورنگزیب پر یہ الزام رکھا، کہ تم نے اپنا آدمی کرناٹک کیون بھیجا، اور اپنی اس صریحی غلط بیانی کو چھپانے کے لیے اس نے اورنگزیب کو بھی شریک جرم کرنے کی سازش کرتے ہوے لکھا کہ وہ اس طرح گولکنڈہ اور بیجا پور دونون سے خوب خوب نذرین اپنے اور بادشاہ دونون کے لیے وصول کرے، شاہجہان کے الفاظ یہ ہین:-

"کس پیش راجۂ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا داران دکن را ترسانیدہ پیشکشِ خوبی ہم بجہتِ سرکارِ گردوں مدار و ہم برائے خود از آنہا میگرفت"[۱] (۹۳/۱)

اورنگزیب نے اس کا جو جواب ہونا چاہیے تھا وہی دیا، کہ

"از آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبولِ عزِ اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ آوردہ و تعہدِ پیشکشِ گراں نمودہ، این معنی را بمبالغہ معروض داشتہ بود، و این دو دنیا داران دکن نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را با خزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملۂ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ ببارگاہِ معلی ارسال نداشتہ، اصلا از فکرِ این مقدمہ غافل بودند، لہذا این عقیدت آئین حقیقت را بحضورِ پرنور عرضداشت کردہ، ثانی الحال چوں حکمِ اقدس زینتِ نفاذ گرفت، کہ یکے از ملازمانِ سرکارِ اعلیٰ بجہتِ تحقیقِ واقعی و زمین داری

---

[۱] اس ایک واقعہ سے بہ سرکار نے مغلون کے عام نظام حکومت کے متعلق جو راے ظاہر کی ہے وہ کسی طرح بھی صحیح نہین ہے،

کرناٹک تعین گردد" این مرید یقین میدانست کہ دنیاداران دکن خصوصاً عادل خان کہ تا
خبر رجوع زمیندار مذکور بآستان خلافت و فرستادن وکیل نزد این مرید شنیدہ از اندیشہ
آں کہ مبادا دریں وقت کار او رارونقے پدید آید، بیشتر از بیشتر در برہم زدن و برانداختن
او سعی نمودہ، قلعہ ویلور را کہ عمدہ ترین قلاع ولایت کرناٹک است، درہمیں چند روز از تصرف
او برآوردہ، اہتمام تمام وارد کہ فیلان نامی را کہ او برائے پیشکش درگاہ والا نگاہ داشتہ
از و بگیرد، و او را مستاصل مطلق سازد، باعتماد عنایات و تفضلات اعلیٰ حضرت کہ افزوں از
حوصلۂ طاقت، شامل حال آنہا است، ازیں گفتگو ہا جائے نخواہد گرفت، و بدوں آنکہ فرامین
مطاعہ بنام آنہا صادر شود، چنانچہ این فدوی قبل ازیں دریں باب التماس نمودہ بود، کہ یکے از بندہا
بصوب کرناٹک دستوری یابد تا بدانند کہ از پیشگاہ خلافت پرتو التفات بر امداد و اعانت زمیندار
آنجا افتادہ، از خواب پندار بیدار گشتہ تن بسر انجام پیشکش نخواہند داد، حسب الحکم الارفع محمد
مومن ملازم سرکار اعلیٰ را بداں جانب رخصت دادہ با او گفتہ بود، کہ در قطع منازل تانی بکار
برد، تا شاید ایں معنی موجب انتباہ آنہا گردد، و توفیق فرستادن پیشکش شایستہ بدرگاہ
آسماں جاہ بیابند، و صدق تعہدات مرزبان کرناٹک نیز ہویدا شود،

در ضمن تمہید ایں مقدمات بجز پاس حمیت اسلام و صلاح دولت ابد انجام امرے
منظور نظر نبود اکنوں ہرچہ رائے ممالک پیرا اقتضا فرمودہ امتثال آں ... بر سائر مصالح مقدم
داشتہ، مومی الیہ را کہ ہنوز از حدود متعلقہ قطب الملک نہ گذشتہ، انتظار وصول امر مجدد
داشتہ از رفتن نزد زمیندار مسطور منع نمود" ($\frac{۳}{۸۶}$)

اب اورنگ زیب مجبور تھا، کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے، اور شاہجہاں کو بھی اورنگ زیب
کی اس تحریر کو پاکر بجز اس کے کہ اورنگزیب کے سامنے بھی اپنے مجرمانہ لوٹ کا ایک حقیر ٹکڑا

ش کرے، کچھ بن نہ آیا چنانچہ یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ

"فیل نادر بے عیبے کہ عادل خاں بے طلب بدرگاہ سلاطین پناہ فرستادہ بود

از نظرِ انور گذشتہ مسببِ مجرئی او شد"

اورنگزیب کو راضی کرنے کے لیے یہ لکھا کہ

"عادل خاں ازاں مرید ملاحظہ نمودہ راضی است کہ پیشکشِ خوبی برائے آں مرشد

بفرستد، مشروط بآنکہ راہِ امدادِ زمیندارِ کرناٹک مسدود شود" (۱۳۹/۱۶۹)

اورنگ زیب اس رشوت کے معنی خوب سمجھتا تھا لیکن وہ مجبور تھا، پھر بھی انتہائی ضبط

کے بعد اس کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے،

"زہے سعادتِ او کہ توفیقِ ارسالِ چیزے کہ پسندِ طبعِ دشوار پسند آمدہ، موجب

مجرئی او شدہ، یافتہ . . . . . اگر . . . . بمقتضائے نیک اختری و سعادتمندی

از جملہ فیلانِ نامی کہ از کرناٹک بدست آوردہ یک فیلِ خوب پیشکش نمودہ باشد

گنجایش دارد" (ایضاً)

اور اس کے ساتھ اس نے لکھا کہ اس نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بیجاپور کے سرکاری

اجب کو لکھ دیا ہے، کہ وہ عادل شاہ کو اس بات سے آگاہ کر دے، کہ

"چوں طریقِ اعانتِ مرزبانِ کرناٹک کہ باوجود قبولِ اسلام تعہدِ پیشکشے گراں

نمودہ، بموجبِ حکمِ ارفع مفتوح گشتہ، دریں صورت اگر عدالت مرتبت پیشکشے لائق

از جواہر نفیسہ و فیلانِ نامی . . . . . . بوساطتِ ایں فدوی بپایہ گاہِ خلافت

ارسال دارد، و در بابِ بذلِ ایں اموال بدرگاہِ جہاں پناہ عرضداشت کند . . .

. . . . محتمل کہ ملتمسِ او درجۂ پذیرائی یابد" (ایضاً)

یہان پر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ پہلے تو اورنگزیب نے ان دونون حکمرانون کو لکھا کہ وہ کرناٹک کے راجہ کے علاقہ پر دست درازی سے باز آئین، پھر شاہجہان کے یک بیک بدل جانے سے اسے اپنے اگلے خطوط کے بالکل خلاف لکھنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب ذلیل اور بے اعتبار ٹھہرا، بلکہ دکن کے حکمرانوں نے بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا، کہ اورنگ زیب کا وجود ایک بے حقیقت سی چیز ہے اور شاہجہان سے کام لینے والی قوت، وہ ہے جو دربار مین شہزادۂ بلند اقبال کے نام سے موسوم اور تختِ طاؤس کے پاس ایک سونے کی چھوٹی سی سیتل پاٹی پر جلوہ افروز ہوتی ہے، اگر اس کو راضی کر لیا جائے تو پھر ان کا کوئی کچھ نہین بگاڑ سکتا، ہمارا یہ بیان سراسر حقیقت پر مبنی ہے، آگے چل کر ہم اس کے متعدد ثبوت پیش کرین گے، ہم اورنگزیب کے وہ دو خط جو اس نے قطب الملک کو لکھے تھے، نقل کر دیتے ہین، تاکہ اس سے ہم کو اورنگزیب کی مظلومی و بے بسی کے ساتھ کمال بلاغت و تدبر کا بھی اندازہ ہو جائے، کہ وہ کس خوبصورتی سے ایک بگڑی ہوئی بات کو بناتا ہے، اور کس طرح باپ کے اس علانیہ غیر منصفانہ فعل کی تمام ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے،

پہلے خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"چون سری رنگ رائل کرناٹک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ سعادت فرجام اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ . . . . . . آوردہ . . . . . . حکم جہان مطاع . . . . پیرایۂ نفاذ یافتہ کہ یکے از بندہاے بادشاہی . . . . . . برائے تحقیقِ حال بداں صوب رخصت شود . . . . بنا براں . . . . . محمد مومن از حضور پر نور بولایت کرناٹک دستوری یافتہ . . . . . . مقتضائے خیر اندیشی و دولتخواہی آن است، کہ آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . .

.... ملازمان سرکار را .... باہمراہان ازحدود متعلقۂ مملکت خویش بسلامت گذرانیدہ، فوجداران خود را کہ دراں سرحد متعین اند، قدغن بلیغ نمایند، کہ مشار الیہ را از حسن سلوک راضی داشتہ درحین ایاب و ذہاب شرائط امداد و اعانت حسابی بتقدیم رسانند۔" (آداب نمبر ۲۲۵)

اب دوسرا خط دیکھو:-

"براں خلاصۂ مخلصان بے ریا پوشیدہ نماند کہ چوں آں سلالۂ اکارم عظام برخے از ولایت و قلاع کرناٹک را بتصرف خویش درآوردہ و دراں باب مانند عدالت پناہ از پیشگاہ خلافت اجازتے حاصل نکردہ، بنابراں از روے فرط عاطفت و رافت بخاطر عاطر چناں پرتو صواب انداختہ کہ اگر رفتن محمد مومن مذکور بکرناٹک .... موقوف گردد و نظر بمآل کار ایشاں انسب و اولی است، راے آں قطب فلک ایالت نیز اگر بریں قرار گیرد، می تواں از درگاہ معلی التماس صدور حکم مراجعت او نمود، در صورت اگر باز اے ایں مقدمہ عمدہ پیشکشے نمایاں بوسیلۂ ما بارگاہ والا ارسال دارند بحصول مقصد اقرب و باعث ازدیاد توجہات بادشاہی نسبت بایشاں خواہد بود۔" (آداب نمبر ۲۲۶)

ان دونوں متضاد خطوط کا نتیجہ یہ ہوا، کہ دکن کے دونوں حکمران سمجھ گئے، کہ اورنگزیب کا حقیقی پوزیشن کیا ہے، اوراس کا یہ بین اثر ہے، کہ عادل شاہ نے تو ایک ہاتھی بھی بھیجا، لیکن قطب الملک نے اتنا بھی نہ کیا، اوراس معاملہ میں یہ وعدہ خلافی جنگ کا ایک سبب بنی۔

قطب الملک کی عہدشکنی | اورنگ زیب کی اصلی حالت، اوراس کی بے بسی کو دیکھکر قطب الملک نے عہدشکنی شروع کردی، شاہجہان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس میں ابتدائی دو شرطیں یہ تھیں

کہ قطب الملک سب صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو اپنے یہاں بند کردیگا، اور خطبہ مین ایران کے بادشاہ کی جگہ شاہجہان کا نام پڑھا جائے گا، مگر اب اس نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکر ان دونون چیزون کو از سر نو پھر جاری کردیا تھا، اور ایک مرتبہ پھر ایرانی حکومت سے سلسلۂ مراسلت قائم ہوگیا تھا، اس کے ساتھ ہی اس نے رعایا پر بھی ظلم وستم کا دروازہ کھول دیا تھا، اورنگ زیب کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ ہین،

"از آنجا کہ قطب الملک . . . . . . در ین چندگاہ اوضاعے کہ نالائق فرمانروائی و ملک داری است، پیش گرفتہ جور و عدوان را از حد گذرانیدہ دست تعدی و تطاول بعرض و مالِ مردم دراز ساختہ . . . . "

واز وفورِ جہل و نادانی ترکِ سنت و اظہارِ بدعت را شعارِ خود ساختہ رفض و سب اصحاب کبار را . . . . در قلمروِ خویش بمرتبۂ شائع گردانیدہ . . . . "

و معہذا آں بدکیش نکوہیدہ اطوار باوجود آنکہ ابا عن جد پروردۂ نعمت این خاندان عظیم الشان و سراپا غرقِ مراحم و الطافِ قبلۂ جہانیان است، خود را بر فتراک والیِ ایران بستہ ہمہ وقت پیشکش ہائے گران، باو میفرستد، و ہر سال چندین جہاز و کشتی پر از اسباب جدال و قتال بآں حدود ارسال داشتہ خواہانِ دولت سریع الزوالِ آں خسران مآل است۔" (۱۴۱)

ایران کی سازش | یہان پر یہ بتا دینا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ دکن کی ان دو ریاستون کا ہمیشہ سے ایران سے تعلق رہا ہے، اور مذہبی یگانگت کی وجہ سے ایران بھی ہمیشہ نہایت دلچسپی سے ان دونون کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا ہے، اس کی وجہ ہماری رائے مین یہ تھی، کہ اس وقت سنی ترکون اور شیعہ ایرانیون مین جنگ کا طویل سلسلہ جاری تھا، مغل سلاطین خلیفۂ روم کے

عقیدتمند تھے، اور ایران کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا، کہ اگر مغلون نے خلیفہ کے حکم و حمایت کی بنا پر ہندوستان
کی طرف سے حملہ کر دیا، تو ایران چکی کے دو پاٹون مین پس جاے گا، اس لیے ایران نہ صرف یہ
کوشش کرتا رہتا تھا، کہ یہ دنیاداران دکن مغلون سے ہمیشہ برسرپیکار رہکر ان کو اس طرف متوجہ ہونے
کی فرصت ہی نہ دین، بلکہ اس کی طرف سے یہ کوشش بھی جاری رہتی تھی، کہ کسی صورت سے
ہندوستان کی مغل حکومت کو تباہ کر کے بنگال سے بغداد تک ایک وسیع شیعہ حکومت قائم
کر لی جاے، اور اس کے لیے جب کبھی اور جیسا موقع ملا، والیٔ ایران نے ویسی ترکیب اختیار
کی، منشآت طاہر وحید اس کے ثبوت سے بھری پڑی ہے، گولکنڈہ و بیجاپور کی جنگون کے بعد
ہی جب ملک مین برادرانہ جنگ کی وجہ سے عام اختلال و انتشار پیدا ہو جاتا ہے، تو وہ ایک
طرف تو بیجاپور، اور گولکنڈہ دونون کو لکھتا ہے، کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آباو اجداد
کی کھوئی ہوئی عظمت و مملکت حاصل کر لین، چنانچہ قطب الملک کے نام کے ایک خط کے
الفاظ یہ ہین:-

"درین ایام کہ اقوام سریر سلطنت و فرمانفرمائی ہندوستان متزلزل ولباس دارائی آن
دیار متغیر و متبدل است شایستہ ہمت غیرت اندیش و ناموس حمیت سلطنت کیش آن است
کہ بہ نیروے اعتقاد راسخ دست در حبل المتین الطاف عاجل آسمان و زمین..
. . . . . . و اعجاز ولاے عقدہ کشاے حضرات سدرۂ مرتبات ائمہ معصومین
زدۂ تیغ مکافات و مار از روزگار آن گروہ غدار کہ شیعان آل اطہار را نصب العین
خاطر عداوت ذخائر ساختہ اند، برآورند، . . . . و ضمیر مودت تخمیر را
بہمہ الوجوہ این معنی مطمئن و آسودہ دارند، کہ بعون عنایت الٰہی از منتسبان دولت ابد
قرین شعار در تدبیر و نگونساری اعادی خدیعت شعار آنچہ لازمۂ امداد و اعانت باشد

بعمل آمدہ، تہاون وتساہل واقع نخواہد شد[1]

اور عادل خان کے نام کے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"دریں وقت کہ اورنگ سلطنت دارائی ہندوستان از نہنگ کشتی طوفان رسیدہ وبنائے ملکداریش از اقطار امطار تعاقب گل نمدیدہ است، فرصت را کہ گوہرے گراں بہا ..... است مغتنم شمردہ، چنانچہ آبائے کرام آں والا مقام در تحصیل کام وجنس عزیز شہرت تام بافرمان روایان دکن ...... رفیق جنگ بودند .....

..... دست ہمت را ازدین واجب الاداے تلافی وتدارک سبکسار سازند[2]"

اور دوسری طرف ایران نے یہ کوشش شروع کی کہ ان بدنظمیوں کی آڑ میں وہ مغل سلطنت کو کمزور و تباہ کر دے، اور اسی خیال سے شاہ ایران نے ایک طرف تو دارا کو خط لکھا کہ دارا کے بھائیوں نے اُسے بالکل غلط طور سے حکومت کے جائز حق سے محروم کر دیا ہے، اس لیے وہ ہمایوں کی طرح ایران چلا آئے اور یہاں سے ایرانی فوج لیکر ہندوستان کو دوبارہ فتح کرے، اور دوسری طرف مراد کو یہ یقین دلایا کہ تم حکومت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہو میں نے اپنی سرحد و قندھار کی فوج کو تمہاری مدد کے لیے ہدایت کر دی ہے، اور تیسری طرف اورنگزیب کو شاہ تسلیم کر کے اور دوسروں کو باغی بتا کے ان کی سرکوبی کا مشورہ دیتا ہے یہ خطوط متعدد بار کتابی صورت میں شایع ہو چکے ہیں، اور ہر اس شخص نے جس نے فارسی کی قدیم درسی کتابیں پڑھی ہونگی ان کا مطالعہ کیا ہوگا لیکن ایسے بہت کم لوگ ہونگے جنھوں نے ان خطوط کو تاریخ کی حیثیت میں دیکھا ہوگا، اس لیے ہم نے طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ البتہ دعوت کے دوسرے حصے میں یہ تمام خط و کتابت موجود ہوگی۔

---

[1] منشآت طاہر وحید ص ۔ [2] تفصیل حاشیہ صفحہ ... پر دیکھو۔

ہمارا خیال ہے، کہ اس توضیح کے بعد یہ بات صاف سمجھ میں آگئی ہوگی، کہ اورنگ زیب کو شیعہ کش کیون کہا جاتا ہے، اور یہ آواز کس ساز سے پیدا ہوئی ہے، اس کے ہمعصر و مابعد کے شیعہ مورخین نے واقعات کو ایک خاص رنگ آمیزی کے ساتھ کیون پیش کیا ہے، اور اورنگزیب کو کس طرح مجبور ہو کر ان دونون حکومتون کی اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی سازشون سے تنگ آکر ان کے مہلک اثرات سے ہندوستان کو بچانے کے لیے ان کا استیصال کرنا پڑا ہے،

میر جملہ | قطب الملک اور مغل حکومت مین یہ اختلافات موجود ہی تھے، کہ ایک غیر متوقع چیز نے مغلون کو اعلان جنگ پر مجبور کر دیا، اور وہ محمد سعید میر جملہ وزیر گولکنڈہ کے لڑکے محمد امین اور اس کے دوسرے لواحقین کی گرفتاری تھی،

میر محمد سعید میر جملہ اردستان (اصفہان، ایران) کا تاجر ابن تاجر تھا، وہ ۱۰۳۰؁ھ (؟) مین دوسرے ایرانی تاجرون کی طرح گولکنڈہ کی شیعی حکومت مین آیا، جواہرات سے اس کو خاص لگاؤ تھا، اسی وسیلہ سے دربار تک رسائی حاصل کی، اور رفتہ رفتہ اپنا ایسا رنگ جمایا کہ عبد اللہ قطب شاہ نے اسے اپنا وزیر اعظم بنا دیا، اس کے بعد جب قطب الملک نے کرناٹک کا علاقہ فتح کرنا چاہا، تو اسی کو وہان کا سردار و سپہ سالار بھی بنا دیا، اور یہ ایرانی تاجر کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ مین پہنچکر زرد زمین کے کامیاب حصول مین لگ گیا، اس کے ساتھ ہی اس کے اخلاق نے اس کی ماتحت فوج کو بھی اس کا گرویدہ بنا دیا، اس کی تجارتی دولت، اس کی حاصل کردہ کانون کی وسیع مالیت اور اس کی ہر دلعزیزی نے اسے گولکنڈہ کے سیاہ و سفید کا بھی مالک بنا دیا، اور اس کا

سلہ حاشیہ صفحہ ۲۷۷) یہان پر یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا، کہ جب والی ایران کی تمام تخریبی کوششین بے کار ثابت ہوئین تو اس نے جلکر اورنگزیب کو ایک خط مین لکھا کہ "پدر گیری را نام نہادہ" یہ طنزیہ فقرہ ایران کے حکمران کے اندرونی جذبات کا آئینہ ہے،

لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حاسدوں نے قطب الملک کے کان بھرنا شروع کردیے، وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس کا وزیر اتنا با اثر ہوگیا ہے، کہ اس کے مقابلہ مین قطب الملک کی بھی خود کوئی اہمیت نہین رہی ہے، اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی قطب الملک نے میر جملہ کو دبانے، اوسکی قوت کو کمزور اور اگر ممکن ہو تو اسے گرفتار کرنے کی کوشش شروع کردی، اب میر جملہ کے پاس، اسکے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ یا وہ کامل اطاعت قبول کرکے اپنے کو تباہ کرے، یا پھر علانیہ علم بغاوت بلند کرکے قطب الملک سے لڑائی مول لے، لیکن یہ دونون صورتین، اس کے لیے مہلک تھین، پہلی مین تو وہ گویا عمداً اپنے کو موت کے منھ مین ڈالتا، اور دوسری مین وہ خوب جانتا تھا، کہ قطب شاہ کے مقابلہ مین اس کے پاس ذرائع نہین ہین، اس لیے اس کے دوربین مدبر دماغ نے ایک تیسری صورت پیدا کی، اور وہ یہ کہ اگر وہ شاہ ایران، بیجاپور، اور مغل حکومت مین سے کسی ایک کی حمایت حاصل کرلے، تو شاید قطب الملک اس کو کوشش کے باوجود بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، چنانچہ اس نے شاہ ایران، والئی بیجاپور، اور مغل سفیر متعینۂ گولکنڈہ کو اس کے متعلق خطوط لکھے، شاہ ایران نے اس کی درخواست منظور کرلی، عادل شاہ نے بھی اس کی پیروی کی، لیکن اورنگ زیب خود سرخ تھا، دوسرے اس کو دربار کا حال معلوم تھا، اس لیے اس نے اس درخوست کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دی کہ

"اگرچہ قبل ازین متواتر از نوشتہ ہرکارہ ہائے گلکندہ و عرائض حاجب [illegible] معلوم شدہ بود کہ قطب الملک از محمد سعید سرخیل خود کہ بمیر جملہ ملقب است متوہم گشتہ [illegible] [illegible] لیکن [illegible] معنی [illegible] بہ اطاعت تحصیل خود را [illegible] [illegible] چنانچہ [illegible] از نقل نوشتہ جات ہرکارہ ہا کہ در ضمن وقعہ [illegible] مذکور مفصل معلوم شد [illegible] [illegible] حاجب گلکندہ [illegible]

انجامیده که میر جمله با قطب الملک یکرو شده اصلا راضی نیست، که نزد او بیاید و قطب الملک پرده

از روے کار بر داشته برائے دستگیر ساختن و برانداختن او اهتمام و اتمام دارد، لهذا ایں مرید

بحاجب مذبور نوشت که چوں شنیده میشود، که محمد سعید میر جمله همواره اظهار عقیدت و ارادت

نسبت بدرگاه سلاطین پناه مینماید، دریں وقت اورا بانواع نوازشات بادشاهی مستمال

ساخته، به بندگی درگاه والاجاه رهنموں گرداند، اگر توفیق ایں سعادت بیابد زہے وقت

طالع او" (11/47)

شاہجہان کی منظوری کے بعد اورنگ زیب نے اپنے اس آدمی کو جو کرناٹک جارہا تھا

اس بات پر مقرر کیا، کہ وہ میر جملہ سے ملکر اس کو مغل حمایت و امداد کا یقین دلائے، دوسری طرف

بیجاپور نے اور تیسری طرف خود قطب الملک نے اس خیال سے کہ اگر اس کا وزیر مغلوں سے

مل گیا، تو اس کے سب راز فاش ہوجائیں گے، میر جملہ کی تسلی شروع کردی، اورنگ زیب نے

اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو کردی:-

"دروادی دلاسائے میر جملہ قطب الملک باوجود آنکه عادل خاں اهتمام تمام دارد، که او را نوکر

خود کند، قطب الملک نیز در مقام استمالت اوست، حتی المقدور بیشتر از پیشتر سعی خواهد نمود

چوں دریں ولا از عرضداشت عبد اللطیف، حاجب گلکنده، که بعینه از نظر خجسته اثر خواهد گذشت

واضح شده بود، که قطب الملک از استماع تعین گشتن محمد مومن بصوب کرناٹک متوهم شده

میخواهد، که بتزویر اورا از گرفتن بمقصد مانع آید، ایں مرید نشانے که نقل آں بحضور اقدس فرستاده

بحاجب مذکور نوشت، تا قطب الملک را بر مضمون آں آگاه ساخته از قبح ارادهائے دور

از کار که یارائے امثال او نیست، واقف گرداند" (13/69)

لیکن میر جملہ خوب سمجھتا تھا، کہ اگر وہ دفعۃً مغلوں سے جاکر مل گیا، تو یہ اس کے لیے مفید

نہ ہو گا بلکہ حقیقت یہ ہے، کہ وہ اس طرح اپنی حفاظت کا سامان کر کے، درپردہ اس کوشش میں لگا ہوا
تھا، کہ جب تک موقع ملے، وہ آزادانہ طریقہ سے قطب الملک ہی کے یہاں رہے، چنانچہ
جب قطب الملک نے اس کو اطمینان دلا دیا کہ اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان
نہ پہنچے گا، تو وہ کچھ دنوں کے لیے گولکنڈہ چلا آیا، لیکن دربار کی سازشوں کا حال دیکھ کر اور اپنے
کو غیر محفوظ پا کر وہ پھر کرناٹک کی طرف روانہ ہو گیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ملی، تو وہ
اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے میر جملہ کو پوری طور سے اطمینان نہیں دلایا،
اسی لیے وہ مغل دکن میں آنے کے بجائے کرناٹک چلا گیا۔ اور اسی شبہ کے ماتحت اس
نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"میر جملہ قطب الملک بکرناٹک رفت، چوں ایں طرف نتوانست آمد، لاعلاج شدہ
بداں طرف شتافت"۔ (۱۵/الف)

اورنگ زیب نے اس کے جواب میں لکھا کہ

"صورت ایں مقدمہ آن است، کہ قطب الملک پیش ازیں بچند سال بتقلید عادل خان
نظر بر زبونی مرزبانِ کرناٹک نمودہ میر جملہ را با اکثر لشکرِ خود بداں صوب فرستادہ کہ برخے
از ولایت کرناٹک را انتزاع کند، مومی الیہ بآں سرزمین رسیدہ بعض قلاع و محال را
با خزائن و دفائن و دیگر غنائم بدست آورد، و چوں اورا بداں جا قوتے و استقلالے پیدا
شدہ، و سران سپاہ قطب الملک را کہ باو تعین بودند، بحسن سلوک و رعایت از خود ساختہ
و سوائے آں جمعیت خوبی فراہم آورد، و قطب الملک بدگمان شدہ اورا طلبیدہ بود، و
بعد از آمدن او قصد آں داشت، کہ اورا نابینا کند، و او، دراں وقت بلطائف الحیل خود
را از چنگ او خلاصی نمودہ، باز بجانب کرناٹک رفت و قرار داد، کہ دیگر نزد قطب الملک نیاید

تا آنکه دریں ولا، قطب الملک بر مافی الضمیر او وقوف یافتہ او را طلب نمود، ہر چند دریں وادی مبالغہ کرد، سود مند نیفتادہ موجب افزونی توہم میر جملہ گشت، و عذرہائے موجہ پیش آورده باُمدن تن درنداد، و رفتہ رفتہ پرداز روے کار بر افتاد، و اکنوں ہماں ولایت و قلاع را کہ گرفتہ بود، دارد، و لشکرِ قطب الملک بدستور با او ہمراہ است، و با مرزبانِ کرناٹک طرح اخلاص انداختہ عادل خان را نیز از خود راضی دارد، غالباً ایں مقدمہ از قرار واقع مذکور محفلِ جلال نشدہ" (15/1)

شاہجہان کی اس بدگمانی اور غصہ کے باوجود بھی اورنگزیب میر جملہ کو راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہا، لیکن وہ توقف ٹالنا چاہتا تھا، اس لیے پہلے اس نے اورنگزیب کو یہ لکھا، کہ اس نے قطب الملک سے یہ وعدہ کیا ہے کہ

"بعد انقضاے مدتِ دو سال یا بدیدنِ قطب الملک بیاید، یا ترکِ نوکری کردہ عزیمتِ حرمین شریفین نماید" (3/86)

لیکن اس کے بیٹے نے سفیر کو یقین دلایا کہ

"چوں میر مومی الیہ از قطب الملک مطمئن نیست و ایں قرار بنا بر مصلحتِ وقت بمیاں آوردہ اگر مراحم بے دریغِ بادشاہانہ واثق گردیدہ، بیقین بداند، کہ موافقِ خواہش و آرزوے خویش سرفرازی خواہد یافت، بدرگاہِ خواقین پناہ رجوع خواہد یافت" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب نے اپنی کوشش کو دو سال تک روک دینے کی جگہ برابر جاری رکھا اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان سے دریافت کیا کہ

"دریں صورت اگر از ایں مرید در بابِ منصب و دیگر مطالب قول نماید و نظر بآنکہ بدیں تقدیر البتہ عادل خان و قطب الملک یکے شدہ کمر بکینِ او خواہند بست، التماسِ امداد و کومک کند

این فدوی اورا چہ پایہ امیدوارِ نوازشِ بادشاہی سازد، و بندہاے درگاہِ معلّی را تا کجا یاورن او تعین کند، و ہمیں جمعیت کہ در ینجا است اکتفا نماید، یا از حضورِ مقدس نیز التماس کند، دریں وادی بعنوانے کہ ارشاد شود عمل خواہد نمود" (ایضاً)

لیکن شاہجہان اورنگزیب کو برابر لکھتا رہا کہ ایک معتبر آدمی مقرر کر کے میر جملہ کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر اسے لے آئے، مگر میر جملہ دفع الوقتی چاہتا تھا، اور اس نے اورنگزیب کو جو کچھ لکھا اس کے متعلق وہ شاہجہان کو اس طرح اطلاع دیتا ہے:-

"در بابِ تعین فرمودنِ معتمدے از پیشگاہِ خلافت بآوردنِ میر مومی الیہ با فرمانِ عنایت عنوان و ارسالِ یرلیغ گیتی مطاع لازم الاذعان مصحوبِ او بقطب الملک مشتمل بر عدمِ منع میر مزبور و پسرش از ادراکِ سعادتِ بندگیٔ درگاہِ جہاں پناہ، آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ عینِ صواب است، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشتِ میر مومن ملازم سرکار گردوں مدار کہ از پیشِ میر جملہ مراجعت نمودہ، بگلکنڈہ رسیدہ، چناں بوضوح انجامیدہ کہ میر مشار الیہ باوجود صدقِ اعتقادے کہ نسبت بآستانِ سلاطین پاسباں دارد، بواسطۂ انصرامِ بعض کارہاے ضروری از فراہم آوردنِ اموال و امتعہ کہ بہ بنادر وغیرہ فرستادہ و بنا بر وفاے وعدہ کہ با ولی نعمتِ قدیم خود نمودہ تا یکسال در جاے خویش بسر بردہ بعد ازاں بر تقدیرے کہ تا آں زمان راز او برملا نیفتد، و از آسیبِ دنیا دارانِ بیجاپور و گلکنڈہ مصئون گردد، قصدِ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد نمود، لہٰذا ایں مرید بالفعل التماسِ اصدارِ منشورِ والا و تعین ملازم درگاہِ معلی نمی تواند کرد" (۱/۴۷)

میر جملہ کا نفاق

مگر جب میر مومن اورنگزیب کے پاس واپس آگیا، اور اس نے میر جملہ کی اصلی چال کو واضح کر دیا، اس وقت اورنگزیب کو اس کی ہوشیاری و خناثی کا حال معلوم ہوا، اور اس نے

فوراً شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"حقیقت میر جملہ نوعیکہ محمد مومن مذکور تقریر نمود این است کہ او بحسب ظاہر چناں وامی نماید کہ بجز آستانِ خواقین پناہ پاسباں ملجاے وپناہے ندارد، بعد از فراہم آوردنِ اموالے کہ در بنادر وجاہا پراگندہ ساختہ روانۂ استلام عتبۂ خلافت خواہد گشت، لیکن از اوضاع و اطوارش پیدا است کہ ایں ارادہ از صمیم قلب نیست، چوں ولایتے آباد مشتمل بر قلاع وبنادر ومعادن بدست آوردہ با صاحبِ قدیم برہم زدہ وعادل خان را نیز بواسطہ عدم قبول نوکری او، از خود آزردہ کردہ، بجہت مصلحت اظہارِ بندگی وارادت بجنابِ خلافت مینماید، وتاوقتیکہ حتی المقدور بلطائف الحیل خود را از شرِ ایں دنیا داراں نگاہ می تواند داشت، اصلا ترک آں ولایت نخواہد کرد، ورجوع بجاے نخواہد آورد، جمعیتِ او نہ ہزار سوار پنجہزار نوکر وچہار ہزار ملازمانِ قطب الملک کہ از و شدہ اند، وبست ہزار پیادہ خواہد بود، وسامانش از زر و نقد وجواہر نفیسہ وتوپخانہ وفیلانِ خوب واسپانِ عراقی وعربی وسائر اسباب تجمل وحشم بمرتبۂ کمال است، خوش ظاہر میانہ بالا خیلے با سلوک واز فہمیدگی ورسائی انچہ نوکرانِ عمدۂ ملوک را باید بہرۂ وافی اختصاص یافتہ وزمینداران کرناتک را بمدارا و احسان از خود کردہ وبا اخلاص حبشی سرلشکرِ عادل خاں کہ در ولایتِ کرناتک حاکم وصاحب اختیار است، طرح محبت واخلاص انداختہ بسیار ہوشیار وخبردار بسر می برد۔" ([illegible])

میر جملہ خطرہ میں | اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنی کوشش بھی ختم کر دی، اور واقعات کا انتظار کرنے لگا، لیکن اس حالت کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا، کہ قطب الملک اور عادل شاہ دونوں کو میر جملہ کی چالوں اور کارروائیوں کا حال معلوم ہو گیا، اور ان دونوں نے مل کر یہ کوشش شروع کر دی، کہ جس صورت سے بھی ہو، میر جملہ کے اثر واقتدار کا خاتمہ کر دیا جاے، اب میر جملہ کو اپنی

حفاظت کی ایک ہی صورت نظر آتی تھی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے بھی ہو سکے وہ مغل حمایت و ملازمت حاصل کرلے، چنانچہ اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق خطوط لکھنا شروع کئے، اورنگزیب کو جب یقین ہو گیا، کہ اس مرتبہ میر جملہ واقعی سچ لکھتا ہے، تو اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق تمام حالات لکھ کر اس کو اور اس کے بیٹے کو شاہی ملازمت مین داخل کرنے کی درخواست کی، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"چوں از مطاوی عرضداشت میر جملہ سعید . . . . . . بوضوح پیوست کہ دنیاداران دکن بر صورت ارادۂ مومی الیہ اطلاع یافتہ قصد آں دارند، کہ اتفاق نمودہ جمعیت بر سر او بفرستند و او از شنیدن ایں مقدمہ متوہم گردیدہ، و از آنجا کہ خود را از زمرۂ دولتخواہان جہاں پناہ تصور می کند، و بحبل المتین حمایت و اعانت اولیاے دولت قاہرۂ اعلیحضرت توسل جستہ بدون حکم اقدس بتدبیر کار خویش نمی تواند پرداخت و امیدوار است کہ بتوجہ و عنایت پیر و مرشد حقیقی از آسیب دنیاداران دکن محفوظ باشد، بنابراں . . . . نوعے کہ راے خورشید ضیاے ممالک آراے اعلیحضرت دریں باب اقتضا فرماید، باین فدوی حکم شود، و مطابق آں بعمل آید" ([illegible])

شاہجہان نے اورنگزیب کے خط کے جواب مین لکھا کہ میر جملہ اور اس کے لڑکے محمد امین کو شاہی ملازمت مین داخل کر لیا جائے، اورنگزیب کو جس وقت شاہجہان کی منظوری کی اطلاع ملی، اس نے میر جملہ اور اس کے لڑکے کو اس سے مطلع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان کو لکھا کہ چونکہ میر جملہ بہت گھبرایا ہوا ہے، اس لیے جلد از جلد دربار سے ایک شخص بھیجا جائے جو میر جملہ کو آگرے لے جائے،

"در باب میر جملہ قطب الملک نیز راے خورشید ضیا عالم آراے اعلیحضرت . . . . . .

اقتضا فرمودہ محض صواب است، ازانجا کہ دریں وقت میر مذکور از شنیدن بعض اخبار متوہم و مضطرب شدہ. . . . . بنابراں اگر در اصدار فرامین مطاعہ مصحوب معتمدے از ایستادہای پیشگاہ خلافت نوعے کہ بخاطر ملکوت ناظر الہام مآثر پیر دستگیر صافی ضمیر پرتو انداختہ تاخیر نہ رود، گنجائش دارد، ایں مرید مجدداً او را بنوید توجہات و تلطفات پادشاہی مستبشر ساختہ نشانے مشتمل بریں مژدۂ دولت و اقبال باد نوشت۔ (۶/۹۲)

چنانچہ ۱۴ ربیع صفر ۱۰۶۶ھ (۳ دسمبر ۱۶۵۵ء) کو قاضی محمد عارف کشمیری وومخشی کی معرفت

"خلعت فاخرہ با منشور نوازش متضمن عنایت منصب پنجہزاری پنجہزار سوار با دو دو ہزاری دو ہزار سوار بمحمد امین پسرش و یرلیغ قضا نفاذ با خلعت خاصہ بقطب الملک در باب عدم ممانعت او و متعلقانش. . . . . فرستادہ شد"[1]

محمد امین کی گرفتاری مگر ابھی قاضی عارف دکن تک پہنچا بھی نہ تھا، کہ گولکنڈہ میں حالات نے عجیب صورت اختیار کرلی. میر جملہ کا لڑکا جو قطب الملک کے دربار میں اپنے باپ کی نیابت کرتا تھا، اپنے ارکان خاندان کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا. گرفتاری کا سبب یہ تھا، کہ اس میں تہذیب اخلاق، اور سنجیدگی کا فقدان تھا. باپ کی دولت اور مغل حمایت کے خیال نے اسے بدتمیز بنا دیا تھا. ایک دن نشہ سے چور دربار میں آیا اور اس قالین پر جس پر قطب الملک بیٹھا کرتا تھا نہ صرف سوگیا، بلکہ قے بھی کردی، قطب الملک کے لیے یہ ناقابل برداشت تھا. وہ پہلے ہی سے جلا ہوا موقع کی تلاش میں تھا، اس نے ۲ ربیع صفر ۱۰۶۶ھ (۲۱ نومبر ۱۶۵۵ء) کو قید کرنے کا حکم دیدیا، اور اگرچہ گرفتاری کے وقت اس نے قطب الملک کو اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے اس کی مغل ملازمت کے متعلق لکھا تھا، دکھایا، لیکن اسکا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، اور نگزیب کو

[1] وارث ص ۱۲۶،

جب اس کی خبر ہوئی، تو اس نے مغل وقار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا کہ وہ قطب الملک سے محمد امین کو چھڑا لے، اس کی صورت یہ تھی، کہ شاہجہان قطب الملک کو اس قسم کا ایک فرمان بھیجے، اور اگر وہ اس فرمان کی اطاعت سے انکار کرے، تو مغل حکومت حربی قوت کے ذریعہ اپنے حکم کو منوالے، اورنگزیب نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"قطب الملک دوم شہر حال محمد امین پسر میر جملہ را . . . . گرفتہ در قلعۂ گلکندہ محبوس ساختہ از آنجا کہ استماع ایں خبر سبب مزید اضطراب و توہم میر مشار الیہ خواہد شد، و از کوتہ اندیشی قطب الملک دور نیست، کہ آسیبے بہ پسر او برساند، اگر ایں مرید بزودی بار شاد تدبیر ایں کار سرفرازی یابد بصلاح اقرب است" (۹۵)

شاہجہان نے اس خط کا یہ جواب دیا،

"آں مرید لشکرے را کہ بر سر جاتیہ تعین نمودہ، دستوری دہد، کہ بحوائی قلعۂ قندھار رفتہ در آنجا توقف نماید، و گر مناسب داند، خود والا پسر کلان خود را بقندھار بفرستد، و نشانے بقطب الملک بنویسد کہ میر محمد سعید و پسر او را اعلحضرت داخل بندہا ے درگاہ جہاں پناہ نمودہ اند، باید کہ پسرش را روانۂ ایں جانب نماید، والا لشکر ظفر اثر را بگلکندہ رسیدہ دلند" (ذیلی)

یہاں پر ہم اس عام بیان کی صاف و صریح تردید کر دینا چاہتے ہیں، کہ اورنگ زیب خود گلکندہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، حالانکہ مذکورۂ بالا خط سے صاف ظاہر ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان سے صرف استصواب کیا تھا، اور یہ شاہجہان تھا جس نے اوسے فوج جمع کرنے اور عدم تعمیل حکم کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کے خط کا یہ جواب دیا:۔

"ایں مرید . . . . بہ ہادی داد خاں نوشتہ بود، کہ با ہمراہان خویش و جمعے

از جملہ فوجِ مرزا خاں کہ باو خواہند پیوست، بسرحدِ ولایتِ گلکندہ برود، اکنوں مطابقِ فرمودۂ اقدس عمل آوردہ، نشانے مشتمل بر امید و بیم بدستِ یکے از ملازمانِ معتمدِ خود بہ قطب الملک ارسال خواہد داشت، و بہ ہادی داد خاں نوشت کہ بقلعۂ قندھار رسیدہ در آنجا عنان باز کشد و متعاقب . . . . . . خانہ زادِ اعلیٰ حضرت را با بقیہ عساکر . . . . . دستور خواہد داد، کہ بداں صوب شتابد و گر قطب الملک توفیقِ اطاعت نیافتہ بموجب حکمِ اقدس عمل نہ نماید، و تنبیہ او ضرور شود، یا عادل خاں در صددِ امدادِ او در آید، ایں مرید خود نیز عازمِ آں حدود خواہد گشت " (الیٰ)

اس کے ساتھ اورنگزیب نے قطب الملک کو یہ خط لکھا:-

" اعلیٰحضرت . . . . . . میر محمد سعید را در سلکِ بندہائے درگاہ سلاطین پناہ عزِ انسلاک بخشیدہ . . . . . حکم . . . . . شرفِ نفاذ یافتہ کہ قاضی عارف . . . . . . او را با پسر و اتباعش بحضورِ پر نورِ اقدس بیاورد، و دریں ولا از عرائض . . . . میر عبد اللطیف بمسامعِ علیہ رسید کہ آں قطبِ سمائے شوکت و ابہت با وجودِ اطلاع بر قدسی مضامینِ نشانِ عالی شان کہ بمیر محمد امین . . . . . . صادر شدہ بود، و موی الیہ آں حرز بازوے دولت را روزے کہ بقید در آمد، با یشاں نمودہ . . . . . . او را با متعلقاں بقلعۂ گولکندہ فرستادہ بضبطِ اموالِ آنہا پرداختہ اند . . . . . اکنوں باید کہ بمجردِ آگہی بر مضمونِ ایں دیباچۂ صحیفۂ عزت و کرامت کہ فی الحقیقت، منطوق بر تیغ مصلی است، پسر محمد سعید را با متعلقانِ او و تمامی اموالِ آنہا از نقود و جواہر و افیال کہ دریں ایام بضبط آوردہ اند، مصحوبِ ملازم سرکارِ نامدار کہ حامل ایں نشانِ خجستہ عنوان است بہ بارگاہِ اقبال بفرستد . . . . "

اگر آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . . در وادیٔ نقضِ عہد ہادی شدہ . . . .

. . . مطابق فرمودہ عمل نمایند، بموجب حکمِ گیتی مطاع لازم الاتباع فرزندِ سعادت مند خود

را . . . . تعین خواہیم فرمود . . ."

یقین کہ آں زبدۂ اماجد کرام . . . . . . در تہیۂ اسباب دشمن کامی و بد انجامیٔ

خود سعی نخواہند نمود" (آداب نمبر ۱۳۰)

مگر اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ اس کی درخواست کے باوجود شاہجہان نے دکنی حکمرانون کو اس بات کی تاکید نہین کی ہے، کہ وہ اورنگزیب سے بلا واسطہ تعلق رکھین بلکہ اس کے برخلاف قطب الملک اور عادل شاہ کے سفیر دربار مین موجود تھے، اور دو دارا وغیرہ سے مل کر اور ان کی سازشون مین شریک ہو کر، ہر وقت اس بات کی کوشش مین لگے رہتے تھے کہ جس صورت سے بھی ہو دکن کے صوبہ دار کو ذلیل کیا جاے کہ اسکی کمزوری و بے اعتباری ہی مین، ان کی کامیابی، بزرگی، اور زندگی پنہان تھی، اس لئے اورنگزیب کو خطرہ پیدا ہوا (اور جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، کہ خطرہ صحیح تھا) کہ اگر قطب الملک کے وکیلِ دربار نے وہان دارا وغیرہ سے ملکر شاہجہان کے حکم کو بدلوا دیا، تو کرناٹک کے معاملہ کی طرح اس مین بھی اس کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑیگا، اس لیے فوج کو بھیجنے کا حکم دینے سے پہلے ہی اس نے شاہجہان کو لکھا:-

"بر تقدیرے کہ راہِ عرض والتماسِ مہم سازیٔ دنیا داران کہ عرائض بدرگاہِ والا جاہ بفرستاد

تمہید پیش کشہاے گرامیہ خواہند نمود، مسدود گردد، و دیگر از طرفے درین مہم دخیل نشود،

بتوفیقِ ایزدی و توجہ پیر و مرشدِ حقیقی باسہل وجہے آں مملکت با نچہ میر جملہ از ولایت کرناٹک

گرفتہ و کمتر از ملکِ گولکندہ نیست با نفائس و نوادرِ موفور . . . . . . بحوزۂ تصرف

. . . . . در آمده، فتحِ نمایاں . . . . نصیبِ اولیاے دولت ابد پیوند خواہد گشت" (۱۲/۹۸)

ایک دوسرے خط مین اورنگزیب نے اس سے بھی واضح طور پر لکھا کہ

"قطب الملک قبل ازیں ملا عبد الصمد وکیلِ خود را بعتبۂ خلافت فرستادہ بوساطتِ او بعض ملتمسات معروض داشتہ بود، و دریں وقت کہ کار برو تنگ گردیدہ و زوالِ ملک و دولتِ خود را براے العین می بیند، وسائل انگیختہ واز درِ عجز والحاج در آمدہ در بابِ نجاتِ خویش عرائض بوالا درگاہ ارسال خواہد داشت و تعہدات نمودہ التماسِ صدورِ فرمانِ عنایتِ مملکتے وسیع مشتمل بر چندیں قلاع و خزائن و دفائن کہ میر جملہ بنفسِ راوان سعی و اہتمام از زمینداران کرناٹک مستخلص ساختہ خواہد کرد، و پذیرائی ملتمساتِ او در تمشیتِ ایں مہمِ عمدہ و آمدنِ میر مذکور مخل است، ایں مرید امید چناں دارد کہ تا رسیدنِ پسرِ موحی الیہ و ظہورِ بعض مراتبِ دولتخواہی وصولِ ملتمساتِ او بتعویق افتد، و عرض و التماسِ اہلِ غرض در بارۂ او مسموع نشود، تا ایں مطلب سترگ کہ از اتفاقاتِ حسنہ است موافقِ خواہشِ خاطرِ ملکوت ناظرِ مرشدِ کامل آگاہ دل کہ بدانشِ خداداد و خردِ صواب اندیش از آغازِ ہر کار انجامِ آں را در می یابند صورت پذیرفتہ، اضعافِ آنچہ بتوسطِ وکلاے قطب الملک بعرضِ مقدس برسد بوجہے کہ اعلحضرت بہ پسندند، و بسببِ مجرائی نیکو خدمتیِ ایں فدوی گردد، بحصول پیوندد" (۱۶/۱۰۲)

مگر شاہجہان نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا، اور نہ اس نے ان سفرا و وکلا کی کوششون کو روکنے کی کوشش کی، اسکا جو نتیجہ ہوا وہ اورنگزیب کے خطرہ کو صحیح ثابت کرتا ہے،

آغازِ جنگ — شاہجہان کا حکم پاکر اورنگزیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ۸ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ (۲۶ دسمبر سنہ ۱۶۵۵) کو حیدر آباد کی سرحد کی طرف روانہ کیا، اور اس کے ساتھ اسے یہ ہدایت

کر دی کہ

"اگر قطب الملک پسر میر جملہ و متعلقان او را خلاص نسازد، بے توقف بحیدرآباد درآمدہ بموجب حکم اقدس کام وناکام محبوسان را از قید برآورد۔"[1] (۹۸/۲)

چنانچہ وہ ۲۰ ربیع الاول (۷ جنوری ۱۶۵۶ء) کو ناندیر پہنچ گیا، لیکن قطب الملک نے نہ تو اورنگزیب کے خط کی پروا کی نہ شہزادہ کے ناندیر پہنچنے کی اطلاع سے متأثر ہوا، ہمارا خیال ہے کہ قطب الملک کے اس رویہ کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، کہ اس کو اس بات کا یقین تھا، کہ وہ اورنگزیب کا حکم مانے بغیر دارا وغیرہ کی سفارش ہی سے اپنا کام نکال لیگا، مگر اورنگزیب اصول کا پابند اور اپنے فرض سے اچھی طرح واقف تھا، اسلیے جب اُس نے دیکھا کہ ایک طرف تو قطب الملک میر جملہ کے لڑکے کو علی حالہ قید رکھکر نہ صرف اورنگزیب بلکہ خود شاہجہان کے صاف صریح حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اور دوسری طرف بیجاپور سے فوجی اتحاد کی کوشش میں لگا ہوا ہے، تو ایک طرف تو اس نے شہزادہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا، اور دوسری طرف بادشاہ کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"قطب الملک باوجود اطلاع بر کیفیت حکم گیتی مطاع و استماع خبر رسیدن خانہ زاد بناندیر از نخوت و پندار خود و استظہار و اعتقادیکہ بر امداد عادل خان دارد تا حال پسر میر جملہ را از قید بر نیاوردہ دست از وے باز نداشتہ . . .
. . . . . ." (۱۴۷/۱)

اس کے بعد ۱۳ ربیع الثانی (۲۹ جنوری) تک بھی اورنگزیب کو قطب الملک کی کسی

---

[1] سلطان محمد نے بھی قطب الملک کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اگر وہ میر جملہ کے لڑکے کو رہا نہ کر دیگا تو وہ شاہجہان کے حکم کے مطابق حیدرآباد پر حملہ کر دیگا،

کاروائی کی اطلاع نہین ملتی، اور چونکہ نوجوان شہزادہ کا تنہا گلکنڈہ کے علاقہ مین داخل ہونا مصلحت سے دور معلوم ہوتا تھا، اس لیے اورنگزیب خود بھی اس تاریخ کو اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دیدی کہ

"این فدوی . . . سیوم شہر حال . . . . . از اورنگ آباد برآمدہ فردای آں مقام نمودہ کوچ در کوچ روانہ مقصد شد . . . . . قطب الملک باوجود اطلاع بر مضمون نشان این مرید کہ قبل ازیں بموجب حکم مطاع باو ارسال داشتہ بود، تا حال پسر میر جملہ را رہا نہ کردہ" (۱۵/۱۰۱)

اورنگ زیب نہایت تیزی سے سفر کر رہا تھا، کہ اسے راستہ مین شہزادہ محمد سلطان کا خط ملا کہ :-

"بعد از رسیدن او بدو منزلِ حیدرآباد، قطب الملک پسر میر جملہ را با متعلقان بہمان لباسے کہ مقید بودند برآوردہ، بعبد اللطیف حاجب حقیقی و ابو القاسم و سید علی فرستادہاے این مرید سپرد" (۱۶/۱۰۲)

اس لیے اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ :-

"چوں قطب الملک پسر میر جملہ را رہا کردہ، و در نواحی حیدرآباد جاے مناسب سپاہیانہ اختیار نمودہ بموجب حکم اقدس تا رسیدن میر جملہ دراں مکان توقف نماید" (ایضًا)

اورنگزیب نے قطب الملک کو جو خط لکھا تھا، اس مین صرف ان قیدیون کی رہائی ہی کا مطالبہ نہ تھا، بلکہ اس مین یہ حکم بھی تھا، کہ وہ میر جملہ کا تمام ضبط شدہ مال بھی واپس کر دے لیکن قطب الملک نے موخر الذکر کی تعمیل نہین کی تھی، تاہم اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ جب اس نے ایک حکم مان لیا ہے، تو دوسرے کی بھی تعمیل ضرور کرے گا، اس لیے وہ اپنے اس خط کے

جو اس نے ۲۲ ربیع الاول (۹ جنوری) کو بادشاہ کو مزید ہدایات کے متعلق لکھا تھا، جواب کے آنے تک راستہ ہی مین ٹھہرنا چاہتا تھا، کہ اسے شہزادہ کے خط سے معلوم ہوا، کہ

"قطب الملک پیش از وصولِ خانہ زاد بنواحیِ حیدرآباد متوہم و ہراسان گردیدہ شب چہار شنبہ پنجم ربیع الثانی (۲۲ جنوری) گریختہ در قلعہ گلکنڈہ متحصن گشت، و فردائے کہ خانہ زادِ اعلیٰ حضرت میخواست کہ بر تالاب حسین ساغر کہ از شہر یک و نیم کروہ است فرود آمدہ، نوعے کہ ماموراست تا آمدنِ میر جملہ در آنجا بسر برد، قریب شش ہزار سوار و دہ دوازدہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ از ملازمانِ قطب الملک در برابر لشکر فیروزی اثر آمدہ آغاز شوخی و اظہارِ جرأت و جسارت مینمایند، و بے باکی را از حد بردہ، پیش می آیند و باستعمالِ آلاتِ کارزاری پردازند" (ایضاً)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کو بھی مجبوراً اپنی مدافعت مین ہتھیار اٹھانا پڑا اور:۔

بشعلۂ بان و بندوق و ضربِ شمشیر آبدار دمار از روزگارِ آنہا برمی آورند و چہار پنجہزار بان و باروود وغیرہ اسبابِ آتشبازی بدست آوردہ و آں بے عاقبتان را منہزم گردانیدہ تا دیوارِ پشتِ شہر راندہ، جمعے را مقتول و مجروح می سازند، و ہنگامۂ قتال و جدال امتداد یافتہ آخر الامر ادلیاے دولت قرینِ فیروزی و نصرت معاودت کردہ بر تالاب مسطور منزل مینمایند" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب فوراً حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگیا،

قطب الملک کا عجیب رویہ | قطب الملک نے اس وقت ایک عجیب و غریب اور نامفہوم حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی، ایک طرف تو اس نے میر جملہ کا مال واپس کر دیا تھا، اور شہزادہ محمد سلطان کے پاس روزانہ اپنے سفرا بھیجکر صلح کی گفتگو اور رحم کی درخواست کرتا، اور دوسری طرف سگ

فوج جب موقع پاتی شہزادہ کی قیام گاہ پر حملہ آور ہو جاتی ، اس دورنگی میں کسی فیصلہ تک پہنچنا سخت مشکل تھا، اس کے ساتھ ہی قطب الملک، عادل شاہ کی فوجی امداد پر بھروسہ کئے ہوئے وقت گذار رہا تھا۔ اور تیسری طرف حیدر آباد کا شہر بلا کسی حاکم و فوج کے ہر شریر النفس کو لوٹ مار کی دعوت دے رہا تھا، اور اس کو اسی حالت میں چھوڑ دینا در اصل قتل اور غارتگری کا اذن عام دینا تھا، مزید بران اگر شہزادہ اپنی فوج کو حسین ساغر ہی پر رہنے دیتا، تو اس کے معنی یہ تھے کہ اس کی فوج ہر وقت بے پناہ رہتی، اور قطب الملک کے سپاہی جس وقت اور جس طرف چاہتے، اس پر آگ کی بارش کر سکتے تھے، اس لیے شہزادہ، ۸ ربیع الثانی (۱۴ جنوری) کو حیدر آباد میں داخل ہو کر شاہی محل میں ٹھہرا، اور تمام شہر میں جو زیادہ تر لکڑی کی عمارتوں کا بنا ہوا تھا باشندوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی مقرر کر دیئے، اورنگزیب شایستہ خان کو ایک خط میں اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:-

"فرزند سعادت مند . . . . . از تالاب حسین ساغر کوچ نمودہ بشہر درآمد و در محافظت سکنۂ آں بلدہ از نہب و غارتِ عساکر قاہرہ مساعئی جمیلہ بظہور آوردہ، آں چناں شہرے وسیع معمور را بواقعی ضبط نمود" (آداب نمبر ۲۶۵)

قطب الملک نے اس عرصہ میں جو کوششیں شہزادہ کو رام کرنے کی کیں، ان کے متعلق خود اورنگزیب کے الفاظ یہ ہیں:-

"قطب الملک پیشوائے خود را با پیشکشے بخدمتِ آں والا تبار فرستادہ معروض داشتہ کہ چہل لک روپیہ پیشکش بدہد، و صبیۂ خود را داخل خدمہ حرم سرائے آں بلند اقبال ساختہ ہر سال موازی پیش کش مقرری بادشاہی بملازماں برساند"[1] (ایضاً)

[1] دیکھو ص ۲۹۵

لیکن شہزادہ، اپنے باپ کی عدم موجودگی میں کچھ نہ کر سکتا تھا، اس لیے اس نے صاف جواب دیدیا کہ اورنگزیب کے آنے تک کسی قسم کی کوئی گفتگو نہین کیجا سکتی، اس جواب کو پاکر قطب الملک نے ایک طرف تو عادل شاہ کو ایک مرتبہ پھر امداد کے لیے لکھا، اور دوسری طرف گلکنڈہ کے ناقابل تسخیر قلعہ کو محاصرہ کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا، اور اس طرح اس کی فوج نے پہلے تالاب حسین ساغر پر اور پھر گلکنڈہ کی فصیل سے گولہ باری کی ابتدا کرکے اورنگزیب کو فوجی طاقت استعمال کرنے کا موقع دیا،

اورنگزیب ۲۰ ربیع الثانی (۶ فروری) کو حیدر آباد پہنچا اور قبل اس کے کہ وہ تھوڑی دیر آرام بھی کرے، اس نے اسی حالت مین :-

"از فرط حماست بدائرہ نیامدہ فیل سوار بجہت تعین ملچار و دیدن دور قلعہ کہ قریب کردہ است رفتند . . . . در یں ہنگام قریب پنج شش ہزار سوار . . . .

ا (حاشیہ صفحہ ۲۹۴) بعض مورخین نے غلطی سے ان دونون کی لوٹ کو جو شہزادہ محمد سلطان کے قیام تالاب حسین ساغر اور داخلہ حیدر آباد کے درمیان مین ہوئی، مغلون کی طرف منسوب کر دیا ہے اور انکے بعد کے مورخین نے شہزادہ کی جگہ اورنگزیب کا نام لکھدیا، حالانکہ وہ غریب اسوقت ناندیر مین تھا، لیکن اسکے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ شہزادہ محمد سلطان نے محل کی چیزون پر قبضہ نہین کر لیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے محل کی تمام چیزون کو ضبط کر لیا تھا، اور اس ضبطی کی یادگار ایک کتاب خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین موجود ہے، یہ تزک جہانگیری کا قدیم ترین نسخہ ہے، اس پر خود شہزادہ کے ہاتھ کی یہ عبارت درج ہے :-

"این کتاب جہانگیر نامہ را کہ حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند در وقت فتح حیدر آباد از کتب خانۂ قطب الملک گرفتہ شد، حررہ محمد سلطان" (فہرست جلد، صفحہ ۵۸)

خود اورنگزیب نے بھی اسکو ایک خط مین تسلیم کیا ہے۔ دیکھو خط نمبر ۱۰ عاقل خان، اور ... نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

دہ دوازدہ ہزار پیادہ در برابرِ عسکرِ فیروزی آمدہ، باندختن بان وتفنگ، آتش پیکار برافروختند

وقلعہ نشیناں نیز از بالائے حصار فراواں توپ وبان سر دادند[1]

گولکنڈہ کا محاصرہ | اورنگزیب کو مجبوراً اپنی ۱۵ روزہ سفر کی تکان سے چور فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا، اور دکنی فوج حسب معلوم کچھ دیر لڑکر، کچھ جنگل کی طرف، اور کچھ قلعہ کے اندر بھاگ گئی، اس کامیاب جنگ کے بعد اورنگزیب اپنے خیمہ میں واپس آیا، اور دوسرے ہی دن، اس نے محاصرہ شروع کر دیا، محاصرہ صرف تین جانب سے کیا گیا تھا، کیونکہ نہ تو اس کے پاس اتنی فوج تھی، کہ وہ اُسے قلعہ کے چاروں طرف پھیلا سکتا تھا، نہ مرکزی شاہی امرا اس وقت اپنی جماعتوں کے ساتھ پہنچے تھے، اور نہ قلعہ شکن توپیں اور محاصرہ کے دوسرے سامان ہی اس کے پاس تھے، پھر بھی ان مشکلات کی موجودگی میں بھی اس کا اس جنگ کا کامیاب طریقہ سے ختم کرنا، اس کے تدبر، اس کے حسنِ انتظام، اور اس کی فوجی قابلیت کی بین دلیل ہے، اس کے ساتھ یہی چیزیں اس الزام کا بھی جواب ہیں کہ اورنگ زیب کا مقصد قطب الملک کو قتل اور اس کے علاقہ کو فتح کرنا نہ تھا، اگر یہ اس کا ارادہ ہوتا تو وہ ابتدا ہی سے اس کا بندوبست کرکے چلتا، دوسرے یہ کہ یا اورنگزیب کا مشورہ نہ تھا، بلکہ خود شاہجہاں کا حکم تھا، کہ اگر قطب الملک تعمیلِ حکم نہ کرے، تو اس کے ساتھ فوجی کارروائی کیجائے اور یہی وجہ تھی کہ ۲۳ر دسمبر ہی کے خط کے ساتھ اس نے شائستہ خان وغیرہ کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ فوراً اپنے فوجی دستوں کے ساتھ دکن پہنچ جائیں[2] اگر شاہجہان کی یہ خواہش نہ ہوتی، تو وہ نہ تو دوسرے صوبوں کے صوبہ داروں کو اس کی شرکت کا حکم دیتا، اور نہ اورنگزیب ہی کو فوجی کارروائی کی اجازت ملتی،

بہرحال محاصرہ شروع کردیا گیا، اور یہ محاصرہ ۱۲ر ربیع الثانی سے ۱۴ر جمادی الثانی

[1] وارث صفحہ ۱۸۱ [2] ایضاً

(۷ فروری تا ۳۰ مارچ) تقریباً دو مہینہ رہا، اس عرصہ میں ایک طرف تو قطب الملک اپنے امرا اپنے داماد وغیرہ کو شہزادہ محمد سلطان کے پاس اظہار عجز اور سفارش کے لیے بھیجتا رہا، اور دوسری طرف اس کی فوجیں جب موقع پاتیں، تو مغلوں کی فوج پر حملہ کرتی رہتیں، اسی کے ساتھ قطب الملک نے دربار میں دارا وغیرہ کو بیش قیمت تحائف دے کر، ان کی وساطت سے یہ کوشش شروع کر دی، کہ شاہجہان اس کے قصور معاف کر دے چنانچہ شاہجہان نے ایک خط اورنگزیب کی معرفت قطب الملک کو "مشتمل بر ذرہ پروری و کرم گستری" بھیجا، یہ خط اورنگزیب کو ۹ جمادی الاول (۲۴ فروری) کو ملا، لیکن اس وقت تک اورنگزیب نے محاصرہ میں ایک بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی تھی، اس لیے اس نے بہتر سمجھا کہ جب تک اپنی شرائط کو نہ منوا لے، اس خط کو قطب الملک کے پاس نہ بھیجے چنانچہ اس نے اس خط کو روک لیا اور اس کارروائی کی اطلاع بادشاہ کو دیدی، شاہجہان نے بھی اورنگزیب کی اس دوراندیشی کو پسند کیا، درباری مورخ کا بیان ہے:-

"بادشاہ زادۂ عالی تبار فرمانے را کہ بقطب الملک صادر شدہ بود، پیش خود نگاہ داشتہ عرضداشت نمودند کہ چون بالفعل رسیدن فرمانِ قطب الملک باعث خیرگیٔ او می گردد تا یکسو شدنِ معاملہ در فرستادنِ آں توقف نمودہ، بعد از انجام کار فرستادہ خواہد شد۔ یرلیغ قضا نفاذ صدور یافت کہ منشور مقدس پس از مقرر نمودنِ پیش کش و گرفتنِ صبیۂ او با خلعتے کہ سابق فرستادہ شد، بفرستند"[1]

صلح کی گفتگو

اس اثنا میں قطب الملک نے آدمیوں کو اورنگزیب کے پاس تحائف لیکر روانہ کیا، لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کوشش یہ شروع کی گئی، کہ شہزادہ

لہ [illegible] صفحہ ۱۹۳،

محمد سلطان کے ذریعہ سفارش کرائی جائے، اس لیے قطب الملک نے میر فصیح و میر احمد کو شہزادے کے پاس روانہ کیا، اور درخواست کی، کہ کم از کم اس کی معمر و ضعیف ماں کو آنے اور اورنگزیب سے ملاقات کرنے کی اجازت دیجائے، بہرحال اورنگزیب نے یہ درخواست قبول کرلی اور شہزادہ نے قطب الملک کو لکھا کہ اگرچہ تمھارے قصور اس قابل نہین ہین، کہ تمھاری کوئی درخواست قبول کیجائے، پھر بھی میری کوششون سے اورنگزیب اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ وہ اس ضعیف و معمر خاتون سے ملاقات کرے، چنانچہ

"میر احمد . . . . . والدہ ابو الفضل معموری شب یکشنبہ بست و دوم (۸ر مارچ) حسب الامر پیش رفتہ (والدۂ محترمہ قطب الملک) را بدائرۂ شایستہ خان آوروند، خان مشار الیہ باحترام تلقی نمودہ، در روز دیگر . . . . . بوساطت خان مشار الیہ سلطان را دیدہ . . . . . . وچوں سلطان التماس نمودہ کہ او خواہش دارد کہ خود آمدہ مدعات و مطالب را معروض دارد، بنابراں او را بحضور طلبیدند"[1]

قطب الملک کی ماں جب اورنگزیب کی خدمت مین باریاب ہوئی، تو اس نے

"بذریعہ عجز و انکسار و وسیلہ ندامت و ضراعت التماس عفو جرائم و خطاہاے قطب الملک و تعین کمیت پیشکش بادشاہی و قبول ازدواج صبیۂ او بسلطاں نمود"[2]

اس پر اورنگزیب نے

"ملتمس او را پذیرفتہ فرمودند کہ یک کرور روپیہ از جواہر ثمینہ و نقد وافیال بجزآں واصل سازد"[3]

اور اس طرح وقتی صلح حاصل کرکے قطب الملک کی ماں واپس ہوئی، مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اورنگزیب نے اپنے آدمیون کو حکم دے دیا تھا، کہ وہ کسی قسم کی کاروائی

[1,2,3] وارث صفحہ ۱۸۳ -

نہ کرین، اور وہ اطمینان سے اپنے مورچون مین بیٹھے تھے، کہ کئی باران کو قطب الملک کی فوج کے حملون سے دوچار ہونا پڑا[1]، لیکن اورنگزیب نے مدافعت کے سوا کوئی جارحانہ کارروائی نہین کی، حالانکہ اس وقت تک اس کے پاس قلعۂ اودسہ کی بڑی توپین اور دوسرے صوبون کی فوجین امداد کے لیے پہنچ چکی تھین، اور ۴ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو میر جملہ بھی اپنے توپخانہ اور فوجی دستہ کے ساتھ باریاب ہو گیا تھا، ان حملون کے مقابلہ مین اورنگزیب قطب الملک کیساتھ غصہ کی جگہ مہربانی ہی کا اظہار کرتا رہا چنانچہ اس نے صرف اس وجہ سے کہ قطب الملک کی والدہ ماجدہ نے "برائے تخفیفِ پیشکش التماس نمودند" یہ کیا کہ

"از جملہ پنج لک ہون کہ اداے آن بوعدہ سہ سالہ مقرر شدہ یک لک ہون حسب الالتماس آن عفیفۂ مکرمہ دیک لک ہون باستدعاے عروس محترمہ خود معاف فرمودیم" (آداب نمبر ۲)

شاہجہان کا حکم یہ شرائط طے ہی ہو رہے تھے، اور سلسلۂ مراسلت جاری ہی تھا کہ اورنگزیب کو ایک دن شاہجہان کا ایک خط ملا، کہ وہ محاصرہ کو ختم، اور قطب الملک کا پورا ملک اس کو واپس کر کے فورًا اپنے صوبہ کو لوٹ جاے، اس خط کا شانِ نزول یہ ہے، کہ اس عرصہ مین قطب الملک کے سفیر عبد الصمد نے دارا اور اس کی جماعت کو اپنا موافق بنا کر شاہجہان کو یہ یقین دلا دیا، کہ قطب الملک نے ہر شرط منظور کر لی ہے، البتہ اورنگزیب اس کو تنگ اور اس سے مزید رقم وصول کرنے کے لیے وہان موجود ہے، اور حملہ کے وقت سے اس نے اس وقت تک لاتعداد جواہرات اور دوسری قیمتی چیزین تحفے کے طور پر قبول کر لی ہین، اور ان کی بادشاہ کو اطلاع بھی نہین دی ہے بس پھر کیا تھا، شاہجہان نے بلا تحقیق فورًا ہی مذکورہ بالا حکم نافذ ہی نہین کر دیا بلکہ اس کے ساتھ نامہ برون کو بھی ہدایت کر دی گئی کہ وہ اس کے مضمون کی تشہیر کرین، اورنگا

[1] چنانچہ غریب میر سید محمد و مد میر فیض نذر بخاری ... انھین ان کے نذر ہوا۔

نتیجہ یہ ہوا، کہ ابھی اورنگزیب، شاہجہان کے حکم کے مطابق شہزادہ سلطان کی رسم نکاح کو ادا بھی نہ کر سکا تھا، کہ ۱۴ رجادی الثانی (۳۰ مارچ) کو تمام فوج کو دفعتہً روانگی کا حکم دینا پڑا، اور یہ نکاح اس روانگی کے ۵ دن بعد ۱۹ رجادی الثانی (۲۵ مارچ) کو معمولی طور سے انجام پایا[1]

اسی واقعہ کی وجہ سے اورنگزیب کی عزت وخود داری کو جو صدمہ پہنچا، وہ اس مزید رنجش اور کشمکش کے مقابلہ مین جو اسی سلسلہ مین باپ بیٹے مین پیدا ہوئی، بالکل معمولی معلوم ہوتی ہے، اس کشمکش کے حالات سے پتہ چلتا ہے، کہ شاہجہان، اورنگزیب کو کس طرح بے اعتبار سمجھتا تھا، اور کس طرح اس کے خلاف ہر شکایت کو سچ تسلیم کرکے اس کے خلاف ذلیل سے ذلیل کاروائی کرنے پر تیار ہو جاتا تھا، ہم شاہجہان کی ان غیر پدری وغیر منصفانہ کاروائیون مین سے بعض کو اجمالاً بتا دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جاے کہ جنگ برادران کے لیے خود شاہجہان کس طرح راستہ صاف کر رہا تھا:

باپ بیٹے کا اختلاف شاہجہان نے اورنگزیب سے جس وقت گولکنڈہ کے خلاف فوجی کاروائی کرنے کو کہا تھا، اس وقت اس سے یہ بھی وعدہ کیا تھا، کہ اس جنگ مین جو "جواہر وافیال" ملین گے، وہ سرکاری ملکیت ہون گے، اور جو نقد وصول ہوگا، وہ اورنگزیب کا حق ہوگا، چنانچہ

[1] اورنگزیب اور قطب الملک سے جو آخری صلح ہوئی ہے اسمین یہ تھا کہ وہ ایک کروڑ ۲۵ لاکھ تاوان دے اسمین سے اورنگزیب نے پہلے ۲۵ لاکھ اور پھر دس لاکھ گھٹا دیے اور پھر ۲۰ لاکھ شاہجہان نے معاف کر دیے، اس طرح اسے تقریباً ۷۰ لاکھ ہی دینا پڑا، دوسری چیز یہ تھی کہ رامگیر کا علاقہ بطور ضمانت مغلون کے حوالہ کر دیا جائے، تیسری چیز سلطان محمد کی قطب الملک کی دوسری لڑکی سے شادی اور چوتھی چیز جیسا کہ بعض مورخین کا بیان ہے، یہ تھی کہ چونکہ قطب الملک کے کوئی اولاد نرینہ نہین ہے، اسلئے اسکی موت کے بعد سلطان محمد ہی قطب الملک کا جانشین ہو، یہ ایک خفیہ معاہدہ تھا، لیکن میر جملہ کے ذریعہ شاہجہان کو بھی شاید اس کا علم ہو گیا تھا،

اورنگزیب نے اسی وعدہ پر بھروسہ کرکے دوسرون سے روپیہ قرض لیکر جنگ کے اخراجات برداشت کیے، لیکن جب لڑائی ختم ہوگئی، تو شاہجہان نے اس خیال کے زیر اثر کہ اورنگزیب نے لامعلوم بیش قیمت تحائف قطب الملک سے لیے ہین، اور ان کی اطلاع تک نہین دی ہے، لکھا کہ "نقد و جنس جو کچھ ملا ہے، سب کا سب سرکاری خزانہ مین داخل کر دیا جائے" اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب تقریباً ۲۰ لاکھ کا مقروض ہوگیا، چنانچہ اس کے متعلق اورنگزیب ایک خط مین میر جملہ کو، جو معظم خان وزیر شاہجہان ہوچکا ہے، لکھتا ہے:-

"چوں در آغاز این مہم فرامین مقدسہ بصدور پیوستہ کہ از جملہ پیشکش قطب الملک جواہر و افیال تعلق بسرکار بادشاہی دارد و نقد ہر چہ بدست آید بسرکار عالی متعلق است، و برائے سرانجام ضروریات مہم و سامان سپاہ مبلغے درکار بود، بنابراں تکیہ بر احکام والا نمودہ و در حین رجوع خدمت، التماس مساعدہ مناسب ندانستہ مبلغ معتدبہ از خانہ زاد اعلحضرت بطریق دست گرداں گرفتہ، صرف تہیۂ سفر و سرانجام مردم خود ساختیم و مطمح نظر آں بود کہ از جملہ آنچہ بما عائد گردد، عوض دادہ خواہد شد

دریں ولا کہ تمامی مبلغ پیشکش بہ سرکار عالی تعلق یافتہ ہر چہ تا حال بہمہ جہت واصل شدہ بود، داخل خزانہ عامرۂ دولت آباد گردیدہ، فکر ادائے قرض و طلب سپاہ وغیرہ کہ قریب بست لک روپیہ است بغایت دشوار مینماید، نزدیک شش ماہ بہ طلب مردم شدہ و ازیں رہگذر تفرقہ بحال اکثرے راہ یافتہ" (آداب نمبر ۷۰)

لیکن شاہجہان نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خدمات انجام دی تھین ان کے صلہ مین اس کو یہ خط ملا کہ تمھارے پاس تحفہ کے طور پر جو کچھ ہے اس کو تم فوراً دربار مین بھیجدو، اس کے جواب مین اورنگزیب نے ان تمام چیزون کو جو اس کے دس

اس کے بیٹے کو ملی جہین بادشاہ کے پاس بھیجدیں، اس کے ساتھ اس نے اس کے متعلق جو مفصل خط معظم خان کو لکھا ہے، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اورنگزیب پر اخفائے تحائف کا جو الزام لگایا گیا تھا، کس قدر غلط تھا، شاہجہان کا طریقۂ کار کس قدر اشتعال انگیز تھا، اورنگ زیب کو اس سے کس قدر روحانی صدمہ پہنچا، اور اس کے باوجود اس نے کتنے ضبط، کتنے صبر اور کتنی اطاعت گذاری سے کام لیا[1]،

"اگرچہ باوجود مشاہدہ بعض امور خلافِ رسمِ عادت کہ بتقریب چنین خدمت و فرمان برداری

[1] اورنگزیب کا ایک اور خط جو میر جملہ کے نام ہے، اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے، اس کا ضروری خلاصہ یہ ہے:۔

"کیفیت وکمیت آنچہ از جواہر واسپ وفیل قطب الملک بسرکار عالی فرستادہ وبفرزند سعادتمند کامگار ما دادہ واز جملہ یک کرور وپانزدہ لک روپیہ پیشکش بادشاہی محسوب نشدہ برآں عمدہ دولتخواہان درگاہِ معلی پوشیدہ نیست تمامی آں اشیا منحصر بود در چند زنجیر فیل وچند سر اسپ وپارۂ مرصع آلات کہ ایشاں وعمدۃ الملک خان جہاں نیز آنرا دیدہ اند، چوں دراں میاں چیزے کہ تحفگی داشتہ باشد نبود الماس طرۂ آوردۂ والدۂ قطب الملک چنانچہ بنظرِ ایشاں درآمدہ خال سیاہے داشت وقیمتِ یاقوت فرستادۂ او بچہار ہزار روپیہ نمی رسید، مکرر واپس دادہ بودیم، وثانی الحال نظر بآنکہ قیمتِ ایں اشیا در مبلغِ پیشکش بادشاہی محسوب نیست بالتماسِ خان مشار الیہ گرفتیم واز آنجا کہ ایں چیزہا شایستۂ آں نبود کہ کیفیتِ آں را داخل عرضداشت تواں کرد معروض نداشتیم خدانخواستہ اگر اخفا غرض می بود چرا ابعد ہا می نمودیم، الحال نیز اگر مرضی طبع اقدس باشد آں الماس را کہ کارگراں خالِ سیاہ از وی تراشتند با یاقوت مذکور از نظر انور می تواں گذرانید، ہرگاہ جوہرِ جان ونقدِ رواں در راہِ مریدی وبندگی درمیان باشد خذف ریزۂ چند چہ خواہد بود کہ دریغ داشتہ شود۔" (آداب ۱۸۷)

بمنصۂ ظهور آمده موجبِ حسرتِ ما و شماتتِ اعدا گردیده، نمی خواستیم، که باظهار برخے از مقدمات
بپردازیم و از آنجا که جمیع اوقات تحصیلِ خوشنودیٔ اعلیٰحضرت را فوقِ متمنیاتِ خویش داشته
نسبتِ ہیچ دولت را باآں برابر نمی داریم، بے عنایتی را محض عنایت و ارشاد انگاشته راضی
نبودیم که شمه از آنچه دریں وقت بر ما گذشته از دل بزبان آوریم، چه نتیجۂ حسن خدمت وابسته
بمساعدت بخت و طالع است و مریدان و بندها را نظر برآں نبوده و نیست، لیکن چوں
دریں ولا از عرضه داشتِ وکیلِ دربارِ معلی سمتِ وضوح گرفت که اعلیٰحضرت ازیں که حقیقت
آنچه قطب الملک دریں سفر ندامت ثمر با فرزند سعادتمند برخوردار فرستاده معروضِ محفل
مقدس نگردیده طیش بسیارے می فرمایند، و توجه بتحقیقِ آں مبذول است، بنابراں لازم نمود
که سطرے ازیں ماجرا بآں خان رفیع مکان که واقف حال اند، و چیزے برایشاں پوشیده
نیست بنویسیم تا در ہنگام مناسب بعرضِ اقدس رسانند،

مستور نماند، که چوں قطب الملک باآں ہمه تشدد و تاکید که در بابِ جواہر با وی نمودیم، از
شنیدنِ خبرِ تعرضاتِ دربارِ گردو نمدار که در لشکر اشتہار یافته بود، و اطلاع بر مضامینِ فرامین
مطاعه که از روے عتاب بما و عمدة الملک خانخانان بصدور می پیوست، خیره شده جواہر
خوب ظاہر نساخت، و اصلا چیزے که شایستگیٔ پیشکش داشته باشد نفرستاده، قرار داده
بودیم که ہرچند او توفیقِ ایں معنی نیافته از شرمندگیٔ خود و انفعالِ دیگرے باک ندارد،
بانکه جان و مال را نثار و فداے راه و رضاے پیر و مرشد حقیقی میدانیم بعد از رسیدن
بدولت آباد پیشکش را بآئینے لائق که در نظرہا بنماید، و سبب آفرین و تحسین گردد سرانجام داده
و سواے جوہر و مرصع آلات و افیاے که قطب الملک چه در پیشکشِ بادشاہی و چه بما داده
و جواہر خوب دیگر از زرِ پیشکش ابتیاع نموده و ہرچه از جمله جواہر که دریں مدت بدفعات

او و عادل خاں برائے ما فرستادہ اند، قابل بودہ باشند، براں افزودہ با زیادہ از صد
فیل تو زک تمام بدرگاہ آسماں جاہ ارسال خواہیم داشت، چنانچہ مکرراً ما فی الضمیر خود
با ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں بیان آوردہ در پئے ابتیاعِ فیلاں بودیم، لیکن
ازانجا کہ بمقتضائے آنچہ گفتہ اند،

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

پیش از ظہورِ مکنونِ خاطرِ ملک ناظر و قبل مراجعت از صوب گلکندہ مناشیرِ والا مشتمل بر احکامے
کہ مطلقاً بہ مرادِ ما آشنا نبود، و اصدار آں بجانیان و گناہگاران مناسب می نمودہ متواتر
صادر شدن گرفت، و قدغن بر قدغن فرمودہ اند کہ جواہر و مرصع آلات و افیال پیشکش
قطب الملک را با طلا آلات و نقرہ آلات پیش از برسات بجناب خلافت بفرستیم
و باقی خود را بخزانۂ عامرہ بسپاریم و دریں باب مبالغہ بحدے رسید کہ گویا ما تمامی پیشکش
را از خود دانستہ بدرگاہ نخواہیم فرستاد یا چیزے ازاں میاں غائب خواہد شد، و خبرِ بے توجہی
و تعرضاتِ اعلیٰ حضرت و عزلِ واقعہ نویس و غضبے کہ بر رفتہ از نوشتجاتِ ہرکارہائے
دربارِ معلی بعادل خاں و قطب الملک رسیدہ باعثِ شماتت گردیدہ شورش افزائے
خاطر شدہ بود، چنانچہ آنہا بحاجبانِ ما اظہارِ ایں معنی می نمودند و مع ہذا فرصتِ آں نیافتیم
کہ پیش نہادِ قصدِ خود را کہ در سرانجام پیشکش داشتیم بعرضِ مقدس برسانیم تا صورت یافتن
آں چہ رسد، بنا براں از روے اضطرار مطابق فرمودہ بعمل آوردہ ہرچہ در وجہ پیشکشِ
بادشاہی گرفتہ بودیم ارسال نمودیم، و آنچہ بجہت ما آوردہ بودند، و دراں بہتر از یک الماس
و از یک انگشتر یاقوت کہ ایشاں و خان جہاں بکرات آنہا را دیدہ اند، چیزے نیست،
و چوں شائستگی و تحفگی باآں نبود، و الماس نوعے کہ آں دستور الوزرا دیدہ اند، خالی بنائے

داشت و وزن و قیمتِ یاقوت رُجحان داشته و تربیت دادن آن را در چنین وقت که تخواہ پیچیدہ

و فعلِ ما ندارند، و نزد ہر خاص و عام جرم و خیانتِ ما آشکارا شدہ، موجب مزید تعریض و

طیش تصور کردہ، دراں باب کوتاہی نمودیم، اکنون کہ ہمگی توجہ والا مصروف بتحقیقِ مخفیاتِ

ما است، آں الماس را کہ خال از وی تراشیدند، نیمکارہ با انگشتر یاقوت و جمیع جواہرے

کہ در یساق خیر مساق بدست آمدہ بود، با جواہرے کہ برائے فرزند سعادتمند بدفعات فرستادہ

و صندوقہائے کہ بعرض اشرف رسیدہ ہمان است باتمام مصحوب ملازمان سرکار بدرگاہ

ارسال داشتیم، کہ از نظرِ انور گذشتہ بر تقدیرے کہ مقبول نیفتد آنچہ بنام ما بودہ بجائے خود

عنایت فرمایند، کہ بقطب الملک برساند و تفصیلِ فیلان و اسپان فرستادہ نیز موجب

افراد جداگانہ با این نشان مرسل گشت، خدا نخواستہ اگر براحتاکہ تنگ ... انگشتری خاتم

این درگاہ است، مطلوب می بود، چرا بعہدہائے بادشاہی نمی نمودیم و جواہرے کہ خان

جہاں چرا آنرا قیمت می کرد، چوں این چند سنگریزہ کہ اعتبار و مقدار آں معلوم است

ومکرر واپس دادہ بودیم و بمبالغۂ بسیار گرفتہ شدہ از جملہ یک کرور و پانزدہ لک روپیہ

پیشکش مقررے محسوب بنود، حقیقتِ آں را داخلِ عرضداشت نمودہ بودیم، پنہاں

داشتن چہ گنجایش دارد، اگر ما را باوجود نسبتِ مریدی و بندگی ما معتمد فرا نگرفتہ نظرے

بصدق و اخلاص و ارادتِ ما می فرمودند، و در برابر این قسم خدمتے کہ بمحض کرم الٰہی و

اقبالِ بادشاہی بتقدیم رسیدہ سبب بہجتِ اولیائے دولتِ قاہرہ گردیدہ، ...

سرانجام پیشکشے کہ باہتمام دیگرے گرفتہ نشدہ بود، بما وا نگذاشتند

پیش کشے لائق از نظرِ انور می گذشت و ہویدا باشد کہ ... مریدان چنیں پیشکشہا

نمایاں می توانند گرفت، و گذرانید و معنیٔ خلوصِ ارادت و اطاعتِ مرشد و ولی نعمت چیست

چہ تواں کرد کہ سعیٔ من و دل باطل بود" (آداب نمبر ۱۸۸)

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد کون انصاف پسند ہوگا، جو اورنگزیب کی مظلومیت پر اظہار افسوس اور اس کے ساتھ ہمدردی نہ کریگا، لیکن اگر یہ خرابی یہین پر آکر ختم ہو جاتی، تو بھی کوئی ہرج نہ تھا، جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، اس کا اثر خود اورنگزیب کی ذات سے گذر کر، اس کے انتظام مملکت پر پڑنے لگا، بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانون اور دوسرے لوگون نے جب دیکھا، کہ اورنگزیب کا نہ تو دربار مین کوئی اثر ہے، اور نہ اس کی کسی بات ہی کی شنوائی ہوتی ہے، تو انھون نے بھی اس کے احکام کی تعمیل مین غفلت برتنا شروع کر دی، اور اورنگزیب کے لیے یہ انتہائی آزمایش کا وقت تھا، وہ اپنی اس حالت کو اس طرح لکھتا ہے۔

"از انجا کہ این دنیاداران دکن از استماع خبر عدم استقلال و اعتبار ما و اطلاع بر بے توجہی اعلحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہ خلافت میرسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ بآنہا می رسانند، از نوشتہ و گفتۂ ما حساب نگرفتہ خود را از رجوع باین جانب مستغنی داشتند، تاکید ما در او اثر نہ کرد، و بمقتضاے انچہ نوشتہ بودیم بعمل نیاورد، و بعد ازین نیز ممکن نیست کہ نوشتجات ما بپذیرد۔"

(آداب نمبر ۱۹۱)

ایسی حالت مین اگر شاہجہان کا کوئی دوسرا لڑکا ہوتا، تو شاید اس سے یہ ذلت و رسوائی برداشت نہ ہو سکتی، مگر یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا، کہ اُس نے ایک مطیع و فرمانبردار لڑکے اور ایک اطاعت گذار سعادتمند بھائی کی طرح باپ اور بھائی کی ہر قسم کی چالون کو دیکھا، ان کے مظالم سہے، ان کی سازشون کا شکار ہوا، لیکن پھر بھی اس نے کوئی مخالف کاروائی نہین کی، اپنے فرض سے غافل نہین رہا، اور نہ اس نے کوئی سخت خط ہی لکھا، جب وہ بہت گھبرا جاتا ہے، تو اپنے ایک دوست و غمخوار کو صرف اس قدر لکھتا ہے، کہ

"شاید شب ماہم سحرے داشتہ باشد"

اورنگزیب کو یقین تھا، کہ جب میر جملہ دربار میں پہنچ جائے گا، اور دکن کے اصل واقعات
کو بے کم و کاست بیان کر دے گا، تو اس کا پوزیشن ایک بڑی حد تک صاف ہو جائیگا،
اور ایک مرتبہ وہ پھر منظورِ نظر ہو جائے گا؛ کہ میر جملہ کی آزادی، اور اس کے درجۂ وزارت تک
پہنچانے میں سب سے زیادہ جس شخص کا ہاتھ کارگر تھا، وہ اورنگزیب کا تھا، میر جملہ نے بھی اپنے ذاتی
اغراض کی کامل حفاظت کے بعد جہانتک ہو سکا اورنگزیب کی صفائی پیش کی ہے، اور اسی
وجہ سے جب اس کے وزیر ہونے کے بعد ۶ر محرم ۱۰۶۷ھ (۴ر نومبر ۱۶۵۶ء) کو عادل خان کا
انتقال ہو گیا، تو شاہجہان کو اس وقت تک اورنگزیب کی طرف سے اتنا اطمینان ہو گیا تھا،
کہ اس نے بیجاپور کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے جو حکم دیا تھا، اس میں اسی کو سپہ سالار بنا دیا، اور
اورنگزیب اپنے اس جدید فرض کی انجام دہی میں مصروف ہی تھا، کہ دارا کی سازشوں کے
دفعۃً رونما ہونے نے اورنگزیب کو برادرانہ جنگ کی تیاری کی طرف مجبور کر دیا،

جنگِ بیجاپور یوں تو اواخر ۱۰۴۵ھ (اوائل ۱۶۳۶ء) میں خود شاہجہان نے عادل خان سے
بہت اچھے شرائط پر صلح کر لی تھی، لیکن پھر بھی گذشتہ بیس سال میں ان کے تعلقات مسلسل طریقہ
سے خوشگوار نہیں رہے، اور ایک مرتبہ جبکہ عادل خان نے اپنے وزیر اعظم کو مغلوں کی طرح
"خانخانان" کا خطاب دیدیا تھا، اور دوسری مرتبہ جبکہ اس نے رسم و رواج کے خلاف ہاتھیوں
کی لڑائی میدان میں کرائی تھی، تو شاہجہان نے ان چیزوں کو شاہی اختیارات کے استعمال کا
جرم قرار دیکر عادل خان سے بازپرس کی تھی، اور عادل خان معافی نہ مانگ لیتا، تو اس جنگ
کے شعلے جو ۱۶۵۷ء میں بلند ہوئے، اس سے برسوں قبل دکن کو روشن کر چکے تھے، اس کے ساتھ
عادل خان کی اس اطاعت سے اس کو جو فائدے ہوئے، وہ بھی کم اہم نہیں ہیں، ایک طرف

تو شاہجہان نے اس کو "خان" کی جگہ "شاہ" کا خطاب دے کر اُسے اپنے ہمعصرون اور ہم چشمون
مین بہت بلند کر دیا، اور دوسری طرف مغل حملون سے مامون رہ کر اس نے دکن مین بحر عرب
سے لیکر خلیج بنگال تک اپنی حکومت قائم کر لی، اور اس طرح دکن کی سلطنتون مین وہ سب سے
زیادہ وسیع الحدود و باثر حکمران ہو گیا[1]، مگر اس کے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا،
کہ اس کو اس بات کا بھی برابر احساس تھا، کہ مغل حکومت اُس سے جن احکام کی تعمیل کرانا چاہتی
ہے، یا جس اطاعت کی طالب ہے، وہ اس کی خود داری اور اس کے خلافِ شان ہے، اور اسی
وجہ سے جب کوئی فرمان مغل دربار سے اس کے پاس آتا، اور اصولاً دس "فرمان باڑی" تک
اس کا استقبال کرنا ہوتا، تو وہ جس صورت سے بھی ہو، اپنی اس علانیہ کم مرتبگی سے بچنے کی کوشش
کرتا، کبھی وہ قاصدون کو گران بہا رقم دے کر اس رسم سے نجات حاصل کرتا، اور کبھی بیمار بنجاتا،
چنانچہ جب اورنگزیب، دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور اسے عادل خان کا یہ حال اور اس کی یہ
چال معلوم ہوئی، تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اور شاہجہان نے اورنگزیب کے
اس بیان کی تصدیق کے لیے عادل خان کے پاس جن قاصدون کی معرفت فرمان بھیجا، ان کو
یہ تاکید کر دی، کہ وہ عادل خان کو اس کی پیشوائی پر مجبور کرین، اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے،
ان کو اورنگزیب نے ان الفاظ مین شاہجہان کو لکھا ہے:۔

"عادل خاں کہ دریں چندگاہ بیماری را بہانہ ساختہ از دسے کوتہ اندیشی بمراسم استقبالِ
مناشیر مطاعہ نمی پرداخت با آنکہ دریں باب از پیشگاہِ خلافت حکمے بالصّا در شدہ بعض تمارض
واغواے مردم در تقدیم وظائفِ عبودیت واطاعت تہاون می ورزد، وریں مرتبہ
نیز ارادہ نمودہ بود، کہ مثل گذشتہ از دریافتِ ایں سعادت محروم شود و فرستادہاے بارگاہ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو بساتین السلاطین ص ۳۴۵-۳۱۲،

معلی را برخلافِ قانونِ قدیم بدستور جہت کہ دریں ایام پیش ازینہا رفتہ بودند بخانہ جاگیرِ خود فرود آوردہ آنہا را بفریب و فسون از راہ برد، چنانچہ بمجرد استماعِ ورودِ فرمانِ لازم الاذعان خود را مریض و رنجور قرار دادہ میخواست کہ بمکر و تزویر بمراسمِ استقبال نپردازد، و بوسیلۂ تطمیع از کسبِ ایں شرف و عزت متقاعد گردد، ولیکن چون اعلیحضرت از روے کرامت حکم فرمودہ بودند کہ نام بردہا باتفاق حاجب ایں مرید اورا بایصالِ عطایاے پیشگاہ خلافت سربلند سازند، ہرچند دست و پا زد، اندیشہ از قوت بفعل نیامد و بعد از تعلل بسیار و گفتگوے بیشمار تا باغ افضل کہ از جاے بودنِ او دو کردہ رسمی است در برابر تالاب شاہپور واقع شدہ، باستقبالِ فرامین شتافتہ، بوصولِ منشور لامع النور و عطیۂ بارانی سرفرازی اندوخت و ملازمانِ درگاہ را بست روز بلطائف الحیل نگاہ داشتہ رخصت نمود، اگر بعد ازیں نیز ہمیں وتیرہ مقرر گردد، تا موضع ارکہرہ کہ از قدیم براے استقبالِ فرامین تعین است بے توقف و تاخیر خواہد شتافت،

محمد میرک و ابو طالب زیادہ آنچہ حکم شدہ بود، توقفے نکردہ مبلغ معتدبہ کہ عادل خاں تبرع عدمِ تکلیفِ استقبال براے آنہا فرستادہ بود نگرفتند، و دنیک کہ در وقت رخصت بآنہا می داد، بجہتِ پاسِ حکمِ اقدس واپس دادند، اگر دیگراں نیز کہ پیش ازیں بداں جا رفتہ بودند پاسِ خانہ زادی و بندگیِ درگاہِ آسمان جاہ داشتہ، توفیقِ امانت و دیانت می یافتند و اورا چہ قدرت و کدام یارا کہ ایں قسم سلوکِ ناشایستہ کہ حد امثال او نیست توانستے نمود، و در تقدیم وظائفِ عقیدت و بندگی کہ شرفِ روزگارِ نامورانِ آفاق است عذر و بہانہ آوردہ (۱/۱۰۶)

اس کے علاوہ ہم کو یہ ناقابلِ تردید حقیقت بھی [illegible] رکھنا چاہئے کہ مغلوں [illegible] کے عہد

ہی سے یہ حکمت عملی رہی ہے، کہ جس صورت سے بھی ہو سارے دکن کا بھی الحاق کرلیا جائے نظام شاہی حکومت کا حشر اور بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف فوج کشی کے مسلسل واقعات ہمارے پیش نظر ہین، خود ان دکنی ریاستون کو بھی اسکا علم تھا، اور وہ مغلون کی موجودگی مین ایک طرف تو مغل حکومت سے اطاعت و فرمان برداری کا اظہار کرتے تھے، اور دوسری طرف آپس مین ایک دوسرے کی امداد کی سازشون مین لگے رہتے تھے، اور ہمارا خیال ہے، کہ ان کے خاتمہ کی بڑی وجہ اُن کی یہ دورنگی چال بھی، کیونکہ جب کبھی مغل حکومت کو ان کی اس قسم کی خفیہ سازش کا پتہ چلتا، تو وہ اس کو اپنی منفعت و مصلحت کی بنا پر وہین کچل ڈالنے کی کوشش کرتے، مگر اس وقت ہم کو چونکہ صرف اورنگ زیب کے عہد نظامت سے تعلق ہے، اس لیے ہم یہان پر اُسی سلسلہ کے واقعات کا تذکرہ کرین گے، جو اس کی صوبہ داری سے متعلق ہین،

اورنگزیب جب صوبہ کا گورنر ہوا، تو اس کو بیجاپور کے متعلق جو پہلی اطلاع ملی، وہ خوشگوار نہ تھی، بلکہ اُسی وقت شاہجہان اور بیجاپور کے تعلقات بہت کشیدہ تھے، چنانچہ جب شاہجہان نے ان ناخوشگوار حالات کی اطلاع نئے صوبہ دار کو دی، تو اس نے جواب مین لکھا کہ:-

"نقل واقعۂ بیجاپور کہ حسب الحکم الارفع سید علی فرستادہ بود، رسید بر مضمون آں اطلاع حاصل گشت، عجب کہ آں حق ناشناس قدر عنایات و تلطفات بے اندازۂ آنحضرت را کہ زیادہ بر حوصلۂ او بظہور رسیدہ نداند و کفران نعمت نماید، انشاء اللہ تعالے عنقریب جزائے آں خواہد یافت" (۱۱۴)

بہرحال جب اورنگزیب برہان پور پہنچا اور اُس نے عادل شاہ کو اپنے صوبہ دار ہونے کی اطلاع دی، تو اُس نے رسماً بعض چیزین اورنگزیب کے پاس تحفۃً بھیجدین اور نگزیب نے بھی اس کے بعد اپنا ایک سفیر مقرر کر کے بیجاپور روانہ کیا، اور اس کے ساتھ بھی کچھ چیزین عادل شاہ

کو بھیجیں اس کے ساتھ اس نے شاہجہان کو بھی اپنی اس کاروائی کی اطلاع دی :-

"عادل خان طرہ وزہ گیر مرصع و فیلے با تلایہ ارسال داشتہ، قبل ازیں ہرگز چیزے بایں زبونی بایں مرید نفرستادہ، بہمہ حال بنا بر امتثال حکم مقدس آنچہ فرستادہ بود بنگاہداشت .... ایں عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور ..... بتعین نمودہ، بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات ...... خواہد فرستادہ" (آداب)

اگرچہ یہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، لیکن اورنگزیب کو ان دونوں ریاستوں سے عدم وفاداری کی برابر شکایت رہی، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب سے بہترین توپ انداز مانگے، تو اس نے شاہی دکن میں جتنے توپ انداز تھے، ان میں سے بہترین کو روانہ کر دیا، لیکن اس کیساتھ یہ بھی لکھدیا کہ

"در بیجاپور و گلکنڈہ توپ اندازانِ خوب نشان می دہند، و دنیا دارانِ دکن آنجا باوجود لافِ عقیدت و بندگی و شمولِ عنایات و تفقداتِ بے اندازۂ بادشاہانہ کہ زیادہ از حوصلۂ آنہا شدہ و میشود، دریں یساقِ ظفر مساق کہ بخیریت نوبت چہارم بوقوع خواہد آمد، ہیچ گونہ خدمت بتقدیم نرسانیدہ، اگر حکمِ اقدس دریں باب بآنہا صادر گردد سعادتِ خود دانستہ امتثال خواہند نمود" (آداب)

اس خط سے یہ بھی صاف پتہ چلتا ہے، کہ اورنگزیب ایک کام بھی شاہجہان کے حکم کے بغیر نہیں کرتا تھا، پھر اس پر ان دکنی حکومتوں کے خلاف سازش کا الزام کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے،

قطب الملک سے سازش

بیجاپور سے اختلاف کی وجہ یہ بھی تھی، کہ وہ شاہجہان کے پاس پیشکش روانہ کرنے میں بہت تساہل کرتا تھا، اور کئی کئی سال گذر جاتے ہیں اور ہم کو بیجاپور کی طرف

سے کوئی نذر بھی دربار شاہی میں گذرتی نظر نہیں آتی، اس کے علاوہ کرناٹک کے سلسلہ میں اس
نے جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ بہت کچھ تعلقات کی کشیدگی میں معاون ہوا، اور اگرچہ اُس نے
ابتدا میں ایک "بے عیب فیل" بھیجکر شاہجہان کو راضی کر لیا تھا، لیکن پھر بھی مغل حکومت اس
سے مطمئن نہ تھی، ان سے بڑھکر جس چیز نے تعلقات کو بہت زیادہ کشیدہ کر دیا تھا، وہ عادل
شاہ کا وہ معاندانہ رویہ تھا، جو اس نے قطب الملک سے جنگ کے وقت مغل حکومت
کے خلاف اختیار کر لیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے متعدد خطوط میں بیجاپور کی اس دو رنگی
کی شکایت کی ہے، ایک خط میں وہ لکھتا ہے :-

"چوں دریں ولا از نوشتۂ حاجب بیجاپور ہویدا گردیدہ کہ عادل خاں باوجود اطلاع
بر حکم لازم الاتباع از خبثِ طینت قصدِ آں دارد، کہ در مقامِ امدادِ قطب الملک
درآمدہ، جمعے را بکومکِ او بفرستد، بنابرآں ایں مرید فشانے بحاجبِ بیجاپور مذکور ارسال
داشت تا او را از وخامت عاقبت نافرماں برداری تخویف نمودہ ازاں اندیشہ
بازدارد، اگر موی الیہ . . . . . ترکِ ایں ارادہ نکند انشاء اللہ تعالیٰ . . .
. . . . . اورا نیز . . . . . نوعے کہ باید تنبیہ خواہد نمود" (۱۲/۹۸)

دوسرے خط میں لکھتا ہے کہ

"عادل خاں سپاہِ خود را از اطراف طلب نمودہ درپئے جمع اسباب ادبارِ خویش
ست و بتحریکِ اغوائے جمعے کوتہ اندیش لشکر باعانت کمک قطب الملک خواہد
فرستاد" (۱۳/۹۹)

اورنگ زیب نے عادل شاہ کو جو خط لکھا تھا، اس کا ظاہری نتیجہ اتنا ضرور ہوا، کہ اس
نے اورنگ زیب سے اپنی بریت کا اظہار کیا، لیکن درپردہ وہ اپنی سازش میں لگا رہا،

اورجب اورنگزیب کو اس کی اس دورنگی چال کا حال معلوم ہوا تو اس نے شاہجہان کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"عادل خان اگرچہ بحسب ظاہر خیال وامی نماید، کہ ورا با امداد و اعانت قطب الملک کارے نیست، لیکن پنہاں در مقام تہیۂ اسباب کمک در آمدہ، مردم خود را بسر حدہا تعیین ساختہ و جمعیت را از جا طلبیدہ در استحکام برج و بارۂ قلعہ بیجاپور و سائر قلعۂ متعلقۂ خود و سرانجام توپخانہ بجد آست انچہ بر زبان او می گذرد، دلش را از اں خبرے نیست۔" ($\frac{15}{101}$)

چنانچہ عادل شاہ نے بیس ہزار فوج افضل خان کی معرفت حیدرآباد کی مدد کے لیے چپکے سے روانہ بھی کر دی،

"عادل خان ناعاقبت اندیش۔۔۔۔۔ افضل نام بھتیارہ را۔۔۔۔۔۔۔

باپانزدہ بست ہزار سوار بکمک قطب الملک فرستادہ، او باہمراہاں بہ بست کروہی حیدرآباد رسیدہ" ($\frac{16}{102}$)

یہ اطلاع پاکر اورنگ زیب خود حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا، اور شاید اسی خطرہ کو محسوس کر کے عادل شاہ نے اپنی فوج نہایت خاموشی کے ساتھ واپس بلائی، اورنگزیب نے بھی یہ دیکھکر کہ اس نے کوئی عملی نقصان نہیں پہنچایا ہے، اس سے اس وقت کوئی تعارض نہیں کیا، مگر عادل شاہ اس کے ساتھ ایک چال چلا، اس نے اپنے ملازم ساہوجی بھوسلہ کے لڑکے شیواجی کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ وہ مغلوں کے سرحدی مقامات پر حملہ کرکے ان کی توجہ کو تقسیم کر دے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی کہ

"شیواجی پسر ساہو بھوسلہ کہ در محال متعلقۂ خود کہ در سرحد جنیر است می باشد در ان حدود شورش انداختہ" ($\frac{13}{39}$)

مغل کرناٹک پر حملہ | دوسری طرف اس نے شیواجی کے باپ ساہو بھوسلہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا، کہ جس طرح قطب الملک نے کرناٹک کے اس علاقہ مین جو میر جملہ کو ملا تھا ۸۰ میل تک قبضہ کر لیا تھا، وہ اس علاقہ پر قبضہ کر لے، اورنگزیب کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی، اور اس نے اپنے افسر کو جو اس علاقہ مین تھا، لکھا کہ وہ کرناٹک جا کر میر جملہ کے ملازم محمد ہاشم کو مدد دے، چنانچہ یہ افسر کرناٹک گیا، اور اس نے ساہو کو شکست دی، اس فتح کی اطلاع اورنگزیب اس طرح دیتا ہے کہ

"بسامع علیہ رسید کہ ساہوے بے عاقبت فتنہ سرشت از بندہاے بادشاہی وجمعیت عمدۂ خوانین زماں..... شکست خوردہ آوارۂ دشتِ ہزیمت گردیدہ، وجوہر جیشی قلعہ دار کہنوں (؟) ازیں ارادۂ خویش پشیمان شدہ، قدمِ ادبار بازپس کشید" (آداب نمبر ۹۶)

نئے قلعہ کی تعمیر | اس کے علاوہ عادل شاہ نے مغل سرحد پر نیا قلعہ بنوانا شروع کر دیا تھا، اور اس سے اورنگزیب کو اپنے سرحدی علاقہ کے متعلق خطرات پیدا ہو گئے تھے، اس نے شاہجہان کو اسکی اطلاع دی اور اس کے حکم کے بموجب اس قلعہ کو منہدم کرا دیا، انہدام کے متعلق اورنگزیب نے جو خط لکھا ہے اس کا ضروری حصہ یہ ہے:-

---

لے شاہجہاں سے صلح ہو جانے کے بعد ساہو عادل شاہ کے یہاں ملازم ہو گیا تھا، اور اس نے اسے رندولہ خاں کیساتھ کرناٹک فتح کرنے پر مقرر کیا تھا، کرناٹک کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسکو اسی علاقہ مین نئی جاگیر بھی دیگئی کہ اسکی پرانی جاگیر شیواجی کے قبضہ مین تھی، اسکے بعد جب وہ شیواجی کی بدعنوانیوں کی وجہ سے گرفتار ہوا اور چار سال تک قید رہکر آزاد کیا گیا تو اسے پھر کرناٹک ہی بھیجدیا گیا، اس وقت تک رندولہ کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے اب وہ بیجاپوری کرناٹک کا تنہا مالک تھا اور اس طرح باپ اور بیٹے دونوں الگ الگ اپنے علاقوں کو بڑھا رہے تھے، ساہو جی برادرانہ جنگ کے بعد کرناٹک ہی مین رہا،

(مفصل حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴)

"چوں دریں ولا بمسامع اقبال رسید کہ گماشتہاے عدالت نصفت مرتبت کہ متکفل مہات ولایت کوکن اند، درسرحد جنیر قلعۂ جدید احداث نمودہ اند، بنا براں . . . . . . فوجدار جنیر . . . وسائر بندہاے بادشاہی کہ دراں حدود جاگیر دارند مامور گردیدہ اند کہ . . . . . قلعہ مذکور را منہدم ومسمار ساختہ اثرے باں نگذارند" (آداب نمبر ۴۸۲)

یہان پر یہ بات بھی قابل توجہ ہے، کہ جنیر ہی کا وہ علاقہ ہے، جہان سے شیواجی اپنی غارتگری شروع کرتا ہوا[1]، احمد نگر کے مضافات تک پہنچ جاتا ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ گولکنڈہ کی جنگ مین اگرچہ عادل شاہ نے خود علانیہ مدد نہین کی تھی، لیکن شیواجی اور ساہوجی کے ذریعہ یقیناً اس نے مغلون کی توجہ کو تقسیم کرنے کی سازش کر رکھی تھی، اورنگ زیب کے ان خطوط سے جو اس نے معظم خان وغیرہ کو لکھے ہین، صاف پتہ چلتا ہے کہ اورنگزیب کو بیجاپور کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا، اور وہ اس بات کو بھی سمجھتا کہ قطب الملک نے صلح کرنے کے بعد جو معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے، اس مین بیجاپور کا بھی ہاتھ ہے، خود شاہجہان کو بھی ان تمام باتون کا علم تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جونہی اورنگزیب نے شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دی، کہ عادل شاہ کا انتقال ہوگیا ہے، تو اس نے فوراً نہ صرف اورنگزیب کو اس کے علاقہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا، بلکہ اپنے وزیر اعظم اور دوسرے سرحدی صوبہ دارون کو بھی اس کی مدد کے لیے روانہ کر دیا،

عادل شاہ کی وفات عادل شاہ نے ۲۹ محرم ۱۰۶۷ھ (۴ نومبر ۱۶۵۶ء) کو انتقال کیا، اورنگزیب نے ایک صوبہ دار کی حیثیت سے ایک طرف تو عادل شاہ کی بیوہ کے نام تعزیت کا خط لکھا،

[1] اس کی وجہ عام طور سے یہ بتائی جاتی ہے کہ اس ضلع کا دیش مکھیہ اسی خاندان کا آدمی ہوا کرتا تھا، اور شیواجی کی پیدائش بھی یہین ہوئی تھی، ڈف باب ۳ صفحہ ۱۰۳

اور دوسری طرف شاہجہان کو اس کے انتقال کی خبر دی، یہاں پر ہمارے بعض مورخین اورنگزیب پر یہ الزام لگاتے ہیں، کہ وہ بیجاپور پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھا، حالانکہ اورنگزیب کے ہزاروں خطوط میں کہیں بھی اس کا شائبہ تک نہیں ہے، ایک لائق بڑے مورخ نے بھی ان خطوط سے جو کرناٹک کے متعلق میر جملہ کو لکھے گئے ہیں، اسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، وہ ایک وقتی چال تھی، جس کا اسی وقت استیصال کر دیا گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ مغل حکومت ہر ممکن موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت کو وسیع کرنا چاہتی تھی، اور آج بھی یہ شہنشاہیت اور وسعت حکومت کا بھوت ہر حکومت پر سوار ہے،

اس کا جانشین عادل شاہ کی وفات کے بعد پہلا سوال اس کے جانشین کا تھا، اور اس معاملہ میں ضرور تھا کہ بیجاپوری حکومت مغل حکومت کا مزاج حاصل کرتی، کیونکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں بیجاپوری حکومت اگرچہ سالانہ کوئی پیشکش نہیں دیتی تھی، پھر بھی اس بات پر مجبور تھی کہ وہ ہر معاملہ میں مغل حکومت کے احکام کی پوری پابندی کرے، اور کوئی کام حتیٰ کہ افسروں کو خطاب دینا یا نیا قلعہ بنوانا تک اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، پھر جانشینی کا معاملہ کس طرح اس کی پسندیدگی کے بغیر طے ہو سکتا تھا، اس کے علاوہ اس معاملہ نے اس لیے اور بھی پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی کہ جس شخص کو اس کا جانشین بنایا جا رہا تھا، اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہیں ہے، بلکہ وہ "پسر خوانده مجہول النسب" ہے، اور ایسے شخص کا بلا اعلیٰ حکومت کی اجازت کے تخت پر بیٹھ جانا یقیناً سیاسی حیثیت سے خود سری کا مترادف تھا، مگر بیجاپوری امرا نے اس کا کوئی خیال نہیں کیا، اور عادل شاہ کی وفات کے بعد ہی اس پسر خوانده کو علی عادل شاہ ثانی کے نام سے

تخت پر بٹھا دیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کارروائی کو اپنے اختیارات مین مداخلت سمجھکر اورنگ زیب کو نہایت سختی سے لکھا کہ وہ بیجاپور پر حملہ کر دے، شاہجہان نے اس حملہ کا جو مقصد رکھا تھا اور جس سے اس کے دلی حالات کا پتہ چلتا ہے۔ اسے خود ہم کو اسی کی زبان سے سننا چاہیے، اورنگزیب میر جملہ کے ایک خط مین شاہجہان کے الفاظ نقل کرتا ہے:-

"اعلحضرت . . . . . . در منشورے کہ بعد تحقیق صحت خبر وفات عادل خان . . .

. . . . . بخط اشرف اعلیٰ بنام نامی ما صادر شدہ صریح حکم فرمودہ اند کہ . . . . .

بصوب سرحد بیجاپور توجہ نمودہ اگر تسخیر تمامی آن مملکت دست بہم دہد، فہوالمراد و الا ہر قدر قلاع و محال کہ از ولایت نظام الملک بہ عادل خان متوفی تعلق داشت بجوزۂ تصرف

لہ سر سرکار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے، کہ شاہجہان کو عادل شاہ کے اندرونی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا، لیکن جو حالات ہم نے عادل شاہ و شاہجہان کے تعلقات کے سلسلہ مین لکھے ہین وہ مظہر ہین، کہ شاہجہان کو اسکا حق حاصل تھا، اور آج بھی ریاستون مین گدی کے متعلق تمام جھگڑے ریزیڈنٹ یا گورنر جنرل ہی کے ایماء سے طے ہوتے ہین، اس کے علاوہ سرکار کا خیال ہے کہ [illegible] عادل شاہ کے محل خاص سے نہ تھا، لیکن اسی کی کسی دوسری منکوحہ کی اولاد ضرور تھا، جس کو اس کی محل خاص نے متبنی کر لیا تھا، لیکن یہ خیال بھی صحیح نہین ہے، اور نہ اس کے ثبوت مین کوئی تاریخی شہادت پیش کی [illegible] اگر وہ کسی منکوحہ کا لڑکا ہوتا، تو کہین اس کی اصل مان کا ذکر آتا، پھر خود مغلون کے یہان بادشاہ کی محترم حرمون کی جو اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے کو مساوی سمجھتی تھی، ایسی حالت مین اس کے متبنی کرنے کی کیا ضرورت تھی، تیسرے اورنگزیب نے اپنے تمام خطوط مین اس کو پسر [illegible] اور کوئی شخص دیدہ و دانستہ ایسے اہم معاملہ کے متعلق اس قدر مسلسل غلط بیانی نہین کر سکتا۔

درآوردہ بازاے عنایت مملکت قدیمہ ابراہیم خاں یک کرور روپیہ نقود و جواہر و فیال بجہت سرکار بادشاہی بیجاپور بلکہ روپیہ نقد براے سرکار عالی پیشکش گرفتہ بدستور ولایت گولکنڈہ را با نجا نیز خطبہ و سکہ را مقرر سازیم و بعد ازاں ہمت بہ تسخیر گولکندہ کہ بہ نسبت بیجاپور آسان تر است، مصروف داشتہ شود" (آداب نمبر ۲۰۲)

یہان پر اتنی بات تو صاف ہو جاتی ہے، کہ شاہجہان، بیجاپور کی اصل حکومت پر دست درازی نہین کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے ۲۰ سال پہلے بعض حالات کی بنا پر نظام شاہی حکومت کا جو حصہ عادل شاہ کو دیا تھا، اُسے حاصل کرے، اور اسے گولکنڈہ کے برابر کردے تاکہ ان دونون کی باہمی چشمک کا بھی خاتمہ ہو جاے، گولکنڈہ پر حملہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا، کہ قطب الملک نے وعدہ کے خلاف مغلون کے کرناٹکی علاقہ پر پیشقدمی شروع کردی تھی[1] یہ تمام حالات خطوط مین مفصل طور سے موجود ہین ہم طوالت کے خیال سے ان کو نظر انداز کرتے ہین، البتہ یہان پر اورنگزیب کے متعدد خطوط سے بعض کا وہ حصہ نقل کر دیتے ہین جس سے نئے حکمران کے ابتدائی حالات پر روشنی پڑتی ہے، اور جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہ تھا، چنانچہ اورنگزیب خود قطب الملک کو جو عادل شاہ کا سالا

---

[1] اورنگزیب نے ایک خط مین گولکنڈہ کی اس کاروائی کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے :-

"قطب الملک کوتہ اندیش را ہرچند بموعظت و نصیحت از خواب غفلت بیدار ساختیم و تیج و رکاکت ناشائستہ او را کہ دریں ایام کہ مرتکب آں گردیدہ بود، یاد و وانمودیم، اصلاح پذیر نگشتہ . . . . . . جمعیت خود را بصوب کرناٹک فرستادہ و باغواے زمینداراں آنجا پرداختہ کار بجاے رسانید کہ دراں سرزمین غبار شورش برخاستہ ایں اخبار بمسامع جاہ و جلال رسید حکم اقدس تخریب بنیان مملکت او صادر شد" (آداب نمبر ۲۰۳)

مگر اورنگزیب نے کچھ تو اس خیال سے کہ قطب الملک کو سر کر لینا آسان ہی اور کچھ اس لحاظ سے کہ حال ہی مین اس سے رشتہ داری قائم ہوئی تھی اور اس نے حتمی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ اورنگزیب کے احکام کی تعمیل کریگا، اس کے خلاف کوئی کاروائی نہین کی

تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"چوں قبل ازیں بعرضِ اقدس اعلیٰ رسیدہ کہ از صلبِ عدالت و نصفت دستگاہ فرزندے نیست کہ جانشینِ آں مرحوم مغفور تواند شد و آنچہ دریں ولا بسعیٔ خان محمد و گروہے دیگر در بیجاپور بظہور آمدہ منافیٔ آں است . . . . استفسار نمائیم کہ ایں نقشِ بے ثبات . . . . بدونِ حکمِ جہانمطاع عالم مطیع چگونہ صورت خواہد بست"

(آداب نمبر ۱۳۹)

بنام میر جملہ:۔

"عرضداشتِ محمد زمان حاجبِ بیجاپور رسیدہ و چوں مشتمل بود بر خبرِ وفات عادل خاں و جانشین شدنِ "پسرِ خواندۂ مجہول النسب" بسعی و اہتمامِ خان محمد آں را بعینہ بدرگاہ جہاں پناہ فرستادہ"۔ (آداب نمبر ۱۹)

بنام خان جہان (شایستہ خان):۔

"پوشیدہ نماند کہ عادل خاں بست و ششم محرم الحرام از جہاں رفتہ و ہمشیرۂ قطب الملک باتفاقِ خان محمد و جمعے دیگر از کوتاہ بیناں "پسر خواندہ مجہول النسب" را جانشینِ او قرار دادہ"۔ (آداب نمبر ۲۷)

جب اورنگزیب کو بادشاہ کا حکم ملا، تو اس کے ساتھ ہی اسے یہ ہدایت بھی ملی، کہ جبتک میر جملہ وہاں پہنچ نہ جائے، وہ اپنے دار السلطنت سے روانہ نہ ہو۔ اس حکم خاص کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے، کہ شاہجہان یہ چاہتا تھا، کہ پہلے حملہ کا انتظام مکمل اور پوری فوج کا حال معلوم ہو جائے، تو پیشقدمی کیجائے، لیکن قطب الملک سے جنگ کے سلسلہ میں اورنگزیب پر جو غلط الزام لگائے گئے تھے، اور جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک باپ بیٹے کی خط و کتابت بھی

بند رہی تھی، اُسے دیکھکر یہ باور کرنے کے بھی کافی وجوہ ہین، کہ شاہجہان اس مرتبہ اس بات پر راضی نہ تھا، کہ وہ اورنگزیب کو آزادانہ طریقہ سے ہر کارروائی کے لیے چھوڑ دے، بلکہ میر جملہ کو اس کے ساتھ رکھکر اپنے خیال مین اورنگزیب کی ایک ایک حرکت کی نگہبانی کرنا چاہتا تھا، مگر اورنگزیب کا دل پہلے سے ٹوٹ چکا تھا، دربار مین دارا کی مسلسل سازشون، بادشاہ کے بلاوجہ عتابون، اور دکن کے حکمرانون کی عدول حکمیون نے اسے انتہائی درجہ تک مایوس کر دیا تھا، اس کی تمام قوتِ عمل، اس کا سارا ولولہ، اس کا تمامتر جوش، ختم ہو چکا تھا، لیکن اس مایوسی، اس ناامیدی، اس ناکامی، اس نامرادی، اور اس تاریکی مین بھی اس نے امید کا دامن نہ چھوڑا، صراط مستقیم سے باہر قدم نہین رکھا، فرض شناسی سے غافل نہین رہا، اور اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل مین کبھی ایک لمحہ کی تاخیر، یا کوتاہی نہین کی، جب اس کو شاہجہان کا یہ حکم ملا، کہ وہ عادل شاہی سرحد پر حملہ آور ہوا، تو اس کا جی نہین چاہتا تھا، پھر بھی اس خیال سے کہ شاید اس کے ذریعہ وہ بادشاہ کو خوش کر سکے، اس مہم کی تیاری کے لیے آمادہ ہو گیا، وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"اگرچہ ما اعتماد و اعتبارِ خود را کہ تمشیتِ خدمات بغیر بودنِ آن میسر نیست کرۂ بعد آخری آزمودہ ایم، و بتازگی نیز ہرچہ روے دادہ از آغاز تا انجام بر ایشان ہویداست، لیکن براے پاس نسبت پدری و بندگی . . . . . . بقدر مقدور آنچہ بایستے در ہر باب بعمل آوردہ"

(آداب نمبر ۱۹۷)

اس خط سے زیادہ صاف الفاظ اس خط کے ہین، جو اورنگزیب نے شایستہ خان کو لکھا ہے:-

"اگرچہ دل و دماغ تقدیم این قسم خدمات نماندہ و ظہور نتائج خدماتے کہ قبل ازین بمحض فضلِ ایزدی تمشیت یافتہ خاطر را آنچنان مکدر ساختہ کہ دیگر ہوس کارے

تواں کرد، لیکن ازانجا کہ دریں وقت چنیں منصوبہ روے دادہ، از فطرت خویش بتہاون و تغافل راضی نشدہ، آنچہ بایستے عرضداشت نمودہ، اگر تہیہ اسباب از قرار واقع بشود امید بکرم الٰہی واثق است، کہ ایں مہم عمدہ نیز بوجہ شایستہ بانصرام رسیدہ سبب فرید حسرت بداندیشاں گردد۔" (آداب نمبر ۲۷۸)

اورنگزیب کا یہی استقلال، اس کی یہی اطاعت گذاری اور اس کی یہی فرض شناسی ہے جو اُسے ہمیشہ کامیابی تک پہنچاتی اور خود اس کے اشد ترین دشمنوں سے بھی خراج تحسین و آفرین وصول کرتی ہے؛

شاہجہان کو عادل خان کی موت کی اطلاع ۱۸ صفر (۲۶ نومبر) کو ملی، اور اس نے بلا پس و پیش اورنگزیب کو یہ حکم دیدیا کہ وہ اس مہم کو "بنہجے کہ مناسب داند بانجام رساند"، لیکن اسکے ساتھ یہ بھی لکھا کہ جبتک میر جملہ اورنگزیب سے آکر مل نہ جاے، وہ حملہ کے لیے روانہ نہو، میر جملہ کے علاوہ شایستہ خان کو یہ حکم ملا، کہ وہ اپنے صوبہ سے جاکر اورنگزیب کی عدم موجودگی مین دارالسلطنت دکن مین قیام کرے، اس کے علاوہ مہابت خان، نجابت خان، راجہ راے سنگھ، نصیری خان، مرزا سلطان وغیرہ بہت سے امرا کے نام بھی فرمان صادر ہوے، کہ وہ اپنے اپنے دستوں کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوجائین[1]، اس عرصہ مین بیجاپوری دربار کے امرا مین خود اختلاف شروع ہوگیا، ایک طرف خان محمد وزیر کی جماعت تھی، جو صلح و آشتی کے اصول کو پسند کرکے شاہجہان کو ہر قیمت پر راضی کرکے جنگ سے بچنا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ جماعت تھی، جو اپنی فوج کے بھروسہ پر مغلون کے مقابلہ پر آمادہ تھی، اور اول الذکر جماعت کو خائن و نمکحرام کہتی تھی، ان دونون جماعتون کے اختلاف نے بیجاپور کی مدافعتی تدابیر کو بہت کچھ

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث، ص ۳-۱۹۲؛

نقصان پہنچایا، اور اورنگزیب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،

میر جملہ ۲۳ر صفر (۱۰ر دسمبر) کو دہلی سے روانہ ہوا، اور ۱۰ ربیع الثانی (۱۶ جنوری ۱۶۵۷ء) کو اورنگ آباد پہنچا، اس عرصہ مین اورنگزیب بیکار بیٹھا نہین رہا، بلکہ ایک طرف تو اس نے سرحدی علاقہ کو مستحکم کرنا شروع کیا، دوسری طرف توپخانہ، رسد وغیرہ کا وسیع پیمانہ پر انتظام ہوا، اور تیسری طرف اس نے اپنے افسرون کو جو بیجاپور کے سرحدی علاقہ پر مقیم تھے، یہ لکھا کہ اگر بیجاپور کے افسر اور سپاہی وہان کے حالات سے برگشتہ خاطر ہو کر یا مغلون کی فتحیابی پر یقین رکھکر مغلون کی ملازمت مین داخل ہونا چاہین، تو ان کو فوراً لے لیا جائے، اور ہر اس شخص کو جو سو سپاہیون کا افسر ہو دو ہزار روپے پیشگی دئے جائین، کہ ان سے وہ سامانِ جنگ وغیرہ کی تیاری کرے، اس سلسلہ مین اورنگزیب نے ملتفت خان کو لکھا، کہ

"ازاں جماعت ہر کس کہ نزدِ او آمدہ باشد، یا بعد ازیں بیاید، ملاحظہ جمعیت او کردہ برصد سوار مبلغ دو ہزار روپیہ از خزانہ قلعہ احمد نگر گرفتہ در وجہ مساعدہ باو برساند" (آداب نمبر ۱۴۴)

اس سے اورنگزیب کا مقصد یہ تھا، کہ اگر اس نے بیجاپوری فوج کو ملا لیا، تو اسکا مقصد بلا کشت و خون حاصل ہو جائیگا، چنانچہ وہ اپنے اس مقصد کی اطلاع میر جملہ کو ان الفاظ مین دیتا ہے:

"بر آں عمدۂ دولتخواہاں پوشیدہ نماند کہ از استمالہ سپاہ بیجاپور مطلوب رجوع آں مردم و تفرقہ جمعیت غنیم است، ہمگی سعی آں داشتہ ایم کہ بہر طریق سپاہ آنجا، بایں طرف بیاید چہ دریں صورت سرانِ نامور مملکت نیز باندک دلاسا بلکہ خود بخود خواہند گردید" (آداب نمبر ۳۰)

اسی اثنا مین شیواجی نے جسنے بیجاپور کی جنگ کے پہلے ہی سے مغل سرحد پر لوٹ مار مچا رکھی تھی، اورنگزیب کے پاس ایک آدمی بھیجا، کہ اگر وہ اس کو کوکن کا وہ علاقہ جو عادل شاہ کے قبضہ مین ہے، دیدے، تو وہ اورنگزیب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر تیار ہے، لیکن شیواجی کی

یہ پہلی درخواست نہ تھی، بلکہ گولکنڈہ کی جنگ کے خاتمہ کے بعد بھی یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کی اطاعت کا اگر اظہار نہ کیا گیا، تو مغل فوج اسے کچل دیگی، اپنا ایک سفیر اورنگزیب کے پاس بھیجکر نہایت ہوشیاری سے اس بات مین کامیاب ہوگیا تھا، کہ وقتی طور پر مغلون کے حملہ کے خوف کو دفع کردے، اس سے پہلے بھی، اس وقت جبکہ مراد دکن کا گورنر تھا، اس نے اپنے اور اپنے باپ کی طرف سے اس قسم کی درخواست بھیجی تھی[1] لیکن مرہٹہ اصول کے موافق جب خطرہ دور ہوگیا، تو پھر علی حالہ اس نے بے راہ روی اختیار کر لی، اور اورنگزیب نے جواب مین چند شرطین لکھ کر بھیجین، لیکن وہ برابر ان شرائط کے قبول کرنے سے انکار کرتا رہا، تا آنکہ عادل شاہ کی وفات اور مغل حملہ کی اس کو اطلاع ملی، اب اُسے اس بات کا یقین تھا، کہ دونون قوتین اس کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کرینگی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ بیجاپوری اس کو زائد از زائد اس کے باپ کے علاقہ کا حقدار تسلیم کرلین گے، لیکن کوکن کا علاقہ ہرگز نہ دین گے، اس لیے اس نے اورنگزیب کے پاس اپنا سفیر روانہ کیا، اور اورنگزیب اسکی مرہٹہ چال کو خوب سمجھتا تھا، اس نے بھی اس کے جواب مین اپنی قدیم شرائط کا اعادہ کیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک طرف تو شیواجی

---

[1] مرہٹہ تاریخ سے واقف اصحاب خوب جانتے ہین کہ شیواجی نے کس طرح غداری، مکاری، فریب، اور بے ایمانی سے بیجاپوری علاقے کے قلعوں پر قبضہ کیا، کسطرح بیجاپوری خزانہ کو لوٹا، کس طرح قلعہ دار دن کو قتل کیا، اور کس طرح اس حکومت کی جسکا نمک اسکا خاندان عرصہ سے کھاتا آرہا تھا اور اس وقت بھی کھا رہا تھا، جڑ کھوکھلی کر دی، اور کس طرح جب جب سے خطرہ محسوس ہوا اس نے مغل دامن مین پناہ چاہی اور مراد کے وقت مین اس نے جو سفیر آگرہ بھیجا تھا اور مراد کے ذریعہ اس نے خود اپنے اور اپنے باپ کے لیے جو ملازمت حاصل کی تھی وہ اسوقت ملی تھی جبکہ ساہوجی کو عادل شاہ نے بیٹے کی بدعنوانیون کی سازش مین شرکت کی وجہ سے قید کر رکھا تھا، لیکن جب ساہوجی آزاد ہوگیا تو پھر نہ ملازمت تھی نہ اطاعت، بلکہ وہی لوٹ اور وہی غارتگری، سیواجی کے ان حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴،

کے باپ نے کرناٹک مین خلفشار رچایا اور دوسری طرف شیواجی نے جنیر اور احمد نگر کے مضافات تک تاخت و تاراج شروع کر دی، ہماری سمجھ مین نہین آتا، کہ ہم شیواجی کی اس افسوسناک حرکت کو کس چیز سے تشبیہ دین، اور اس کو ایمانداری کی کونسی قسم کہین، اورنگزیب نے اس کی مدافعت مین جو کچھ کیا، اور اس کو شکست فاش دیکر جس مرحمت خسروانہ، وسعت نظر، رحمدلی اور عفو و حلم کا ثبوت دیا، اس کو ہم آیندہ لکھین گے،

بیدر اور کلیانی کی فتح میر جملہ ۱۰ ربیع الثانی (۱۲ جنوری) کو اورنگ آباد پہنچا، اور ۱۲ ربیع الثانی (۱۸ جنوری[1]) ہی کو اورنگزیب اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا، اورنگزیب ۲۴ جمادی الاول (۲۸ فروری) کو بیدر[2] پہنچا، اور اس کے دوسرے ہی دن اس نے اس کا محاصرہ شروع کر دیا، اس قلعہ کا محافظ سیدی مرجان تھا، یہ تیس سال سے اس کا نگہبان تھا، اس نے بھی مدافعت کے لیے مکمل بندوبست کر لیا، اس لیے کچھ تو اس کی قوت مدافعت اور کچھ قلعہ کے استحکام کی وجہ سے اسکے فتح کرنے مین دیر لگی، لیکن آخری حملہ کے دن (۲۳ جمادی الثانی مطابق ۲۹ مارچ) قلعہ کے بارودخانہ مین آگ لگجانے کیوجہ سے ایک طرف تو سیدی مرجان بری طرح زخمی ہوا، اور دوسری طرف مغلون کو شہر مین داخل ہونے کا موقع مل گیا، سیدی مرجان نے اپنے کو قریب المرگ اور مقابلہ کو ناممکن سمجھکر قلعہ کی کنجیان اپنے ساتون لڑکون کی معرفت اورنگزیب کے پاس بھیجدین، یہان اورنگزیب کو ۲۳۰ توپین، ۱۲ لاکھ روپیہ اور بہت سا سامان حرب ہاتھ لگا،

اس قلعہ کو فتح کر لینے کے بعد اورنگزیب کا دوسرا کام یہ تھا، کہ وہ آگے بڑھے، کیونکہ گلبرگہ

[1] صاحب عمل صالح کا بیان ہے، کہ میر جملہ ۱۲ ربیع الثانی کو اورنگزیب کے پاس پہنچا، اور اورنگزیب اسی دن اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا، اس جنگ کے مفصل حالات کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۸۰-۶۰،

[2] بیدر کی تاریخ کے لیے دیکھو عمل صالح، گزیٹر ممالک محروسہ، اور خود اورنگزیب کے متعدد خطوط،

یا بیجا پور پہنچنے کے پہلے ضروری تھا، کہ راستہ مین کلیانی کا جو مضبوط قلعہ پڑتا ہے، اس کو فتح کیا جاے؛
مگر اس کے فتح کے لیے پہلی چیز یہ تھی، کہ کلیانی تک راستہ اور اس کے مضافات کا علاقہ بیجا پوری
فوج سے صاف ہوجاے، اس لیے اورنگزیب نے مہابت خان وغیرہ کے ماتحت ایک فوج اس
کام کے لیے روانہ کی، اور خود بیدر مین ٹھہر کر حملہ کی تیاری، سامانِ محاصرہ کی فراہمی، اور مسخر شدہ قلعہ
کی درستی مین لگ گیا، ۸ ر رجب (۱۲ ر اپریل) کو مہابت خان کی فوج کو راستہ مین بیجا پوری
فوجون سے دوچار ہونا پڑا، لیکن انھون نے تمام دن مردانہ وار لڑ کر ان کو شکست دی، اور جب
اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی کہ اب کلیانی تک راستہ صاف ہے، تو وہ ۲۳ ر رجب
(۲۷ ر اپریل) کو بیدر سے کلیانی کی طرف روانہ ہوا، اور ۲۹ ر رجب (۳ ر مئی) کو "بسرزمینِ کلیانی
پیوستہ در ہمان تاریخ برج و بارۂ آن را بنظر در آوردہ بمحاصرہ پرداختند" اسی اثنا مین بیجا پوریون کی
ایک بڑی فوج کلیانی کے پاس آکر جمع ہوگئی تھی، اور جب کبھی موقع دیکھتی تو مغلون پر حملہ آور
ہوتی، رسد تک کا پہنچنا تقریبًا ناممکن ہوگیا تھا، مگر اورنگزیب نے اس فوج کی کوئی پرواہ نہ کی، اور
اگرچہ ایک مرتبہ مہابت خان اور راجپوت سردارون سے جو رسد لا رہے تھے، ایک سخت جنگ
ہوئی بھی، لیکن چونکہ اس نے بیجا پوریون کو شکست دیدی تھی، اس لیے اورنگزیب نے اپنا کام محاصرہ
جاری رکھا، اس چیز نے بیجا پوریون کے دل مین یہ خیال پیدا کر دیا، کہ شاید مغلون کے پاس فوج
کم ہے، اس لیے انھون نے مغلون کی فوج پر جو قلعہ کے چارون طرف پھیلی ہوئی تھی، بان اور
بندوق سے حملہ کرنا شروع کیا، اورنگزیب نے جب دیکھا کہ شوخی حد سے بڑھ گئی ہے، تو اس نے
طے کر لیا، کہ محاصرہ کے خاتمہ سے پہلے ان سے نپٹ لیا جاے، اسی خیال سے

"از راہِ مصلحت فرستادنِ افواجِ نصرت امتزاج بصوب بجاے بجہت آوردنِ رسد
شہرت دادہ"

۲۴ر شعبان (۸ رمئی) کو وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا، تمام دن خان محمد، افضل خان،
وغیرہ کی ۲۰ ہزار فوج سے مقابلہ رہا، مگر بالآخر فتح اورنگزیب ہی کی ہوئی، اور اس کے بعد پھر بیجاپور
کو عرصہ تک مقابلہ کی ہمت نہ رہی، اورنگزیب اسی روز واپس آکر پھر محاصرہ مین مشغول ہوگیا،
تقریبًا دو مہینون کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ بیجاپوری اپنی منتشر قوت کو جمع کررہے ہین،
اس لیے اس نے ۲۰ر شوال (۲۲ر جولائی) کو اپنے بڑے بیٹے اور میر جملہ کو اس فوج کے مقابلہ
کے لیے روانہ کیا، ان لوگون نے فوج کو شکست دی، اور گلبرگہ پہنچکر دم لیا، اسی اثنا مین قلعہ
کلیانی کا محاصرہ بھی ایک کامیاب اختتام تک پہنچ رہا تھا، چنانچہ ۲۹ر جولائی کو اورنگ زیب
نے قلعہ پر حملہ کیا، اور اس کے بہادر سپاہیون نے فصیل پر قبضہ کرلیا، وہان پہنچکر معلوم ہوا، کہ قلعہ
والون نے فصیل کے بعد ہی ایک دوسری ویسی ہی فصیل اور بنالی ہے، اور اس کا فتح کرنا مشکلات
سے خالی نہین، مگر اورنگ زیب ہمت نہ ہارا، اور دو روز برابر فصیل ہی پر جارہا، اس کا نتیجہ
یہ ہوا، کہ ار ذیقعد (یکم اگست) کو دلاور خان قلعہ دار کلیانی نے قلعہ کی کنجیان اورنگزیب کے
پاس بھیجدین، اورنگزیب نے بھی دشمن کے افسر کو خلعت دیکر، اس کے تمام سپاہیون کو
اسباب کے ساتھ بیجاپور جانے کی اجازت دیدی، یہان یہ بات قابل لحاظ ہے، کہ بیدر و کلیانی
کی فتح کے وقت بجز عرصۂ جنگ کے کہین بھی ایک قطرۂ خون نہ گرا، اور اورنگزیب اپنی اس
فتح اور کامیابی پر مسرور تھا، بیجاپور کا سارا علاقہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا، اس کی ابتدائی
مشکلات کا خاتمہ ہوچکا تھا، اور وہ عنقریب خود بیجاپور کی طرف بڑھنے والا تھا، کہ اس کے پاس
اچانک بادشاہ کا حکم پہنچا، کہ جنگ ختم کردو، اور اس کے ساتھ ہی دوسرے افسرون کو براہِ
راست یہ فرمان بھیجے گئے، کہ وہ فورًا دکن سے لوٹ آئین، چنانچہ مہابت خان اور تقریبًا
تمام راجپوت فوجین اورنگزیب سے رسمی اجازت لیے بغیر، دہلی کی طرف روانہ ہوگئین، اورنگزیب

کے وقار اور اس کی خودداری، اس کے منصب اور اس کے مرتبہ پر یہ ایسی کاری ضرب تھی کہ اس کا علاج ناممکن تھا، اور اگر ہم یہ دیکھیں، کہ یہ چال کیسے نازک موقع پر چلی گئی، تو اس کی نزاکت واہمیت کا احساس تیز تر ہوجاتا ہے، اسی ضرب شدید نے وہ ناسور پیدا کر دیا، جو بعد میں برادرانہ جنگ کے خون کی صورت میں بہا،

اس وقت تک ہم نے جو کچھ دکھایا ہے، وہ اورنگزیب کی فاتحانہ کارروائیاں تھیں، اب ہم اس سلسلہ میں دارا کی سازشوں اور شاہجہان کے غلط احکام کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں، اور بتانا چاہتے ہیں، کہ کس طرح ان لوگوں نے اورنگزیب کو اپنی خفیف الحرکتیوں اور معاندانہ کارروائیوں سے مجبور کر دیا، کہ وہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت میں جو کچھ بھی ہو سکے کرے، اور کس طرح ان چالوں نے خود بخود اس کشمکش کی آگ کو ہوا دے کر اس غیر فطرتی جنگ کے شعلہ کو بڑھا کر تمام ملک کو ایک بڑا آتشکدہ بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہیں، کہ دکن کی ریاستیں بجائے اس کے کہ اورنگزیب کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرتیں، دارا کو اورنگزیب کا دشمن اور شاہجہان کو دارا کا دوست سمجھ کر براہ راست دارا کے ذریعہ معاملات طے کرتی تھیں، دارا ایک خود پسند اور تعریف کا عاشق چہل و چار سالہ شہزادہ تھا،

ؔلہ اورنگ زیب کے متعدد خطوط کے علاوہ صاحب ظفرنامہ عالمگیری کا یہ بیان اس الزام کی صداقت پر مہر لگاتا ہے:

"دریں اثنا دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خاں در او سترسال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود، پرتو نزول انداخت، در مناشیر مطاع حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت خاں باسائر مغلیہ و راو ستر سال با کل راجپوتیہ ..... اصلا برخصت شاہزادۂ والا گہر مقید نشدہ روانہ درگاہ گیتی پناہ گردند ...... ازیں راہ وہن وسستی تمام بحال اردوے معلی شاہی راہ یافتہ استقلال دیناے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و متخلخل گردید"

جس نے اس کی تعریف و توصیف کردی، پھر اس کا کام بنگیا، اور دکن کے معاملہ مین تو اورنگزیب کی مخالفت مین بھی وہ ان ریاستون کی مدد کرتا تھا، چنانچہ گولکنڈہ اپنے سفیر ملا عبد الصمد کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل ہی کرتا رہا، اور اب بیجاپوری وزیر خان محمد نے بھی ایک سفیر دربار مین روانہ کیا، کیونکہ اس کو یقین تھا، کہ دارا ضرور اس کی حمایت کرے گا، اس قسم کی حمایت نہ دارا کیلئے کوئی نئی بات تھی، اور نہ بیجاپوریون کے لیے، اورنگزیب بھی اس حرکت سے اچھی طرح واقف تھا، چنانچہ اس نے دو سال پہلے ہی جہان آرا کو اس کی شکایت ان الفاظ مین لکھی تھی:-

"دریں ولا دادا بھائی جیو کہ مہربانیٔ سرشار خاص ایشاں کہ بریں مرید حضرت دارند برضمیر منیر پیر دستگیر ہویدا است، ملا شوقی ملازم خود را برائے رسانیدن بعض بشارات و قبول ملتمسات حاکم بیجاپور کہ باعث خیرگی و جرأت او و امثال اوست، بآنجا فرستادہ اند" (۲۷/۵۹)

اس خط سے صرف یہی نہین معلوم ہوتا، کہ دارا چپ چاپ یہ کام کرتا تھا، بلکہ اس کی چالون کا اور اورنگزیب سے اس کی دشمنی و عداوت کا شاہجہان کو بھی پورا علم تھا، ایسی حالت مین بھی شاہجہان کا ہمیشہ دارا ہی کے کہنے پر عمل کرنا معلوم نہین کہان تک پدرانہ انصاف کے مطابق ہے، خود دربار کے مورخ کا بیان ہے کہ

"چوں دریں وقت کارہا بروفق مرام موافقان بر آمدہ، فتح حصون . . . . روے نمود، و بیجاپوریاں شیوۂ تطوع و تعبد پیشہ کردہ بندہ و سرافگندہ شدند، و جاہ نشین عادل خاں در ہیچ مادہ ایستادگی ننمودہ، ابراہیم بجتر خاں را . . . . بخدمت بادشاہ زادۂ والا قدر فرستادہ، بوسیلۂ عجز و الحاح امان طلبیدہ و مقرر شد کہ یک کرور پنجاہ لک روپیہ از جواہر گراں بہا و نقد و افیال بطریق پیشکش و اصل ساختہ قلعہ پریندا بالواحق

وتعلقِ ولایتِ کوکن ومحال ونکو تصرفِ بندہاے بادشاہی واگزارد و بعد از برگشتن خان مذ

سپردن حصون وولایتِ مذکور بنام درگاہ ارسال داشتہ .... بادشاہ

...... پنجاہ لک روپیہ از جملہ پیشکش معاف فرمودہ فرمان ....

بنامِ او صادر فرمودند، و بپادشاہزادہ عالی مکان فرمان دادند کہ با عساکر فیروزی مآثر مراجعت

باورنگ آباد نمودہ، قاضی نظام را برائے وصول پیشکش بفرستند، و معظم خان [illegible] کہ قلعہ

پرینده و قلاعِ ولایتِ کوکن ومحال ونکو تھانہ نشانیدہ بعد مراجعتِ قاضی نظام با پیشکش

روانہ درگاہ عالم پناہ گردد۔[1]

اورنگ زیب کو جب یہ حکم ملا تو اس کے پاس اسکے سوا کیا چارہ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے، چنانچہ اس نے سب سے پہلے عادل شاہ کو اس کی اطلاع دی، اور قاضی نظام کو اور میر جملہ کو اپنی اپنی خدمت انجام دینے پر مامور کر دیا، اور خود تمام فوج کے ساتھ کلیانی میں مقیم رہا، اگر عادل شاہ تعمیل حکم میں کوتاہی کرے، تو اسے بزور شرائط قبول کرائے، لیکن ابھی یہ معاملہ اپنی ابتدائی حالت ہی میں تھا، کہ ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کو شاہجہان سخت بیمار ہو گیا، اور مرض نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی، کہ تمام ملک میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا، اس خبر سے [illegible] کو فوج کے [illegible] ہوا، کہ وہ فوراً دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو، جس میں یہ حالت تھی، اورنگ زیب کے لیے یہ سخت مشکل ہو گیا کہ وہ شرائطِ صلح کی تعمیل پر زور دے سکے، دوسری طرف جب بیجاپور والوں کو شاہجہان کے حکم صلح کی اطلاع ملی، تو وہ شرارت پر آمادہ ہو گئے، اورنگ زیب کے لیے یہ بہت دشوار ہو گیا کہ وہ بادشاہ کے احکام کی تعمیل کر سکے، اس لیے سب سے پہلے اس نے

---

[1] عمل صالح ص ..

جو کوشش کی، وہ یہ تھی، کہ جس صورت سے بھی ہو، دربار کی افواہوں کو بیجاپوریوں تک پہنچنے سے
پہلے وہ اُن سے شرائط منوالے، لیکن اب بھلا وہ کب سننے والے تھے، اورنگ زیب عادل
شاہ کو خط پر خط لکھ رہا تھا، لیکن اس کا کوئی اثر نہین ہوتا تھا وہ حملہ کی دھمکی دیتا تھا، لیکن وہ بھی بیکار
ثابت ہوتی تھی، دوسری طرف دربار کے حالات اور وہان کے واقعات نے اُسکو پریشان کر رکھا
تھا، اگر شاہجہان کی وفات کی خبر صحیح ہے، اگر واقعی دارا تخت پر قابض ہو گیا ہے، تو پھر اس کا
رویہ کیا ہونا چاہیئے، اس کو اس کا خطرہ بھی لگا ہوا تھا، کہ اگر وہ بیجاپور سے شرائط منوانے ہی مین اپنا
وقت صرف کرتا رہیگا، تو جو فوج یہان سے واپس جا رہی ہے، وہ ہندوستان مین جا کر اُس کے خلاف
کام دیگی، دارا کی قوت مضبوط ہو جائے گی، اور جب بیجاپوریون کو اس کا حال معلوم ہوگا، تو وہ بھی شیر
ہو کر ممکن ہے کہ اُس پر حملہ کر دین، اس لیے اُس نے اس معاملہ کو جلد سے جلد طے کرنا شروع کر دیا
اور مختلف شرائط کو مراحم خسروانہ کے بہانہ سے معاف کر کے اور پرنیدا وغیرہ کے قلعہ تک کو عادلشاہ
ہی کے پاس چھوڑ کر وہ ۶ر محرم ۱۰۶۸ھ (۴ر اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بیدر کی طرف واپس ہوا، اس کا اثر یہ
ہوا، کہ بیجاپوریون نے مغلون کی فوج پر جہان سے موقع ملتا، حملہ شروع کر دیا، حتی کہ اُن کے ایک
دستہ نے اس جماعت کو جو اورنگزیب کے خطوط میر جملہ کے پاس لیجا رہی تھی، گرفتار کر کے وہ خطوط
حاصل کر لیے، اور اس سے دربار کا اصل حال معلوم کر کے وہ اور بھی جری بن گئے، اورنگ زیب
کے لیے اب اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ جس صورت سے بھی ہو عادل شاہ کے کہنے
کے مطابق صلح کرلے، چنانچہ وہ معاملہ کو طے کرتا ہوا ۱۱ر محرم (۹ر اکتوبر) کو بیدر پہنچا، اور نو دن
یہان رہ کر، اور اس قلعہ کو مضبوط کر کے ۲۰ر محرم (۱۸ر اکتوبر) کو اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گیا،
دارا کے ہاتھون اس جنگ مین اُس کے بعد اورنگ زیب کو جو کچھ مصیبتین اٹھانی پڑی
ہین، اور ان مزاحمتون کے باوجود جس طرح وہ ایک بڑی حد تک بیجاپور کو مطیع ہونے پر مجبور کر سکا،

اس کا حال ہم برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم اس سلسلہ کی ایک اور کڑی کو بیان کر دینا چاہتے ہین، جو آگے چلکر ایک تکلیف دہ زنجیر ثابت ہوئی، اس سے ہماری مراد شیواجی کے حملے ہین

شیواجی کے حملے

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ کس طرح مرہٹون کے عام اصول کے مطابق شیواجی بھی جب کبھی موقع پاتا، کبھی عادل شاہی علاقہ پر اور کبھی مغلون کے علاقہ پر حملہ آور ہوتا، اور کسطرح اس نے پہلے جنگ گولکنڈہ کے زمانہ مین لوٹ مار شروع کر دی، اور پھر عادل شاہ سے جنگ کے آثار دیکھکر اورنگزیب سے صلح کرنے اور اپنے شرائط کو منوانے پر آمادہ ہوگیا، اورنگزیب کے پاس جب اس کا آدمی آیا تو اورنگزیب نے اس کے سامنے چند شرطین پیش کین، کہ اگر شیواجی اُن کو تسلیم کرے، تو اس کی درخواست منظور کر لیجا سکتی ہے، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے، کہ اُس نے ایک ہوشیار موقع شناس کی حیثیت سے اس سے پہلے ہی بیجاپوریون سے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر وہ مغلون کے خلاف لڑے اور ان کو شکست ہوجاے، تو وہ اس کو کوکن والا علاقہ دیدینگے چنانچہ اُس نے اورنگزیب کے خط کا جواب دیئے بغیر جنیر کے علاقہ مین لوٹ مار شروع کر دی اور ایک مرتبہ تو احمد نگر کے مضافات تک بڑھتا چلا آیا[1] جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ملی تو اس نے اس کی تنبیہ اور شاہی علاقہ کی مدافعت کو اپنا فرض سمجھکر ملتفت خان کو لکھا، کہ وہ نہ صرف شاہی علاقہ کو شیواجی سے محفوظ رکھے، بلکہ دوسرے سردارون کو بھیجکر خود شیواجی کے علاقہ مین گھسکر اس کو اس بیجا جسارت کی سزا دے۔ اس سلسلہ مین اس نے کارطلب خان عبد المنعم، ہوشدار خان، اور نصیری خان وغیرہ کو ملتفت خان کی مدد کے لیے بھیجا، یہان پہنچکر نصیری خان نے شیواجی کو سخت شکست دی، اور وہ جان بچا کر اپنے علاقہ مین چلا گیا، اب سا

---

[1] اس غارت گری مین شیواجی کے ساتھ دو اور مرہٹہ سردار مانا جی اور کشنا جی شریک تھے۔ مغل فوجوان نے اُن کو شکست دیکر اپنے علاقہ کے باہر نکال دیا

شروع ہو چکی تھی، اور اس کے علاقہ میں جانا دشوار تھا، پھر بھی مغلوں کو جب کبھی موقع ملتا، اور کوئی مرہٹہ جماعت اُن کو نظر آتی وہ بڑھکر اُس کو پسپا کر دیتے، شیواجی نے جب دیکھا کہ مقابلہ ناممکن ہے۔ اور بہت جلد اس کی آبائی ریاست کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے، تو اُس نے پھر اورنگزیب سے صلح کی درخواست دی، اورنگزیب اگر چاہتا تو اس کی درخواست کو رد کر کے، اس کو تباہ و برباد کر سکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ لکھا کہ

"آنچہ درباب بایستے فرمود قبل ازیں بسوناجی وکیلِ آں زبدۃ الاعیان فرمودہ بودیم یقین کہ مذکور نمودہ خاطر اورا مطمئن ساختہ باشد، بالفعل ہرچہ از قلاع و محال متعلقۂ بیجاپور در تصرف آں خلاصۃ الاشباہ است، بدستورِ قدیم باو مفوض داشتہ معاملہ بندر و ابل و مضافاتِ آں نیز حسب الالتماسِ آں زبدۃ الاقرانِ بعہدۂ او واگذاشتہ ایم،

بعد ازانکہ آثار دولتخواہی و حسن خدمت کہ ہنگامِ اظہارِ آں ہمیں است، نوعے کہ شاید بظہور رسد، و آں خانہ زاد، باخلاص بدلالتِ بخت و دولت توفیق یافتہ از حصولِ عزِ ملازمت ثانی بہرہ مند گردد۔ . . . . باقی مطالب و مآرب نزدیک بکار ادصورت پذیرفتہ بیش ازانچہ تصور او درآید، مشمولِ مراحم و عنایاتِ علیہ خواہد شد"

لیکن شیواجی نے اس رعایت کی بھی پرواہ نہ کی، اور بیجاپور کی لڑائی کے دوران میں جب کبھی موقع ملتا، لوٹ مار کر کے اپنے علاقہ کی طرف بھاگ جاتا، اس لیے اورنگزیب کو جنیر سے لیکر بیرا اور دھرور تک ایک دفاعی خط کھینچکر شایستہ خان کی، اور سرکاری فوج کو بلاد شاہی علاقہ کی حفاظت کیلیے رکھنا پڑا، مگر جب بیجاپور سے صلح ہوگئی، اور شیواجی کو خوف ہوا کہ کہیں اب اورنگزیب میری طرف متوجہ نہ ہو جائے، تو ایک طرف تو اُسنے اسکے پاس اطاعت و فرمانبرداری اور رحم و کرم کی درخواست بھیجی اور دوسری طرف بیجاپور کے حکمران کو اس بات پر آمادہ کیا، کہ چونکہ اُس نے یہ تمام

مصیبت صرف اسکی امداد کیلئے اٹھائی تھی اسلیے وہ اسے اپنی ملازمت میں لے کر اورنگزیب سکی سازش کرے اورنگزیب اسوقت چاہتا تو اسکی سازش کی سزا اسکو دے سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے فطری عفو و رحم کے جذبہ سے مجبور ہو کر اسنے اسکی درخواست کو شرف قبولیت بخشا، وہ شیواجی کو لکھتے ہیں

"اگرچہ هفوات وزلات او از کثرت وافزونی قابل عفو نبود، لیکن از انجا کہ آن سزاوار بکامیت ارادہ دولتخواہی وخدمتگذاری نمودہ از تقصیرات خود نادم وپشیمان گشتہ

این درگہ ما درگہ نا امیدی نیست

بنابراں بشرط استقامت برجادۂ مستقیم بندگی وفرماں برداری از روے فضل وذرہ پروری رقم عفو بر جرائد جرائم او کشیدہ شد باید کہ بدیں عاطفت نمایاں مستظہار فراواں اندوختہ در اظہار مراسم صدق عقیدت . . . . مساعی موفورہ بجا آورد"

یہ شیواجی کے بدترین دشمن اورنگزیب کا خط ہے، اور یہ رحم و کرم اس شخص کی طرف سے ظاہر کیا جا رہا ہے جسکو مرہٹہ مورخین نے اپنی قوم کا سب سے بڑا مخالف سمجھ رکھا ہے، اس کے ساتھ عادلشاہ نے شیواجی کی ملازمت کے متعلق جو درخواست کی تھی اسکا جواب بھی دیکھیے:-

"سیوا . . . . . . کہ در بعض قلاع کوکن جدید غبار فساد برانگیختہ . . . . اگر خواہد کہ . . . . نوکر خود کنند، جاگیر او را در کرناٹک تعین نماید تا از حدود ممالک محروسہ دور بودہ شورش افزا نہ گردد" (آداب نمبر ۶۹۴)

شیواجی نے اس مہربانی، اس عنایت خاص اس نوازش شاہانہ . . . اور . . . رحم و کرم کا کیا جواب دیا، وہ ہندوستان کی تاریخ خاموش طریقہ سے ہم کو بتاتی ہے[1]۔

---

[1] شیواجی کے عجیب وغریب طریقۂ عمل کے لیے ڈف کی مستند مرہٹہ تاریخ بہترین ذریعہ ہے۔

باب ۹

برادرانہ جنگ اور تخت نشینی

اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کا یہ آخری باب ہے، لیکن یہین سے اس کی آزاد اور خود مختار حکومت کا بھی آغاز ہوتا ہے، یہی وہ زمانہ ہے جبکہ شاہجہان کے چارون بیٹے حصولِ حکومت کے جذبہ سے متاثر ہوکر پہلے باپ سے اور پھر باہم دست وگریبان ہوتے ہین یہی عہد ہے، جبکہ ہندوستان کی تمام سرزمین ایک مرتبہ پھر خون سے اپنی پیاس بجھاتی ہے، یہی وہ دور ہے، جبکہ اورنگزیب اپنی بہادری، شجاعت، استقلال، تدبر اور دوراندیشی سے تخت وتاج کا وارث بنتا ہے، وہی وہ وقت ہے جبکہ اورنگزیب کے دامنِ اوصاف پر غلط الزامات کے داغ پڑنا شروع ہوجاتے ہین لیکن کیا واقعی یہ صرف برادرانہ جنگ تھی، کیا حقیقۃً یہ غیر فطری لڑائیان تھین، کیا درحقیقت ان کا مقصد صرف حصولِ قوت اور تخت وتاج تھا، بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن جو لوگ سرکاری ودفتری تاریخ تک اپنی نظر کو محدود نہین رکھتے جو میدانِ جنگ سے باہر توپ وتفنگ کی آواز سے دور اور دربار کے نغمہ وسرود سے الگ رہ کر ملک کے اندرونی حصوں کا، وہان کے عام باشندون کا، وہان کی مذہبی ومعاشرتی تحریکون کا مطالعہ کرتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ یہ اورنگ زیب ودارا کی جنگ نہ تھی، یہ شجاع وشاہجہان کا تصادم نہ تھا یہ مراد وعالمگیر کی مخالفت نہ تھی، بلکہ یہ کفر واسلام کی جنگ تھی ایمان والحاد کا تصادم تھا، اتباعِ شریعت وباطنیانہ طریقت کی لڑائی تھی، اس جنگ کا مقصد یہ نہ تھا کہ دارالتحت حکومت

کا مالک ہو کر رہیگا، یا اورنگزیب، بلکہ اس کی غایت یہ تھی، کہ اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں سنبھالا لے گا، یا اس الحاد کی جس کی بنا اکبر نے رکھی تھی، مہلک گرفت میں جا جائے گا۔ اس عہد کی مذہبی و معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کرو تم کو صاف نظر آئے گا، کہ اس وقت ملک میں کون کونسی قوتیں برسر عمل تھیں، اور ملک کن حالات سے گذر رہا تھا۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اس وقت تک بقاو دوام کا خلعت حاصل نہیں کر سکتا جبتک کہ اس میں اپنے کو زمانہ کے حالات و مقتضیات کے موافق بنانے کی صلاحیت نہ ہو، ہندو مذہب کے متعلق اگرچہ عام طور سے یہ مشہور ہے، کہ وہ ایک تنگ خیال و محدود اصول کا مذہب ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ہندو مذہب کی تاریخ، ایک مذہب کی بہترین ارتقائی تاریخ ہے، تاریخ مذاہب کے طالب علم اچھی طرح جانتے ہیں، کہ اس مذہب نے ہزاروں سال سے کس طرح ہر دور اور ہر زمانہ میں اپنے کو وقت و حالات کے اقتضا کے مطابق اسی شکل میں پیش کر کے نہ صرف اپنے پیروون کو باغی نہیں ہونے دیا ہے، بلکہ حریف مذاہب کے حامیون کو بھی اس میں شریک کر لیا ہے۔

آریہ جب ہندوستان میں آئے، تو ان کو فطرت پرست غیر آرین اقوام سے سابقہ پڑا، اس میں ناگ پرست بھی تھے، درخت پرست بھی، جمادات کے پرستار بھی تھے، اور بتون کے فدائی بھی، مگر آریون کے یہان اس وقت صرف "برہما" تھا، مگر اس مذہب نے ان کے برہما کو تین مظاہر میں منقسم کر دیا، برہما، شیو اور وشنو، لیکن برہما اب تک پرم آتما بنا تھا، اور برہمن اسکی حمایت میں اپنے لیے تمام دینی و دنیوی نعمتون کو مخصوص و محفوظ بنا رہے تھے، اور اسی غصب کی وجہ سے عوام کو مجبور ہو کر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی، اور یہ احتجاج بدھ اور جین مذہب کی شکل میں نمودار ہوا، قدیم و جدید مذاہب میں جنگ جاری

رہی، اور اگرچہ چھٹی صدی عیسوی تک بدھ و جین مذہب اپنی سیاسی و عام ہمہ گیری کو کھو چکے تھے لیکن عملاً انھون نے ہندو مذہب مین وہ تبدیلی پیدا کر دی تھی، جو عوام کا مقصد تھا، اور اگرچہ شنکر اچاریہ، برہمنی مذہب کا سب سے آخری بڑا مصلح سمجھا جاتا ہے، لیکن اسکی تعلیم بھی برہمنی قیود و شرائط سے ایک حد تک آزاد تھی، اور سنہ عیسوی کے بعد سے اس وقت تک جتنے مذہبی مصلح دنیا کی ہندوؤن مین پیدا ہوئے ہین، انھون نے تو برہمنی مذہب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اب برہمنون کے ایک محدود طبقہ کے علاوہ تمام قوم شیو اور وشنو کے مختلف مظاہر کی پیرو اور معتقد ہے،

اسی زمانہ سے اسلامی تعلیمات کا اثر بھی شروع ہو گیا تھا، اور اس کے زرین اصولون نے عام و خاص ہندوؤن کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھا، ہندوؤن کو خطرہ پیدا ہوا، کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا، تو ہندو آبادی پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا، اشاعتِ اسلام کا کام صوفیون نے جو باہمہ دبے ہمہ کی زندہ مثال، وسیع المشرب، آزاد خیال، اور روادار ہوتے تھے شروع کیا، ہندوؤن نے بھی اسی رنگ کو اختیار کر لیا۔ رامانند گرونانک، سوامی چیتنیا اسی قسم کے گروتھے، انھون نے نہ صرف ویدانتی توحید اور متصوفانہ فنا فی اللہ کے اصول کو عام کر دیا، بلکہ اپنی برادری مین داخل ہونے کے لیے ہندو مسلمان کی قید بھی اٹھا دی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ان کے معتقدین ہی نہین بلکہ خلفا مین ہم کو مسلمان نظر آتے ہین، کبیر پنتھی، داؤد پنتھی، وغیرہ اس کی بعض زندہ مثالین ہین، جس وقت ہندو اپنے مذہب کو صوفیانہ رنگ مین رنگ رہے تھے، افغانون کا زمانہ تھا، اور انھون نے اس ذریعہ سے عام مسلمانون اور نو مسلمون تک کو اتنا متاثر کر دیا تھا، کہ خود مسلمانون مین اس قسم کے خیالات کی برادریان قائم ہو گئین تھین،[1] دبستان المذاہب نے اس قسم کے اسلامی

---

[1] ہندو مذہب کے مبلغین نے مسلمانون کو جس قدر متاثر کر رکھا تھا، اور جس طرح اسلامی تصوف کی ایک عام ہمہ اوستی

فرقون کی ایک فہرست دے کر ان کے حالات لکھے ہین، مداریون کے متعلق جو خواجہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو کہلاتے ہین، وہ لکھتا ہے:-

"درہند گروہے ہستند کہ ایشان خود را سلمان صوفی گیرند، و در بعضے قواعد و عقائد با صوفیہ شریک اند، . . . . گویند جمعے از عرفاے طریقت ہستند کہ پیغمبر با ایشان تصرف نیست، بلکہ نبی خوشہ چین خرمنِ کمالِ ایشان است . . . . ایشان در ہند بسیار اند، و آنچہ مشہور تر اند، نخست مداریانند مانند سناسیان او ہوت و ژولیدہ مو باشند، و خاکستر (بھبوت) بر بدن مالند و زنجیرہا در سر و گردن بپیچند و علم سیاہ و عمامۂ سیاہ با خود دارند، و نماز و روزہ ندانند، پیوستہ پیش آتش نشستند و بھنگ بسیار خورند. . . . . گویند کہ وقتے کہ پیغمبر بمعراج برآمد، . . . . وچون بدرِ جنت آمد، در بہشت را تنگ تر از سوراخ سوزن یافت . . . . گفت با این جسد ازین راہ چسان درآیم جبرئیل گفت بگو دم مدار، پیغمبر چنان کرد، از آن در کہ مانند سوراخ سوزن بعد گذشتہ داخلِ بہشت شد[1] (نعوذ باللہ)

دوسرا فرقہ جلالیان کا ہے، اس کا حال یہ تھا:-

"ایشان مریدانِ سید جلال الدین بخاری، این طائفہ خود را شیعہ گیرند . . . . جلالیان سب شیخین کنند و نماز نگذارند و ریاضتے و شغلتے کہ صوفیہ راست نکنند و بھنگ بسیار خورند، و مشق مار و کژدم خوردن رسانند . . . . گویند نبی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۶) شکل کو پیش کر کے اسلام کی توحید و تعلیم پر ضرب کاری لگادی تھی، اور جس طرح وہ خود سدھی ہوتے تھے قبول کرتے جاتے تھے، اس کے لیے دیکھو ولسن ہندو مذہب، رائل ایشیاٹک سوسائٹی، نزہت نامۂ تاریخ ہند ص ۱۸۶، ۲۱۲، دبستان المذاہب ص ۱۹۳-۱۰۵ وغیرہ۔ [1] دبستان المذاہب ص ۷۰-۱۶۹۔

مرتضیٰ اعلیست وکژدم خورند و گویند جھینگہ علیست۔ و مانند مداریاں برہنہ باشند۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ و پیر ایشاں ہر روز نو داماد است، چہ ہر جا نام دختری خوبرو از مریدان خود شنود
۔ ۔ ۔ ۔ بخانۂ ایشاں رفتہ دختر در ہماں خانہ تصرف کند و گاہ بخانہ خود آورد و نکاح ندانند[1]"

ایک تیسرے فرقہ کا یہ حال تھا:

"دیگر گروہے اند کہ ایشاں را بے قید و بے نوا گویند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوں از کسے چیزے خواہند او را دشنام دہند و نفرین کنند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گویند حق روح است و جسد محمد و چار یار دو دست و دو پا دوم مدار یعنی مدار بر دم و نفس است و انواع مخیرات و مسکرات خورند و بوحدت وجود ایماں دارند[2]"

اب ایک ایسے گروہ کا حال دیکھیے جس مین ہندو مسلمان سب شریک ہین،

"دیگر کاکان کشمیر اند، تجرد شعار ایشاں است و بوحدت وجود ایماں دارند۔ ۔ ۔ ۔ مرشد ایشاں ابراہیم کاکا بود۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از ہندو مسلمان ہر کرا در ربودے نقل از کیش نفرمودے[3]"

مغلون کے عہد مین یہ لعنت بہت عام ہو گئی، اور اکبر نے تو اس قدر کاری ضرب لگائی کہ شاید کسی دشمن اسلام نے بھی نہ لگائی ہو گی، وہ خود آفتاب کی پرستش کرتا تھا، اور دوسرون سے اپنی پرستش کرانے مین بھی اُس کو عار نہ تھا، صبح کا درشن اُسی کی ایجاد تھی، جہانگیر نے اگرچہ آفتاب پرستی نہین کی، لیکن وہ ہندو جوگیون کا تمام عمر معتقد رہا، دبستان المذاہب مین اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہین، تزک مین بھی اُس نے بعض جوگیون کے حالات دیے ہین انھی چیزون کا اثر تھا کہ شاہجہان و جہانگیر کے زمانہ مین ہندو اور مسلمانون مین شادیان تک

---

[1] دبستان المذاہب صفحہ ۱۷۱۔ [2] ایضاً ص ۱۷۲۔ [3] ایضاً،

ہوگئی تھین، اور امراء و روسا، کو ہندو جوگیون کے سامنے سجدہ کرنے مین یا اُن سے استعانت مین عار نہ تھا، عبدالرحیم خانخانان کو دنیا ایک سخی امیر، ایک مشہور سپہ سالار، اور ایک ادب نواز انشا پرداز کے نام سے جانتی ہے، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس حقیقت سے آگاہ ہین، کہ وہ جوگیون کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تھا، دبستان المذاہب کے الفاظ یہ ہین:-

"حضرت جنت مکانی شاہ نورالدین جہانگیر انارالله برہانہ معتقد او (چترویہ) بودہ پاس خاطر او راکما ینبغی میداشت وعبدالرحیم خان خانان پیش او سجدہ میکرد" (ص ۱۴۷)

نواب ظفرخان حسن بن خواجہ ابوالحسن کو لوگ ایک کامیاب گورنر اور بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے جانتے ہین، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس بات سے واقف ہین، کہ جب اسی ظفرخان کو شاہجہان تبت فتح کرنے پر مامور کرتا ہے، تو وہ شکتی پرست[1] فرقہ کے گرو گسائین ترلوچن سے استمداد کی درخواست کرتا ہے، اور گوسائین کے شرمناک احکام کی خوشی سے تعمیل کرتا ہے، محسن فانی نے اس افسوسناک واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

ظفرخان. . . . . بتوسط محرمان حرم خود ش کہ با گسائین کمال ربط داشتند آشنا شدہ التماس نمود، بر تبنیان فیروزی یابد، ترلوچن گفت تسخیر تبت توان کرد، گر بموجب فرمودۂ عمل نمائی، ظفرخان پذیرفت. . . . . ترلوچن فرمود جمیع از ولیان را تعین کن کہ پیوستہ از من جدا نشوند، چہ دریں کیش با لولی آمیزش ستودہ تر از زنان دیگر است . . . . وازشراب ومسکرات دیگر نرم ماہی نباشد. . . . .

[1] اس فرقہ کی بہترین عبادت کے متعلق دبستان کے یہ الفاظ ہین:-

"پنج چیز دریں عمل ناگزیر است، یکے ماہی، دوم شراب، سوم زن بیگانہ، چہارم گوشت، اگر گوشت آدمی باشد، بہتر است، پنجم منتر" (ص ۱۵۱)

ظفر خاں بدانچہ گوسائیں فرمود عمل نمود" صفحہ ۱۵۱،

جب عام مسلمانون نے امرار کو اس مین گرفتار دیکھا، تو پھر وہ ان کی تقلید کیون نہ کرتے، چنانچہ جوق کے جوق مسلمان ان جماعتون مین داخل ہونے لگے، دبستان المذاہب نے ان مسلمانون کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن ہم طوالت کے خیال سے نظرانداز کر دیتے ہین،

ان جماعتون کی ابتدائی حالت کچھ بھی ہو، ان کے اخلاقی، وروحانی معنی کچھ بھی بتائے جائین، اور اسے اتحادِ مذاہب کی مساعی جمیلہ ہی سے کیون نہ تعبیر کیا جائے، اس سے انکار نہین کیا جاسکتا، کہ جس وقت دبستان المذاہب لکھی گئی ہے، اُن کی وہی غیراسلامی حالت تھی، جو مصنف نے اپنی آنکھون سے دیکھکر، اور ان کے پیرو ون سے ملکر بیان کی ہے، ان جماعتون کے دوسب سے بڑے مرکز بنگال، بہار، اور کشمیر و پنجاب تھے، اور شاہجہان کے زمانہ مین تو یہ بات اتنی عام ہو گئی تھی، کہ عوام و متوسطین سے گذر کر دربار کے بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متأثر ہونے لگے تھے، حتی کہ داراشکوہ بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، کشمیر اس حیثیت سے سب سے بڑا مرکز تھا، داراشکوہ کے پیر اور ان کے پیر سب کے سب کشمیر مین تھے اور اسی قسم کے عقائد کے مبلغ، اسلیے غریب داراشکوہ کا متأثر ہونا لازمی تھا، وہ اس قسم کی تعلیم سے جتنا متأثر ہوا، اس کا حال تو ہم اُس کے ذاتی عقائد کے سلسلہ مین لکھین گے، لیکن یہان پر اس کی صرف ان کارروائیون کا ذکر کرنا چاہتے ہین، جنکا اثر براہِ راست عام ملک کے عقائد پر پڑ رہا تھا،

اُس نے نہ صرف ہندوون کی کتابون کا مطالعہ شروع کیا، نہ صرف اُن کے ترجمے کرائے اور خود کیا، نہ صرف یہ کہ نماز اور دوسرے احکام الٰہی سے اپنے کو آزاد سمجھا، بلکہ اُس نے مجمع البحرین لکھ کر یہ بتایا کہ توحید کے متعلق ہنؔدو اور مسلم دونون کا زاویۂ نگاہ ایک ہے[1]، پھر اُس نے نہین

---

[1] مجمع البحرین مین لکھتا ہے:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳ پر ہے)

پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ایک قدم آگے بڑھایا، اور اپنشد کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ بات بھی کہی کہ

"ازیں خلاصۂ کتاب قدیم کہ بے شک و شبہہ اولین کتب سماوی و سرچشمۂ بحر توحید است و قدیم است کہ انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطہرون تنزیل من رب العلمین (یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آں کتاب پنہان است، و ادراک نمی کند مگر کسے کہ مطہر باشد و او نازل شدہ از پروردگار عالم) مشخص و معلوم می شود، کہ ایں آیت در حق زبور و توراۃ و انجیل نیست...... چوں ایں کتب کہ سرپوشیدنی است، و اصل ایں کتاب است و آیتہاے قرآن مجید بعینہ در آں یافتہ میشود، پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتاب قدیم باشد"

ایک خط میں شاہ محب اللہ الہ آبادی کو لکھتا ہے،

"تحقیق دانند کہ نزد ایں فقیر وجدے کہ موافق نیفتد بقول خدا و رسول بے بہتر است از انچہ در کتابہا نوشتہ باشند" (۲/۲۱۱)

اُس نے اپنی اس وسیع المشربی کو اس قدر وسعت دے دی تھی، اور اس سے عقائد کے چونچلے[1] اتنے بڑھ گئے تھے کہ ہر جگہ ناموسِ اسلام کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، چنانچہ [illegible] کے زمانہ [illegible] حبیبِ انامؐ کے سبِّ رسول اور دارا کے منشی چندر بھان[2] کے شعر کا حال بہت مشہور ہے، مغلیہ حکومت کے ولیعہد کو اپنی حمایت میں دیکھ کر ہندوؤں کے جتنے حوصلے بھی بڑھتے کم تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰) "آنچہ بر ہمہ جا محیط و در ہمہ جا باشد آں را چیز کہ اکاس خوانند و چہار اکاس اچل است یعنی حادث نیست و بر حدوث و فنا ے، و ہیچ آیت قرآنی و بید کہ کتاب آسمانی ست دلالت نمی کند" (صفحہ ۳)

۱؎ سرِ اکبر ورق الف و ب،

۲؎ دیکھو صفحہ ۲۵۰ مقدمہ ہذا و مخزن الغرائب، اور نقل کالج میگزین، ترجمہ منشی چندر بھان۔

مسلمانون کو مختلف طریقون سے عمل در مکر، اپنے ساتھ ملا کر، اگر ہندو نہیں تو کم از کم اسلام سے دور تر اور اسکی محبت سے بے تعلق ضرور کرنا چاہتے تھے،

علما اور حقیقت سے آگاہ صوفیہ نے اسے پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا، کہ اتحاد مذاہب کے نام جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ اسلام کی اصلی روح کو برباد کر رہا ہے، اکبر کے زمانے کی غیر درباری تاریخون کا مطالعہ کرو، تم کو مسلمانون کے اندرونی ہیجان کا صاف پتہ چلے گا، جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو جنکا مقصد ہی مسلمانون کو الحاد و کفر کے دلدل سے بچانا تھا، صرف اسی وجہ سے قید کر دیا تھا، اور دارا کو بھی اس خاندان کی مصلحانہ تحریکون سے شدید ترین اختلاف اسی وجہ سے تھا حضرت مجدد کے صاحبزادہ و جانشین حضرت معصومؒ صرف اسی وجہ سے ہندوستان سے حجاز چلے گئے تھے، کہ دارا ان کو جسمانی گزند نہ پہنچائے[1]،

اورنگزیب ان حالات کو دیکھ رہا تھا صوبہ داری ملتان کے زمانہ مین اسے مجددی خاندان کی مصلحانہ کوششون کا علم ہی نہیں ہو چکا تھا، بلکہ بعض تذکرہ نویسون کے بیان کے مطابق وہ حضرت معصومؒ کا مرید بھی ہو گیا تھا[2] تعلیم یافتہ مسلمانون کے دل ان حالات سے بیزار تھے، وہ دارا اور اسکی جماعت کی رفتار مین وہ لغزش دیکھ رہے تھے، جو مسلمانون کو کفر و الحاد کی چوکھٹ پر منھ کے بل جھکا رہی تھی اور ہر سچا مسلمان دل سے اس بات کی دعا کر رہا تھا، کہ خداوند تعالیٰ کسی صورت سے کوئی ایسا سامان پیدا کر دے، کہ یہ الحاد کی بڑھتی رو رک جائے، اس عام خیال کا بہترین ثبوت، مراد اورنگزیب اور شجاع کے وہ الفاظ ہین، جو وہ داراشکوہ کے لیے استعمال کرتے ہین، ان مین سے ہر ایک کو اس بات کا علم ہے، کہ اس وقت اگر کوئی چیز اسلامی آبادی کو ان کی طرف متوجہ کرا سکتی ہے تو وہ ان کی وہ دعوت ہے، جو ملک کو دارا کے ملحدانہ خیالات سے نجات دینے کے متعلق

[1] مضامین عالمگیری صفحہ ۶۴-۶۵ [2] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۶۴،

دینگے، اور سربھائی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔[1]

ہندوؤن کی معاندانہ روش

یہ واقعات کا ایک رخ تھا، اب اس کا دوسرا رخ دیکھو، ہم کو بتایا جاتا ہے کہ ہندو ہمیشہ سے مسلمانون کے ساتھ رہے، اُن کو بھائی سمجھتے تھے، اُن سے برادرانہ تعلقات قائم تھے اور وہ ایک دوسرے کی خوشی و غم مین برابر شریک تھے، بے شک عام ہندو مسلمان رعایا کا جو سیاسیات کے خارزار سے الگ تھی یہی حال تھا، اور آج بھی جبکہ سنگھٹن کی مسلم کش قوتین برسر عمل ہین، ایسے ہزارون بندے موجود ہین، جو "خود زندہ رہو اور دوسرون کو زندہ رہنے دو" کو زندگی کا بہترین اصول سمجھتے ہین، لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اس ملک کے حکمران طبقہ کا حریفانہ نہین، بلکہ معاندانہ رویہ ہمیشہ مسلمانون کے خلاف جاری رہا ہے، ہندستان کی تاریخ پر مفصل طور سے بحث کرنے کا یہ وقت نہین ہے، لیکن ہم یہان اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہین، کہ اس عام معاندانہ جماعت نے ابتدا ہی سے مسلمانون کو شدر سے بھی بڑھکر ناپاک سمجھ کر ملیچھ کا لقب دے رکھا تھا، اوران کے یہان "ترک" کا لفظ انتہائی ذلت کے معنی کا حامل تھا، مسلمانون سے چھوت اُسی نفرت کی ایک ادنیٰ مثال ہے، پٹھانون کی صدیون کا عہد حکومت ہندو بغاوتون، سازشون، اور سرکشیون کا مسلسل دور رہا ہے، انھون نے جب کبھی موقع پایا مسلمانون کو برباد اور فنا کرنے کی پوری کوشش کی، حتی کہ جب وہ مسلمانون کے مددگار، و دوست بنکر بھی، ان کے ملکون مین جاتے تھے، تو اُن کا بہترین مشغلہ مسجدون کی بے حرمتی، اور کتاب اللہ کی توہین ہوتی تھی، چنانچہ جب بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ نے بیجانگر کے راجہ رام راج کو بلایا، اور وہ اپنی فوج کے ساتھ آیا، تو اُس فوج نے نظام شاہیون کے خلاف مدد کرنے سے پہلے یہ خوشگوار

---

[1] دارا کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے گیے ہین۔ "ملحد بے دین" "دشمن دین مبین" "در رنگی" "مسلمانی نداشت" وغیرہ نیز دیکھو اورنگزیب کا خط (ص ۱۴۰)

فرض انجام دیا، کہ مساجد و مصاحف مین آگ لگا دی، فرشتہ لکھتا ہے :-

علی عادل شاہ .... رام راج را خواندہ باتفاق او بہ صوبِ احمد نگر نہضت نمود،

.... کفارِ بیجانگر کہ سالہاے دراز طالب چنین منصوبہ بودند، دست بیداد

دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند[1]

دوسری جگہ یہ واقعہ ذرا تفصیل سے اس طرح مذکور ہے :-

چون علی عادل شاہ .... رام راج را بہ مدد طلبید، چنانچہ عہد و شرط درمیان آوردکہ

کفارِ بیجانگر بواسطہ عداوت دینی، اہالی اسلام را مضرت جانی رسانیدہ، دست بردو دستگیر نہ

نمایند، و مساجد را خراب نہ گردانند، لیکن خلافِ آن بظہور آمدہ، کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در

تخریب و تعذیبِ مسلمانان و ہتک و حرمتِ ایشان دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند، و چنانکہ گذشت

در مساجد فرو آمدہ بت پرستی میکردند، و ساز نواختہ سرود می گفتند[2]

کرنل جے ٹاڈ راجپوتون کے سب سے بڑے مداح مورخ ہین، اُن کی ضخیم تاریخ راجستان

کو پڑھیئے تو صاف نظر آئے گا کہ کس طرح ہر راجپوت خانوادہ مسلمانون کو اپنا سب سے بڑا دشمن

سمجھتا تھا، اور ہر موقع پر اسلامی حکومت اور مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے مین لگا رہتا، ہم اُس شخص

کو جو اس موضوع پر مفصل حالات و واقعات دیکھنا چاہتا ہے، اُس کے مطالعہ کی سفارش کرینگے

اب ہم مغل عہدِ حکومت کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

بابر سے لے کر مسلمانون کی حکومت کے خاتمہ تک ہم کو ایک حکمران کا بھی ایسا زمانہ نہین

ملتا، جبکہ ہندو مکمل طور سے باامن اور مطیع و فرمان بردار ہو گئے ہون، بابر نے جب ہندوستان

پر حملہ کیا تو راجپوتون کا فرض تھا، کہ وہ اپنے ملک کے بادشاہ کی حمایت کرتے، لیکن انھون نے اس

---

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم ص ۳۶۷،

خیال سے کہ بابر بھی تیمور کی طرح لوٹ مار کرکے واپس چلا جائے گا، ورنہ افغان حکومت کی لاش پر اپنی نئی حکومت قائم کرلین گے، پانی پت مین بابر کا ساتھ دیا، لیکن جب بابر آگرہ گیا اور جم گیا اور راجپوتون کو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان سے جانے کے بجاے یہین رہنا چاہتا ہے، تو اُنھون نے بابر کو بزور شمشیر لڑکر نکال دینا چاہا، وہی رانا سنگا جو پانی پت مین بابر کا حلیف مجہول تھا، اب فتحپور سیکری مین اس کا حریف مؤثر تھا، راجپوتون کو شکست ہوئی، اس کے بعد بابر و ہمایون ہندوستان مین حکومت کرتے رہے لیکن ان دونون کی تاریخ کا ایک ورق بھی ہم کو یہ نہین بتاتا، کہ ایک راجپوت نے بھی کسی وقت ان کا ساتھ دیا ہو، ہمایون کی شکست اور شیر شاہ کی فتح کا سب سے بڑا یہی سبب تھا، اس کے بعد جب شیر شاہ کی حکومت قائم ہوئی تو بعض ہندو اس مین نظر آنے لگے، مگر اُس کے مرنے کے بعد ہی پھر ہندوون نے سازشین شروع کین، تاآنکہ ہیمو نے خود اپنے کو مہاراج دھیراج بنا لیا، اکبر کے زمانہ مین بھی ہندوون کی مخالفت برابر قائم رہی، اور جن راجپوت خانوادون نے اطاعت کی، وہ اطاعت و وفاداری کے جذبہ سے نہین، بلکہ فوجی اور حربی قوت کے زور سے تھی، جہانگیر کے عہد مین یہی حالت رہی، اور شاہجہان کو بھی نہ صرف راجپوتون بلکہ سکھون اور بعض مرہٹون سے بھی دوچار ہونا پڑا، یہ جنگجو ہندو جماعت ہمیشہ اس فکر مین رہتی کہ جس طرح سے ہو، مذہب اور اس کے پیروون کو فنا کر دیا جاے، چنانچہ خود شاہجہان کے زمانہ مین یہ حالت تھی کہ جب شاہجہان گجرات (پنجاب) مین پہنچا تو،

"جمعی از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند، کہ برخے از کفار بنا بکار حرائر و املاے مومنہ را

در تصرف دارند، و چندے از بنیان مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ"[1]

راجپوتون نے مسلمانون کے ساتھ رشتہ قائم کرکے حصول حکومت و مقصد کا ایک اور راستہ

---

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص۵۸،

پیدا کر لیا تھا، چنانچہ جہانگیر پہلا شخص ہے، جس کے زمانہ مین بت خانہ بنانے کی بیر سنگھ دیو نے اجازت مانگی، اس سے پہلے اکبر جیسا بادشاہ تھا، لیکن تاریخ اس کی ایک مثال بھی نہین پیش کر سکتی، کہ اس کے زمانہ مین ایک بھی نئی عمارت بنی ہو، جہانگیر کے زمانہ مین خیر با جازت ایک بتخانہ بنا، اور وہ بھی اس دولت سے جو ابوالفضل کو قتل کر کے حاصل کیگئی تھی، لیکن شاہجہان کے عہد حکومت ہی مین ہندؤن نے صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے بنا ڈالے، یہ چیز اُن کی خفیہ سازش اور ہمت کو ظاہر کرتی ہے، پھر جب داراشکوہ جیسا ولی عہد اُن کو مل گیا، اور اس کی ذات مین وہ ہندو مذہب و حکومت کا خواب دیکھنے لگے، تو اُنھون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور مسجدون کو توڑ کر بتخانہ بنانے لگے، اور اس مین جسونت سنگھ نے جو اپنی متعصبانہ کارروائیون کی وجہ سے غیر فانی شہرت حاصل کر چکا ہے، سب سے زیادہ حصہ لیا، اورنگزیب شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"مقصود ایں مرید از نہضت بصوب اکبرآباد، ارادۂ بغی و خروج با بادشاہ اسلام نبود و عالم السر والخفیات گواہ است، کہ ایں ناصواب غیر مشروع اصلاً قطعاً پیرامن ضمیر نگشتہ، بلکہ چوں در آوان بیماری اختیار از دست اعلیٰ حضرت رفتہ و بادشاہ زادۂ کلاں کہ رنگے از مسلمانی نداشت، قوت و استقلال تمام پیدا کردہ . . . . رایت کفر و الحاد در ممالک محروسہ می افراشت . . . . .

. . . جنگ اوّل با کفار اشرار کہ مساجد را منہدم و خراب ساختہ بتخانہائے آں بنا نہادہ بود، ندا روے دادہ و محاربہ دیگر با ملاحدۂ نکوہیدہ کردار واقع شد" (ص ۱۳۰)

اب ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہوگا، کہ ہندوؤن نے دارا کا ساتھ کیون دیا تھا، کیا واقعی اُن کو دارا سے محبت تھی، کیا واقعی حکومت کی خیر خواہی مین وہ ایسا کرنا چاہتے تھے، کیا درحقیقت یہ ان کا جذبۂ وفاداری تھا، نہین، ان مین سے کچھ بھی نہین تھا، کیونکہ دارا کی موت کے بعد اُن کی عداوت اور زیادہ

لے بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اوّل حصہ اول ص ۴۵۲،

ہوگئی، ان کی اسلام دشمنی مضاعف ہوگئی، اور جہان کہین اُن کو موقع ملتا وہ اسلامی عمارتون کی بیخکنی اور مسلمانون کے قتل وغارتگری سے باز نہ آتے، پہلے اگر شمال و وسط ہند کے سورماؤن کا یہ حال تھا تو اورنگزیب کے بعد سے غدر دہلی تک یہ چیز دکن مین مرہٹہ پیرون، اور پنجاب مین سکھ سنگھون کی شکل مین پیدا ہوگئی تھی، مرہٹون کے ہاتھ اسلامی حکومت اور مسلمان آبادی کی جس طرح مٹی پلید ہوئی، اُس کا حال دکن کے مرہٹہ علاقون مین صاف نظر آتا ہے نفس برگی کا لفظ بہار و بنگال مین لڑکون کے ڈرانے کا بہترین ہوّا تھا، اور احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان مین آنے کا سب سے بڑا سبب مغلون کی کمزوری یا ہندوستان کی حکومت کا طمع نہ تھا، بلکہ مرہٹون کی یہی چیرہ دستیان تھین، چنانچہ اسی زمانہ مین اردو مین پانی پت کی تیسری جنگ کے حالات مین جو تاریخ لکھی گئی ہے، اس مین احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کے اسباب اس طرح بیان کئے گئے ہین:-

"اس گردشِ سپہر کا دیکھو یہ کاروبار | کیا کیا کئے ہین رنگ نے ماشنے اختیار
دکھن سے لاجماعتِ کفارِ نابکار | کی بند ملک ہند کی آتے ہی ایکبار
بانگ وصلوٰۃ و گاؤکشی علم و اعتبار" [1]

اسی طرح حضرت اسمٰعیل شہید کی جنگ یا مولانا امیر علی کی شہادت اُس معاندانہ جذبہ کو ظاہر کرتی ہے، جو ہندو قوم مین مسلمانون کے خلاف ہمیشہ پیدا رہا، غدر کے بعد اگرچہ اسلحہ کی ضبطی اور حکومت کے حسن انتظام نے اس قسم کے ناگوار واقعات کی مسلسل تکرار بند کردی ہے، لیکن پھر بھی ہندو مسلم فسادات کی آئے دن کی خبرین آتی رہتی ہین، اور اب آہنی اسلحہ کے بدلے معاشرتی، قطعہ اور قلمی آلات استعمال کئے جارہے ہین، موجودہ سنگٹھن تحریک اسی ہزار سالہ تحریک کی بیسوین صدی والی متمدن شکل ہے،

[1] فہرست مخطوطات اردو دفتر وزیر ہند صفحہ ۱۷ نسخہ ۳۰۸۔

ان حالات کے لکھنے سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہین ہے، کہ ہم ہندوستان کی ان دو قومون مین منافرت یا عداوت کی خلیج پیدا کرین، کیونکہ ہمارا خود یہ یقین کامل ہے، کہ جب تک دونون قومین بے اعتباری، نفرت، عداوت، اور غیریت کے جذبات سے اپنے دلون کو واقعی صاف نہ کرینگی، اور جب تک اکثریت، اقلیت کو اپنی مربیانہ نوازشات سے ممنونِ احسان و مطمئن نہ کریگی، یہ اتحاد نہین ہو سکتا، ہمارا بدبخت ملک ہمیشہ خانہ جنگیون کا شکار رہے گا، اور ہندوستان جنت نشان کی جگہ دوزخ بنیان بنا رہے گا،

ان باتون کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اُس عام ہندو مسلم ذہنیت کو پیش کر دین، جو شاہجہان کے وقت موجود تھی، جو اورنگ زیب کے زمانہ مین موجود رہی، اور اب تک موجود ہے، ہندوستان کے سچے رہنماؤن کا کام اس ذہنیت کو دور کرنا ہے،

دراصل یہ حالات تھے جنکے ماتحت دونون قومون، دونون جماعتون، اور دونون گروہون کے اشخاص ایک دوسرے سے برسرپیکار ہونے کے لیے تیار تھے، اور جونہی اُن کو اس کا موقع ملا تمام ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی، ہندؤن نے اُسی زمانہ مین عوام کو اورنگزیب کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے جو غلط الزامات قائم کئے، ان کو جس بری طرح مشہور کیا، اُسی کی یہ صدائے بازگشت ہے، جو ہم کو ایک خاص گرامفون کے ذریعہ یہ سنا رہی ہے، ع

کہ "عالمگیر ہندوکش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا"

ورنہ اگر غور سے دیکھو تو عالمگیر کے اس جرم کے سوا کہ اُس نے ہندوؤن کے محبوب شہزادہ دارا شکوہ کو ہندوستان کا بادشاہ ہونے نہین دیا، ہندوون کے ساتھ اُس نے کوئی ایسا سلوک نہین کیا، جو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے زمانہ مین نہ ہوا ہو،

خاندانی تعلقات اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا، اس کا مقصد اُس کے سوا کچھ نہین تھا، کہ برادرانہ جنگ

کے وقت ملک کی جو مذہبی و ذہنی حالت تھی، اور جو قوتین مصروفِ عمل تھین، اُن کا ایک سرسری علم ہو جاے، اب ہم شاہی خاندان کے مختلف ارکان کے طریقۂ عمل، ان کی افتادِ طبیعت، ان کی معاندانہ کارروائیون کو بتا کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین، کہ کس طرح یہ آگ آہستہ آہستہ ہر سینہ مین سلگ رہی تھی، کس طرح یہ ناسور اندر ہی اندر کام کر رہا تھا، اور کس طرح یہ حوادث خاموشی کے ساتھ ایک عظیم الشان، مہلک طوفان کا سامان کر رہے تھے، اور کس طرح ایک ذرہ سی حرکت سے یہ کوہِ آتش فشان آگ برساتا ہوا اٹھا، کس طرح یہ ناسور خون ٹپکاتا ہوا بہا، اور کس طرح اس طوفان نے ملک پر موت و ہلاکت کی بارش کی،

شاہجہان شاہجہان کی عظمت، اس کی بزرگی، اُس کی برتری، اس کی مذہبی پابندی، اور اس کی علوم نوازی سے کون انکار کر سکتا ہے، ہندوستان کے اسلامی سلاطین مین شاید ایک بھی ایسا نہ ہو جس کا جمالیاتی پہلو اپنا اتنا دیرپا اثر نہ صرف صفحاتِ تاریخ بلکہ روے زمین پر چھوڑ گیا ہو، شاہجہان کی تعمیری عظمت، اور اس کے وزیر علامی سعد اللہ خان کی حکمت و تدبر نے اس کے عہدِ حکومت کو اس طرح گھیر رکھا ہے، اور ان کی روشنی اس قدر تیزی سے پڑ رہی ہے، کہ اوس کی چمک مین کسی دوسری چیز پر آنکھ ٹھیک سے نہین جمتی، تاج کا مرمری گنبد، لال قلعہ کی سرخ دیوارین دیوانِ عام و دیوانِ خاص کی زرین نقش آرائیان، جامع مسجد کی شوکت و ابہت، تختِ طاؤس کی ضیا پاشی، اور کوہِ نور کی نور افشانی شاہجہان کی دوسری کارروائیون کی طرف سے بالکل بےخبر کر دیتی ہے، وہ سرتاپا حسن و شعریت نظر آتا ہے، اور اگر اس کی تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا جاے تو اس بات کی بظاہر تائید بھی ہوتی ہے، مگر جو لوگ اس کی افتادِ طبیعت کو سمجھنا چاہتے ہین، اُن کو صاف نظر آتا ہے کہ شاہجہان مین ایک بہت بڑا عیب بھی ہے، اور وہ اس کی خودی، اور اسی وجہ سے اس کی ضد ہے، اس کا یہ پختہ خیال تھا، کہ وہ جو بات سوچتا ہے وہ کبھی بھی غلط

نہین ہو سکتی، اس کو اس کا یقین کامل تھا، کہ رزم و بزم کی تمام کارروائیون مین، ملکی و حربی مسائل
مین، مذہبی و معاشرتی احکام مین، اُسی کی راے صائب، اُسی کا مشورہ درست، اور اسی لیے اسی
کا حکم قابل قبول ہے، اورنگزیب ہی کا معاملہ لے لیجئے، کیا ایک مرتبہ بھی شاہجہان نے اپنے حکم
پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کی، قندھار کی مہم پر اورنگزیب اور علامی سعد اللہ کو بھیجا جاتا ہے،
لیکن فوج کی نقل و حرکت، اُس کا طریقۂ مدافعت، اُس کے حملہ وغیرہ کے احکام، سیکڑون میل
بیٹھکر صادر کئے جاتے ہین، ملتان و دکن کا گورنر اورنگزیب ہے، لیکن چونکہ سمجھ لیا گیا ہے، کہ وہ
نالائق ہے، اسلیے اُسکی ہر درخواست کا جواب بالکل الٹا ملتا ہے، شاہجہان اورنگزیب کے دشمنون
کے بہکانے کی وجہ سے ایک مرتبہ کسی نہ کسی طرح اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے، کہ اورنگزیب بھائیون
اور بہنون کے خلاف ہے، پھر کوئی طاقت، کوئی صفائی، اور کوئی کارروائی اس کی راے کو بدلوا نہین
سکتی، شاہجہان کی یہی ضد، یہی خود رائی، اور اس کی یہی کورانہ جانب داری تھی، جس نے ایک
طرف تو دارا و جہان آرا کو اس کی محبوب ترین اولاد بنا دیا تھا، کہ نہ صرف اُن کو مراحم خسروانہ سے
مالا مال کیا جاتا تھا، نہ صرف مناصب و انعامات کی اُن پر ہر وقت بارش ہوتی رہتی تھی، نہ صرف
یہ کہ دارا کے لڑکے اور ملازمین اپنے چچا کے ہم منصب و ہم مرتبہ کر دیئے گئے تھے، نہ صرف یہ کہ
دارا کے ملازمین کو بھی شاہی خطابات ملنے لگے تھے، بلکہ خود حکومت کے کاروبار مین اس کو
اتنا اقتدار و اختیار حاصل ہو گیا تھا، کہ وہ جس کے ساتھ جو رحم یا ستم کرنا چاہتا، اُس مین اس کا کوئی
مزاحم نہ تھا، ہندوستان کے بہترین صوبے کابل، ملتان، لاہور، الہ آباد وغیرہ اگرچہ دارا
کو دیدیے گئے تھے لیکن اس کو اس بات کی اجازت تھی، کہ وہ وہان جاے بغیر اپنے ملازمین
کے ذریعہ اُن کا انتظام کرے، اس کے جو نتائج تھے ان کی طرف سے شاہجہان آنکھ بند کیے ہوے
تھا، دارا کو "شاہ بلند اقبال" کا خطاب بھی ملا تھا، اور دربار مین مغل روایات کے خلاف تخت کے

قریب ایک سونے کی کرسی پر اُسے بیٹھنے امرا کی کورنشون کو قبول اور تمام سرکاری کاغذات کا مطالعہ کرنے کا بھی حق دیدیا گیا تھا، شاہجہان کی یہی ایک کمزوری تھی جس نے اس کو عدل و انصاف کے جادہ سے ہٹا دیا تھا، اور دارا کے دوسرے بھائیون کو عموماً اور اورنگ زیب کو خصوصاً شاہجہان سے اگر کوئی شکایت تھی تو وہ یہی تھی، کہ وہ اپنے لڑکون کو ایک نظر سے نہین دیکھتا

داراشکوہ

داراشکوہ، شاہجہان کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس لیے سب سے زیادہ پیارا تھا[1]، مان باپ کے لاڈ پیار، درباریون کی خوشامد، غلط تعریف، اور خود شاہجہان کی انتہائی محبت نے اسے خودسر، خودرائے، اور ستایش پسند بنا دیا تھا، وہ سمجھنے لگا تھا کہ تمام حکومت مین، اُس سے زیادہ صائب الرائے، ہوشمند، وسیع المشرب، اور صاحب اقتدار کوئی نہین ہے، اس لیے جب اس کے دوسرے بھائی، سن شعور کو پہنچے، اور اپنے درجہ، مرتبہ، اور کامون کی وجہ سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے، تو اسے یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی، اور چونکہ اورنگزیب ان سب مین سب سے زیادہ بااثر سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ دوراندیش، اور سب سے زیادہ کامیاب تھا، اسیلیے دارا کو اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو گئی، جون جون اورنگزیب ترقی کرتا اور لوگون کے دلون مین جگہ بناتا جاتا، دارا کی دشمنی، اس کی سازشین، اس کے خلاف بڑھتی جاتین، اور اسی عداوت کا نتیجہ برادرانہ جنگ تھی، مگر یہ مختصر بیان شاید ہمارا یک طرفہ اور جانبدارانہ بیان سمجھا جائے گا، اس لیے ہم دارا کی افتادِ طبیعت کے متعلق بعض ثبوت پیش کرتے ہین.

دارا کی افتادِ طبیعت

دارا کو لاڈ پیار اور شاہجہان کی غیر محدود کورانہ محبت نے اس بات کا عادی کر دیا

[1] دارا سے اس انتہائی محبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ممتاز محل کی پہلی دو اولاد لڑکیان تھین، شاہجہان کو لڑکے کی خواہش تھی اور وہ اس غرض کے لیے اکثر و بیشتر اجمیری دربار مین حاضر ہوا کرتا تھا، یہین سکی دعا قبول ہوئی، دارا ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ (۲۰ مارچ سنہ ۱۶۱۵ء) کو اجمیر ہی مین پیدا ہوا، مقدمہ مجمع البحرین ص۱

تھا، کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جائے، کوئی شخص اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے اور اگر کسی نے اس قسم کی کوئی جرأت کی بھی تو وہ سرِ دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا تھا، خود علامی سعد اللہ خان کو ایک مرتبہ اس قسم کی تذلیل سے دوچار ہونا پڑا ہے، اورنگزیب نے اپنے لڑکے کو ملازموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت کرتے ہوئے ان الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے:

"فرزندِ عالیجاہ، روزے بہارامل دیوان سرکار برادرِ نامہربان فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوتِ ایام مابین از سرکارِ والا طلب است، بہ تنخواہ آں فرمان شود، آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان فرمودند کہ از روئے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ، بعرض رساند، خان مذکور فے الفور التماس نمود کہ چنیں زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد، داراشکوہ بعد برخاست دربار بادیوانِ اعلیٰ کلمات تند گفت، چوں از روئے فرد مرسلہ مشرفِ غسلخانہ بمسامعِ علیا رسید ہماں وقت شقہ ببرادرِ نامہرباں نوشتند و ایں فرد ہم بقلم آوردند، فرد

"باصاف دل مجادلہ باخویش دشمنیست
ہر کس کشند بر آئینہ خنجر بخود کشد"

"دریافت صدق بطلان خاصہ ابنائے ملوکست، بہارامل کفایت خانہ شاہ و سعد اللہ خاں صیانتِ مالِ ماحی خواہد، ہرگاہ ایں فرد از دفترِ شما درست شدہ بود، بایستے تحقیق نمود، کہ تنخواہِ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول است یا نہ، ملول ساختن بندہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خان بسیار بدست، و بدست آوردن دلِ ایں مردم خوب مصالح کار آں صاحب شعور و اسطہ افزایش مال و خویش نامی صاحب معاملہ اند"

آخر روز چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار نقد بسعد اللہ خاں انعام

فرمودند[1]

شاہجہان کو خود اس بات کا علم تھا، اور وہ وقتاً فوقتاً دارا شکوہ کو تنہائی مین سمجھاتا بھی رہتا، اورنگزیب اپنے ایک خط مین لکھتا ہے :-

"فرزند عالیجاہ! روزے اعلیٰحضرت درخلوت بدارا شکوہ ارشاد نمودند کہ درحقِ امرائے پادشاہی، کج خلق و بدگمان نباشد و ہمہ را شمولِ عواطف و الطاف دارد، و عرضِ غرض آمیز سخن سازاں درحقِ ایں جماعت نشنود، کہ ایں حرف وقتے بکار خواہد آمد[2]"

حمید الدین خاں نیمچہ نے اسی کو ذرا مفصل طریقہ سے لکھکر اورنگزیب و دارا کے طریقۂ عمل کو بتاتے ہوئے لکھا ہے، کہ جب شاہجہان نے دیکھا کہ دارا شکوہ اس کی نصیحت نہین سنتا، اور امرا کو برابر ناخوش کرتا رہتا ہے، اور اس کے مقابلے مین اورنگزیب سے سب کے تعلقات اچھے ہین، تو اس نے بجائے اس کے کہ دارا کو سمجھاتا، اورنگزیب ہی کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ تم شہزادہ ہوکر ہر شخص سے جو مساویانہ طریقہ سے ملتے ہو، یہ غلط ہے، احکام کے الفاظ یہ ہین :-

"دارا شکوہ با بعضے امراء طریقِ عداوت و با بعضے امراء بطور تبختر . . . . . . سلوک میکرد، و حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند . . . . ہر کدام ازیں . . . . . . از کمالِ محبت در حفظ الغیب آنچہ لازمۂ دوستی بود بعمل آوردند اعلیٰحضرت . . . . . . را در خاطر بسیار گراں می آمد . . . . . . بدارا شکوہ نصیحت از قبائحِ افعال و اقوالِ وی فرمودند، چوں دیدند کہ دارا شکوہ را پند فائدہ نہ کند . . . . خواستند کہ محمد اورنگزیب در سلوکِ خود با امرا تفاوت کنند کہ آنہا دست از حفظ الغیب بردارند، بر شقہ بدستخط خاص نوشتہ فرستادند کہ بابا سلطان و فرزندانِ ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند، شنیدہ شد

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۳۰ ۔ [2] ایضاً ۴۹،

کہ شما باہر کدام از نوکراں سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند . . . . . .

ازیں پست فطرتی بغیر از مذمت فائدہ حاصل نہ خواہد شد"

اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"آنچہ از راہِ فضل و کرم درباب غلامِ مستہام مرقوم قلمِ عنایت رقم بود کالوحی من السماء نازل گردید

پیر و مرشد برحق سلامت "تعز من تشاء و تذل من تشاء" محض بتقدیر قادر عباد و خالق ارض

و بلاد است، بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من اذل نفسہ اعزہ اللہ

عمل نماید، و انکسار قلوب را اذنب ذنوب و افحش عیوب می شمارد"[1]

انہی حالات کو دیکھکر بعض وقت خود شاہجہان مایوسی مین کہہ اٹھتا تھا،

"مارا بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ ہمین پور عدوِ نیکوکاران واقع شدہ، و مراد بخش بیکار بشرب

دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد مگر عزم و شعورِ اورنگزیب اقتضا می کند متحمل این امر

خطیر تواند شد"[2]

اس احساس کے باوجود بھی شاہجہان کا دارا ہی کی حمایت کرنا کہان تک جائز، اور کہان

تک انصاف پر مبنی تھا، اس کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہین، اورنگزیب کا دارا کے متعلق جو خیال

تھا، اس کو اس نے کبھی بھی ایک منٹ کے لیے کسی سے نہین چھپایا، چنانچہ خود شاہجہان کو ایک

خط مین لکھتا ہے:

"این مرید ہیچ گاہ باظہار محاسن افعال خویش نہ پرداختہ . . . . از آں زماں

کہ بسن تمیز رسیدہ، در استرضائے خاطر ملکوت ناظر دقیقہ از دقائق جد و جہد فرو نگذاشتہ، با آنکہ

بتقریب بادشاہزادۂ کلان کہ ہنرے جز خوش آمد ظاہری و چرب زبانی و خندۂ لب یار نداشت

---

[1] احکام عالمگیری ص ۱۶۱ [2] ایضاً ص ۶ و رقعات عالمگیری مطبوعہ ص ۵ ۔

و در خدمتِ ولی نعمت دلش با زبان موافق نبود، (۱۴۵)

دارا کے مزاج کا یہی حال تھا لیکن چونکہ شاہجہان کی نگاہ مین اس کا ہر عیب ہنر نظر آتا تھا، اسلیے کوئی امیر اسکی شکایت کرکے خواہ مخواہ اس کو اپنا دشمن بنانا نہین چاہتا تھا. لیکن کسی ایک کے دل مین بھی نہ اُس کی عزت تھی، نہ اُس کی وفاداری کا جذبہ، دوسرے شاہجہان نے انتہائی پدرانہ محبت کے جذبہ سے متاثر ہوکر اُسے اُس کے صوبون مین جانے نہ دیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشامدیون کی جماعت مین گھر کر وہ ایک بیکار سا آدمی رہگیا، نہ اُس کو ملک کی حالت کا اندازہ تھا، نہ فوج سے اُسکو کوئی واسطہ تھا اور نہ امرا اور سردارون ہی سے اُس کے تعلقات خوشگوار تھے، قندھار کے تیسرے محاصرے کے سلسلہ مین اس نے جو مضحکانہ حرکتین کی ہین جس طرح مغل حکومت کے لاکھون روپیون اور ہزارون عزیز جانون کو اپنی غیر مدبرانہ مرضی کے بھینٹ چڑھایا ہے، وہ اس بات کو نمایان ظاہر کر رہی ہین کہ وہ کوئی بلند اخلاق کا آدمی نہین، نہ اُس مین مردانہ ہمت ہے جو موت کے سامنے بھی انسان کو ہنساتی رہتی ہے اُس غریب نے آج تک ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف ہوتے نہین دیکھی تھی، اُسے انسانی فطرتون کے تضاد کا کوئی علم نہ تھا، وہ مصائب و آلام سے یکسر نا آشنا تھا، وہ راحت کی گود مین پلا، آرام طلبی کے آغوش مین بڑھا، اور اطمینان کے پہلو مین بیٹھا، اپنے بے سر پا خیالات کی تبلیغ مین مگن تھا،

داراشکوہ کا علمی درجہ

داراشکوہ کے مذہبی خیالات بیان کرنے سے پہلے ہم اُس کے علمی تجربہ، اس کی بلند انشا پردازی، اُس کی شاعری، اور اس کے حسن خط کے متعلق کچھ کہدینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس نے اپنی خداداد قابلیت، اور صلاحیت کو کس طرح غلط راستہ پر لگا دیا، اپنے کو اسلام کی جگہ الحاد کا حامی بنا دیا،

داراشکوہ کی تعلیم کے لیئے اس وقت کے بہترین اساتذہ بلائے گئے تھے، ان مین مولسنا

عبداللطیف سلطانپوری، اور ملا میرک شیخ ہروی کا عبدالحمید نے تذکرہ کیا ہے، خطاطی کے لیے عبدالرشید دیلمی جیسا استاد نصیب ہوا[1]، شعر و شاعری کا ذوق مغلیہ شہزادوں کو وراثت ہی میں ملا تھا، اس لیے داراشکوہ نے خواہ وہ جہانگیر کے پاس بطور ضمانت رہا ہو، خواہ باپ کی خدمت میں ہو، اپنے عہد کی بہترین تعلیم حاصل کی، تصوف سے بھی اُسے خاصہ ذوق تھا، اور اس کی بے راہ روی کا ایک سبب تلاش حق کے لیے قید و بند سے کامل آزادی میں مضمر ہے، اس کی تصانیف کی ترتیب ہم کو صاف طور سے بتاتی ہے، کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ اس آزاد روی کی طرف، جسے اسلام نے جائز نہیں رکھا ہے، جارہا ہے۔

اُس کی سب سے پہلی تصنیف سفینۃ الاولیا ہے، اس کتاب کو اُس نے اُس وقت لکھا ہے جبکہ وہ ۲۵ سال کا نوجوان تھا، یہ کتاب ۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ کو ختم ہوئی، اس میں ۴۱۱ بزرگان دین کے مختصر حالات ہیں، اور دو فصلوں پر منقسم ہے، اس میں اس نے اپنے نام کے ساتھ حنفی و قادری کے الفاظ بھی بڑھا دیئے ہیں، اس کے تین سال بعد ۲۸ برس کی عمر میں ۱۰۵۲ھ میں اس نے سکینۃ الاولیا لکھی، یہ کتاب اُس کے پیر ملا شاہ بدخشانی کے مرشد حضرت میاں میر کے حالات میں ہے، ان کو داراشکوہ باری تعالیٰ کہا کرتا تھا[2]، اسی وقت سے اس کو الہام یا ندائے غیبی کا تجربہ ہونا بھی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے کہ اس نے ایک ندا سنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم اے نے مسلم ریویو کلکتہ جلد ۱ نمبر ۳ میں دارا کی فن خطاطی پر ایک پر از معلومات مضمون لکھا ہے، اور اس کی لکھی ہوئی کتاب کا ذکر کیا ہے، اس کی لکھی ہوئی ایک شرح دیوان حافظ، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں بھی ہے، دیکھو فہرست جلد اول ص ۷۰۸-۹،

[2] حسنات العارفین میں لکھتا ہے:-

"چوں ایشاں در کوہ ہائے نواحی قصبہ باری عزلت گزیدہ بودند، من ایشاں را حضرت باری تعالیٰ می گفتم" صفحہ ۳،

اسے ایک ایسی چیز ملے گی، جو آج تک کسی بادشاہ کو نہین ملی، اور اسکی تعبیر یہ ہے، کہ اُسی سال ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ کو اس نے ملا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر اُس نے رسالہ حق نما لکھا، اس مین واصل الی الحق ہونے کے مختلف مدارج دیئے ہین، اور لکھا ہے کہ اس رسالہ کو صرف ایسے شخص کو پڑھنا چاہیے جس کی ہدایت کے لیے ایک مرشد موجود ہو، پھر لکھتا ہے کہ جو اہل اللہ اور عارف اس رسالہ کو پڑھین گے وہ اس بات پر متحیر ہون گے، کہ اللہ تعالیٰ نے کشفِ رموز و حقائق کے کیسے کیسے ابواب مجھپر کھولدیئے ہین، اور ایک شاہزادہ ہونے کے باوجود اور کسی ریاضت و عبادت کے بغیر، عرفان کا دروازہ کس طرح مجھ پر باز ہے[1]،

یہ رسالہ جو ۶ فصلون پر منقسم ہے، ۱۰۵۶ھ مین ختم ہوا، اس رسالہ مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"شبے بخواب دیدم ہاتفے آواز داد چہار بار تکرار کرد کہ، آنچہ ہیچ یکے از سلاطینِ روے زمین دست نداده اللہ تعالیٰ بتو ارزانی داشتہ، صـ ۲۷۔۲۶"

اسی زمانہ مین اس نے علانیہ ایسے جملے اور الفاظ عام گفتگو مین استعمال کرنے شروع کیے جو شریعت کی نظر مین قابلِ الزام تھے، اس پر جب بعض لوگون نے چہ میگوئیان شروع کین، تو دارا نے حسنات العارفین (شطحیات) کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جسمین رسول اللہ صلعم، اصحاب کبار کے بعض موضوع اقوال اور مختلف بزرگون کی حالتِ جذب وغیرہ کے اس قسم کے جملے جمع کیے ہین، جنسے ظاہراً منصوری دعویٰ کی تائید ہوتی ہے، یہ کتاب ۱۰۶۲ھ مین ختم ہوئی، اس کتاب کا خاتمہ بتاتا ہے

---

[1] حق نما کے اصل الفاظ یہ ہین:-

"این نیازمند درگاہ صمدی محمد دارا شکوه حنفی قادری، از آن طائفہ است کہ جاذبہ فضل بحتش بے سبب ریاضت و مجاہدت بتاثیر نظر کامل آنہا بسوے خود کشیده ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ این فقیر مراتب تجرید و تفرید و دقائق عرفان و توحید را چنانچہ حق معرفت است، یک بیک دانستہ و دریافتہ۔ صـ ۵"

کے لیے کافی ہے، کہ داراشکوہ کم ازکم لوگون پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا، کہ اب وہ اُس درجہ و مرتبہ کو پہنچ چکا
جہان کہ کفر و اسلام، الحاد و ایمان، نور و نار، خیر و شر، ظلمت و ضیا، عبد و معبود کا سوال باقی نہین رہتا،
لیکن ہمارا خیال ہے، کہ اُس نے یہ کتاب لکھکر خود اپنا پردہ فاش کر دیا، کیونکہ کسی خاص کیفیت و حالت
کے ماتحت بعض وقت بعض بزرگون کی زبان سے جو جملے نکل گئے ہین، ان کی سچائی یا صداقت
پر انھون نے کبھی بحث نہین کی ہے۔ اور نہ ان کو اس کی پرواہ رہی ہے، کہ اس جملے کے کون
شخص کیا معنی پہناتا ہے، یا اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، کیا دنیاے تصوف کا واقف کار ہم کو اس قسم کی
ایک بھی مثال دیسکتا ہے، منصور سولی چڑھ گیا، لیکن اُس نے اپنے الفاظ واپس نہین لیے، سرمد
نے عریانی کو باقی رکھنے کے لیے جسم کا چولہ بھی اتار ڈالا، مگر اپنے اصول سے باہر قدم نہ رکھا، حضرت
شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد ہی کے لیے شہید ہوئے، مگر ان مین سے ایک
نے بھی اپنی مدافعت اور صفائی مین ایک لفظ زبان سے نہین نکالا، مگر دارا پر جہان ایک آدھ
آدمی نے اعتراض کیا، وہ فوراً جواب دینے اور اپنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے تصنیف
مین مشغول ہوگیا، اور اس خیال کو تقویت دینے اور ہندوون کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے
اُس نے اپنی وہ کتاب لکھی، جو مجمع البحرین کے نام سے مشہور ہے، یہ ۱۰۶۵ھ کی تصنیف ہے، یہ دارا
کی آخری ذہنی تصنیف ہے، کہ اس کے بعد جو کچھ اس نے لکھا وہ اپنشد اور ریو کے بیان کے
مطابق بھاگوت گیتا کا ترجمہ ہے، اس کتاب مین دارا نے یہ دکھایا ہے کہ اسلامی تصوف اور ویدانتک
فلسفہ اپنے اصول، اپنی تعلیمات، اور اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک ہین، اور جو شخص حق کو حاصل
کرنا چاہے، وہ ان مین سے جس راستہ کو بھی اختیار کرے، اُس سے منزل مقصود تک پہنچ جائیگا، اسے
خود خطرہ تھا کہ مسلمان اس کی اس تصنیف کو پسند نہ کرین گے، اسلیے اس نے دیباچہ ہی مین لکھدیا،
کہ اس نے یہ کتاب رازِ درون خانہ سے واقف "اہل بیت" کے لیے لکھی ہے، "و مرا بعوام ہر دو

قوم کار سے منیست"، اسی وقت سے حنفی وقادری کی نسبت بھی غائب ہوجاتی ہے[1]۔

اس کے بعد اسے ویدہی مین قرآن نظر آنے لگا، اور توارات، زبور، وانجیل کے مطالعہ کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچا، وہ یہ ہے کہ ان کو قرآنی تعلیماتِ توحید سے کوئی لگاؤ نہین ہے۔ اس سلسلہ مین اس کے عقائد مین جو تبدیلی واقع ہوئی، اس کا ذکر آگے آتا ہے[2]۔ اس کے علاوہ، وہ خود ہی ایسی کتابین نہین لکھتا، بلکہ اپنے ملازمین سے بھی لکھواتا ہے، ان مین سب سے زیادہ مشہور وہ رسالہ ہے، جو اس کے منشی چندر بھان نے مکالمہ داراشکوہ و بابا لعل کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ اس مکالمہ کی روح اس خیال کی تائید ہے کہ حق وصداقت کسی ایک خاص مذہب کی ملکیت نہین ہے۔ دوسری کتاب جوگ بشست ہے، جوگ بششت کے ترجمہ کرانے کا جو غرض و اساسی سبب کتاب مین بتایا گیا ہے، اس کے مقابلہ مین ہم کو یہ خیال ظاہر ترجمہ کا زیادہ موید معلوم ہوتا ہی کہ چونکہ اس کتاب مین مہاراج رام چندر جی کے بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود، اوتار ہونے کو دکھایا گیا اسلیے دارا اس ترجمہ کے ذریعہ یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہرا ولیعہدِ شاہجہان ہے، لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے، خود کتاب کے ترجمہ کے جو اسباب بیان کیے گیے ہین وہ ہماری اس بدگمانی کے مؤید ہین،

---

[1] اس کے الفاظ یہ ہین:-

میگوید فقیر بے اندوہ محمد داراشکوہ کہ بعد از دریافت حقیقۃ الحقائق بتحقیق رموز دقائق مذہب حق صوفیہ و نقش گشتن این عطیہ عظمیٰ در صدد آن شد کہ درک کنہ مشرب موحدان ہند و محققان این قوم قدیم نماید، با بعضے از کاملان ایشان کہ بنہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف وخدا یابی و سنجیدگی رسیدہ بودند مکرر صحبتہا داشتہ و گفت و گو نمودہ جز اختلاف لفظی در یافت و شناخت تفاوتے ندیدہ، ازین جہت سخنان فریقین را با ہم تطبیق دادہ و بعضے سخنان کہ طالبان حق را دانستن آن ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ .... الخ

[2] اسکی دوسری تصانیف جنکا فہرست نگاروں نے تذکرہ کیا ہے یا جس کو بعض دوسرے مضمون نگاروں نے لکھا ہے، یہ ہین، (۱) رسالہ معارف (۲) نادر النکات (۳) مثنوی (۴) تزک (۵) دیوان داراشکوہ کے واسطے جو مذہبی تھین انمین قابل ذکر یہ ہین (۱) طب داراشکوہ (۲) ترجمہ اقوال واسطی (۳) قصص الانبیاء (۴) تاریخ شمشیر خانی،

دارا کے حکم سے ۱۰۶۶ھ میں سنسکرت سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اس کی جو وجہ بتائی گئی ہے، خود دارا کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ

"اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے، ہم نے (دارا) مطالعہ کیا، تو رات کو خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ قبول صورت ایک اونچے پر اور دوسرے کسی قدر اس سے نیچے کھڑے معلوم ہوئے، جو اونچے پر کھڑے تھے بشسٹ تھے اور دوسرے رام چندر .... (میں) بے اختیار بشسٹ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ..... بشسٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ اے رام چندر یہ سچا طالب ہے، اور سچی طلب میں تیرا بھائی ہے، اس سے بغلگیر ہو، رام چندر بکمال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے، اس کے بعد بشسٹ نے رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تاکہ مجھے کھلا دے، میں نے وہ شیرینی کھائی، اس خواب کے دیکھنے پر ترجمہ کی خواہش از سر نو زیادہ ہوئی، اور دربار عالی کے حاضرین میں سے ایک شخص مقرر اس خدمت پہ ہوا اور ہندوستان کے پنڈتوں سے ...... اس کتاب کے لکھنے میں اہتمام و انصرام کرایا[1]"

یہ تھیں دارا شکوہ کی مذہبی کارروائیاں جنھوں نے اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر ڈالا کہ اس کے عقائد متزلزل ہو گئے، اب ہم اس کے عقائد کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں[2]

---

[1] جوگ بشست کا اصل فارسی نسخہ ہم کو نہ مل سکا، البتہ اس کا اردو ترجمہ جو مولوی ابوالحسن صاحب نے کیا ہے اور جو مطبع نولکشور کی طرف سے منہاج السالکین کے نام سے شائع ہوا ہے ہمارا ماخذ ہے، ص ۳ و ۴،

[2] دارا شکوہ کی شاعری پر لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے، اس پر ضمیمہ جلد میں مفصل بحث ہوگی، مگر یہاں پر صرف اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس کا دیوان ناپید ہے، اور اگرچہ عرصہ ہوا نگار میں دارا شکوہ کے ایک دیوان کا تذکرہ کیا گیا تھا، لیکن اس کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا، وہ آج تک پورا نہیں ہوا، البتہ دانش کے صرف ایک شعر پر اس نے جس طرح ایک لاکھ روپیہ انعام دیدیا تھا، وہ اس کی شعر پرستی کی کافی دلیل ہے، رضی کا مشہور شعر ہے

دارا کے مذہبی عقائد | لیکن ان سب سے بڑھکر اس کے مذہبی خیالات تھے، اس کی تباہی و بربادی میں جس چیز نے سب سے زیادہ حصہ لیا[1]، اور یہی چیز تھی جس نے اس کے بھائیون کے ہاتھون کو مضبوط اور عوام کی ہمدردی کو اس سے چھین لیا تھا، دارا مذہبی خیالات کے اعتبار سے اس جماعت کا صحیح نمونہ تھا، جو ہندوؤن کو اپنانے کے لیے اسلامی توحید، اور ویدانت کے ہمہ اوست کو ایک سمجھتی تھی، اگر معاملہ یہین تک رہتا تو کوئی ہرج نہ تھا، لیکن چونکہ ہندوؤن نے اس مقصد کے حصول یعنی فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص راہ، اور کوئی خاص شریعت مقرر نہین کر رکھی تھی، اور جس شخص کو جو طریقہ اچھا معلوم ہوتا، اس کو وہ مذہبی حیثیت سے اختیار کر لیتا، اس لیے دارا نے بھی تصوف کو توڑ موڑ کر اس اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچنے کے لئے شریعت کی راہ ہی پر چلنے کی قید اڑا کر مسلمانون کو بھی اس بات کی دعوت دینا شروع کی کہ واصل الی الحق یا فنا فی اللہ ہونے کے لیے مذہب کی ظاہری پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے، حالانکہ اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہین ہوسکتا، کہ اسلام مین جتنے صوفیاے کرام گذرے ہین وہ سب کے سب مذہب کے انتہائی پابند ہوتے تھے، اور ... سے کوئی فعل بھی ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۶) تاک ... سر سبز گشتہ اے ابر نیسان بہار | قطرہ تا مے تواند شد چرا گوہر شود

دارا کا بھی اس ... ایک شعر مشہور ہے جسمیں وہ صوفیانہ تعلی ... ہے،

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن | قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

گر دارا شکوہ نے اپنے کو کس طرح سلطنت سے علیحدہ ہو کر آشنائے فقر کر لیا تھا، اس کا حال آگے آئے گا،

اس کی متعدد تصانیف اور مختلف تذکرون مین بھی اس کی غزلین اور رباعیات ملتی ہین، پروفیسر محفوظ الحق نے مجمع البحرین کے مقدمہ مین دارا کے علمی مرتبہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے،

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۳۳۹-۴،

سرزد نہ ہوجاتا، جس سے اہل شریعت کو اُن کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت ہوتی، دارا نے نماز روزہ سب چھوڑ دیا، اس کے پاس جتنے قیمتی پتھر تھے، ان پر "پربھو" کندہ کرا دیا، اور کشمیر مین جو ہندوؤن کے بعض ویدانتی صوفیون کا سب سے بڑا مرکز تھا، اپنے تصوف کو شروع کیا[1]، خوشامدی درباریون اور دنیا پرست صوفیون نے اسے یقین دلانا شروع کیا، کہ وہ اس راہِ حق کی تمام منزلین چشم زدن مین ختم کر چکا، اور وہ فنا فی اللہ کے درجہ مین پہنچ گیا ہے، چنانچہ ترکِ احکامِ شریعت کی جو وجہ وہ پیش کرتا تھا، وہ یہ تھی کہ جب مین فنا فی اللہ ہو چکا، تو پھر اپنی ہی عبادت کیون کرون، ہندوؤن کے علاوہ اس زمانہ کے عیسائیون اور مسیحیون سے اس کے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ وہ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دارا مسیحی ہے، اور ان کا یہی خیال تھا جس نے تمام یورپین سیاحون کو یہ لکھنے کی ہمت دلائی کہ داراشکوہ مسیحی مرا ہے، اور جس وقت وہ مرا ہے اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

"محمد مرا می کشد وابن اللہ مریم مرا می بخشد"[2]

عالمگیر نامہ نے مفصل طور سے اس کے مذہبی عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

"در اواخر حال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باظہار مراتب اباحت والحاد کہ در طبع او مرکوز بود، وآنرا تصوف نام می نہاد، اکتفا نہ نمودہ، بدینِ ہندوان وکیش وآئینِ آں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مائل شدہ بود، وہموارہ با برہمنان وجوگیان وسناسیان صحبت می داشت وآں گروہ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ را مرشدانِ کامل وعارفانِ بحق واصل می پنداشت، وکتاب آنہارا کہ بہ بید موسوم

---

[1] حسنات العارفین ۱۰۶۲ھ مین اُسنے حضرت میان میر حضرت ملا شاہ، حضرت شاہ دلبر، میر سلیمان مصری سے ملاقاتون ان سے تبادلہ خیالات اور انکے اقوال واعمال نقل کیے ہین، وہ یہ دکھانے کے لیے کافی ہین کہ یہ صوفیائے کرام کس طرح ہمہ اوست کے مسئلہ کو آزادانہ طریقہ سے استعمال کرتے ہین، ہم اس شخص کو جو تصوف کی تباہی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہین، یہ رسالہ چھپ بھی گیا ہے، [2] مفصل حالات کیلئے دیکھو ہمارا مضمون "کیا داراشکوہ مسیحی مرا" معارف جلد ۱۲ نمبر ۴ ص ۲۹۰۔۲۸۴

ہست کتابِ آسمانی وخطابِ ربانی میدانست ومصحفِ قدیم کتابِ کریم میخواند واز کمالِ اعتقادِ
باطل...... بجاے اسماے حسناے الٰہی اسمے ہندوی کہ ہنود آں را "پربھو" می نامند
واسمِ اعظم میدانند بخطِ ہندوی بر نگینہاے الماس ویاقوت وزمرد وغیرِ آں از جواہرے کہ میسّر بود
نقش کردہ، باں تبرک می جست وچوں معتقدِ آن بود کہ تکلیفِ عبادات ناقصاں راست و
عارفِ کامل را عبادت درکار نیست وکریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین را بمشربِ ملاحدہ
فرا گرفتہ دلیلِ ایں معنی می ساخت بنابریں عقیدۂ فاسدہ نماز وروزہ وسائر تکالیفِ شرعیہ را
خیرباد گفتہ بود[1]،[2]

کہا جاسکتا ہے، کہ یہ بیان اورنگزیب کے درباری مورخ کا ہے، اس لیے ہم خود اُس کی تصانیف اور خطوط سے اس کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ وید کے متعلق اُس کا جو خیال ہے، وہ ہم ابھی ابھی کسی کی زبان سے نقل کر آئے ہیں، اب خود اپنی بزرگی کے متعلق اس کا خیال، اُس کی زبان سے سنیے رسالۂ حق نما کے دیباچہ میں لکھتا ہے:-

---

[1] حسنات العارفین میں اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیتوں کے متصوفانہ معنی بھی دارا نے بتائے ہیں، مثلاً دارا کے پیر حضرت ملا شاہ نے یا ایہا الذین امنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری کے یہ معنی وتفسیر بیان کی ہے:-

اے کسانیکہ ایمانِ حقیقی آوردہ اید نزدیک نماز نشوید در وقتیکہ در حالتِ سکر و مستی باشید سکر [illegible] ست
از نماز گزاردن...... اگر مستی مجازیست قرب نماز ممنوع ست تا نماز صورت نشود دریں صورت عزت نماز ست
واگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع ست، دریں صورت عزت سکر ست...... [illegible]

دارا شکوہ اپنے کو فنا فی اللہ سمجھتا تھا، اس لیے عبادات کی پابندی سے بھی آزاد ہو گیا تھا، اسی طرح خود ملا شاہ نے بھی حسنات میں آیت
ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم کے متعلق بتایا ہے "حق تعالیٰ مہر نہادہ است بر دلہاے
ایشاں کہ در دل ایشاں غیر نیاید وچشم ایشاں غیر نہ بیند وگوش ایشاں غیر نشنود ومر ایشاں راست لذت وحلاوت بسیار ازاں" حسنات ص ۳۰۔

[2] عالمگیر نامہ ص ۳۴۔

"شب جمعہ ہشتم رجب المرجب ۱۰۵۰ء درسرایں فقیر ندا دو ندکہ بہترین سلاسل اولیاے خدائی سلسلۂ علیہ و طریقۂ سنیہ قادریہ ہست" صلہ

اب ہمہ اوست کے متعلق اس کے خیالات ملاحظہ فرمائیے، اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے:۔

"در تعریف نامہ چہ تواند نوشت کہ ذاتِ صاحب نامہ منزہ است از وصف و تعریف، اگرچہ تعریف کنندہ ہم غیر نیست عیاذاً باللہ بلفظِ غیر ہم غیر او نیست، عارف و معروف، شاہد و مشہود، محب و محبوب، طالب و مطلوب جز یک ذات نیست، ہر کہ بجز یک ذات است، معدوم محض است . . . . الحمدللہ کہ از برکت صحبتِ ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلام مجازی برخاست و کفرِ حقیقی روئے نمود، . . . . اکنوں کہ قدرِ کفرِ حقیقی دانستم، زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشیں گشتم۔" (۲۰۷/۲)

وہ دوسروں کو بھی فنا کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہے، یہ خط دبستان المذاہب کے مصنف فانی کے نام ہے،

"فانی بنوشتن و گفتن کسے نشود، بلکہ فانی آں بود کہ از رسم و اسم ظاہر و باطن قیاس و لباس رستہ باشد اگرچہ باعتقادِ خود فانی شدہ اند، و از ظاہر صورت فانی، بوئے فنا می آید، اما چوں در باطن اثرے نشدہ، و ہستی موہومی باقی ماندہ، صورت فانی بنظر می آید، و در لباسِ فنا تحقیق معنی ظاہر می شود، ؎

ترا باید کہ جان و تن نماند	اگر ہر دو بماند من بماند
ز تو تا ہست موے ماندہ برجا	براں یک موے باقی ماند برپا

تو تا یکبار جاں را در نبازی
. . . .

محبت شیخ محسن فانی باقی باد[1]

اسی طرح سرمد کو لکھتا ہے :-

"پیر و مرشد من، ہر روز قصد ملازمت دارد، میسر نمی شود، اگر من منم ارادۂ من معطل چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر مرا؛ قتل امام حسین اگر چہ مشیت ایزدیست، پس یزید درمیان کیست، و اگر غیر مشیت است، پس معنی یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید، چیست، نبی مختار بجنگ کفار میرفت شکست در اسلام می افتاد، علماء ظاہری میگویند، کہ تعلیم صبر است، منتہی را تعلیم چہ درکار۔"[2]

ہم کو یہ تسلیم ہے، کہ اصحاب طریقت ان جملوں کے نہایت ہی دقیق معنی پہنا کر ان کو کسی نہ کسی طرح اسلام کی عین تعلیم ثابت کرین گے، لیکن اگر مشیت ایزدی کوئی چیز ہے، اور اگر اس کا ظہور یقینی ہے، تو ہم کو یہ کہنے کا موقع دیا جائے، کہ جس طرح منصور کو اس کی تنک ظرفی کی سزا دیگئی اسی طرح اللہ تعالےٰ نے دارا شکوہ کی زبان بھی بند کر کے خاموش طریقہ سے اس مشیت یزدی کا اعلان کر دیا، کہ دنیا کو اس قسم کی تعلیم و تبلیغ کی ضرورت نہین ہے، ورنہ اگر اس کی یہ خواہش ہوتی تو نہ منصور کے لیے سولی ہوتی، اور نہ دارا کے لیے قتل کا فتوی،

لیکن سوال یہ ہے، کہ مانا کہ دارا نے جو کچھ کہا یا جو کچھ کیا، وہ طریقت کے ایک خاص نہانی

---

[1] یہ خط مجمع الافکار کتبخانہ شرقیہ پٹنہ ورق ۱۵۱ مین ہے اور ہم کو رقعات کے چھپ جانے کے بعد حاصل ہوا، اس لیے یہان درج کر دیا گیا

[2] یہ خط رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے سلسلۂ جدید کی جلد ۲۰ شمارہ ۳ سنہ ۱۹۲۴ء مین شائع ہوا تھا، سرمد نے یہ شعر مین جس بلاغت کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے :-

"اے عزیز !
ما انچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث دوست کہ تکرار میکنیم"

درجہ مین جائز ہے، مگر اس کے ساتھ اس کا جو اثر عام نا سمجھ، زود اعتقاد ضعیف ایمان والون پر پڑ رہا تھا،
اس کا کیا علاج تھا، آج بھی ہندوستان مین، کتنے مسلمان ہین، جو ایک مجذوب کی خدمت کو نماز
و روزہ سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہین، ہمارا تو ایمان ہے، کہ طریقت کا جو صحیح ترین راستہ ہے
اس مین شریعت کی پابندی اولین شرط ہے، ہم کو کوئی ایک بڑے بزرگ کا بھی ایک ایسا واقعہ
بتا دے جو ناموس شریعت کے خلاف ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیار، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت مخدوم شرف الدین
یحیٰی منیری، حضرت گنج شکر، حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مین سے
ایک کے بھی قول و فعل، کردار و گفتار، تحریر و تقریر کسی مین بھی اس کی مثال نظر نہین آتی، تزکیۂ نفس
ریاضت، نفس کشی، وغیرہ دوسری چیزین ہین اور عریانی، یاد، گوئی اور لفظی گورکھ دھندا ایک الگ شئے
شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے، حکومت کا قانون اعمال اور ان کے اثرات کا لحاظ کرتا ہے، اگر دنیا مین
اس غلط قسم کی طریقت ہو جاے، تو پھر دنیا ایک دن کے لیے بھی رہنے کی جگہ نہ رہے، واقعہ یہ ہے
کہ اس ہمہ اوستی تصوف کو عجمی شعرار، فلسفیون اور انشا پردازون نے اتنا پھیلایا ہے، اور اس کی
اصطلاحات، اس کے اصول کو اس کثرت سے داخل کر دیا ہے، کہ ہم صدیون سے اس سے متاثر ہوتے
چلے آتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس طریقہ کے اس زہریلے اثر کو جو شریعت کی جڑ کو سکھا رہا ہے،
بد قسمتی سے محسوس نہین کر رہے ہین، چند سال سے زیادہ کا عرصہ نہین گذرا کہ خود ہندوستان مین
حضرت مولانا فضل رحمٰن، حضرت شاہ بدر الدین، حضرت شاہ مولانا محمد علی سب سے بڑے
صوفی گنے جاتے تھے، ان کی تعلیم صحیح طریقت کی تعلیم تھی، ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہین کہ وہ
تمام مسلمانون کو ویسا ہی صوفی بنا دے، کہ اسلام کی فلاح و بہبودی اور اس کے مشن کی تکمیل اسی
مین مضمر ہے،

بھائیون سے تعلقات

اس فقر دوست، فنا فی اللہ موحد کے مذہبی عقائد اور دینی عادات دیکھ چکنے کے بعد اب دیکھیں کہ دنیاوی معاملات مین اس کا کیا رنگ ہے، کیا واقعی وہ دنیا سے علیحدہ، اس کی دلچسپیون سے الگ، اس کی مقناطیسی کشش سے اپنے دامن کو جدا رکھتا تھا، کیا درحقیقت وہ تارک الدنیا اور فنا فی اللہ تھا، اور کیا اس مرتبہ پر پہنچکر صوفیہ کے عقیدہ کے مطابق اس مین دوست و دشمن کی تمیز باقی نہین رہی تھی، افسوس کہ اس مین سے ایک بات بھی اُس مین نہ تھی، ایک فرمانبردار بیٹا، ایک محبت والا شوہر، اور شفیق باپ ضرور تھا، لیکن بھائیون کے مقابلہ مین اُس کی تمام خوبیان، برائیان، اُس کی تمام محبت عداوت، اور اس کی تمام دوستی دشمنی کی جگہ لے لیتی ہے، اور یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ اُس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت کی، بیماری مین اُسکی جو خدمت کی، اور جس طرح اپنے کو باپ کے قدمون سے لگائے رکھا، وہ بھی تمامتر خودغرضی پر مبنی تھا، اور شاہجہان کی علالت سے لیکر فتح آگرہ تک جب کبھی بھی شاہجہان نے کوئی ایسی بات کہی، جو دارا کے مفاد کے منافی معلوم ہوئی تو اس نے باپ کے حکم کی صریح عدول حکمی کی، اس کا مفصل حال آگے آتا ہے،

جیسا کہ ہم کہہ آئے ہین، دارا شکوہ کے تعلقات بھائیون سے اچھے نہ تھے، مگر اس عداوت کے بھی مدارج تھے، وہ جس بھائی کو جتنا خطرناک سمجھتا اتنی ہی اسکی دشمنی اس کے مقابلہ مین ہوتی، مراد بخش ایک بہادر، سادہ دل، رندمشرب، نوجوان تھا، اس کو سازش سے زیادہ اپنی تلوار پر بھروسہ تھا، اور سمجھتا تھا، کہ اس کو اپنا لیسنا یا مغلوب کر لینا آسان ہے، پھر بھی دونون صاف دل نہ تھے اور یہی وجہ تھی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط افواہ ملک مین پھیلی وہ دارا سے لڑنے پر تیار ہوگیا، بلخ سے واپسی پر اس پر جو عتاب نازل ہوا، یا دوسرے مقامات کی گورنری سے جلد جلد ہٹانے مین جو اس کی تذلیل ہوئی، اُسے وہ دارا کی سازشون کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسی طرح شجاع کو اس کے

بنگالہ کے بست سالہ قیام نے جس حد تک آرام طلب اور عیاش بنا دیا تھا، اس سے دارا کو اسکی طرف
سے کوئی بہت بڑا خطرہ نہ تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جب شجاع بنگال سے بڑھا ہے تو دارا نے اپنے
صوبہ بہار مین اس کی مدافعت کا کوئی سامان نہین کیا، اور جب شجاع بنارس تک آگیا، تو اس کی
فوج نے نہایت آسانی سے اس بری طرح شجاع کو شکست دی، کہ وہ مونگیر کے ادھر نہ رکا، دوسرے
ان دونون بھائیون نے کوئی ایسی نمایان خدمت انجام نہین دی تھی، جس کی وجہ سے عوام تک
مین ان کا تذکرہ ہوتا، لیکن اس کے برخلاف اورنگزیب کی بہادری، اس کی سیاست دانی اسکے
تدبر، اس کی مذہب پرستی، اور اس کے وسعتِ اخلاق نے اسے امیر و غریب، رئیس و فقیر، عالم و
جاہل، صوفی و رند سب کا ہیرو بنا دیا تھا، ہاتھی کی لڑائی کے بعد سے برادرانہ جنگ کی ابتدا تک
حکومت کا کوئی ایسا نمایان کام نہ تھا، جس مین اورنگزیب کی ممتاز ہستی مصروفِ عمل نہ ہو، بلخ و
بدخشان کی فتح، قندھار کے محاصرے، دکن کی لڑائیان، صوبون کا بہترین انتظام، ایسی چیزین تھین
جنھون نے اس کے نام کو ہر گھر مین روشناس کر دیا تھا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس کی مذہب
پرستی، دارا کے الحاد کے مقابلہ مین اس کو عزیز تر بنا رہی تھی، دارا نے امرا کو اپنے مشتعل مزاج
کی وجہ سے اپنا بہی خواہ نہین تو خیر خواہ بھی نہین رہنے دیا تھا، اس لیے دارا اگر کسی کو اپنا حریف مقابل
سمجھتا تھا، تو وہ اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ابتدا ہی سے اس نے
اورنگزیب کو بدنام و ذلیل اور مغلوب کرنے کی مسلسل کوششین شروع کر رکھی تھین، اس
سلسلہ مین اس سے جو خفیف حرکتین سرزد ہوئی ہین، وہ تنگ ظرف سے تنگ ظرف شخص
سے بھی صادر نہین ہو سکتی تھین، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان سازشون کا حال لکھین ہم اس عہد
کے مورخین کے قلم سے اس عداوت کی جو دارا کو اپنے بھائیون سے تھی، تصدیق کرانا چاہتے
ہین، ان مین قدیم ترین اور دارا و شاہجہان کا سب سے بڑا حامی صالح کنبوہ ہے، اس کی تاریخ

درحقیقت شاہجہان کی درباری تاریخ ہے، اس کا بیان ہے :-

"از ہمگناں کلاں تر بادشاہ زادہ محمد داراشکوہ بود، بعد از رخصت انصراف دیگراں باقطاع ممالک از فرط محبت معنوی و خواہش باطنی کہ (شاہجہان) باں والا گوہر داشتہ پیوستہ جلیس مجلس انس و انیس محفل قدس ساختہ یک لحظہ دوری آں سلطنت مآب از جناب خلافت تجویز نمی فرمودند و ہموارہ نظر لطف اثر بہ تربیت و ترقی آں منظور نظر عنایت خاص داشتہ در ہر صورت توجہ بدیں معنی می گماشتند و در جمیع امور و ہمہ حال او را بحسن سلوک و نیکوئی با برادراں و مراعات مراسم موافقت و مرافقت اخوان از بدی عاقبت ترک وفا و وفاق و سوء و خامت اظہار نفاق تخویف و تحذیر نمودہ، ہر چند خواستند، کہ فی مابین ہموارہ طریقۂ برادری کہ التزام آں ہنجار مستقیم میاں اخوان صداقت آئین رسمیست مقرری مسلوک داشتہ نوعے تاکید و اہتمام در اتمام مراعات آں نمایند کہ سلسلۃ الذہب اخوت و صداقت از ہر دو طرف بوثاق خلوص و علائق دوام متانت پذیردہ اما چوں مقتضائے قضا بامر دیگر تعلق پذیرفتہ اثرے براں مراتب مترتب نشد و ایں ہمہ سعی اشرف و نصائح ارجمند فائدہ نداد و بجائے نرسیدہ، بلکہ صورتے چند از زنگ آمیز یہائے نفاق فتنہ پرستان و مکر دستان ناراستان . . . . کار بجائے رسید کہ فیما بین ابواب پرخاش دستیز مفتوح و راہ صلح و صلاح مسدود شدہ، رنجش تمام بخاطر ہا راہ یافت، بمرتبہ کہ ہر کدام در مقام تلافی و تدارک ایں امر نا رضی . . . . در طریقۂ وجوب انتقام نہانی تردد می نمودند، و بے اختیار از جادۂ مدد و خویشتن داری برآمدہ منتظر وقت و قابو بودند۔"[1]

دارا کا حامی اس سے کم، اور اس سے زیادہ کس بہتر طریقہ سے دارا کی، نقد طبیعت شاہجہان کی مساعی اور اس کے نتائج کے متعلق کچھ کہہ سکتا تھا، اب شجاع کے ایک نمک خوار غلام کی زبان سے

[1] عمل صالح صفحہ ۳-۱۲،

اس داستان کو سنو:-

"بادشاہ جہان . . . . . سلطان داراشکوہ را . . . . پیوستہ بسعادتِ حضور خویش مشرف می داشت و مہرِ پدری را با محبت عاشقی منضم ساختہ عاشقانہ با آں دری آسمانِ جلال سلوک می نمود، و جمیع مہماتِ مالی و ملکی برائے رزین و خردِ دوربینِ آں شاہزادہ گراں تمکین تمشیت می پذیرفت . . . . وآں شہزادہ از روے حبِ مملکت و رسوخِ سلطنت . . . . با برادرانِ والاشان طریقۂ موافقت و یگانگی بزد، چنانچہ کار از یں غفلتہا رسید بجائے کہ رسید[1]"

یہ تو معصوم کا عام بیان تھا، اب صرف شجاع کے تعلقات کے متعلق سنو، وہ لکھتا ہے، کہ "چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والاقدر دیگر از سلوک نامرضیٔ سلطان داراشکوہ دل سوزاں داشت یکباری . . . . بر سریر سلطنت . . . . . . جلوس نمودہ[2]"

اورنگزیب کے معاملہ میں، ہم اس کے درباری مورخ کا بیان پیش نہین کرینگے، بلکہ اس کی جگہ ایک عام مورخ کا بیان درج کرین گے جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، وہ لکھتا ہے:-

"چوں آفتاب عنایت اقدس و توجہ ظاہر و باطن بادشاہ نکتہ رس حضرت صاحبقرانِ ثانی بر ساحت حال . . . . داراشکوہ باقصی غایت یافتہ آنجناب را منصبِ والاے و لایت و لیعہد اختصاص بخشید . . . . . . آنجناب بناے بر غرور و استکبار . . . . خود را از شانًا و استحقاقًا والی و ولی عہد وسعت آباد ہندوستان و پیش دست قلم و حضرت صاحبقراں تصور بل تصدیق نمودہ، باستیصال نہال وجود اخوان . . . . ہمت مقصود گردانیدہ

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ب[3] [2] ایضًا ص [3]

می اندوزم سررشتهٔ این شمار و حساب بی کار با خود می داشت و تا سر و بخت در تیه دنیا [illegible]

کارنامبارک توجه اتم می گماشت، آنحضرت و دیگر شاہزادہاے عالی تبار بسراین معنی . . . . .

گشتہ . . . . . بفکر حفظ نفس و پاس ناموس و ضبط سررشتهٔ کار خویش برافتادند و از آسیب و گزند

آنچناں خصم قوی . . . . آمن نبود . . . . بحراست خود می کوشیدند[1]

اورنگ زیب کے بعد سے اس وقت تک جتنی تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین دارا کی اس دشمنی کو ہر مورخ نے صاف الفاظ مین تسلیم کیا ہے ہم صرف طوالت کے خیال سے اس کو نظر انداز کر دیتے ہین، ان ملکی مورخین کے علاوہ بیرونی تاجرون اور سیاحون نے جو حالات لکھے ہین، وہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہین، چنانچہ برنیر، ٹورنیر، منوچی وغیرہ بھی اس مین ہم آہنگ ہین،

اب سوال یہ ہے کہ دارا نے اپنے بھائیون کیساتھ کیا دشمنی کی، اس کا پتہ سرکاری وغیر سرکاری تاریخون مین عام طور سے نہین چلسکتا، اور اگر اس عہد کے شجاع و دارا و مراد کے خطوط بھی اسی طرح مل جاتے جس طرح اورنگزیب کے مکاتیب مل گئے ہین، تو ان واقعات مین سے بعض کا علم ہوتا، مگر افسوس کہ ان کے چند خطوط کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہین ہے، البتہ اورنگزیب کے خطوط مین بعض ایسے واقعات ملتے ہین، دوسرے یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تینون بھائی آپس مین خط وکتابت کرتے ہین، لیکن کسی ایک کا بھی کوئی خط دارا کے نام نہین ہے، خود اورنگزیب کے متعلق دارا کی سازشون کا جو پتہ اسکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے، اس کو مختصراً یہان بیان کر دینا چاہتے ہین تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہ کس طرح مسلسل طریقہ سے اورنگزیب کو نقصان پہنچانے مین مصروف تھا،

اورنگزیب سے عداوت

ہم نے اورنگزیب کے معتوب ہونے کے سلسلہ مین بتایا ہے کہ کس طرح کس وقت سے ان دونون بھائیون کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے، اور گو اورنگزیب کے خطوط

---

[1] ظفرنامۂ عالمگیری صفحہ ۴۲ دیکھو ص ۱۶۰-۱۵۶،

اسی عہد سے مسلسل ملتے تو ہم کو بہت سے اور واقعات بھی مل جاتے لیکن چونکہ خطوط صوبہ داری ملتان کے زمانہ سے شروع ہوتے ہین، اس لیے پہلے دس سال کے حالات کے متعلق ہم کو کسی قسم کا کوئی علم نہین ہے۔ اور یہان پر ہم صرف اسی دہ سالہ عہد کی سازشون کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتے ہین،

اورنگ زیب جب ملتان کا صوبہ دار بنایا گیا، تو اُس کے علاقہ کی سرحد پر بعض ایسے قبائل آباد تھے جن کے سردارون نے ترخانیون کے عہد سے اس وقت تک مغلون کی اطاعت قبول نہین کی تھی، اوران مین سے بعض نے داراشکوہ کو اپنا حامی بنا کر ہمیشہ اپنی آزادی وخودداری کو قائم رکھا تھا، انہی مین قبیلہ ہوت کا سردار اسمٰعیل تھا جب اورنگزیب اس صوبہ کا گورنر بنایا گیا، تو شاہجہان نے اس کو حکم دیا، کہ وہ تمام ایسے قبائل کو مطیع بنائے، مگر داراشکوہ نے صرف اس غرض سے کہ اورنگزیب اس مین کامیاب نہ ہو، اسمٰعیل کو خط لکھا کہ وہ اورنگزیب کا حکم نہ مانے، اور جب اورنگزیب نے اُسے بلا بھیجا، تو بجائے اس کے کہ اسمٰعیل اس کے پاس جاتا، اُس نے خودسری سے کام لیکر اپنے ہمسایہ سردار مبارک بلوچ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اورنگزیب کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو اسکے متعلق ان الفاظ مین داراکی کارروائی کی اطلاع دی:-

"درباب اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد۔ وچندگاہ است کہ خود را بصاحب صوبہ پنجاب بازبستہ وحکم اشرف عز صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستور سابق متعلق صوبۂ ملتان باشد، ودراں ہنگام کہ ایں مرید بنواحی ملتان رسیدہ . . . .
نزد او نیز کس فرستادہ واو نوشتۂ دادا بھائی را دست آویز ساختہ رجوع نمودہ" (ﻪ)

شاہجہان نے اس کو پھر حکم دیا کہ وہ ان قبائل کو سر کرے اور اس کام کے لیے اس نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو مقرر کیا، اوراس نے تقریباً تمام قبائل کو سر کر لیا، اب دارا نے دیکھا کہ اسکی سازش ناکام ثابت ہو رہی ہے، اس لیے اس نے شاہجہان سے ملک حسین کی شکایت شروع

کردی، کہ وہ قبائل پر بہت ظلم کر رہا ہے، اس لیے اس کو وہاں سے بلا لیا جائے، شاہجہان نے اورنگزیب سے اس کی بازپرس کی، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"انچہ از تعدی ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افترا است، دریں یک سال کہ صوبہ مسطور تعلق باین مرید داشت موصی الیہ غیر از متمردان و زردان متعرض حال احدے از رعایا نگشتہ و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ . . . . غالباً اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۳/ب)

صوبہ کے انتظام کیساتھ دوسرا کام قندھار کے محاصرہ کا تھا، دارا نے ابتدا ہی سے اس بات کی کوشش جاری کر رکھی تھی، کہ کسی صورت سے بھی اورنگزیب کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، وہ اس مقصد کے لیے اس نے ہر وقت اورنگزیب کی ہر رائے کے خلاف شاہجہان کو مشورہ دیا۔ شاہجہان خود ملتان کے راستہ سے قندھار تک جانا چاہتا تھا، لیکن دارا شکوہ نے ایسا نہ ہونے دیا، شاہ شجاع کو اورنگزیب کے ساتھ محاصرہ میں شرکت کے لیے بلایا گیا تھا، لیکن دارا شکوہ نے یہ کہکر ان دونوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں، اُسکو بھی قندھار جانے سے روک دیا، اور اس طرح ان دونوں بھائیوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ شاہجہان نے اسی خیال کے ماتحت اورنگزیب کو لکھا کہ:-

"آں مرید با محمد شجاع بہادر سلوک پسندیدہ نمودہ از خود راضی دارد، و دقیقہ از دقائق اخلاق نامرعی نگذارد" (۱۰/الف)

اورنگزیب اس بلاسبب شکایت کی وجہ سمجھ گیا، اور اس نے بھی اسی انداز میں اس کا جواب دیئے

"قبلۂ جہان و جہانیان سلامت! بر عالمیان ظاہر است کہ کار بندگان حضرت خدا ساز است و بمحض تائید الہٰی بے سعی مخلوقے از پیش میرود، ہر کس ہر چہ میکند برائے خود میکند اما بجہت

کہ ایں مرید بموجبِ ارشادِ پیر و مرشد حقیقی نفعِ خویش را از ضرر باز دانستہ پیش رفت کار صاحب قبلہ و میر و ولی نعمت خود را اہم مطالب می داند، و جز ایں مقصود ے ندارد و امید وار است کہ ایشاں را نوعے از طرز سلوک راضی و خورسند سازد، کہ بعد مراجعت از فتحِ قندھار صورتِ حسنِ اتفاق در پیشگاہ باطن فیض مواطنِ اقدس ظاہر و ہویدا گشتہ، موجبِ مزید مجرائی ایں مرید شود۔" (ایضاً)

لیکن دارا کی ریشہ دوانی جاری رہی اور شاہجہان کو اورنگزیب کا بیان مطمئن نہ کر سکا۔ شجاع بھی کابل کے قریب پہنچ چکا تھا، اس لیے شاہجہان نے جس خوبصورت طنز آمیز لہجہ میں اورنگزیب کو اس کی اطلاع دی ہے، وہ نہ صرف دربار کی حالت ہی کے لیے بہت دلچسپ ہے، بلکہ ادبی حیثیت سے بھی بہت بلیغ ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"برادرِ کلان آں مرید را چند فرمان نوشتہ بودیم کہ چوں بسبب بیماری کہ از راہ کشیدہ خود را بوقت نتوانست رسانید، برگشتہ بہ بنگال برود، غیرتِ فرزندئی ما، آں فرزند را نگذاشت کہ برگرد بایلغار روانہ ملازمت ما شدہ، شاید کہ در ساعتِ نزولِ موکبِ معلّٰی بکابل خود را بملازمت برساند، و فردائے آں رخصت شدہ، در غزنی بلشکرِ ظفر قرین ملحق گردد۔" (۱۹-م)

اورنگزیب کی سیاست دانی اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتا ہے، کہ اس نے اس طنز کا بہتر جواب دیا، کہ شاید اس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا:۔

"قبلہ و کعبہ ایں مرید سلامت، آنچہ از غیرت و قوتِ نفس، پادشاہزادۂ جہانیاں بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ بیان واقع است، آرے مریدانِ جانسپار در راہِ عقیدت و بندگی چنیں ثابت قدم باید بودند الحمدللہ کہ بتوجہ باطن قدس مواطنِ اعلیٰحضرت صحت کامل نصیب ایشاں شدہ، بایلغار عازم دریافت پائے بوس اقدس کہ معراجِ ہمت سعادتمندان است، گرویدہ اند، امید کہ عنقریب بفیض ملازمت باسعادت حاصل نمودہ بہ لشکرِ نصرت اثر ملحق شوند، تا باتفاق در پیش رفت خدمت مرشد

ولی نعمت خود لوازم سعی و کوشش بظہور آید" (۴/۱۹)

مگر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا، چنانچہ شاہجہان نے شجاع کو کابل پہنچنے کے بعد غزنی مین جا کر فوج سے مل کر مہم قندھار مین شریک ہونے سے روک دیا، اور وہ مہینون تک بادشاہ کے ساتھ کابل ہی مین رہا، یہان اسے داراشکوہ کی ریشہ دوانیون کے مطالعہ کا اچھا موقع ملا، دارا نے مہم قندہار کو اس خیال سے کہ اگر کہین قندھار فتح ہو گیا، تو اورنگزیب کی عزت مین چار چاند لگ جائین گے، جلد از جلد ختم کرنے پر شاہجہان کو آمادہ کر کے فوج کی واپسی کا حکم سعد اللہ خان کے نام روانہ کر دیا، اور اورنگزیب کو اس ناکامیابی کا الزام لگا کر اسے اس قدر معتوب اور ذلیل کیا کہ شاید تاریخ اس کی کوئی دوسری مثال پیش نہین کر سکتی،

حالانکہ جیسا کہ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین کہ غریب اورنگزیب کی اس مہم مین ایک معمولی ماتحت جنرل سے زیادہ حیثیت نہ تھی، لیکن پھر بھی شاہجہان کہتا ہے:-

(۱) "بسیار عجب نمود کہ باچنین سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۳۵)

(۲) "ما از سر قندھار گذشتنی نیستم، بہر طریق کہ دانیم سرانجام گرفتن آن خواہیم فرمود" (ایضاً)

(۳) "اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را نمیتوانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" (۳/۳۶)

(۴) "از ہر کس کارے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۳/۳۷)

(۵) "اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباد ان تواند کرد بسیار خوب است" (ایضاً)

شاہجہان کے پدرانہ ترکش کے یہ چند تیر تھے، اورنگزیب نے جس صفائی، جس ہمت اور جس فرزندانہ اطاعت و سادگی کے ساتھ اپنی بے قصوری اور اپنی صفائی پیش کی، وہ بہت کی، وہ طوالت کے خیال سے نہین دیجاتی، اورنگزیب کو کہا جاتا ہے کہ

"آن مرید ہمین کہ بملازمت برسد، بار خصت دکن میفرمائیم" (ایضاً)

اور اس دھمکی کو اس طرح عملی جامہ پہنایا جاتا ہے، کہ اورنگزیب ۲، رمضان سنہ ۶۲ ہجری کو

کو بادشاہ کی خدمت مین ایک طویل جنگ اور افغانستان کی دشوار گذار گھاٹیون سے بعجلت تمام حاضر ہوتا ہے، اور ایک عشرہ کے اندر ۲۲ رمضان (۷ اگست) کو دکن روانہ کر دیا جاتا ہے رمضان تک کا خیال نہین کیا جاتا، اس کے ساتھ ہی اسے دکن مین جو جاگیر دیجاتی ہے، وہ اس قدر کم حاصل ہے، کہ اورنگزیب حیران ہے، کہ وہ اسے اپنی بد قسمتی کے سوا کیا سمجھے، بہین پر تمام آفتین ختم نہین ہو جاتین، اسے اس کی بھی اجازت نہین ہوتی، کہ اپنے سابقہ صوبہ ملتان سے جاکر اپنے بال بچون کو لا سکے، بلکہ شاہجہان جہان آرا بیگم کے ذریعہ سے اورنگزیب کو حکم دیتا ہے، کہ وہ اپنے بچون کو لکھدے کہ:۔

"از ملتان بلاہور بیایند" (۱۳۴)

اب دارا اور اس کے ایجنٹون کی کارگذاریان بھی ملاحظہ فرمائیے، اورنگزیب کے ملازمون کے ملتان سے روانہ ہونے کے بعد، دارا کا نائب (کیونکہ یہ صوبہ اب دارا کو مل گیا ہے) شاہجہان کو یہ اطلاع دیتا ہے، کہ اورنگزیب کے آدمیون نے ملتان کا محل لوٹ لیا، اسے برباد کر دیا، اور اس کے دروازے اور پتھر تک بیچ ڈالے، اس کی تحقیقات ہوتی ہے، حقیقت حال سامنے آتی ہے، لیکن رپورٹ شاہجہان کے سامنے پیش نہین کیجاتی، اور وہ اسی غلط خبر کے ماتحت جہان آرا بیگم سے کہتا ہے، کہ وہ اورنگزیب کو لکھے کہ

"چوں از عرضہ داشت دارا بھائی جیو کہ از ملتان بدرگاہ والا فرستادہ بودند کیفیت عمارات آنجا کہ مردم ایں خیر اندیش خراب نمودہ چوب و دروازہ آں را سوختہ و فروختہ اند بعرض مقدس رسید، بر زبان ارشاد بیان مرشد جہانیاں گذشت کہ ایں قسم کارے از مردم آں مرید خوب نبود، ہمہ ملک وہمہ جا از ماست ہر کہ مصدر ایں تقصیر شدہ باشد اورا تنبیہ نمایند" (۱۴۳)

اب اورنگزیب کا جواب سنیے :-

"مہربانِ من! بر اعلیٰحضرت ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بدیں طریق کمتر آشنا است، و مردے کہ داؤد نیز و سایچ صوبہ مرتکب چنیں حرکتے کہ قبحِ آں بر ہمہ کس آشکارا است، نشدہ اند، در ملتان خود چہ گنجائش دارد؟

باوجود آنکہ قبل ازیں وقتے کہ ایں معنی را از واقعۂ ملتان فرستادہ شیخ موسیٰ معروضِ بارگاہِ خلافت شدہ، حسب الحکم سید علی فرد واقعہ را پیش ایں مرید آوردہ موجبِ خرابیِ عمارات آنجا بعد از تحقیق و رسیدنِ عرائض متصدیانِ ملتان کہ باینہا از روے توبیخ و سرزنش نوشتہ شدہ بود، نوعے کہ ہست محمد صفی داخلِ واقعہ نمودہ، عجیب است کہ صورتِ حال بعرضِ اقدس نرسیدہ، حقیقت راستِ نوشتہاے وقائع نویس ملتان آشکار نشدہ باشد، ہر گاہ در حضورِ گماشتہاے دادا بھائی جیو و شیخ موسیٰ مردم شہر از غفلت و بے خبریِ آنہا پیس از برآمدنِ مردم ایں مخلص عمارتہا را درہم شکستہ مصالح را تاراج کردہ باشند، و ثانی الحال شیخ مسطور دروازہا و حجرہا و چوبہاے عمارت از خانہاے سکنۂ آنجا برآوردہ، آنہا را صاحبِ تقصیر ساختہ جرمانہا گرفتہ باشند مردم ایں مرید را چہ گناہ، اگر تقصیرے بر آنہا لازم می گشت، ہماں وقت بسزاے کردارِ خویش می رسیدند" (ایضاً)

دارا کی آتشِ عداوت اب بھی سرد نہیں ہوتی، اورنگزیب جب لاہور پہنچتا ہے، تو اسے ایک عجیب سین نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اپنی بہن کو ان الفاظ میں اس کے متعلق لکھتا ہے:

"صاحب من! از گماشتۂ دادا بھائی کہ در لاہور می باشد طرفہ اداے مشاہدہ رفت، خانزاد بقصدِ استقبالِ ایشاں از شہر برآمدہ بود و روزے کہ ایں نیازمند درگاہِ بے نیاز در حوالیٔ لاہور نزول کردہ از جاے خود سوار شدہ و نزدیک بارو گذشتہ باز رو بشہر نہاد، معلوم

نشد کہ باعثِ این حرکت خشک چہ بود، غالبًا باشارتِ صاحب خود مرتکب چنین اداہای بے موقع گردیدہ باشد،

مطلب از اظہار آن است کہ صاحب مہربان بمراتب التفات نشان بے پردہ باشند

اللہ بس ماسوا ہوس" (۱۴۳/۱۴۵)

آخر کے چند الفاظ اورنگزیب کی اس انتہائی مایوسی اور روحانی تکلیف کو ظاہر کرتے ہیں، جو اسے دارا سے پیہم پہنچ رہی تھی، یہ سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا، لیکن چونکہ یہاں پر ہم کو اس سے مطلب نہین ہے، اور دارا کے رویہ کو سمجھنے کے لیے اتنی ہی باتین بہت ہین اسلیے اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ دارا نے کس طرح شجاع کو اورنگزیب سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن چونکہ وہ خود زخم خوردہ تھا، اسلیے بجاے اس کے کہ اس پر اس کا کوئی اثر ہو، بالکل اُلٹا نتیجہ نکلا اور دارا اپنے ارادہ مین ناکام رہا، اسکا بین ثبوت وہ ابتدائی معاہدہ ہے، جو پہلے شجاع اور اورنگزیب مین ہوا، اور پھر بعد مین مراد کو بھی اسمین شریک کر لیا گیا، شجاع کو اورنگزیب کی روانگی کابل سے پہلے ہی رخصت کر دیا گیا تھا، اور کوشش یہ ہو رہی تھی کہ دونون بھائیون کو ملنے نہ دیا جاے، چنانچہ اورنگزیب کو دریاے اٹک کے اسی طرف روک دیا گیا، اور جب شجاع آگے نکل گیا، تو اورنگزیب روانہ ہوا، لیکن شجاع ابھی آگرہ ہی مین تھا، کہ اورنگزیب وہان پہنچ گیا، اسکی جو کیفیت اورنگزیب نے جہان آرا بیگم یا شاہجہان کو لکھی ہے، اس مین حقیقت کی تلاش فضول ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے، کہ یہ دونون دارا کے حمایتی تھے، اس لیے اب ہم اس عہد کی تاریخون کی طرف متوجہ ہوتے ہین، عاقل خان اورنگزیب کا ملازم خاص تھا، اور اس نے اس ملاقات کا مفصل حال ان الفاظ مین لکھا ہے:-

چون ظلال اقبال بر مستقر الخلافه اکبرآباد مبسوط گردانیدند تا شش روز دراں شهر دل فروز توقف فرموده فیما بین طرح محبت و صفا انداختند، و سه روز حضرت جهان پناهی در منزل شاه شجاع و سه روز در دولت خانهٔ والا بسر برده به تمهید بساط عیش و نشاط و ترتیب مسرت و انبساط پرداختند و مرآیای تودد و ولا را بمصقلهٔ یک جهتی و یکدلی روشنی و صفا بخشیده بجهت مزید استحکام بنای محبت و اتحاد و تشیید مبانی خلت و وداد، با وجود یگانگی معنوی پیوند صوری را در میان آورده صبیهٔ شاه شجاع به سهی سرو جویبار سلطنت و جهانداری سلطان محمد و مخدرهٔ سرادقات خسروی را به سلطان زین العابدین خلف الصدق شاه شجاع نامزد ساختند،

آنگاه خلوت کدهٔ صدق و صفا بسان طلعت آئینه مصفا داشته و از کدورت ظاهر و باطن پرداخته راز درون بیرون انداختند و بعنوان مشاورت سررشتهٔ سخن فرو کردند، و بجهت تمشیت مهم خویش و مآل کار رای برده با هم گفتند که برادر بزرگ بسان گرگ تشنهٔ خون اخوان است، و با آنکه ظل ظلیل حضرت صاحبقران بر فرق جهانیان مبسوط است، از کید و گزندش ایمن نیستیم معاذ الله از آں روز که روزگار عنان سلطنت و زمام دولت بقبضهٔ اقتدارش و کف اختیارش دهد، دیگر توقع امن و آسایش و عافیت و آرام از ما دور می تابد، و حلاوت و شادمانی مفقود و لذت زندگانی نابود میگردد، و با او در مقام مقاومت پا فشردن و گوی مقصود از میان بردن محض محال،

دریں صورت شایستهٔ عالم مصلحت و پسندیدهٔ جهان عقل و کیاست آن است که ما هر سه برادر طریقهٔ انیقهٔ اتحاد و اتفاق را پذیرا گشته بمیامن موالفت و برکات معاضدت بهم گرائیده شر او را منطفی سازیم، و صورت کلفت و قدرتش بشکنیم،

دریں باب عهد و پیمان را بایمان موکد گردانیده بنای موافقت و مصادقت را به قسم

وسوگند استحکام بخشیدہ آنحضرت نواے توجہ بمستقرِ دولت خود مرتفع ساخت وشاہ شجاع روے

توجہ بجانبِ بنگالہ نہاد۔[1]"

چونکہ مذکورہ بالا معاہدہ تین بھائیون مین تھا، اس لیے اورنگزیب نے راستہ ہی مین بمقام دوراہہ مراد سے ملاقات کی، اور اسے بھی شرائط معاہدہ سے آگاہ کردیا۔ چنانچہ مراد بخش اپنے ایک خط مین جو اس نے جہان آرا بیگم کو لکھا ہے، ان الفاظ مین اس کا ذکر کیا ہے:

"در منزلِ دوراہہ کہ انتظار آمدن برادرِ والاگہر بھائی اورنگزیب می کشید، بورود نشان مرحمت عنوان .... بہجت تمام وانبساط کلی اندوخت ...."

دوم شہر صفر ختم بالخیر والظفر بھائی جیو بآں منزل تشریف آوردند، وسہ کروہ باستقبال رفتہ ایشاں را دریافت، سیوم وچہارم ماہ مذکور مقام کردہ از روے اتحاد ویگانگی صحبت داشتہ شد، چوں خلوص اخلاص ووفورِ عقیدتے کہ ہر دو طرف بخدمت آں صاحب مہربان والاقدر محقق است، بدیں جہت جامع بودہ، ہنگامۂ محبت وصداقت گرمی تمام پذیرفت ...."

امید کہ بناے ایں دوستی ویگانگی روز بروز استحکام تازہ پذیرد" ($\frac{1}{226}$)

دکن مین پہنچنے کے وقت سے، برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہونے تک شاہجہان اور اورنگزیب مین جو افسوسناک اختلافات ہوتے رہے، اور جس طرح اورنگزیب کو ہر موقع پر ذلیل ورسوا کیا گیا اس کا حال گذشتہ ابواب مین مفصل طور سے بیان کیا جاچکا ہے، یہان پر ہم صرف بیجاپور اور گولکنڈہ سے دارا کے خفیہ تعلقات کے متعلق، اشارہ کردینے پر اکتفا کردیتے ہین، تاکہ یہ معلوم ہوجائے، کہ کس طرح دارا ان دونون ریاستون کی حمایت کرکے ایک طرف تو اپنی اہمیت، اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھا، اور دوسری طرف یہ ثابت کرکے کہ اورنگزیب کی کوئی بات دربار مین نہین سنی جاتی، اس کے

[1] ظفرنامۂ عالمگیری ص۸۔

اثر و اقتدار کو ختم کر رہا تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ان ریاستون نے بھی اگرچہ بظاہر اپنے تعلقات تو اورنگزیب سے قائم کر رکھے تھے، مگر باطناً ان کی تمام کارروائی دارا ہی کے ذریعہ انجام پاتی تھی، چنانچہ اورنگزیب کو جب اس بات کی اطلاع ملی، کہ قطب الملک ایک طرف تو معاہدہ کی وجہ سے اورنگزیب کو ہر کام کیلئے خط لکھتا ہے، لیکن دوسری طرف اپنے معروضات کی پذیرائی کے لیے دارا کا دامن پکڑے ہوے ہے تو اس نے خود قطب الملک سے اس کی اس منافقت کی ان الفاظ مین شکایت کی کہ

"ملا عبد الصمد ملازم سرکار آں خلاصۂ خاندان عز و علا، نوشتۂ مشتمل بر التماسِ عنایتِ ولایت کرناٹک بہ وساطت، پادشاہزادۂ کلاں از نظر انور اعلیحضرت ظل الٰہی گذرانیدہ و حکم .... گیتی مطاع بہ نفاذ پیوستہ کہ تشخیصِ ایں مقدمہ بیش از ملازمت نمودن خان رفیع مکان معظم خاں صورت نخواہد یافت .... و معہذا ملا عبد الصمد تا حال خود را فرشِ دربار پادشاہزادۂ کلاں و خانہ متصدیانِ ایشان ساختہ اصلاً بہ وکیلِ سرکار نامدار رجوع نیاوردہ" (آداب نمبر ۱۲۵)

گولکنڈہ کی جنگ[۱] کے بعد جب معظم خان دربار مین پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ وہان تو اورنگزیب کے خلاف سازش کا ایک جال بچھا ہوا ہے، اور روزانہ طرح طرح کے الزام اس پیے تراشے جاتے ہیں، اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تردید کی، اور جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ہوئی، تو اس نے میر جملہ کو لکھا:

"آنچہ دریں مدت بمقتضائے صفائے طویت از ایشاں بظہور رسیدہ و می رسد موافق عقیدۂ است .... و یقین دانستہ ایم کہ ہمگی آں عمدہ خوانین مصروف پاس

[۱] ہم گذشتہ باب مین یہ دکھا چکے ہین، کہ کس طرح گولکنڈہ کے وکیل نے دارا کے ذریعہ شاہجہان سے وہ حکم لکھوا دیا تھا جس مین اس کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ ایک منٹ توقف کیے بغیر محاصرہ ترک کر کے لوٹ جائے اور کس طرح اس ذلت آمیز حکم کو فوج کے اندر مشتہر کر کے اورنگزیب کی انتہائی تذلیل کی معاندانہ کوشش کیگئی تھی۔

حق شناسی است" (آداب نمبر ۱۸۵)

بیجا پور کی جنگ میں جن حالات کے اندر اور جس نازک وقت میں دارا نے فوجوں کی واپسی کا حکم دیا ہے، وہ اس کی سازشی فطرت کی بین دلیل ہے، درباری مورخ کا بیان ہے:

"اگرچہ شاہِ بلند اقبال بحسب ظاہر اظہار دولت خواہی نمود، امّا باطناً در پے نا دولت خواہی خود بوده، وصوابدید مصالحِ دولت را بے سپر کرده چشم از مراتب آگہی پوشیده .... ہر چند اعلیٰ حضرت بقبولِ ایں معنی مبادرت نموده، درباب فرستادنِ فرامین استادگی تمام فرمودند، ولیکن از فرطِ غلبہ و وفورِ تصرف آں بلند قدر در مزاج مبارک امتناع از پیش نرفت، وخواه نخواه منا شیر والا متضمن ایں مضمون ناصواب مصحوب چندے یساولان شرفِ صدور یافت، درعینِ وقت کار کہ آں شاہ والاجاه مشغول بہ تنبیہ وتادیب اہلِ بیجاپور از روے تسلط غلبہ تمام لشکر بیشتر اورا در مضیق احاطہ داشتند، یساولان مذکور رسیده خلل در بناے ثبات واستقرار مردم افگندند، ایں حرکت ناہنجار باعثِ کدورتِ ضمیر اشرف انور شد، با یہ شورشِ عظیم گشت، چنانچہ جمعے از امرا مثل مہابت خاں وراوستر سال وغیره بے رخصت واطلاعِ عالی متوجہ اکبر آباد گشتند"[1]

خود اورنگزیب نے بھی اس نازک حالت کا، جس میں دارا کے حکم نے اُسے گرفتار کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے تمام ہندو افسر وغیرہ بلا اجازت واپس ہو گئے تھے، شاہجہان سے گلہ کیا ہے وہ لکھتا ہے:-

"درعین وقتِ کار کہ حسب الحکم لشکر بر بیجاپوریاں کشیده، بصد ہزار سعی کار برآنہا تنگ ساختہ .... ونزدیک بود کہ پیشکشے گرانمند بگیرد، یا ہمہ را استاصل مطلق

[1] عمل صالح صفحہ ۲۱۶

ساختہ بے جانِ بے باکند سزاوارانِ شدید بطلب لشکر فرستادہ، پنہانی نوکرانِ خود را بقصدِ تسلی قلب و استمالتِ خاطرِ بیجا پوریان تعین نمود و وقوعِ ایں معنی و خبرہاے مختلف کوفتِ اشرف موجبِ خیرہ چشمی عظیم گشتہ، وہن و فتور تمام در مبانی ثباتِ قلب دلاوران لشکر راہ یافت و بنا بریں مصلحت کہ عین مفسدہ بود اکثر مردم سرِ خویش گرفتہ بہر طرف متفرق شدند" (د ۲/۱۱۹)

ابھی اورنگزیب اپنی ذاتی فوج اور میر جملہ کے دستہ کے ذریعہ اس انتشار کو روکنے کی کوشش ہی کر رہا تھا، کہ شاہجہان کی سخت علالت نے بالکل نقشہ ہی بدل دیا، شاہجہان کئی دنوں تک اس قابل بھی نہ ہو سکا، کہ وہ درشن کی کھڑکی تک جا سکے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ تمام ملک میں یہ خبر مشتہر ہو گئی کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور جب بادشاہ نے اپنی صورت مشتاقانِ زیارت کو دکھائی، تو بھی لوگون کو اس کا یقین نہ آیا، اور انھون نے یہ سمجھا کہ بادشاہ کے ہم شکل خواجہ سرا کے ذریعہ یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے[1]، ان حالات مین دارا کا کیا فرض تھا، اگر واقعی اس کا دل بھائیون کی طرف سے صاف ہوتا تو سب کو اصل حالات کی اطلاع دیتا، لیکن اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا، کہ امراء اور دوسرے مقربین کی محل مین آمد و رفت بند کر دی، تمام شہزادون کے وکیلون سے پہلے تو مچلکہ لیا، کہ وہ آپ علالت کی خبر نہین لکھین گے، اور پھر ان کو قید کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس نے شاہراہون اور اہم گھاٹون پر پہرا بٹھال دیا، کہ کوئی شخص کوئی تحریر نہ لیجا سکے، اس کا نتیجہ وہ عام اضطراب، ہیجان اور انتشار تھا، جو اُس وقت پیدا ہوا اور اسی کے ساتھ شجاع و مراد نے (اورنگزیب نے نہین) اپنی

---

[1] معصوم نے اس افواہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے:-

"دارا شکوہ یکے از چیلہاے بادشاہی را کہ شباہت تمام بصورت معنی سرشت بادشاہی دارد، بعد از چندے از دریچہ یا غرفہ بمردم می نماید و آں صورت بمعنی سلام مردمان می گیرد بادشاہ درمیان نیست" صفحہ ۳۲ الف و ب،

بادشاہت کا اعلان کر دیا،

دارا نے اب دوسری چال شروع کی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے ہو اورنگزیب اور مراد کو لڑا دو، اور اس لیے اس نے شاہجہان کی طرف سے یہ فرمان صادر کیا، کہ مراد کو برار کا صوبہ جو اورنگزیب کے ماتحت ہے، دیا گیا ہے، اور وہ وہان چلا جاے، دوسری طرف اس نے اپنے بھائیون کی پیشقدمی روکنے کے لیے دو فوجین تیار کین، مگر یہ دیکھکر عبرت ہوتی ہے، کہ اس موقع پر ایک بھی بڑا سپہ سالار ان کی قیادت کو قبول نہین کرتا، بہت ممکن ہے، کہ مخالف جماعت کی بلند مرتبگی اس کا ایک سبب ہو، لیکن درحقیقت جو چیز اس مین صاف نظر آرہی ہے، وہ یہ ہے، کہ کسی امیر کو دارا پر بھروسہ تھا، اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی ہمدردی، البتہ دو راجپوت راجاؤن نے اپنی خدمات پیش کین، ان مین سے ایک یعنی مرزا راجہ جے سنگھ شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ شجاع کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا، اور دوسرا مہاراجہ جسونت سنگھ مراد اور اورنگزیب کو روکنے کے لیے،

یہ تھین دارا کی وہ برادرانہ عنایتین، جنھون نے اورنگزیب کو اپنی مدافعت پر مجبور کیا، لیکن قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے رویہ کے متعلق کچھ کہین، ہم چاہتے ہین، کہ اس ڈرامے کے چار اور اہم شخصیتون کے حالات مختصر طریقہ سے بتا دین، تاکہ ان کے مقابلہ مین اورنگزیب کے طرزِ عمل پر بہتر روشنی پڑ سکے، ان مین اورنگزیب کی دو بہنین، جہان آرا بیگم اور روشن آرا بیگم، اور اس کے دو بھائی شہزادہ محمد شجاع، اور شہزادہ مراد بخش ہین،

جہان آرا بیگم | ممتاز محل کے بطن سے جو چودہ اولاد ہوئی، اس مین اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے جہان آرا[1] دوسری تھی، لیکن عملی دنیا مین حصہ لینے والی اولاد مین سب سے بڑی تھی، حوری خانم اور حافظہ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو معین الآثار، آگرہ از نواب عبد اللطیف، جہان آرا از مولوی محبوب الرحمان و جہان آرا از ضیاء الدین احمد برنی، ماڈرن ریویو اگست ۲۹ء وغیرہ وغیرہ،

ستی النسا، کی تعلیم اور نورجہانی وممتاز محلی حرم کی تربیت نے ایک طرف تو اسے علمی حیثیت سے بہت بلند اور دوسری طرف عملی حیثیت سے اسکو اپنے ہم عصرون مین ممتاز کردیا تھا، ممتاز محل کی موت کے بعد سے اس نے شاہجہان کے آرام اور محل کے انتظامات کا تمام بار اپنے سر لے لیا تھا، اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، کہ اس نے جس فدایانہ طریقہ سے باپ کے لیے جان ومال نثار کیا، جس طرح مان کی موت سے لیکر اس وقت تک کہ شاہجہان کا جنازہ محل سے نکلا باپ کی خدمت کی، جس طرح تختِ طاؤس پر بیٹھنے یا گوشۂ قلعہ مین عبادت کرنے والے شاہجہان کے لیے وہ نورِ نظر، راحتِ قلب رہی، وہ ایسا بے مثل کارنامہ ہے، کہ تاریخ اس کی مثال مشکل سے پیش کرسکتی ہے، تصوف کے ذوق نے اُس سے ۲۶ سال ہی کی عمر (۱۰۴۹ھ) مین مونس الارواح[1] جیسی کتاب لکھا کر اُسے دنیا کی تمام کششون سے بے نیاز کردیا تھا، اور اگر ہم سلطنت کے کامون یا بھائیون کے جھگڑون مین اُسکو دیکھتے ہین، تو صرف دو حیثیتون مین یا تو وہ صلح کی دیوی ہوتی ہے، یا پھر اپنے باپ کی خوشنودی، اس کی بات کی پچ، اور اُسکے حکم کی تائید کے جذبہ مین سرشار نظر آتی ہے، اور اسی لیے دوسرے لوگون کو اپنا دشمن بنا لیتی ہے، چونکہ شاہجہان کی یہ خواہش تھی، کہ داراشکوہ ہی، اس کی جگہ بادشاہ ہو، اس لیے جہان آرا اصولاً مجبور تھی، کہ اپنے باپ کی تائید کرے، اور اس سلسلہ مین اپنے بھائیون کے طعن و تشنیع کو برداشت کرے، یہی وجہ ہے، کہ بعض لوگ اس کو اورنگزیب کا دشمن سمجھتے ہین، ہمارا اپنا خیال یہ ہے، کہ جہان آرا بیگم اور محبت کی دیوی تھی، برائی اسکو چھو بھی نہین گئی تھی، البتہ بعض اوقات اپنی نیکی کی وجہ سے دارا کی سازشون مین پھنس جاتی تھی، لیکن جونہی اس کو اسکا علم ہوتا تھا، وہ فوراً اس کی تلافی کر دیتی تھی حتی کہ خود اورنگزیب کو دارا کے لگائے ہوئے چرکون

---

[1] مونس الارواح کا وہ نسخہ جو جہان آرا کیلئے لکھا گیا تھا، اس وقت دار المصنفین کی ملکیت ہے۔

کو دکھانا ہوتا تھا، تو پیاری بہن ہی کے سامنے وہ زخمون کو وا کرتا تھا جس وقت وہ دارا کی چالون
سے پریشان ہوجاتا تھا، تو اس کو اپنی پیاری بہن ہی کی آغوشِ محبت مین پناہ ملتی تھی، اور جس گھڑی
شاہجہان کے غلط عتاب کی بجلی اُسپر گرتی تھی، تو یہ اسی پیاری بہن کا دامن ہوتا تھا، جہان اوسے
سکون و تسلی، اور امن نصیب ہوتا تھا، اورنگزیب کے خطوط پڑھو تم کو اس مخلصانہ محبت کا رنگ
اس مین صاف چمکتا نظر آئے گا، خود سرمراد بھی بہین آکر برادرانہ محبت سے سرشار ہوجاتا ہے، جس
وقت شاہجہان بیمار ہوا، اس وقت وہ باپ کے ساتھ تھی، اس نے دارا کو بہت سمجھایا، لیکن فضول،
مجبور ہوکر اس نے دوسرے بھائیون کی طرف توجہ کی، لیکن اس کا خط اس وقت پہنچا جبکہ دھرمات
کی لڑائی ختم ہوچکی تھی، اور تیر کمان سے نکل چکا تھا، پھر بھی بھائیون نے جو جواب دیا، اس سے صاف
پتہ چلتا ہے، کہ اب بھی ان کے دلون مین اسکی کیا وقعت تھی[1]، اس کے بعد جب اورنگزیب و مراد دارا
کو شکست دے کر آگرہ پہنچے تو اس وقت بھی جہان آرا نے خود آکر اورنگزیب کو سمجھایا، اور اگر شاہجہان
اپنی معاندانہ کارروائیون کو بند کر دیتا، تو یقیناً جہان آرا اپنے مقصد مین کامیاب ہوجاتی، مگر ایسا نہ ہوا
اور اس ملاقات کے بعد سے جو وہ آگرہ کے قلعہ مین باپ کے پاس گئی، تو پھر وہان سے پہلے شاہجہان
کا اور اس کے بعد جہان آرا کا جنازہ ہی نکلا، اگرچہ جہان آرا اورنگزیب کو راضی کر سکتی تھی، لیکن پھر
بھی وہ اورنگزیب کی لیاقت و صلاحیت کی قائل اور قدردان تھی، اور اس نے سب سے پہلا اور
سب سے مشکل جو کام انجام دیا، وہ یہ تھا، کہ رفتہ رفتہ باپ اور بیٹے کے تعلقات کو خوشگوار کرنا شروع
کیا، اور اس مین یہانتک کامیابی حاصل کرلی، کہ شاہجہان نے نہ صرف ہر قسم کا ملال دل سے
نکال دیا، بلکہ جب تک زندہ رہا، ہر معاملہ مین اورنگزیب کو مشورہ دیتا رہا، اورنگزیب نے بھی
ہمیشہ اسی کی اطاعت کی، چنانچہ اسوقت جبکہ دارا اجمیر کی لڑائی کی تیاری مین مصروف تھا، جہان آرا نے شاہجہان

[1] دیکھو خطوط نمبر ۱۱۹/۱۱۸ و نمبر ۱/۱۹۷،

کو رفتہ رفتہ دارا کی کارستانیوں سے واقف کرنا شروع کر دیا تھا، اور شاہجہاں اپنے ان اقدامات کو جو اس نے اس غلط فہمی کے ماتحت اورنگزیب پر لگائے تھے واپس لینے لگا تھا اور نگزیب ایک خط مین خود شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"از منظنہ ہاے فاسد بادشاہزادۂ کلاں انچہ بیگم صاحب جیو ظاہر ساختہ اند، ہنوز گلِ اوّل است، بعد ازاں کہ خبثِ طینت و اعتقاد باطلش مفصلاً بعرض برسد معلوم خواہد شد کہ از چہ قماش آدمی بودہ، و دفعِ او چہ قسم عطیۂ الٰہی است" (رقعات ۱۲۴)

روشن آرا بیگم روشن آرا اگرچہ دارا شکوہ و شجاع سے چھوٹی تھی لیکن اورنگزیب سے بڑی تھی، اور جیسا کہ قاعدہ ہے، اپنے ہم سن بھائی اورنگ زیب سے زیادہ مانوس تھی، اسی محبت کا نتیجہ تھا، کہ وہ اورنگ زیب کے مفاد کی حفاظت کرتی رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اورنگزیب کے خلاف جو سازشین ہوتی رہتی ہون، ان کی اطلاع بھی دیتی ہو، لیکن کسی تاریخ یا کسی خط سے اس کا ثبوت نہین ملتا، البتہ اورنگزیب کے دو خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون بھائی بہنون مین سب سے زیادہ محبت تھی، اورنگ زیب نے اس کی قدر کی، اور آخر وقت تک اس کو نباہ دیا،

شہزادہ محمد شجاع بہادر شہزادہ محمد شجاع بہادر شاہجہان کا دوسرا لڑکا تھا، وہ عہد جہانگیری مین جمادی الاوّل ۲۵ سنہ ہجری کو اجمیر مین پیدا ہوا، اور ہمیشہ اپنے باپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پاتا رہا، شاہجہان نے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اسے حکومت کے کامون مین لگانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ پہلے اُسے دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا، پھر قندھار کی طرف بھیجا گیا، اور اس کے بعد ۲۰ شوال ۴۸ سنہ ہجری کو بنگال کا گورنر بنا دیا گیا، اس کے تین سال بعد ہی ذی الحجہ کو اسے اڑیسہ بھی دیدیا گیا، اور وہ ۲۰ سال تک بنگال جیسے شاداب ملک پر نہایت اطمینان سے

حکومت کرتا رہا، پایہ تخت سے دوری نے اُسے مطمئن ہی نہیں، بلکہ کاہل، آرام طلب اور بڑی حد تک اپنے فرائض سے غافل بھی کر دیا تھا، اس کے ساتھ ہی بادشاہ ہمیشہ اسے محبت کی نظر سے دیکھتا، اور وقتاً فوقتاً تحائف بھیجتا تھا، اس بست سالہ صوبہ داری کے زمانہ میں وہ دو مرتبہ بنگال سے آیا، اس کی بڑی بہن جہان آرا بیگم بھی اس کو بہت مانتی تھی، چنانچہ اسکی (شجاع کی) شادی کے تمام اخراجات اسی (جہان آرا بیگم) نے برداشت کئے تھے، طالب نے شادی کی تاریخ میں ایک قطعہ بھی لکھا تھا، اور اس مصرع سے تاریخ نکالی تھی، ع

مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد[1]

اورنگ زیب کے ساتھ بھی اس کے تعلقات بہت اچھے تھے، اور اسی خوشگواری کا نتیجہ تھا، کہ داراشکوہ نے ان دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے لڑا دینے کی سعیٔ غیر مشکور کی تھی!

شہزادہ مراد بخش یہ شہزادہ سب سے چھوٹا، لیکن سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ زود اعتقاد، اور سب سے زیادہ خود رائے تھا، ہم گذشتہ صفحات میں اسکی افتادِ طبیعت کا حال لکھ چکے ہیں، اور بتا چکے ہیں کہ کس طرح ہر کام میں وہ اپنی مشتعل و غیر مستقل طبیعت کی وجہ سے ناکام رہا، سعدی کے بیان کردہ اصول

"گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند"

کا صحیح نمونہ تھا، مگر افسوس کہ ان خوبیوں کے ساتھ وہ سخت شرابی اور عیاش بھی تھا، دارا سے اس کو بھی انتہائی عداوت تھی، اور یہی وجہ تھی، کہ اُسے جونہی شاہجہان کی علالت کی خبر معلوم ہوئی ایک طرف تو اس نے اپنے مشیر خاص علی نقی کو جس کے متعلق اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دارا کا حامی ہے، قتل کر دیا، اور دوسری طرف ایک فوج سورت پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کر دی کہ اس طرح نہ صرف ایک اہم ترین شہر اس کے ہاتھ لگتا تھا، بلکہ وہ وہاں کے تاجروں سے کافی رقم

---

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اوّل حصہ اول صفحہ ۶۰-۱۴۶۰۔

بھی وصول کر سکتا تھا۔ قلعہ کا محاصرہ جاری ہی تھا، کہ اس نے اورنگزیب کی نصیحت کے باوجود بادشاہ
ہونے کا اعلان کر دیا، اور اسی زمانہ مین گذشتہ صلحنامہ کے مبہم الفاظ کو واضح کرنے کے لیے اس
نے اورنگزیب سے ایک جدید معاہدہ کرنا چاہا، اور یہ معاہدہ اس کی خواہش کے موافق لکھا گیا،
یہ معاہدہ اس الزام کی صاف تردید ہے، کہ اورنگ زیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا تھا، کہ وہ مراد کو بادشاہ
بنا کر ہندوستان سے چلا جائے گا، بلکہ اس کے برخلاف حکومت اور مال غنیمت کی تقسیم ہم کو
یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے، کہ اورنگزیب ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال اُسنے
اپنے کو بادشاہ بنا کر، اور اورنگزیب سے معاہدہ کرکے فوج جمع کرنا شروع کی، اور پھر اس فوج
کو لے کر ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ (۲۸ فروری ۱۶۵۸ء) کو احمد آباد سے روانہ ہوا، اور ۲۱ رجب
(۱۴ اپریل) کو دونون بھائی اجین کے پاس مل گئے، مراد، شجاع اور اورنگزیب مین برادرانہ
جنگ کے سلسلہ مین جو خط و کتابت ہوئی ہے، اور جس سے ہر بھائی کے ارادہ اور طریق کا پتہ
صاف روشنی پڑتی ہے، اس کو ہم اورنگزیب کے حالات مین آیندہ مفصل طور سے بیان کرینگے[1]

شہزادہ اورنگزیب | اورنگزیب کے متعلق مفصل طور سے یہان لکھنا تحصیل حاصل ہے، کہ گذشتہ تمام
ابواب اس کی افتاد طبیعت، اور اس کے کارنامون کے آئینہ دار ہین، یہان ہم صرف ان حالات
کا مختصراً تذکرہ کرنا چاہتے ہین، جو اب تک بیان نہین ہوے، اور جنسے اس بات پر روشنی پڑتی
ہے، کہ اورنگزیب ہمیشہ کس طرح ایک فرمان بردار اور اطاعت گذار لڑکا رہا ہے۔ اور اس کی
جنگ مین شرکت باپ کے خلاف نہین، بلکہ دارا کی مہلک سازشون سے اپنی حفاظت کے
لیے تھی، اس کی اس چہل سالہ زندگی مین ہم کو ایک بھی ایسا واقعہ نہین ملتا جس کو ہم اورنگزیب
کی عدول حکمی کہہ سکین، اورنگزیب جب تک شاہجہان کے ساتھ رہا، اس نے کوئی نہ کوئی خدمت

[1] اس موضوع پر ہم نے روزنامہ انقلاب مین دو مفصل مضمون لکھے ہین،

اپنے ذمہ رکھی، چنانچہ معصوم نے اپنے دو چشم دید واقعات لکھے ہین، ایک مین اس نے بیان کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے پان کا انتظام کرتا تھا، اور دوسرے مین بتایا ہے، کہ اورنگزیب شاہجہان کو پنکھا جھلا کرتا تھا، اس کے الفاظ یہ ہین :-

(۱) "روزے مسودِ این اوراق بسبب کارے در دار الخلافہ اکبرآباد داخلِ غسلخانۂ بادشاہی گشت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دید کہ جوانے زیبا روے و لباس بادشاہانہ پوشیدہ درپیش بادشاہ مروحہ جنبان است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوں سلطان اورنگزیب شاہ را ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قبل ازیں ہشت نہ سال کہ ہنوز عذار فیضِ آثار بسبزۂ خط آشنا نگشتہ دیدہ بود الحال کہ بایں محاسن و مکارم وید اول مرحلہ نشناخت از رفیقے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پرسیدم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در جواب گفت کہ ایں جوان سلطان اورنگزیب است

(۲) روزے دیگر کہ مسودِ ایں اوراق در رکابِ صاحب و قبلۂ خود (شجاع) بشکارگاہ سموگدھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رفتہ بود، چوں صاحب عالمیان دربارۂ شکار بادشاہی در آمدند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بجانب منازلِ خویش معاودت نمودیم، درراہ دیدیم کہ سلطان عالی مکان اورنگزیب شاہ براسپ قبچاق سوار تاختہ میرود، و چیزے بکمر بندِ خود بستہ می برد، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پرسیدیم کہ ایں چیست کہ سلطان بکمر بندِ خود بستہ برد، گفتند کہ خدمتِ خوراندنِ پان بایشاں تعلق دارد[1]"

یہ تو بادشاہ کی موجودگی کا حال تھا، جہان بادشاہ موجود نہ ہوتا تھا، وہان بھی ہر قسم کے شاہی آداب کا لحاظ رکھتا تھا، چنانچہ جب ملتان سے دکن جانے لگا ہے، اور راستہ مین شاہی شکارگاہ کے پاس سے گذرا ہے، اور اسے اطلاع ملی ہے، کہ یہان خاص قسم کا شکار رہے، اور اس کے دل مین اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے، تو صرف اس خیال سے وہان نہین گیا، کہ بادشاہی شکارگاہ مین

[1] تاریخ شاہ شجاعی صفحہ ۴۲ ۔ الف،

بلا اجازت داخل ہونا خلافِ آداب تھا۔ اس واقعہ کے متعلق وہ شاہجہان کو لکھتا ہے۔

"روزے کہ ایں مرید بہ دھولپور رسید شنید کہ در شکارگاہ ندار باری در کھیر کھیت ......
نیلہ ابلق کلانی است، چوں مسافت قریب بود میخواست کہ خود بدیدن آں برود، لیکن
بے تحصیلِ حکم بہ شکارگاہِ خاصہ در آمدن از آداب دور دانستہ، ملک حسین را با قراولانِ خود
فرستاد کہ دیدہ بیایند" (۱۴/۴۶)

صرف یہی ایک خط نہین بلکہ اورنگزیب کے تمام خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اسکے
دل مین کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے شاہجہان کے خلاف، کسی قسم کی کارروائی کرنے کا خیال نہین آیا
اس وقت بھی جبکہ شاہجہان بلاوجہ اس کی سرزنش کرتا، یا غلط الزامات اس پر عائد کرتا تھا، تو وہ
انتہائی ضبط سے کام لیتا، اور اگر اس کے قلم سے کچھ نکلتا تو صرف یہ کہ

"عدل سلطاں گر نہ پرسد حالِ مظلومانِ عشق
گوشہ گیراں را ز آسایش طمع باید برید" (۹/۱۹)

یا پھر کہتا تو صرف اس قدر کہ

"گر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی
کار مشکل میشود بر بے زبانانِ چمن" (۲/۱۳۴)

اورنگزیب اسی طرح اپنی زندگی کے دن گذار رہا تھا، اور انہی مشکلات مین انتہائی خلوص
و محبت سے کامیابی حاصل کر کے بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش مین مصروف تھا، کہ ٹھیک اس
وقت جبکہ وہ بیجاپوریون کو ہر شرط پر صلح کرانے پر مجبور کر چکا تھا، ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۶ دسمبر
۱۶۵۷ء) کو شاہجہان حبس البول کی شکایت مین مبتلا ہو گیا۔

اسی زمانہ مین دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے کر اپنے بھائیون کے خلاف و

معاندانہ و غیر برادرانہ کاروائی شروع کردی، جو برادرانہ جنگ کا سبب بنی، لیکن قبل اس کے کہ اسباب جنگ اور اس کے حالات پر مفصل طور سے بحث کرین، ہم یہان پر اورنگزیب کے ان تعلقات پر جو اس مین اس کے بھائیون اور بہنون مین اس وقت موجود تھے مختصراً بیان کردینا چاہتے ہین، تاکہ حالات و واقعات کے اثرات و نتائج آسانی سے ذہن نشین ہوسکین،

جہان آرا و روشن آرا

یون تو اس وقت اورنگزیب کی تین بہنین (جہان آرا، روشن آرا، اور گوہر آرا) موجود تھین، لیکن تاریخی و سیاسی حیثیت سے اول الذکر دو کو خاص اہمیت حاصل ہے، جہان آرا کے متعلق ہم اوپر لکھ آئے ہین، کہ اس کے تعلقات تمام بھائیون سے بہت اچھے تھے، اور بعض اوقات وہ صرف دارا کی سازشون مین پھنسکر اگرچہ اورنگزیب کی دشمن معلوم ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، اور اورنگزیب کے خطوط خود اسکی شہادت دیتے ہین، شاہجہان کو خود اس کا علم تھا، اور وہ اسی لیے اکثر جہان آرا ہی کو اس بات پر مجبور کرتا تھا، کہ وہ اورنگزیب کے خلاف غلط شکایات کے متعلق اپنے بھائی سے باز پرس کرے، اور نگزیب بھی اسے اپنا سچا ہمدرد سمجھ کر اپنا دل اس کے سامنے نکال کر رکھ دیتا تھا، معلوم ہوتا ہے، کہ دکن کی صوبہ داری کے سلسلہ مین دارا نے جو چال چلی تھی، اس مین جہان آرا کو بھی اس نے شریک کرلیا تھا، اور اسی وجہ سے اورنگزیب و جہان آرا مین بھی کچھ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی، لیکن جس وقت شہزادہ محمد سلطان شاہجہان کے پاس گیا ہے، یہ غلط فہمی ایک بڑی حد تک دور ہوچکی تھی، پھر بھی ایسے واقعات کے بعد جو ضبط و احتیاط ہونا چاہیئے، اس کا رنگ اورنگزیب کے خط مین صاف نظر آتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو اس سلسلہ مین جو ہدایات لکھی ہین وہ اس کا بہترین ثبوت ہین، وہ لکھتا ہے:

"از آنجا کہ نواب تقدس نقاب بیگم صاحب جیو دریں ایام عنایت تمامی ظاہر می سازند و راہ ارسال مفاوضات مفتوح شدہ و عنایت نامہ کہ دریں ولا فرستادہ اند مشتمل است

برلطف ومہربانیٔ بے اندازہ بنابراں امرِ عالی بصدور پیوستہ کہ آں گرامی تبار فرخندہ اطوار در خدمت ایشان بادب بودہ نوعے سلوک نمایند، کہ موجب رضامندی وخوشنودی شود، وبإظہار عقیدت واخلاص بوجہ اتم لازم دانستہ بسیار پسندیدہ دریں مقام درآیند" (۶/۱۷۶)

اس وقت سے دونوں کے تعلقات بہت صاف ہوتے گئے حتی کہ خود اورنگزیب کے ایک خط سے جو اس نے میر جملہ کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے، کہ جس وقت میر جملہ شاہجہان کے دربار میں پہنچا ہے، بھائی بہن کے تعلقات بہت زیادہ بہتر تھے، اور اورنگزیب سمجھتا تھا، کہ جہان آرا دراصل اس کی حامی وطرفدار ہے، چنانچہ وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:

"قبل ازیں بخدمت تقدس احتجاب علیہ عالیہ عرضداشت نمودہ بودیم کہ عنایت والتفات بہ احوال آں عمدۃ الخوانین . . . . دریغ نفرمودہ، درہیچ باب جانب حمایت واعانت ایشاں را فرونگذارند، ودریں ولا عنایت نامہ کہ درجواب آں بخط شریف خود نگاشتہ بودند رسید ومندرج بود، کہ دریں باب کوتاہی نخواہد رفت لیکن آں دستور روانی خبرت باکسے آشنائی نمی کنند، حتی در خدمت ما نیز گاہے اظہار اخلاص نمودہ اند، براں خلاصہ مخلصان کاروان پوشیدہ نماند، کہ چوں پاس ایں مراتب لازم است، ونواب تقدس احتجاب التفاتے خاصہ بایں جانب دارند، وتوجہ ایشاں باطراف دیگر محض یعنی بر مصلحت است، ورنہ ولی نیست" (آداب نمبر ۱۸۵)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب وجہان آرا کے درمیان اس کے بعد سے جو مسلسل خط وکتابت اور تحفوں کی آمد ورفت جاری رہی ہے، وہ اس دعوی کو مضبوط کرتی ہے شاہجہان کی گوشہ نشینی کے بعد جہان آرا کا اورنگزیب کے ساتھ جو تعلق رہا، اور جس طرح اورنگزیب نے نواب بیگم صاحب جیو کے تمام اختیارات، حقوق اور مراعات کو علی حالہ باقی رکھا، وہ اس

کا مزید ثبوت ہین،

روشن آرا بیگم، اورنگزیب سے چھوٹی تھی، لیکن ان دونون مین ہم سنی کی وجہ سے کافی محبت تھی، اور اورنگزیب کو بھی اس پر بھروسا تھا، مگر روشن آرا اور جہان آرا کے تعلقات اچھے نہ تھے، اور یہی وجہ تھی، کہ جب اورنگزیب کو یہ خیال ہوا، کہ شاہجہان شہزادہ محمد سلطان کو اپنے ساتھ آگرہ لیجائے گا، اور وہان جہان آرا اور روشن آرا دونون موجود ہونگی تو اس نے اپنے لڑکے کو جو ہدایت کی ہے، وہ ان تینون کے تعلقات کو واضح طور سے بتانے کو کافی ہے، اس کی ہدایت یہ ہے :-

"چون ظنِ غالب آن است کہ اعلحضرت قرۃ العین سلطنت را تا دار الخلافہ ہمراہ ببرند، و درین صورت البتہ ملازمت نواب روشن آرا بیگم جیو دست خواہد داد، و صحبت این دو بزرگ باہم قسمے نشستہ احتیاط باید کرد، کہ ہیچ طرف از طرز اختلاط و گرمی آن نامدار مکدر نشود، و از آنجا کہ برائے مصلحت جانب نواب بیگم صاحب را رعایت نمودن بہمہ باب اہم است، در خدمت عمہ محترمہ دیگر عذر خواہی خواہند نمود" (رقعہ ۱۴۶)

اس سلسلہ مین یہ بتانا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ اورنگزیب اپنی سوتیلی ماؤن سے بھی اچھے تعلقات رکھتا تھا، اور ان کو اکثر تحفے بھیجا کرتا تھا، اسی لیے جب شہزادہ محمد سلطان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اورنگزیب نے اس کے پاس چند سوغات بھیجے، اور لکھا کہ وہ ہدایت کے مطابق ان چیزون کو :-

"بخدمت نوابِ علیہ عالیہ و محل فتحپوری و اکبر آبادی برسانند" (رقعہ ۱۴۶)

شاہ شجاع و شہزادہ مراد، ان دونون بھائیون سے بھی اورنگزیب کے تعلقات بہت اچھے تھے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس خوشگواری مین برادرانہ محبت سے زیادہ دارا کی عداوت کو

زیادہ دخل تھا، اور شجاع و مراد سے جو زبانی معاہدہ، اور شجاع کے خاندان اور اورنگزیب کے خاندان سے جو ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے وعدے ہوے تھے ان مین دارا کی مخالفت ایک بہت بڑا عنصر تھا، مگر شجاع نے تو ابتدا کار ہی سے اس معاہدہ کی کوئی پروا نہ کی، اور خود مراد بھی باپ اور امرا کے کہنے مین آکر نقضِ عہد پر آمادہ ہوگیا، اسی وجہ سے بعد مین ان بھائیون مین اختلافات پیدا ہوے،

شہزادہ داراشکوہ اگرچہ جیسا کہ اس وقت تک ہم دیکھ چکے ہین، دارا اور اورنگزیب مین ابتدا ہی سے اختلاف موجود تھا، بلکہ یہ اختلاف عداوت تک پہنچ چکا تھا، اس اختلاف مین دو چیزین سب سے زیادہ نمایان تھین، اور وہ دونون بھائیون کا اختلافِ طبائع تھا، اورنگزیب ابتدا سے مذہب کا پابند اور ہر قسم کے غیر شرعی اعمال و افعال ہی نہین بلکہ اقوال سے بھی محترز رہتا تھا حتی کہ اسے یہ بھی پسند نہ تھا، کہ اس قسم کے مبہم و ذو معنیین الفاظ جیسے ابوالفضل وغیرہ اکبر کی نسبت خطوط مین لکھا کرتے تھے، لکھے جائین، چنانچہ جب اس کے لڑکے نے اکبرنامۂ ابوالفضل پڑھنے کے بعد اس قسم کے جملے اورنگ زیب کو لکھے، تو اس نے اُسے نہایت سختی سے اس پر ٹوکا، اس کا منشی ابوالفتح اس کے حکم سے شہزادہ کو لکھتا ہے:-

"چوں درآں سامی صحیفہ بخلافِ سنت و ضابطہ بجاے "بسم اللہ اکبر جل جلالہ"
نوشتہ شدہ بود . . . . بنابراں بر زبانِ الہام بیان . . . . .
. . . گذشت، کہ مقصود از خواندنِ اکبرنامۂ شیخ ابوالفضل تتبعِ عبارات آں کتاب است
نہ اتباعِ مذہب مصنف کہ از روے بدعت، اسلوبِ سنون را تغیر دادہ، (رقعات)

اسی شہزادہ محمد کی پگڑی کے متعلق کھلے دربار مین جو گفتگو ہوئی تھی، اور جس طرح اورنگزیب کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اڑایا گیا تھا، اس کا ذکر گذشتہ باب مین کیا جا چکا ہے، ان کے

مقابلہ مین دارا شکوہ اس قسم کے لفظی گورکھ دھندون پر جان دیتا، اپنے کو ہر قسم کی مذہبی پابندی سے آزاد سمجھتا، اورنگزیب کو "نمازی" "فقیر" "ریاکار" اور نہ معلوم کن کن الفاظ اور خطابات سے یاد کرتا تھا، اورنگزیب ان باتون کو سنتا، لیکن صبر کرتا،

اختلاف کی دوسری وجہ دارا کی وہ عداوت تھی جو اسے سیاسی حیثیت سے تھی جیسا کہ ہم دکھا آئے ہین اورنگزیب سے تھی، دارا کو اگر سلطنت کے معاملہ مین کسی سے خوف تھا، تو صرف اورنگزیب سے اس لیے وہ ہر ممکن کوشش سے اس کے اثر، اس کے اقتدار اور اس کے رعب کو شدید ترین ضرب پہنچانا چاہتا تھا، وہ ہمہ تن اس سازش مین مصروف تھا، کہ اورنگزیب کی سفارشون کے خلاف شاہجہان سے احکام نافذ کرا کے لوگون پر یہ ثابت کردے، کہ اورنگزیب ایک عضوِ معطل، اور ایک بے اثر ہستی ہے، اور ملک مین کسی کی بات رہتی ہے، اگر کسی کی سفارش مقبول ہوتی ہے، اگر کسی کی درخواست مسموع ہوتی ہے، اور اگر کسی کی شفاعت اثر رکھتی ہے تو وہ صرف شاہِ بلند اقبال دارا ہے، اور اس کی اسی سازش کا نتیجہ ہے، کہ دکن کی گورنری کے زمانہ مین باپ بیٹے کے اختلافات اس قدر سخت ہوگیے تھے، اور افسرون، اور دیسی ریاستون نے اورنگزیب کی جگہ دارا کو اپنا قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بنا لیا تھا، اس عہد کے آخری دو واقعات کو لے لو، گولکنڈہ کی جنگ کا حال تم پڑھ آئے ہو، لیکن تم کو معلوم ہے کہ یہ کون شخص تھا جس نے شاہجہان سے نہ صرف اس بات کی جھوٹ شکایت کی، کہ اورنگزیب نے قطب الملک سے بہت سے ایسے تحفے لیے جنکی کسی کو خبر نہین ہے، بلکہ اُس پر یہ بھی الزام لگایا، کہ اس نے عادلشاہ سے بھی اس قسم کی رشوت لی ہے، اورنگزیب کو اپنے وکیل دربار کے ذریعہ اس کی اطلاع ملتی ہے، اور وہ میر جملہ کو اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"نیز مومی الیہ (وکیلِ دربار) داخل عریضۂ خود ساختہ بود، کہ بادشاہزادۂ کلاں بعرض اقدس

رسانیدہ اند، کہ وکلاے سرکارِ عالی، از عادل خاں ہم چیز ہاے گرفتہ اند، وپیشکش ہمہ سال براے خود قرار دادہ وآں رفیع مکان درجواب معروض داشتہ اند کہ ایں مقدمہ خلاف واقع است "

اس سلسلہ مین اورنگزیب جس قدر ذلیل و بدنام کیا گیا، اس کا وہی نتیجہ ہوا، جو دارا چاہتا تھا، یعنی دکنی حکمرانون نے یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کا کوئی اثر نہین ہے، براہِ راست داراشکوہ سے تعلقات پیدا کرکے اپنے مطالب کے حصول کی کوشش شروع کردی، وہی قطب الملک جس نے اورنگزیب کی اطاعت کی قسم کھائی تھی، اس سے معاہدہ کیا تھا، اور اس سے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ کبھی بھی کوئی کام براہِ راست نہ کرے گا، اپنے وکیل کے ذریعہ دارا کے آستانہ پر مصروفِ جبین سائی تھا، دارا تو اسی موقع کی تلاش مین تھا، اس نے قطب الملک کے وکیل کو اس بات کا یقین دلادیا کہ وہ جو چاہتا ہے، وہ ہوجائے گا، اور اس چیز نے قطب الملک کو اورنگزیب کی طرف سے بڑی حدتک بے نیاز کردیا، اورنگزیب اسی حالت کو میر جملہ کو، جو اب وزیر اعظم ہے لکھتا ہے؛

" دربازداشتنِ او (قطب الملک) از اداہاے شورش افزا وتاکید وتہدید دراں باب بقدرِ امکان سعی مبذول شدہ ومیشود، لیکن از آنجاکہ معاندانِ دین ودولت دراغواے او تقصیر ندارند، ومقدماتے کہ موجبِ مزید غرور ونخوتِ بیخردانِ ناعاقبت اندیش است باوحی نویسند، باستظہارِ آنہا، توفیق عمل براوامر پیشگاہ عالی کمتر یافتہ درحصولِ مامول خویش بیشتر تلاش می کنند" (آداب نمبر ۱۹۱)

دارا کی اس قسم کی سازشون کا جو نتیجہ خود دکن مین ہورہا تھا، اس کی طرف ہم گذشتہ باب مین اشارہ کرچکے ہین، لیکن ایک مرتبہ پھر اورنگزیب کے ایک خط کے الفاظ لکھکر اوس کی انتہائی حسرت ویاس کی یاد تازہ کردینا چاہتے ہین:-

"از آنجا کہ ایں دنیا داراں از استماع خبرِ عدم استقلال و عتاب ماو اطلاع بر بے توجہئ اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت می رسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ بآنہا میرسانند، از نوشتہ و گفتہ احساب نگرفتہ، خود را از رجوع بایں جانب مستغنی میدانند" (آداب نمبر ۱۹۱)

اس جنگِ گولکنڈہ کے بعد سے باپ بیٹے کے تعلقات بھی ایک زمانہ تک کشیدہ رہے، اور بیجاپور کی جنگ مین اگرچہ اورنگزیب شاہجہان کے حکم سے صرف اس کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے شریک ہوا تھا، لیکن اسے ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا، کہ دارا عین فتح و کامیابی کے وقت پھر نہ اس کے بنے بنائے کام کو بگاڑ دے، اور اس کا یہ خطرہ درست ثابت ہوا، کیونکہ جونہی دارا شکوہ کو اس کا موقع ملا اس نے نہ صرف یہ کہ جنگ کو ختم کرنے کا حکم بھجوادیا، بلکہ جو سرکاری امرا و افسر اپنی اپنی فوج کے ساتھ اورنگزیب کی مدد کر رہے تھے، ان کو فوراً واپس بلا کر اورنگ زیب کو ایک ایسی نازک حالت مین چھوڑ دیا گیا، کہ اگر وہ تدبیر، دوراندیشی، جرأت اور ایک بڑی حد تک درگذر سے کام نہ لیتا، تو شاید اس کی فوج صحیح سلامت واپس بھی نہین ہو سکتی تھی،

شاہجہان کو بھائیون کے اس اختلاف کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ دارا کا دل ان بھائیون کی طرف سے صاف نہین ہے، اُسے اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اُسکی آنکھ بند ہوتے ہی تخت و تاج کے لیے ایک بڑی جنگ ہو گی، اور اسی غرض سے اس تصادم کو روکنے کے لیے اس نے اپنے تینون چھوٹے لڑکون کو نہ صرف دارا ہی سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی الگ الگ دور دراز صوبون مین مقرر کر دیا تھا، اور دارا کو آہستہ آہستہ شاہی اختیارات سپرد کر کے اس فکر مین لگا ہوا تھا، کہ اسی طرح اس کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، اور اپنی زندگی ہی مین سب سے اس کی اطاعت قبول کرا کے خانہ جنگی کا دروازہ بند کر دے، کہ دفعتہً ۷ رذی الحجہ ۱۰۶۷؁ھ (۶ر ستمبر ۱۶۵۷؁ء)

کو وہ حبس البول کے مرض مین مبتلا ہو گیا، اور اس کی حالت اتنی ردی ہو گئی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا، کہ پلنگ سے اُٹھ سکے، دربار و درشن موقوف ہو گیے، ایک ہفتہ تک یہی حالت رہی، اس کے بعد افاقہ شروع ہوا، لیکن اسی زمانہ مین یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے اور دارا اپنی مصلحت سے اس کو پوشیدہ رکھے ہوے ہے، اس خبر کا شہزادون تک پہنچنا تھا، کہ ہر ایک نے حصول حکومت کا خواب دیکھنا شروع کر دیا، شجاع اور مراد تو بلا کسی توقف کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے آگرہ کی طرف بڑھنے کے لیے فوجی انتظامات بھی کرنے لگے، اس افواہ کی تردید مین دارا نے جو کاروائیان کین، اس کے بالکل الٹے معنی پہنائے گئے، اور واقعہ بھی یہی ہے، کہ اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ نہایت ہی غلط اور سیاسی حیثیت سے خطرات سے پر تھا، سب سے پہلے اس نے امرا اور دربار و محل کے لوگون کو بادشاہ کی خوابگاہ مین داخل ہونے سے منع کر دیا، اور اس چیز نے موت کی افواہ کو زیادہ یقینی بنا دیا، ۱۵؍ ذی الحجہ (۱۴؍ ستمبر) کو بادشاہ نے خوابگاہ کے دریچہ سے بعض امرار کو اپنی صورت دکھائی، لیکن اس کے بعد پھر ایک مہینہ تک کسی کو شاہجہان کی کوئی خبر نہ ملی، اور دارا شکوہ نے اسی زمانہ مین شاہجہان کے نام سے وہ احکامات جاری کر دیئے، جنکے متعلق خود شہزادون کا یہ خیال تھا، کہ شاہجہان اپنی زندگی مین ایسے احکامات جاری نہین کر سکتا تھا، ۷؍ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۴؍ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو شاہجہان نے دریچہ درشن مین آکر اپنا درشن دیا، اور اس کے بعد ۲؍ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۸؍ اکتوبر) کو دارا کے ساتھ براہ دریا آگرہ کے لیے روانہ ہو گیا، اور ۱۹؍ صفر (۱۶؍ نومبر) کو آگرہ پہنچ گیا، یہان پہلے وہ دارا کے محل مین مقیم رہا، اور پھر ۱؍ ربیع الثانی (۲۷؍ دسمبر) کو شاہی محل مین داخل ہوا، اور اس کا یہ داخلہ ایسا تھا، کہ پھر اس کے بعد اُسے اُس سے زندہ نکلنا نصیب نہ ہوا، ان چار مہینون مین درباری مورخ کے بیان کے مطابق دارا نے جس محبت، جس جوش، اور جس فدائیت کے ساتھ

باپ کی خدمت کی، اس کا شاہجہان پر بہت اثر پڑا، اور ۵ ارذی الحجہ کو جونہی شاہجہان کو صحت کے
آثار نظر آے، اس نے اس صلہ مین ۲½ لاکھ روپیہ انعام دیا، اور پھر ۲۴ ربیع الاول (۲۰ دسمبر)
کو ایک کرور روپیہ اور ۲۴ لاکھ کے جواہرات دیئے، اور اس کا منصب پہلے ۴۰، پھر ۵۰، اور
بالآخر ۶۰ ہزاری کر دیا، اسی زمانہ مین اس نے درباری مورخ کے بیان کے مطابق بعض خاص
امراء کو بلا کر یہ وصیت کی، کہ اس کے بعد دارا تخت حکومت کا مالک ہوگا، باپ کی بیماری کے
ایک ہفتہ بعد ہی اس نے یہ وصیت سنکر، اپنے کو سیاہ وسفید کا مالک سمجھ لیا، اور پھر شاہجہان ہی
کے نام سے وہ فرامین صادر کیے، جنھون نے بھائیون کو اس کا زیادہ مخالف بنادیا،

ہم اوپر بتا آے ہین، کہ شجاع، مراد اور اورنگزیب مین اس قسم کا ایک معاہدہ ہوگیا تھا، کہ
اگر ان تینون مین کسی کو دارا نقصان پہنچانا شروع کرے، تو باقی دو بھی دارا کے خلاف ہر قسم
کی کارروائی کرین گے، اور اب جبکہ شاہجہان کے انتقال اور دارا کے عنانِ حکومت کو اپنے
ہاتھ مین لینے کی خبر ان کو پہنچی، تو انھون نے اس معاہدہ کے مطابق فوراً ایک دوسرے سے
استصواب شروع کیا، لیکن قبل اس کے کہ تینون بھائی ایک خاص بات پر متحد ہوتے، مراد اور
شجاع نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور اس کے بعد، اس بات کی تیاری شروع
کر دی، کہ آگرہ چل کر، دارا سے حکومت چھین لین، ان دونون بھائیون نے اورنگزیب
کو بھی اشتراکِ عمل کی دعوت دی، مگر اورنگزیب ان کی طرح پر امن اور سرسبز وشاداب
صوبہ مین چین نہین کر رہا تھا، اور نہ عاقبت بینی، مآل اندیشی، اور حقیقت فہمی نے اس کا ساتھ
ہی چھوڑا تھا، اس کے سامنے تمام خبرین تھین، اس کے پیش نظر سب حالات تھے، اور وہ
خود عملاً ایک ایسی جنگ مین مصروف تھا، جس سے کنارہ کشی، اس کی دوسالہ کامیابی کو خاک
مین ملاتی تھی، علاوہ ازین دارا نے اگرچہ اپنے فرمان کے ذریعہ ابتداءً اورنگزیب کی حالت

بہت نازک کردی تھی، مگر اسی چیز نے اسے یکسو بھی کر دیا، اور اس نے ایک حرف جس حیثیت سے بھی ہو، ڈرا کر، ترغیب وتحریص یا تخویف وتنبیہ کے ذریعہ بیجاپور سے صلح کی ٹھان لی، اور دوسری طرف شاہجہان کی موت کی افواہ کے سچ ہونے کی صورت مین پاس معاہدہ، اور اپنی حفاظت کے لیے جو سامان بھی کرنا چاہیئے تھا، کرنا شروع کر دیا؛ اس کی اس دوگونہ پریشانیون کا زمانہ اس کے لیے انتہائی آزمایش کا زمانہ تھا، اور ہم کو دیکھنا چاہیئے، کہ اس نے کس طرح اپنی دور اندیشی، تدبر، اور موقع شناسی سے کام لے کر، حالات پر کامیاب طریقہ سے قبضہ پالیا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کی ذاتی کارروائیون کو بیان کرین، چاہتے ہین کہ اس کے دوسرے بھائیون نے جو کچھ کیا، اور اس مین اس نے جہان تک حصہ لیا، اس کو مختصر طور سے بیان کر دین۔

شہزادہ شجاع شجاع تقریباً ۲۰ سال سے بنگال واڑیسہ کا گورنر تھا، مرکزی حکومت سے دوری نے اسے ایک بڑی حد تک آزاد رائے اور آزاد کار بنا دیا تھا، دوسرے اس نے شاہجہان سے چند سال پہلے صوبہ بہار مین اپنے اور اپنے بچون کی صحت کے لیے ایک گدّی کی جو درخواست کی تھی، وہ بھی مسموع نہین ہوئی تھی، اور اُسے وہ اپنی حق تلفی و تذلیل سمجھتا تھا، اس لیے جونہی اس کو اس بات کی خبر ملی، کہ شاہجہان کا انتقال ہوگیا ہے، اور دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے ہین، بھائیون سے اس نے جو معاہدہ کیا تھا [illegible] کیے، اور ان سے مشورہ لیے بغیر بادشاہ بن بیٹھا، اور فوج جمع کر کے آگرہ کی طرف [illegible]

اب ہم مختصراً اورنگزیب کے اس طرزِ عمل کو بیان کرتے ہین، جو [illegible] کے مطابق آپ نے اختیار کیا، اس سلسلہ مین شجاع کی خاموشی و بے پروائی کے باوجود اورنگ زیب نے پیش قدمی کی، اور پہلے دو خط براہ اکبر آباد روانہ کئے، لیکن جب وہ نہ ملے تو اس نے مراد بخش اور اپنے آدمیون کو اڑیسہ کے راستہ سے نہ صرف اپنا خط لیکر بھیجا، بلکہ اس کیساتھ

اس نے وہ جواب بھی ملفوف کر دیا، جو مراد کے خط کے جواب مین اسنے لکھا تھا، اور اس خط مین یہ بھی تجویز پیش کی کہ

"این مخلص بے ریا ازبرودی از پیش نہادِ خاطرِ مقدس و قصد و عزیمتے کہ در آئینۂ ضمیر منیر پرتو صواب انداختہ باشد، آگاہ فرمایند کہ نظر بآن نمودہ بسرانجام لوازم امرے کہ فرصت و تاخیر در تمشیت آن خلاف مصلحت و منافیٔ معہود است، بپردازد،

صاحب من! اگر دریں وقت یک یک آدم فہمیدہ از جانبین بعنوان سفارت و وکالت مقرر شود و نوشتہا خواہ بداک چوکی از ینجا بسرحد اودیسہ مردم خیراندیش و از آنجا تا راج محل مقصد یا سرکار برادر نامدار سرانجام نمایند، یا بقاصدان و سواران کہ جلد بیایند و بروند در پیش رفت مطلب بغایت دخیل است، و بر تقدیرے کہ این معنی صورت تجویز بیابد، از فرستادہائے این نیازمند سیادت مآب میر شاہ را در خدمت کثیر الموہبت نگاہ دارند، و جواب این عریضہ را مصحوب یکے از ہمراہان او یا ملازم سرکار عالی کہ اینجا خواہد بود بفرستند" ($\frac{1}{162}$)

شجاع کو جب مراد اور اورنگزیب کے خطوط ملے، تو وہ ان دونون بھائیون کی طرف سے مطمئن اور ان کی امداد پر یقین کر کے سلطنت کے خواب دیکھنے لگا، یہان یہ حقیقت غور طلب ہے کہ مراد اور شجاع دونون معاہدہ کی زیادہ پرواہ نہ کر کے، اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہین، اور وہ بھی اپنے صوبون کی حکومت کا نہین، بلکہ تمام ہندوستان کی، اس کے برخلاف اورنگ زیب نہ صرف یہ کہ ایسا نہین کرتا، بلکہ اس عجلت سے انکو منع کرتا ہے، چنانچہ خود شجاع کے ملازم محمد معصوم نے جو تاریخ شاہ شجاعی لکھی ہے، اسکے الفاظ یہ ہین:۔

"چون شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادران والا قدر دیگر از

سلوک نا مرضی سلطان دارا شکوہ دلِ سوزاں داشت یکبارگی در بلدۂ راج محل بر سریر

سلطنت و تختِ مملکت جلوس نمودہ خود را بابو الفوز نصیر الدین محمد صاحب قران ثالث

سکندر ثانی شاہ شجاع بہادر غازی ملقب ساختند و بالشکر ہائے ممالک مشرقیہ با ہبت و

عظمت بسیار بعزم گرفتنِ دہلی از بنگالہ بصوبۂ دار الخلافہ عنان گسل گردید[1]

اورنگزیب کا عمل اس کی خبر دارا، مراد، اورنگزیب تینون کو ملی، دارا نے تو مقابلہ کے لیے اپنے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے ساتھ مرزا راجہ جے سنگھ کو ایک فوج دے کر بنارس کی طرف روانہ کیا، اور مراد اور اورنگزیب نے معاہدہ کے مطابق "دشمن را دو دلہ" کرنے کے لیے برہان پور و احمد آباد سے کوچ کیا، اس موقع پر اورنگزیب نے جو خط شجاع کو لکھا وہ یہ ہے:-

"از آنجا کہ تا حال صورت عزم و ارادۂ آں مشفق مہربان معلوم نگشت و جواب عرائض تر سیدہ و مجدداً از نوشتجات وکیل دربار سمت وضوح گرفت کہ چوں مذکور مونگیر در میان است ملحد زادہ خود را با جے سنگھ و ستر سال و دیگر مردم بصوب الہ آباد و پتنہ تعین می نماید ... . مصلحت چیست، امید کہ ہر چہ زود تر جواب ایں مراتب را عنایت فرمودہ قلمی نمایند واز وجہ قصد و ما فی الضمیر منیر آگہی بخشند، تا بیش از فوتِ فرصت و گذشتن وقت آنچہ صلاح باشد بعمل آید" (ر ۳/۱۶۴)

شجاع کا فرار اورنگزیب و مراد جس وقت روانہ ہوتے ہین، اس وقت شجاع صوبہ بہار پر قابض ہو چکتا ہے، اس کے بعد یہ دونون بھائی اِس طرف سے اور شجاع اُس طرف سے بڑھتا آتا ہے، تا آنکہ شجاع بنارس کے اس پار بہادر پور مین پہنچ جاتا ہے، شجاع کی بست سالہ پر امن حکومت نے اسے جس طرح آرام پسند، اور اس کیساتھ مستعدی، جوش،

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۲ ب،

اور ولولہ سے محروم کر دیا تھا، اس کا حال خود اس کے دیرینہ ملازم کی زبان سے سنیئے :-

"چوں از طرف لشکر سلطان عہد و حر شاہ شجاع بہادر لوازم پاسداری و طلایہ و مراسم حزم و احتیاط بنوعے کہ باید و مردم کارآگاہ کار دیدہ راشاید بوقوع نمی رسید و اکثر اوقات بغفلت و عدم آگاہی سپری می شد، و ایں حقیقت ہا معلوم سلطان سلیمان شکوہ می گشت[1]"

اس کا جو لازمی نتیجہ تھا، وہ ہوا، اور شجاع کو ہزیمت کھا کر بھاگنا پڑا۔

"روزے بامداد پگاہ کہ سپاہ سلطان شاہ شجاع بہادر کہ مدت بست و پنج (بنسبت؟) سال در ملک بنگالہ بخواب تا دو پہر روز و فراغت دائمی معتاد شدہ بودند، دراں صبح میاں "پتہ خانہ" یعنی چارپائی بخواب نوشتن بامداد و رحیل مشغول بودند، یکبارگی سپاہ رزم خواہ حریف در رسیدہ بر سر ار دو ریختند[2]"

شجاع اس بدحواسی سے بھاگا، اور اس کے دل میں اتنا خوف بیٹھ گیا تھا، کہ اگر وہ غلطی سے یہ بھی سن لیتا، کہ سلیمان شکوہ کے لوگ آرہے ہیں، تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا وہ سہسرام، پٹنہ وغیرہ سے اسی طرح بھاگا ہے۔ اس کی فوج تو اس سے بدتر حالت میں تھی، چنانچہ شجاع کا مورخ لکھتا ہے :-

"بحسب اقتضائے تقدیر یزدانی و مشیت سبحانی آں چناں قرار و تمکین و اصطبار ازیں مردم منفک شدہ بود کہ با وجودیکہ مجموع لشکر دہ پانزدہ ہزار جبہ پوش برگستوان دار بر اسپان عراقی وغیرہ سواری رفتند، و در راہ ناگہاں دہ گوار گوں برہنہ چوب بدست از عقب رسیدہ ہمہ را باہستگی و ہمواری از اسپاں پیادہ ساختہ آنچہ از نقد و جنس

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۴ ب [2] ایضاً ۳۴ ب و الف ۳۵،

می دیدند، واگر دہ می گرفتند، وآں مرزایاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ را برہنہ کردہ می گذاشتند،

بلکہ ۔۔ زنان خوب رخت گواراں ، مردم لشکر را طلب می کردند، کہ آب می دہیم وایں متعطشان

تفسیدہ جگر بعشق آب پیش می رفتند، گریبانِ آنہارا گرفتہ پیش می کشیدند، وآنچہ می داشتند

واگردہ بگرفتند ۔۔۔۔ وکسے قدرتِ دم زدن نبود[1]"

شاید بنگالی فوج کی یہی بہادری تھی، جو آج تک اس صوبہ کے باشندوں کی پیشانی پر کلنگ کا داغ بنی ہوئی ہے،

دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام | سلیمان شکوہ کو شجاع کے تعاقب میں کوئی دقت نہیں ہوئی، شجاع مونگیر پہنچکر مدافعت کی تدبیر ہی سوچ رہا تھا، کہ اس کے بھائیوں کی پیش قدمی نے اُسے خود ہی ہلاکت سے بچا دیا، اور اسی زمانہ میں دارا شکوہ کا خط سلیمان شکوہ کے پاس آیا،

"درملکِ گجرات، محمد مراد بخش کمرِ مخالفت بربستہ ولشکرِ عظیم فراہم آوردہ وبخیالِ باطل

سر پیرا رائے خلافت گردیدہ عزم دارد کہ خود را بسارعت ہرچہ تمامتر دریں جا رسیدہ سر

بشورش وفتنہ پرداز د، بنا براں آں قرۃ العینِ سلطنت باسرع اوقات کارِ محمد شجاع

بہر گونہ باتمام رسانیدہ خود را بزودی دریں جا رساند، کہ ہنگام آمدنِ آں مخالف را تنبیہ وتادیب

رسانیدہ آید" (۴۲/۱)

اس خط کے مطابق سلیمان شکوہ نے شجاع سے منہ مانگی شرائط طے کرلیں، اور اس طویل سفر کی زحمت کے علاوہ اُسے کوئی دوسری کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی،

اورنگزیب کی امداد | اورنگ زیب نے جب سنا کہ بہادر پور میں شجاع کو شکست ہوئی ہے تو اس نے فوراً اپنی تمام کوششوں کو مضاعف کر دیا، تاکہ جس صورت سے ہو، دارا کو پنی

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص الف دب ۳۹ والف ۴۰،

طرف متوجہ کرے، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے آخری خط مین جو شجاع کو کھجوا کی جنگ سے چند ہی دن پہلے لکھا تھا، اس واقعہ کو صاف طور سے بیان کیا ہے:۔

"چوں خبرِ وحشت اثرِ ہزیمت و پس شدنِ امرائے شمابمن رسیدہ از جہت مکافاتِ آں از برہان پور کہ از آگرہ مفاصلہ ہفت صد کروہ دارد، علم ہمت برپا کردہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بایلغار قطعِ منازل وطے مراحل ساختہ تانواحی آگرہ رسیدیم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فتح نصیبِ اولیاے دولت شدہ" ($\frac{5}{166}$)

اس فتح کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے ساتھ کیا سلوک کیا اور شجاع نے اس کا کیا بدلہ دیا، اوسے ہم اورنگزیب کے حالات کے سلسلہ مین آیندہ لکھین گے،

شہزادہ مرادبخش | مراد کے متعلق ہم بتا آئے ہین، کہ چونکہ وہ بہت سادہ دل تھا، اس لیے اس کے دل مین کوئی بات نہین رہتی تھی، اور اسی کے ساتھ وہ اتنا زود اعتماد تھا کہ اُس سے جو شخص جو کچھ کہتا، اس کو سچ سمجھکر فوراً اس کے مطابق کام کر بیٹھتا، اس کے مشیر خاص علی نقی کا خود اس کے ہاتھ سے قتل اسی قسم کی زود اعتمادی کا نتیجہ تھا، دوسرے اگرچہ اورنگزیب سے اس سے شجاع کی بہ نسبت بہت زیادہ قرب تھا، پھر بھی وہ دوہری کارروائی کرتا رہا، ایک طرف تو اورنگ زیب سے مشورہ طلب کرتا، اس کی ہدایات کا اپنے کو محتاج بتاتا، اس کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض ظاہر کرتا، اور دوسری طرف وہ تمام کام کر جاتا، جنکو اورنگزیب ناپسند ہی نہین بلکہ منع کرتا تھا، چنانچہ اس نے علی نقی کو قتل کرنے کے بعد ہی ایک فوج سورت بھیجدی، اور خود بہت جلد ۲۳ صفر (۳۰ نومبر) کو بادشاہ بنکر ۱۵ روز بعد ہی ۹ ربیع الاول (۵ دسمبر) کو دربار عام مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان عام کر دیا، اپنا لقب مروج الدین مقرر کر دیا، اور سکہ و خطبہ بھی جاری ہوگیا، مگر اس آزادروی کیساتھ وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا، کہ وہ اکیلا کچھ نہین کر سکتا، اس لیے اس کی یہ بہت

تو نہ ہوئی، کہ تنہا دارا کے مقابلہ مین چل کھڑا ہو، لیکن، اس کے ساتھ ہی اس نے اورنگزیب پر خطوط کی بارش شروع کردی، اور بعض وقت یہان تک دھمکی دی، کہ اگر اورنگزیب اس کا ساتھ نہ دیگا تو وہ اکیلا ہی چل کھڑا ہوگا، اس کے ساتھ ہی اس کو دو کام اور تھے، ایک تو اس فوج کی جو سورت فتح کرنے گئی تھی، واپسی کا انتظار اور دوسرا کام اپنے بال بچون کے لیے کسی محفوظ مقام کا انتخاب اس کے لیے پہلے جونا گڈھ چنا گیا، لیکن بعد کو چانپا نیر منتخب ہوا، مراد یہ انتظامات مکمل کرکے اور اورنگزیب کی روانگی کی اطلاع پاکر احمد آباد سے روانہ ہوا، اور اجین کے قریب دیپالپور کے پاس اورنگزیب سے مل گیا[1]،

اس عرصہ مین اورنگزیب و مراد کے کیا تعلقات تھے، مراد نے اورنگزیب کو کیا لکھا اورنگزیب نے اسے کیا جواب دیا، اوران دونون بھائیون مین کیا مفاہمت ہوئی، اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین، تاکہ متعصب مورخون کے اس اعتراض کا کہ اورنگزیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا کہ وہ حکومت کا جویا، اور سلطنت کا خواہان نہین ہے، بلکہ وہ ملحد دارا سے حکومت لیکر مراد کے سپرد کردیگا، اور وہ خود ہندوستان ہی کو چھوڑ کر عرب چلا جائے گا، صحیح جواب بھی ہوجائے، جس وقت اورنگزیب کو دربار کی اضطراب انگیز اطلاع ملی، اس نے گذشتہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے شجاع کی طرح مراد کے پاس بھی اپنا خط اور سفیر روانہ کیا، اور دوسرے ہی خط مین اس نے یقین دلایا کہ "مراد ہمان است، کہ فیما بین معہود گشتہ" اس کے ساتھ یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ اس نے معاہدہ کے مطابق شجاع سے بھی استصواب کیا ہے، اپنے وکیل کی بھیجی ہوئی خبر بھی اس طرح مراد کو لکھدی:۔

"از عرضداشت وکیل۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بسمت ظہور گرفت، کہ استقلال مخالفت

---

[1] شجاع و مراد کی تخت نشینی کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۱۴،

در رتق وفتق مہمات وتغیر متصدیان پیشگاہ معلا و تفویض خدمات بملازمان خود بحدے کہ نباید،

انجامیدہ وہمگی سعی مصروف فراہم آوردن خزائن واجتماع عساکر ساختہ وغالباً خبرے کہ وقوع

آں مظنون بود بہ یقین پیوستہ" ($\frac{2}{168}$)

اس کے بعد مراد نے یہ خواہش ظاہر کی، کہ آگرہ و دوراہہ مین جو گفتگو تھی وہ مجمل تھی، اس لیے قبل اس کے کہ ہم تینون بھائی مشترکہ طور سے کوئی کارروائی کرین، بہتر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مفصل وواضح عہدنامہ ہو جاے، اور صوبے تقسیم کرلیے جائین، لیکن اس وقت چونکہ شجاع سے اس کے متعلق کوئی گفتگو ممکن نہ تھی، اور ان لوگون کو اس بات کا علم تھا، کہ شجاع بنگالہ واڑیسہ کے علاوہ بہار کا خواہان ہے، اس لیے انھون نے الہ آباد وبنارس تک کا علاقہ چھوڑکر باقی مملکت کی باہم تقسیم کرلی، اورنگزیب نے اس معاہدہ کو لکھا کر مراد کے پاس بھیجدیا، ہم نے اصل کتاب مین اس معاہدہ اور اس کے علاوہ اس کی ضمنی دفعات کو جس کا عاقل خان نے تذکرہ کیا ہے، درج کردیا ہے، (دیکھو خط نمبر $\frac{1}{167}$) اس کی موجودگی مین اورنگزیب کے متعلق مذکورۂ بالا الزام بالکل باقی نہین رہتا[1]، افسوس کہ اورنگزیب کے وہ تمام خطوط جو اس نے مراد کو لکھے تھے، نہین ملے

---

[1] اس عہدنامہ کے متعلق دیکھو میرا مضمون "دو تاریخی دستاویز" معارف ج ۲۱ ن ۳، روزنامہ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳، اپریل و ۷ مئی ۱۹۲۸ء، اس معاہدہ کے ساتھ اس نے جو خط لکھا ہے، اس مین بھی مراد کو اپنی دوستی کا اس طرح اعتبار دلاتا ہے کہ:۔

"اندیشۂ دوری وجدای از اصلا در پیرامن خاطر عزیز خویش راہ ندہند، انشاء اللہ تعالیٰ دقیقہ از دقائق اتحاد فرو نخواہد گشت" ($\frac{3}{169}$)

مراد جس طرح اپنے خطوط مین سابقہ زبانی معاہدہ کا مسلسل ذکر کرتا اور اسکی فوری تعمیل کے لیے اورنگزیب کو دعوت دیتا ہے، اس کے لیے اس کے خطوط بنام اورنگزیب پڑھو،

البتہ ان خطوط سے جنمین اس نے مراد کے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، یا خود مراد کے جوابی خطوط مین جو باتین تذکرۃً آگئی ہین، اُن سے اورنگزیب کے رویہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، مثلاً اورنگزیب نے ابتدا ہی سے اپنا یہ دستور مقرر کرلیا تھا، کہ وہ کسی افواہ کی تصدیق کیے بغیر اُس کو سچ نہ سمجھے اور اسی لیے جب شاہجہان کی موت کی خبر اس کو پہنچی تو مہینون تک وہ اس کی تصدیق کی فکر مین رہا، مراد اور شجاع کو بھی حزم و احتیاط اور انتظار کی صلاح دی، چنانچہ جب مراد نے سورت کی طرف فوج روانہ کرکے اورنگزیب کو اپنی اس عاجلانہ حرکت کی اطلاع دی تو اُس نے لکھا:

"خبرِ وقوعۂ ناگزیر تاحال نرسیدہ و روز بروز آثارِ صحت ظاہر می شود، از جاے خویش حرکت کردن و باظہارِ بعض مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، بلکہ آن گرامی برادر نیز بایستے پیش ازیں استفسار تحقیقِ اخبار غبارِ شورش نمی انگیختند و لشکر را بصوب سورت نمی فرستادند و قلعۂ آنجا را محاصرہ نمی نمودند، اکنون کہ کار بجاے کہ نبایست برسد رسید بزودی استخلاصِ آن حصن خاطر جمع سازند، تا جمعیتے کہ فراہم آوردہ اند، در رکابِ ایشان باشد" (۲/۱۶۳)

اسی خط مین شجاع و مراد دونون کو پہلے معاہدہ کی پابندی کا یقین اس طرح دلاتا ہے:

قرار داد ہمان است کہ بود، انشاء اللہ تعالیٰ فتورے بدان راہ نخواہد یافت، اگر مخالفِ بے دین قصدِ آن طرف کند، این نیازمند بے توقف برہان پور رسیدہ متوجہ پیش خواہد شد، و از ان جانب صاحب مشفق مہربان (شجاع) عزیمت سمت پتنہ خواہند فرمود، تا "قدوۃ الملاحدہ" باتمامی جمعیت بتفرقہ قرینِ خود نتواند بیک طرف پرداخت و ہمچنین اگر بجانبِ دیگر روے ادبار آورد بایں عنوان ارکانِ ثبات و قرارِ او متزلزل باید ساخت (۲/۱۶۴)

لیکن مراد اپنی طبیعت سے مجبور تھا، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرلیتا تھا، تو پھر اُس کے لئے توقف ایک مصیبت ہوجاتی تھی، چنانچہ وہ اورنگزیب کی ہر احتیاطی ہدایت پر اپنی بیزاری

کا اظہار کرکے اورنگزیب کو فوری کارروائی پر مجبور کرتا ہے، ایک خط مین لکھتا ہے:-

"دیریست کہ مشاہدۂ ومنع جدید در بارۂ بے انتظامی معاملات این، در وقوعِ واقعہ تا گزیر تردد ے نماندہ، اما تازگی از نوشتجاتِ مہاجنان واز تقاریر کسانِ معتمدِ مخلص کہ آنہا را بجہت اطلاع بر حقیقت فرستادہ بود بیقین گردانید" (بہار ۴۲)

اسی خط مین آگے چلکر لکھتا ہے:-

"مخلص از زیر آگہی در پئے استعداد سر انجام است کہ ہر گاہ مشخص بشود کہ او کس را باین صوبہ فرستادہ بیشتر رفتہ ہر چہ باید کرد بکند، اگر آن صاحب مہربان نیز از آن طرف متوجہ شوند بہتر، والا مخلص بہیچ وجہ درین باب توقف بخود قرار نمی تواند داد" (ایضاً)

اس کے علاوہ دارا ان بھائیون کے خلاف جو کاروائیان کر رہا تھا، ان کے متعلق بھی مراد کے خطوط مین مفصل حالات ملتے ہین، دارا نے کوشش کی تھی کہ شجاع سے مونگیر مراد سے مالوہ، اور برار اورنگزیب سے واپس لیلے، مراد لکھتا ہے:-

"از انجملہ آنکہ تغیر مونگیر از بھائی جیو، و برار از آن صاحب، و محال مالوہ ازین مخلص شہرت دادہ میخواہد خود بگیرد و این احکام را بنام نامی حضرت اعلی بستہ نوشتہائے حسب الحکم از نواب علیہ و جعفر خان نویسانیدہ جابجا فرستادہ یا بعد ازین بفرستد" (ایضاً)

دارا نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ شاہجہان کی طرزِ تحریر کی نقل اتار کر اُسی کے نام سے فرامین بھیجنے شروع کر دیئے، اور بھائیون کے وکلاء کو نظر بند کر دیا، کہ وہ کسی قسم کی کوئی اطلاع اپنی طرف سے نہ دے سکین، اور اگر وہ کوئی خط بھیجین بھی تو وہ، وہ خط ہو جو دربار کا سرکاری منشی ان کو لکھائے، مراد اس طرح اس کی اورنگزیب کو اطلاع دیتا ہے:-

"وکلائے برادران بمعنی نظر بند اند، کہ مطلق جمیع راگماشتہ کہ در سفر و حضر بر درِ خانۂ آنہا ...

و مقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح انجار امطابق گفتۂ میر صالح برادر روشن قلم منشی بما نویسید و مجد

خود تقلید خط اقدس را بمرتبۂ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط خود میکند از انجملہ فرمانے است

کہ دریں ولا بمخلص رسیدہ" (۲۲۳)

مراد کو بھی عام لوگوں کی طرح اس بات کا یقین تھا کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے

اور ۱۴ ستمبر اور پھر اس کے ایک ماہ بعد ۱۴ اکتوبر کو جس شخص نے اپنا درشن دیا تھا، وہ خواجہ

سرا تھا، چنانچہ وہ ایک خط میں اپنی پیشقدمی کے اسباب بیان کرتے ہوئے خود شاہجہان

کو لکھتا ہے، کہ :-

"چوں دریں مدت شہرت چناں یافتہ کہ تخت سلطنت و وسادۂ دولت از جلوس فیض مانوس جہاں

خالیست و مدتیست کہ سلطان دارا شکوہ یکے را کہ بصورت قدسی طینت

بادشاہ جہاں شباہتے بنام دارد، گاہے از دریچہ یا غرفہ برآوردہ بمردم

می نماید، و آں صورت بے معنی سلام مردم می گیرد ....

.... از روے فرط بے اختیاری عنان

گسل بایں طرف آمدیم" (۲۲۳)

یہ تھیں دارا کی کاروائیاں جنھوں نے ان بھائیوں کو ایسے نازک موقع پر متحد کر دیا

تھا، اور یہ تھیں "شاہ بلند اقبال" کی سازشیں جنھوں نے ہر بھائی کو اس سے بددل بنا رکھا تھا،

مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے طریقۂ عمل پر بحث کریں، مراد کی ایک اور کاروائی کی طرف

بھی ناظرین کی توجہ مبذول کرا دینا چاہتے ہیں، تاکہ اُس کی نظربندی کے معاملہ کو سمجھنے کیلئے

سہولت ہو،

مراد اور درباری امراء | مراد اگرچہ بہت صاف دل تھا، اور ہمیشہ تلوار کی زبان سے فیصلہ سنانے کا

تائل، لیکن پھر بھی اس نے اس جنگ سے پہلے ہی مختلف امراء کو اپنا ہمراز و شریکِ کار بنانے کی کوشش شروع کی تھی، اور ان امراء نے بھی اسکی افتادِ طبیعت کو سمجھتے ہوے اس سے زبانی طور سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، چنانچہ خود مہاراجہ جسونت سنگھ سے بھی اس نے اس قسم کا وعدہ لیا تھا اور جب وہ دارا کی طرف سے مراد کو روکنے کیلئے آیا تو اس شہزادہ نے سمجھا کہ وہ اس بہانہ سے اُس سے ملنے آ رہا ہے، چنانچہ ایک خط میں اس کو لکھتا ہے :-

"دوست حقیقی مخلص یکرنگ من مہاراجہ جسونت سنگھ .... بداند کہ بمقتضائے عہد و قول کہ درمیانِ ما و آں مہاراجہ .... مقرر گشتہ یقین حاصل است کہ دریں وقت شریک و رفیقِ ما خواہند بود و بآں عہد وفا خواہند کرد، بلکہ بہمیں ارادہ بہر بہانہ خود را از دربیروں کشیدہ بایں حدود آمدہ اند کہ پیش ما بیایند" ($\frac{1}{256}$)

اسی طرح کے خطوط اس نے خانجہان، مخلص خان، افتخار خان، نصیری خان، وغیرہ کو بھی لکھے۔ ان سے خطوط کا مطالعہ اور اس کے بعد کی کاروائیاں، اس بات کو صاف صاف بتاتی ہیں، کہ وہ اپنے دل میں یہ سمجھے ہوے تھا، کہ وہ اورنگزیب کے سامنے جو کچھ اظہارِ عجز و اطاعت کر رہا ہے، وہ وقتی اور مجبوری کی وجہ سے ہے، کہ وہ اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا، اور اوسے جونہی موقع ملیگا، وہ فوراً اورنگزیب کو بھی شکست دے کر تمام ہندوستان کا بادشاہ بنجائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا، اور وہ جو جال اورنگزیب کے لیے بچھا رہا تھا، اس میں خود گرفتار ہو گیا۔

اورنگزیب کی حالت

گذشتہ باب میں ہم بتا آئے ہیں، کہ کس طرح ٹھیک اُس وقت جبکہ اورنگزیب بیجاپوریوں کو منہ مانگی صلح کرنے پر مجبور کرا چکا تھا، دارا نے شاہجہان سے فرمان بھجوا کر اس کی فاتحانہ پیش قدمی کو روک دیا تھا، کس طرح وہ ابھی شرائطِ صلح طے، اور ان کی تعمیل کرانے ہی کی

فکر میں تھا، کہ دارا نے تمام سرکاری فوج کو واپسی کا حکم دے کر اُس کی جنگی حالت کو نازک تر
بنا دیا تھا، کس طرح ٹھیک اسی زمانہ میں شاہجہان کی علالت اور دارا کے تغلب نے اُسے دست بہ
دپا کر دیا تھا، اور کس طرح ایک مشکل اور ناقابلِ حل گتھی اُس کے سامنے تھی، ایک طرف تو
وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، کہ دارا نے یہ چال چلکر اُس کے ثمراتِ فتح کو اس کے ہاتھ سے
چھین لینے کی کوشش کی ہے، دوسری طرف اُسے اپنی فوج کی اچانک کمی میں اس بات کا
خطرہ نظر آرہا تھا، کہ بیجاپوری اس کی حالت سے فائدہ اٹھا کر اُس کی فوج پر حملہ اور شرائطِ صلح
کی تکمیل سے انکار نہ کردیں، اس کے ساتھ اس کے سامنے ایک اور اہم سوال تھا، اگر وہ بیجاپوریوں
سے شرائط منوانے میں اپنا وقت صرف کرتا ہے، تو وہ دارا کو اس بات کا موقع دیتا ہے،
کہ وہ اپنی قوت کو مستحکم اور ذرائع کو وسیع تر کر کے اورنگزیب کو بالکل ایک بے اثر عنصر بنا دے
اور اگر وہ اپنی مدافعت میں دارا سے نجات حاصل کرنے اور شاہجہان کو اس کی قید سے چھڑانے
کا سامان کرتا ہے، تو وہ صرف یہ کہ بیجاپوریوں کو کچھ فوائد [illegible] سے [illegible]
[illegible] دست کش ہونا پڑتا ہے، بلکہ اُسے اس بات کا بھی [illegible] ہے [illegible] حیثیت
[illegible] ہو جائے گی، نہ صرف بیجاپوری نڈر ہو جائیں گے، بلکہ قطب الملک کرناٹک کی طرف
پیشقدمی شروع کر دے گا، اور شیواجی اپنی عادت کے مطابق مغل علاقہ کی تاخت پر تر
آئے گا، غرض یہ متضاد صورتیں تھیں جنمیں اورنگزیب گھرا ہوا تھا، اُسے بیجاپوریوں سے شرائط
منوانی تھیں، اُسے قطب الملک اور شیواجی سے پرامن رہنے کا وعدہ لینا تھا، اُسے اپنے
گذشتہ معاہدہ کے لحاظ سے اپنے بھائیوں سے اشتراکِ عمل کرنا تھا، اُسے اپنی مدافعت و
شاہجہان کی آزادی کے لیے دارا سے برسرِ پیکار ہونا تھا، اور اُسے وہ سب کچھ کرنا تھا، جو ایسے
موقع پر ایک مدبر، دوراندیش اور مشکلات سے گھرے ہوئے شخص کو کرنا چاہیے تھا۔ ان

صفحات مین ہم اسی اجمال کی تفصیل بیان کرین گے،

جس وقت اورنگزیب کو شاہجہان کے حکم صلح اور دارا کی فوج کی واپسی کے فرمان نے پریشان کر رکھا تھا، شاہجہان کی خبر علالت ہی نہین بلکہ افواہ مرگ اور دارا کی معاندانہ، غیر دانشمندانہ اور غیر مدبرانہ کارروائیون نے اُس کے سامنے مشکلات کی ایک دیوار قائم کر دی، اُس کے سامنے دو اہم ترین چیزین تھین، دونون کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانے ہی مین اوسکی کامیابی مضمر تھی، اس کے ساتھ یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا، کہ ایک کا حصول دوسرے سے محروم کر دے گا، یہ اورنگزیب ہی تھا جس نے اپنے تدبر، اپنی حکمت عملی، اسپنے طریقۂ کار اور اپنی انتہائی دور اندیشی سے دونون چیزون کو حاصل کر لیا،

اورنگزیب اس زمانہ مین جس دماغی ابتلا مین گرفتار تھا، اس کا ثبوت اس کے خطوط سے ملتا ہے، اُسکے پاس اسوقت میر جملہ کے سوا کوئی دوسرا مخلص دوست نہ تھا، اس لیے وہ ہر معاملہ مین اُس سے مشورہ کرتا ہے، اُسی کو بیجاپوریون سے شرائط صلح منوانے کے لیے بھیجتا ہے، اُسی کی رائے دریافت کرنے کے لیے اپنے معتمدون اور ایماندار نوکرون کو روانہ کرتا ہے، اور اسی کو اپنے دردِ دل کی داستان سناتا ہے، مگر قبل اس کے کہ ہم اس کی کارروائیون کو بیان کرین ہم اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہین، کہ اورنگ زیب نے برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو کچھ کیا، وہ ہرگز شاہجہان کے خلاف نہ تھا، بلکہ اس نے اپنی مدافعت کی طرف پہلا قدم اُس وقت بڑھایا، جب کہ اس کو یقین ہو گیا، کہ اگر شاہجہان مر نہین چکا ہے، تو کم از کم اس کے ہاتھ سے حکومت ضرور نکل کر دارا کے قبضۂ اختیار مین جا چکی ہے، ہم یہان پر اس کے متعدد خطوط کے اقتباسات اپنے دعوی کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، وہ شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"قبلۂ دین و دنیا سلامت! چون مکرر استماع یافت کہ ذات ملکی صفات از تغیر بدنی نہایت

نقاہت وضعف بہم رسانیدہ وہمین برادر متصدیٔ امورِ سلطنت شدہ اوامر احکام بانجا
بدونِ عرضِ اقدس، بطورِ خود سرانجام دادہ، وہیچ امرے باختیارِ والا نگذاشتہ حتی
کہ خطابِ خانی ومنصبِ کلاں بہ نوکرانِ خود میدہند؛ در اکثر صوبجات وچکلہا پیشکاران
دیوانیان و فوجداران و وقائع نگاران و دیگر اہلِ خدمت از جانبِ خود تعیین کردہ اند
و براے نامبود (براے نام؟) راے رایان را در کچہری می نشانند؛ و الا تمام رتق وفتقِ
معاملاتِ خالصہ و دیگر امورِ مالی وملکی بعہدۂ اہتمام معین الدین خاں کہ الحال خطابِ وزیر
خاں یافتہ مقرر کردہ اند، و تعین ساختنِ افواج بر سر برادرِ والا قدر محمد شجاع بے صلاح
آں قبلۂ جہان وجہانیان بوقوع آمدہ، ہرگاہ حال چنیں باشد، مریدانِ خاص و فرزندان
با اخلاص را لازم است، کہ خار از میان برداشتہ بدریافتِ ملازمتِ قبلہ و کعبۂ حقیقی سعادت
دارین حاصل کنند، و دریں وقت بخدمت فیض موہبت مستعد گردیدہ بموجبِ حکم قدسی
در تمشیت و انتظامِ ممالکِ محروسہ کہ از بد پروازیٔ ہمین برادر درہم خوردہ، سعی واجتہادے بکار
برند، و ہر کہ از بندہاے بادشاہی بمقتضاے حرام نمکی مصدرِ شوخی و بے اعتدالی گردیدہ سزاے
لائق در کنارِ او نہند،

لہذا ایں فدویٔ عقیدت سرشت بعزمِ سرانجام مطالب معروضہ فی الصدور راز
مکانِ اقامتِ خود کوچ نمود" ($\frac{۳}{۱۱۸}$)

ایک اور خط میں لکھتا ہے:۔

بعرضِ اشرفِ حضرت ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی میرساند کہ چوں اختیارِ ردادارئی
ملکی ومالی آنحضرت نماندہ و موادِ استقلال و تصرف شاہزادہ کلاں در حلِ عقدِ امور
جہانبانی از آں گذشتہ کہ بشرح وبیان راست آید، لاجرم بوسیلۂ مزید عزت واعتبار

وعلتِ دوامِ تسلط و اقتدار ہموارہ درمقامِ ایذار وآزارِ بنیا زمند بود و مدارِ کار برمیش رفت

خواہش طبعِ خویش نہادہ، انچہ متضمنِ فساد بلاد و عدمِ صلاحِ عباد بود بعمل می آورد، و

راہِ منافع از ہر سو بر روے خیر اندیش مسدود ساختہ خواست کہ بایں طریق ابوابِ

مداخلِ خزانۂ دکن کہ قلت ازاں علت خرابی و پراگندگی لشکر است، برروے روزگار

ایں رضا جوے فراز نمود " ($\frac{4}{119}$)

اورنگزیب کے آخری خطوط جو شاہجہان کے نام سے ہین، اس کے اس ارادہ کی تشریح سے بھرے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس نے میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، ان مین بھی صاف صاف کہدیا ہے کہ وہ بادشاہ کے زندہ وصاحبِ اقتدار ہونے کی حالت مین اس قسم کی کوئی کارروائی نہین کرنا چاہتا، بلکہ وہ اپنی مدافعت اور اپنے حقوق کی حفاظت مین جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اُس وقت کرے گا، جب کہ اس کو یقین ہو جائے، کہ شاہجہان دنیا مین عملی حیثیت سے موجود نہین ہے، چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے:۔

"پوشیدہ نماند کہ ایں ارادہا . . . . وقتے از قوت بفعل میتواند آمد کہ وقوعِ قضیۂ ناگزیر مشخص شود و ایں خبرِ ناخوش برسد وگرنہ چہ احتمال دارد کہ در حینِ حیاتِ اعلحضرت و پیش از ظہورِ قصد و مافی الضمیرِ رفقاے دیگر برچنیں امرے اقدام نمودہ آید" (آداب نمبر ۲۱)

اس کے بعد اس کو اطلاع ملی، کہ اگرچہ شاہجہان مرا نہین ہے، لیکن پھر بھی وہ عملی حیثیت سے بے کار ہے، اور اس کا مرض اس قدر سخت ہے، کہ اس سے شاید نجات نہ پا سکے چنانچہ وہ اسی میر جملہ کو ان حالات کی اطلاع اس طرح دیتا ہے:۔

(۱) "خبر تازہ کہ . . . . از دربارِ جہاں مدار رسیدہ . . . .

اختیار باصاحبِ معاملہ نماندہ، صورتِ معاملات آنجا رنگِ دیگر گرفتہ واحتمال کہ طاقت

کبری روے دادہ باشد، و از راہ تدبیر ...... اخفار مصلحت دانستہ روزے چند
پنہاں می داشتہ باشند" (آداب)

(۲) اگر امرے حادث نشدہ، اظہار ایں مراتب چرا است، و موجب ایں ہمہ جرأت چیست
.... ہرگاہ کار اینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست یا سانحۂ ناگزیر رو دادہ
یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر صورت سعی باید نمود" (آداب)

اس قسم کی خبروں کے بعد بھی اورنگزیب نے سررشتہ اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، ورنہ اس نے
جو کارروائی بھی کی، اس کے لیے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا، کہ اگر بادشاہ اچھا ہو گیا، تو وہ
اس کے کیا معنی پہنائے گا، چنانچہ جب اس نے فوج جمع کرنے کا کام شروع کیا، تو یہ سوچ لیا
کہ اگر شاہجہان اس سے بازپرس کریگا، تو وہ کہدیگا، کہ یہ فوج بیجاپوریوں کے مقابلہ کے لیے جمع
کی گئی تھی، یا جب وہ بیدر سے اورنگ آباد کی طرف لوٹا ہے، تو اس نے اس کے متعلق یہ
عذر سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی حرم کی وفات کو اس کا بہانہ بنائے گا، اور اسی لیے اس نے جو راستہ
اختیار کیا، وہ ایسا تھا، جو برہان پور بھی جاتا تھا، اور دولت آباد بھی، تاکہ اگر اس کو بادشاہ کی صحت
کی صحیح اطلاع مل جائے تو وہ سیدھا دولت آباد کو چلا جائے، ورنہ برہان پور کی طرف روانہ ہو،
تمام حالات مفصل طور سے ان خطوط میں جو اس نے میر جملہ کو لکھے یا ابو الفتح سے لکھائے ہیں
درج ہیں، اس کے علاوہ اس نے آخری وقت تک دکنی ریاستوں سے جو خط و کتابت کی
ہے، اس میں اس نے کہیں بھی اپنے کو آزاد و مطلق العنان ظاہر نہیں کیا ہے، بلکہ ہمیشہ
باور کرانے کی کوشش کی ہے، کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے شاہجہان کے حکم کے تحت کر رہا ہے
اور یہ اس کی حقیقی نیت کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں اس کے باقی دو بھائیوں
کے حالات ہمارے سامنے ہیں، اور یہ اورنگزیب کے طریقۂ کار کو واضح کرنے کے لیے

کافی ہین،

اب اورنگزیب کے سامنے تین کام تھے، بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانا، اپنی مدافعت اور برادرانہ معاہدہ کی پاسداری، اورنگزیب نے ان تینون کامون کو جس مدبرانہ طریقہ سے انجام دیا، ان کو اجمالاً گذشتہ صفحات مین لکھ آئے ہین، اب ذرا تفصیل کیساتھ ان کو بیان کرنا چاہتے ہین، بیجاپور سے صلح ہم دیکھ چکے ہین، کس طرح دارا نے صلح کے احکام اور فوج کی واپسی کے فرمان بھیجکر اورنگزیب کی حالت کو نازک کر دیا تھا، اور کس طرح شاہجہان کی علالت، پھر موت کی افواہ، اور غیر مآل اندیشانہ کارروائیون نے اس حالت کو آخری درجہ تک پہنچا دیا تھا، اور کس طرح بیجاپوریون نے ان واقعات کی خبر پاکر تعمیلِ شرائط مین نہ صرف تساہل بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا تھا، اورنگزیب ایسی حالت مین جو کچھ کر سکتا تھا، وہ یہ کہ پہلے وہ پوری کوشش کے ساتھ شرائط کی تکمیل کرائے، یا پھر مراحم خسروانہ کے نام سے بیجاپوریون کے حسب خواہش معاملہ کو طے کرکے، اپنا ظاہر او وقار بھی قائم رکھے، چنانچہ اس نے اسی طریقہ کو اختیار کیا، پہلے اس نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو میر جملہ کو شرائطِ صلح کے مطابق پرنڈہ کے قلعہ پر قبضہ اور قاضی نظاما کو تاوانِ جنگ کی رقم وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ بیجاپوری اصل معاملہ سے واقف ہو چکے ہین اور اب اُن سے تعمیل شرائط صلح کرانا محال ہے، تو اُس نے چاہا کہ جس صورت سے بھی ہو، صلح کر لیجائے مگر اس امید پر کہ شاید اوس کی دھمکی سے کوئی مفید کام انجام پا جائے، اُس نے علی عادل شاہ ثانی، اس کی منھ بولی مان اور دوسرے لوگون کو لکھا کہ اگر وہ شرائط کی تعمیل مین تاخیر کرین گے، تو وہ بادشاہ کے حکم سے دوبارہ حملہ کر دے گا، لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ اپنی کمزوری سے بھی اچھی طرح واقف تھا، اوس کے سامنے دربار

کے حالات اور بھائیون کی کارروائیان بھی تھین، اس لیے اُس نے میر جملہ کو
پہلے خط لکھا کہ

"قلعہ دار پرندہ را بہر طریق دانند راضی بتسلیم قلعہ بکنند" (آداب نمبر ۲۰۶)

اور قلعہ دار کی استمالت کے لیے ایک فرمان بھی بھیجا گیا، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہین
ہوا، اس کے بعد اورنگزیب نے میر جملہ کے کہنے سے اپنے بیٹے محمد سلطان کو فوج کے ساتھ بھیجا
لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہین ہوا، دوسری طرف شاہجہان کے متعلق جو خبرین آرہی تھین،
وہ اس کے پیمانۂ صبر کو لبریز کر رہی تھین، اور وہ بار بار میر جملہ کو لکھ رہا تھا کہ

"اخبارِ دربار انتشار یافتہ، ہر قدر زود تر سرانجام مہم بشود، اولیٰ وانسب است"

اس کے بعد شہزادہ محمد سلطان کی واپسی پر اس نے شہزادۂ معظم کو میر جملہ کے پاس بھیجا
لیکن یہ تمام ترکیبین بے کار ثابت ہوئین، اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ اب نہ تو پرندہ کا قلعہ ہی
مل سکتا ہے، اور نہ قاضی نظاما ناوان جنگ کی رقم ہی وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے اس پر
اصرار کیا، تو ممکن ہے، کہ وہ دارا کے مقابلہ کے بھی قابل نہ رہے اسلیے اس نے ایک طرف تو
طے کیا، کہ اب جبکہ بیجاپوریون کو اصل حقیقت سے واقفیت حاصل ہو چکی ہے، کیون نہ ہر
بات صاف صاف کہکر گذشتہ شرائط کو چھوڑ کر جدید طریقہ سے براہ راست معاہدہ کیا جائے
دوسری طرف اس نے فوج جمع کرنا شروع کیا، پہلے معاملہ کے متعلق اس نے جو ہدایات میر جملہ
لکھی ہین، وہ یہ ہین :-

"معاملۂ بیجاپور را بدین عنوان مشخص باید کرد، کہ آوازۂ توجہ نواب شاہزادۂ جوان بخت و
نہضت موکب عالی بصوبِ پرندہ وآں حدود و امثالِ ایں مقدمات را دست آویز
ساختہ . . . . مقرر نمایند، کہ آں ہم

ستیز دکاوش کہ در باب پیش کش و تسلیم پرندہ و ولایت متعلقۂ نظام الملک باشد محض بجہت مثالِ احکامِ بارگاہِ معلّی بود، واکنوں کہ قضایاے آنجا صورتِ دیگر گرفتہ نامیاں آمدہ از خدمت عالی التماس مینمائیم کہ شمارا چنانچہ باوجود تاکید وقدغن کہ در باب اخلاص قلاع اندرگاہ صادر می گشت، بقبول مصالحہ سرفراز ساختہ اند و پیشکش و ولایت رانیز بخشیدہ بدیں عنایات بے اندازہ اختصاص کرامت فرمایند و تکلیف اداے مبلغ و تفویض قلاع ملکے کہ داخلِ مصالحہ شدہ بود، نمودہ از روے تفضل معاف دارند، مشروط بآنکہ آنہا نیز قدرایں بندہ نوازی و دستگیری کہ در متخیلۂ آنہا نمی گذشت دانستہ بر عہد و پیماں مستقیم باشند واز سرِ دعوی ظفرآباد و کلیانی و مضافاتِ آں درگذشتہ در ہیچ وقتے از اوقات اندیشۂ تعرض بداں ننمایند، و باغواے کسے از راہ بہ طریق نزاع ونفاق نپردازند واز ضمیمِ قلب غاشیۂ دولت خواہی وخیراندیشی را آرایشِ دوشِ خود ساختہ ارتکابِ خلافِ عہود و مواثیق کہ بمیاں آمدہ جائز ندارند، بمقتضاے حق شناسی بازاے ایں مراحم و اشفاق نمایاں ہرچہ خواہند و مناسب دانند از نقد و جواہر و افیال بخدمت والا بہ رسمِ نیاز بفرستند۔"

لیکن میر جملہ کا خیال تھا، کہ وہ بیجاپوریوں سے شرائطِ صلح منوانے میں کامیاب ہو گا، اس لیے اس خط کے پہنچنے کے بعد بھی وہ عرصہ تک اپنی کوشش میں لگا رہا، تا آنکہ محرم میں اس کے پاس شاہجہان کی طرف سے واپسی کا آخری فرمان پہنچ گیا، اس وقت صرف اسی وعدہ پر کہ بیجاپوری، اورنگزیب کی عدم موجودگی کی حالت میں اپنے حدود سے آگے نہ بڑھیں گے، تمام شرائطِ صلح معاف کرکے وہ واپس ہوا، اورنگزیب نے اس سلسلہ میں جو خطوط عادل شاہ، قطب الملک، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہیں، وہ اس زمانہ کی کیفیت اور

مختلف مدارج پر صاف روشنی ڈالتے ہین، لیکن ہم طوالت کے خیال سے اون کو
درج نہین کرتے،

گولکنڈہ وغیرہ اسی سلسلہ مین شاید یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا، کہ ضرورت وقت کا لحاظ کرتے ہوے
اورنگزیب نے عبداللہ قطب الملک سے بھی مصالحانہ گفتگو شروع کردی تھی، گولکنڈہ کی جنگ
کے بعد سے قطب الملک نے جو منافقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا، اور جس طرح دارا کی حمایت
حاصل کرکے اورنگزیب کی غلط شکایات سے شاہجہان کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا تھا،
اس کا حال ہم لکھ آئے ہین، لیکن اب حالات کا اقتضا یہ تھا، کہ ایسی حالت مین جب کہ اورنگزیب
دکن سے ہزارون میل دور اپنی قسمت آزمائی کے لیے جا رہا ہے، کم از کم اس کے دکنی علاقہ
مین تو کامل امن وسکون رہے، کہ اگر ضرورت ہو تو واپس آکر یہان اس کو پناہ تو مل جائے
اس سلسلہ مین بھی وہ شجاع و مراد کے مقابلہ مین بدقسمت تھا، کہ ان کے صوبون کے چارون
طرف سرکاری ہی علاقے تھے اور اورنگزیب کو ایک طرف بیجاپوریون کا خطرہ تھا،
دوسری طرف قطب الملک کا خوف تھا، اور تیسری طرف مرہٹون کا ڈر، بیجاپوریون کو
اس نے جس طرح رام کیا، اس کا حال ابھی ابھی ہم لکھ آئے ہین، قطب الملک کو اورنگزیب
نے لکھا کہ اگرچہ اس کی معاندانہ کاروائیان اس قابل تو نہین ہین کہ اس سے کسی قسم
کی رعایت کیجائے، لیکن چونکہ اب اس نے خود پیشقدمی کی ہے، اس لیے وہ ایک مرتبہ
پھر اُسے مراحم خسروانہ سے سرفراز کرتا ہے، لیکن شرط یہ ہے، کہ وہ جادۂ استقامت سے
منحرف نہ ہو، اور وعدہ کے مطابق کرناٹک کے مغل علاقہ سے اپنی فوج واپس بلا لے،
اسی کے ساتھ اس نے دیوگڈھ، چاندہ وغیرہ کے راجاؤن کو بھی استمداد و استمالت کے
خطوط لکھے، اور اس طرح اپنے علاقہ کے سرحدی معاملات کو طے کرکے جنگ کی تیاری

کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگیا،

اورنگزیب کی تیاری

ستمبر سے لے کر ابتدائے جنوری ۱۶۵۸ء تک اورنگزیب بیکار خط و کتابت اور سرحدی معاملات کے طے کرنے ہی مین مشغول نہ رہا، بلکہ اس نے اس کے ساتھ ہی جنگی تیاری بھی شروع کردی، لیکن اس مین اس نے اس قدر احتیاط برتی، کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، اگرچہ اس کو کامل یقین تھا، کہ شاہجہان ایک ایسے مرض مین مبتلا ہے، جس سے جانبر ہونا ناممکن ہے، اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا، کہ دارا سیاہ وسفید کا مالک ہوچکا ہے، پھر بھی وہ ہر کام کو اس طرح کرتا تھا، کہ اگر شاہجہان اچھا ہوجائے، اور اس سے اس کی کارروائی کے متعلق بازپرس کرے، تو وہ تشفی بخش جواب دیسکے، اس کا یہ طرزِ عمل ہمارے اس دعوی کو کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ دارا کی برادرکش کارستانیون سے تنگ آکر دارا ہی کے خلاف کیا، قوی تر بناتا ہے، اس سلسلہ مین اس نے اپنے مشیرِ خاص میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، وہ اس طرزِ عمل کے آئینہ دار ہین، ایک خط مین فوج جمع کرنے کے سلسلہ مین وہ لکھتا ہے، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہوکر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ یہ جواب دیگا، کہ اس نے اس وجہ سے فوج جمع کی تھی کہ

"اگر اعلحضرت بصحت وعافیت وسلامت وسعادت توجہ اقدس بسرانجام ایں کار (فتح بیجاپور) داشتہ حکم فرمایند کہ بیجاپوریاں را بحالِ شاں نگذاشتہ باید بآنہا پرداخت . . . . بازخواست تقصیرے کہ نمودہ اند، . . . . . . شایستہ می تواں کرد" (آداب نمبر ۲۰۹)

ایک دوسرے خط مین وہ اسی بات کو اس سے زیادہ واضح طور پر اس طرح ظاہر کرتا ہے "چوں کمالِ استقلالِ آں طرف (دارا) وانچہ از نوشتجاتِ وکیل ہویدا گشتہ دلیلِ آن است کہ رہائی ازیں مرض از دائرۂ امکانِ مداوی بیرون است، وامیدِ زندگی منقطع شدہ . . . . واختیار واقتدارے کہ

از لوازمِ نشأ حیات تواند بود، نمانده، ظن غالب آن است که کار از کار گذشته باشد . . . . در صورتیکه با وجود مشاہدۂ ایں امور در تہیۂ اسباب و اظہارِ داعیہ کوتاہی رود، مردم بچہ امید قرارِ ہمراہی میتوانند داد، بعد از انکہ ایں جماعتِ ناشخص کہ دریں جا اند، تساہل و تکاسلِ ایں جانب را ملاحظہ نمودہ، کام و ناکام بدر روند، و براہلِ دربار نیز ظاہر شود، کہ کیفیتِ حال چیست، دیگر رجوعِ دنیا طلبانِ جاہ جو ممکن نیست، بنا براں براے خورشید ضیا چنیں اقتضا فرمودہ کہ اگر از معاملاتِ بیجاپور بزودی فراغ حاصل شود، اصوب خواہد بود، تا بیش از انکہ پردہ از روے کار بر افتد . . . . موکبِ اقبال قرین داخلِ برہانپور گردد" (آداب نمبر ۲۱۱)

اورنگزیب کی واپسی انہی باتوں کو پیش نظر رکھکر اور شاہجہان کے حکم واپسی پر بھروسہ کرکے اورنگزیب خود ۶ر محرم ۱۰۶۸ھ (۴ر اکتوبر) کو کلیانی سے روانہ ہوا، اور ۱۱ر محرم (۹ر اکتوبر) کو بیدر پہنچا، یہاں پہنچکر اس نے پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ تسخیر کے وقت قلعہ کو جو صدمات پہنچے تھے، ان کی مرمت کرائی، اسی عرصہ مین اسکو ۱۹ر محرم (۱۷ر اکتوبر) کا آگرہ کا ایک خط ملا، کہ بادشاہ اب ایک عضوِ معطل ہے، اس لیے یہاں ٹھہرنا بیکار سمجھ کر اس نے قلعہ کو اپنے ایک افسر میر جعفر کے حوالہ اور اس کی حفاظت کے لیے ایک فوج مقرر کرکے دوسرے ہی دن ۲۰ محرم (۱۸ر اکتوبر) کو بیدر چھوڑ دیا، مگر ابھی ایک ہی دن گذرا تھا، کہ اُسے ۲۱ر محرم (۱۹ر اکتوبر) کو اطلاع ملی کہ دسویں محرم (۸ر اکتوبر) کو اوس کی سب سے زیادہ عزیز دختر محمد[illegible] دلرس بانو کا جو مرزا شاہ نواز خان کی بیٹی تھی، طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، [illegible]س وقت اورنگزیب کو جو روحانی صدمہ ہوا، اور اس کا [illegible] جس طرح مضاعف ہوگیا، [illegible]س کا حال اس خط سے جو اس کے منشی نے میر جملہ کو لکھا ہے، ظاہر ہے، لیکن ایسی حالت

مین بھی اورنگزیب نے بلند ہمتی اور فراخ حوصلگی سے کام لیکر اپنے سفر کو جاری رکھا[1]،
لیکن اب اس کے سامنے پھر وہی سوال تھا، کہ آیا وہ سیدھا برہان پور چلا جاے یا دربار کی اطلاعات کے متعلق کچھ اور توقف کرے، اس لیے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو آگے چل کر دو شاخون مین منقسم ہو جاتا تھا، ایک سڑک تو اورنگ آباد چلی جاتی تھی، اور دوسری برہان پور، اس مرکزی جگہ کا نام پاتھری تھا، اور نگزیب نے اس راستہ کو جس خیال سے اختیار کیا تھا، اس کا حال خود اس کے منشی کی زبانی سنیے:-

"خبرِ کدورت اثر، کلفت ثمر قضیۂ ناگزیر (وفات حرم اورنگزیب) .... بسامعِ والا رسیدہ ہوش ربا و ملال افزا گردید، و درچنیں اوقات کہ دل و دماغ متوجہ تبییضِ امور ملکی باشد بنابراں بکمترین اشارہ فرمودند کہ .... بمفصلاً قلمی نماید .... اگرچہ از سنوحِ ایں نائبہ خاطرِ مبارک بغایت متاثر شدہ و از احوالِ اہلِ حرم محترم علی الخصوص پردگیانِ حریمِ سلطنت و شاہزادہاے قدسی منزلت خبر گرفتن و باستمالہ و دلاسا و دلجوئی ایشاں پرداختن لازم است، لیکن باوجود ایں حالت بمقتضاے علوہمت و فراخ حوصلگی قرار دادہ کہ تا پاتھری کہ راہِ برہان پور از آنجا جدا میشود، و بے آنکہ در طے مراحل بسرعت بکار رود، تشریف برند، و دریں اثنا اگر خبرِ مشخص از دربار برسد .... بصوبِ برہان پور نہضت فرمایند و بر تقدیرے کہ حالِ دربلدہ بر ہماں منوال ظاہر شود ....

[1] واضح ہو کہ شاہجہاں نے اورنگزیب کو حکم دیا تھا، کہ وہ اس وقت تک کہ بیجاپوری شرائط صلح کی تعمیل نہ کرین، بیدرہی مین مقیم رہے، اور اگرچہ وہ دربار کی خبرون سے متوحش ہو کر چل پڑا تھا، پھر بھی اسکو اس کا خطرہ لگا تھا، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس سے بازپرس کی تو کیا جواب دے گا، لیکن بیوی کی خبر موت نے اس کے لیے ایک معقول عذر پیدا کر دیا،

بدولت آباد کشیدہ و مہماتِ انجا بقدر انتظامی دادہ منتظرِ وصولِ خبرِ مشخص باشند، ع

تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں" (آداب)

پاتھری پہنچکر وہ دربار کی خبرِ مشخص کے لیے کئی دن ٹھہر آیا، اس عرصہ مین اس نے چاہا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو برہان پور بھیجدے، تاکہ جو شاہی افسر آگرہ جارہے ہین، انکو روک لیا جائے، لیکن میر جملہ کی طلب پر شہزادہ کو اس کے پاس بھیجدیا گیا، البتہ ۲۰ محرم (۲۸ اکتوبر) کو اورنگ زیب نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ

"بہاندیہ رسیدہ، بضبطِ تمام معابر گذرہاے دریاے نربدہ قیام نماید، و نوعے کہ باید بمراسم آں پرداختہ اگر تواند از مردم کار آمدنی جمعیتے شایستہ نگاہ دارد" (آداب)

اس جگہ اُسے خبرِ مشخص نہ ملی، بلکہ اس کی جگہ اسے اپنے وکیل کے علاوہ خود متصدی [illegible] کا خط ملا جسمین اورنگزیب کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا گیا تھا، اور اس سے اورنگزیب نے [illegible] نتیجہ نکالا کہ

"اگر امرے حادث نشدہ، اظہارِ ایں مراتب چرا است و موجبِ ایں ہمہ جرأت چیست . . .

. . . . ہرگاہ کار باینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست، یا سانحۂ ناگزیر روے دادہ یا مرض از امداد اگذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر دو صورت سعی باید نمود" (آداب)

اب بھی اورنگزیب نے حزم و احتیاط کو نہ چھوڑا، اور بجائے اس کے کہ سیدھا [illegible] کی طرف روانہ ہوتا، اورنگ آباد چلا آیا،

اورنگزیب ۱۴ صفر (۱۱ اکتوبر) کو اورنگ آباد پہنچا، لیکن چونکہ اس کی بیوی کا چہلم قریب تھا، اسی لیے شہر کے باہر ہی مقیم رہا، تا آنکہ چہلم کے دن ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو وہ شہر مین داخل ہوا،

یہان پہنچکر اس نے ایک طرف میر جملہ کو صلح کرکے فوراً واپس آنے کی تاکید کی، دوسری طرف برادرانہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوے، بھائیون سے تبادلۂ خیال کیا، اور تیسری طرف فوج کی فراہمی، افسرون کی طلب اور درباری امراء کو رام کرنے کی جانب متوجہ ہوا،

میر جملہ کی نظربندی ہم ابھی ابھی بتا آئے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح جلد از جلد بیجاپور سے نئی صلح کرکے اس مہم کو ختم کرنا چاہتا تھا، اور کس طرح میر جملہ بضد تھا، کہ بیجاپوریون سے اصلی شرائط ہی منوائی جائین، اورنگزیب نے کچھ دنون تک میر جملہ کو اپنے دل کا حوصلہ نکال لینے دیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ وہان وقت برباد کر رہا ہے، تو اپنے بڑے لڑکے کو وہان سے بلا لیا، اور اس کی جگہ پر اپنے دوسرے لڑکے محمد معظم کو بھیجدیا، میر جملہ آخر دسمبر تک اپنی بات پر اڑا رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس کے پاس شاہجہان کا ایک اور فرمان پہنچا، کہ وہ فوراً آگرہ چلا آے، اب میر جملہ بھی مجبور تھا، اور آخر ابتداے جنوری مین اُسے بھی اورنگ آباد کی طرف لوٹ آنا پڑا،

اورنگزیب کی مشکلات کی روز افزون تعداد مین یہ ایک نیا اضافہ تھا، اس وقت دکن مین اس کے پاس سواے میر جملہ کے کوئی نہ تھا اور اس نے اسی کو اپنا مشیر و خیرخواہ سمجھکر اپنا محرم راز بھی بنا لیا تھا، میر جملہ کی واپسی کے معنے یہ تھے کہ اورنگزیب بے مشیر و مددگار ہو جاے، بلکہ اسے یہ بھی خطرہ تھا، کہ اگر میر جملہ دکن سے چلا گیا، تو بہت ممکن ہے کہ اس کی بہت سی باتین دارا اور شاہجہان کو معلوم ہو جائین، اور وہ ایک تجربہ کار توپخانہ اور فوج سے محروم ہو جاے، میر جملہ کے معاملہ نے اورنگزیب کو پریشان کر رکھا تھا چنانچہ اس نے میر جملہ کو جو آخری خط اپنے منشی کی معرفت بھیجا ہے، وہ اصل حالات پر روشنی ڈالتا ہے، اس کے ضروری حصے یہ ہین:۔

"نواب کامیاب سلامت! قبلہ و کعبۂ عالمیان (اورنگزیب) میفرمایند کہ مارا یقین حاصل شدہ کہ آن عمدۃ الخوانین را از آمدن بہ ہندوستان غرض جز این نبودہ و نیست کہ مراتب یکجہتی

وقدرت بیفزاید، و مطلبے کہ ہمہ خیر اندیشاں و دولتخواہان متوجہ آن است، بازگردید. بکار و شوند

چنانچہ بکرات و مرات از زبانِ ایشاں بگوشِ سعادت نیوشِ خود شنیدہ ایم کہ زندگی را محض بواسطہ

آں میخواہیم کہ صاحب جہانیاں را برسریرِ سلطنت ببنیم، و تا ایں مقصدِ اقصیٰ از مکمنِ غیب بمنصہ شہود

جلوہ گر شود، بجان و مال مضائقہ روا نداریم، و الحق آنچہ دریں چندگاہ چہ در دربار و چہ بعد از ان

مشاہدہ نمودہ شد، براہینست ساطع و دلیلیست قاطع بر ثبوتِ این دعویٰ و صدقِ ایں

مدعی، پس دریں ایام کہ ہنگامِ حصولِ آرزو و تمناے ایشان است، باید کہ نوعے باظہار آثار یکجہتی

و یکتا دلی بپردازند کہ باوجودِ ایشاں در سرانجامِ اسباب ایں کار بدیگرے محتاج نشویم از جمعے کہ محض

نسبتِ پاسِ خاطرِ صلاح اندیشِ آں رفیع مکان از ما منحرف گردیدہ اند بے نیاز و مستغنی باشیم

.... پس بحضور ما بیایند کہ بصلاحِ ایشاں در انتظامِ مہامِ جہانبانی شروع نمودہ بہ تہیۂ مصالح

مشغول گردیم، و تا آں زماں نیز نظر باوضاعِ اطراف و جوانب کردہ، آنچہ، ....

.... دریں باب اقتضا نماید بے بیم بنویسند کہ مطابقِ آں بعمل آوردہ منتظرِ

وصولِ مسرتِ حصولِ ایشاں باشیم" (آداب)

لیکن جب میر جملہ اورنگ آباد پہنچا، تو اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا، کہ وہ اورنگزیب سے ملاقات

کرلے، بلکہ اس نے صاف صاف کہدیا کہ مجھے واپسی کے لیے شاہی حکم ملا ہے، اور میں کسی

صورت سے بھی یہاں نہیں رک سکتا؛ اب اورنگزیب مجبور تھا، کہ جس صورت سے بھی ہوسکے

اس خطرناک دوست کو روکے، کیونکہ میر جملہ کا دکن سے چلا جانا، اورنگزیب کے لیے مہلک تھا،

اس کے ایک ایک ارادہ، ایک ایک راز، اور ایک ایک نقشہ سے واقف تھا؛ اس نے

اس وقت تک اورنگزیب کا ساتھ دیا تھا، تو صرف اسلیے کہ اس کا علاقہ کرناٹک قطب الملک

حریص نگاہوں سے اسی وقت تک بچ سکتا تھا، جبتک کہ اورنگزیب اس کا حامی تھا، اور

میر جملہ داور اورنگزیب کی تمام خط وکتابت اس دعویٰ کا ثبوت ہے، دوسرے اورنگزیب کو یہ بھی معلوم
تھا، کہ اس نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے کس طرح اپنے ولی نعمت قطب الملک کا ساتھ
چھوڑا تھا، اور اب وہ اسی کے لیے اورنگزیب کا ساتھ بھی چھوڑ سکتا تھا، کیونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا،
کہ دارا نے صرف اسی شبہہ کی بنا پر کہ میر جملہ اورنگزیب کا حامی ہے، اس کے بیٹے کو جو دربار میں اپنے
باپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتا تھا، نہ صرف اس کے منصب سے الگ کر دیا تھا، بلکہ اُسے
قید بھی کر دیا تھا، اور میر جملہ کو ہر وقت اس بات کا خطرہ لگا رہتا تھا، کہ کہیں اس کے ارکانِ خاندان
کو دارا کوئی جسمانی گزند نہ پہنچائے، ایسی حالت میں اس کے دل و دماغ کا آدمی جو ترکیب سوچ
سکتا تھا، وہ یہی تھی کہ وہ کسی صورت سے اپنے کو اورنگزیب کے ہاتھوں گرفتار کرا دے، تاکہ ایک
طرف تو اس کا خاندان دارا کی انتقامی کارروائیوں کا شکار نہ ہو، اور اگر دارا فتح یاب ہو جائے
تو وہ اپنی معصومی اور بےگناہی ثابت کر کے اپنے کو اس کا خیر خواہ ثابت کر دے، اور دوسری طرف
اگر اورنگزیب فتحمند ہو جائے، تو بھی اس کو کوئی خطرہ نہ رہے، کہ اورنگزیب فطرۃً حلیم اور درگذر
کرنے والا واقع ہوا ہے، اور وہ ایک ایسے کارآمد آدمی کو کبھی بھی ناخوش کر کے اپنے ہاتھ سے
جانے نہ دیگا، ان حالات میں بعض مستند مورخین کا یہ خیال، کہ میر جملہ کی گرفتاری دراصل اورنگزیب
کے ساتھ باہمی سازش کا نتیجہ تھی، ایک غیر تاریخی حقیقت معلوم ہوتی ہے، اور اورنگزیب کا وہ
خط جو اس نے دارا کو شکست دینے کے بعد میر جملہ کو اس کی آزادی کے متعلق لکھا ہے، اس کا
مسکت ثبوت ہے، اس خط میں وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ

"نگاہ داشتن آں عمدۂ مخلصاں در انجا از رہگذر ظہور نا دولتخواہی و بے اخلاصی او نبود، چوں
آں زبدۂ خیر اندیشاں در اجتہاد خطا کردہ و پاسِ وقت نداشتہ میخواست بدرگاہ برود
این معنی از مصلحت دور می نمود، ہرچند بوجوہ خرد پسند امضارِ این کار در خاطر نشان او

ساختیم، اصلا مفید نیفتادہ، بہیچ تاویل رائے او بران قرار نگرفت ابنا بران ضرورۃً تجویز انچہ مرکوز ضمیر منیر نبود فرمودۂ متوجہ صید مقصود گردیدہ بودیم، اکنوں کہ..... بمکنونِ خاطر..

..... بمنصۂ شہود جلوہ گر گشتہ........ آں خلاصۂ مخلصاں را در حجاب داشتن از مروتِ جبلی و عاطفتِ فطری بعید دانستہ نخواہیم کہ بے مصلحت چناں بندۂ کاردان معطل باشد واز روے ذرّہ پروری تمامی جنس کہ از اموالِ او در برہانپور است عنایت فرمودہ...

...... و یک لک روپیہ نقد........ برائے سرانجام بعض ضروریات مرحمت نمودہ، بشاہزادہ محمد معظم بالقابہ حکم کردیم کہ........ ہر گاہ روانۂ حضور پرنور گردد، آں عمدۂ خیر اندیشاں را نیز ہمراہ بیارد و دقیقہ از دقایقِ احترام او فرونگذارد (آداب [۲۱۴])

اب اورنگزیب نے اپنے بڑے بیٹے کو اُس کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ وہ اس سے کچھ زبانی گفتگو کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد میر جملہ آگرہ جاسکتا ہے، لیکن جونہی میر جملہ اورنگزیب کے کمرہ میں داخل ہوا، گرفتار کر لیا گیا، اس کا مال خزانہ میں امانۃً رکھا دیا گیا، اور اس کی فوج اورنگزیب کی جماعت میں شریک ہو گئی،

بھائیون سے خط و کتابت | اسی عرصہ مین وہ معاہدہ کے مطابق بھائیون سے جو خط و کتابت کرتا ہے اس کا حال ہم مفصل طور سے اوپر لکھ آئے ہین، اور بتا چکے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح صرف یہ کہ اپنے کو بلا سبب بادشاہ بنا کر بادشاہ کے خلاف اعلانِ جنگ نہین کرتا، بلکہ پنے دوسرے بھائیون کو بھی اس سے روکتا ہے، اس نے اپنے سفرا شجاع و مراد کے ں بھیجدیئے تھے، اور شجاع سے کم لیکن مراد سے مسلسل خط و کتابت شروع ہو گئی تھی، اسی نہ مین اس کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ دارا ان دونون بھائیون کے صوبون کا تبادلہ کرکے ان نون مین نفاق پیدا کرنے کی سعیٔ نامشکور مین مصروف ہے، اور یہ بھی خبر ملی، کہ اس نے

ایک فوج شجاع کے مقابلہ کیلئے بہار کی طرف اور دوسری مراد اور اورنگزیب کا راستہ روکنے کو مالوہ کی طرف روانہ کی ہے، ان حالات نے اورنگزیب کو مجبور کردیا، کہ وہ جلد از جلد اپنے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنا دے، کہ اگر اس نے تاخیر کی تو خطرہ ہے، کہ دشمن قوی ہو جائے، اس لیے برادرانہ مراسلت اور فوج کی تیاری کیساتھ بعض امراء کو بھی اپنے ارادہ کے متعلق خط لکھا، اور جب اوس نے دیکھا، کہ اس کے پاس تقریبًا تیس ہزار فوج ہوگئی ہے، تو پہلے اس نے یکم جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ (۵ ۲ جنوری ۱۶۵۸ء) کو اپنے بڑے لڑکے محمد سلطان کے ماتحت اپنا مقدمۃ الجیش برہانپور کی طرف روانہ کیا، اور پھر خود ۱۲ ر جمادی الاولیٰ (۵ ر فروری) کو اورنگ آباد سے کوچ کرکے ۲۵ ر جمادی الاولیٰ (۱۸ ر فروری) کو برہانپور پہنچ گیا،

اورنگزیب کی روانگی یہاں پہنچکر اس نے ایک مرتبہ پھر دربار کے صحیح حالات معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کو جو خبریں بھی موصول ہوئیں وہ اس کے خوف و انتشار کو بڑھانے والی ہی تھیں، حتی کہ ایک دن اس کا وکیلِ دربار بھی اس کے پاس آگرہ سے برہان پور آگیا، اور اس نے بتایا، کہ شاہجہان ایک عضوِ معطل ہے، اور سیاہ و سفید کا مالک دارا ہے، اس کے باوجود اورنگزیب نے خود شاہجہان کو خط لکھا، اور اس میں صحیح حالات دریافت کیے، لیکن اوسے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، مراد بھی خط لکھ کر اسے مجبور کررہا تھا، کہ وہ فورًا روانہ ہو جائے، ورنہ وہ اکیلا ہی قسمت آزمائی کے لیے چل کھڑا ہوگا، اس لیے برہان پور میں تقریبًا ایک مہینہ تک انتظار کرنے کے بعد اورنگزیب ۲۵ ر جمادی الثانی (۲۰ ر مارچ) کو برہان پور سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت اس نے ایک اور دانشمندانہ کام کیا، جس سے اوس کی دور اندیشی و عاقبت بینی کا پتہ چلتا ہے، اس کا سسر شاہ نواز خان اس سے برگشتہ خاطر اور دارا کا حامی تھا، اسکو اس نے برہان پور ہی میں نظر بند کرادیا،[1] جب شاہجہان کو

---

[1] اورنگزیب نے جس خطرہ کو روکنے کیلئے شاہ نواز خان کو نظر بند کرایا تھا، اوسکا ثبوت اسوقت ملتا ہے جبکہ شاہ نواز خان کو آزاد کرکے مالوہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے، اور وہ دارا کیساتھ ملکر لڑتا اور مارا جاتا ہے،

اس کی اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظر بند کر دیا ہے، تو اس نے اورنگزیب کو ایک خط لکھا کہ:-

"آں فرزندِ ارجمند آں دو سید بے گناہ را . . . . بتحریک و اغوائے یاوہ سرا بتاراجِ نقد و جنس آنہا پرداختہ در قلعۂ دولت آباد (؟) محبوس ساختہ . . . .

دریں حالت کہ صورتِ عذرے ہم درمیاں بود گنجایشِ آں داشت کہ . . . .

بکمال مہربانی رخصت می داد . . . . اکنوں ہم اگر عفو را بر انتقام سبقت دادہ . . . .

. . . . . . برائے توسلِ عفو و صلح، اگر ایں فرمان را وسیلۂ کار و موجبِ رضامندیٔ طبعِ اشرف کہ وسیلۂ رستگاری ہر دو سرا است، خواہد بود" (1/188)

اورنگزیب کو اوّل تو اسی بات کا یقین نہ تھا، کہ یہ خط شاہجہان نے لکھا ہے؛ پھر بھی صرف اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے، کہ کم از کم شاہجہان کے نام سے تو ہے، اُس نے سرسری جواب دیدیا کہ:-

"چوں ایں مرید از اوضاع و اطوارِ معظم خاں استشمامِ رائحۂ بے اخلاصی و روگردانی نمود لاجرم او را مقید گردانید" (2/11)

برہان پور سے روانہ ہوتے وقت اورنگزیب کو شاہجہان کا ایک دوسرا خط ملا جس نے اس کو لکھا تھا، کہ وہ جہاں تک پہنچا ہے، وہاں سے واپس ہو جائے، اس کے ساتھ اس نے ایک خاص قسم کی دھمکی بھی تھی، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"دریں ولا چنیں بسامعِ حقائق مجامع رسید کہ آں فرزند بجاں پیوند لشکرِ عظیم فراہم آوردہ

ہم نے ان صفحوں میں صرف ضروری اقتباسات دینے پر قناعت کی ہے، لیکن واقعہ کو مکمل سمجھنے کیلئے ہم ناظرین سے درخواست کریں گے، کہ وہ خطوط کو اصلی شکل میں ملاحظہ کریں تو اس سلسلہ میں اُنکو عجیب و غریب معلومات حاصل ہونگے۔

روانہ ایں صوب شدہ لہٰذا ایں معنی باعث استغراق خاطر ملال طبع اقدس گشت، کہ بایں ہمہ اضطراب و ناشکیب آمدن آں فرزند با فواج گراں از چہ راہ است، اگر مطلب او دریافت ملازمت بود، بایستے اوّل عرضداشت میکردند...... واگر داعیہ تقسیم دیگر است بعنایت ماچاق و تندرست ایم و در پیکر استخوانی تا حال ہیچ وجہ تفاوتے راہ نیافتہ و در کامرانی و کامروائی سلطنت استقلال میداریم، صلاح بصواب آن است، کہ آں فرزند دلبند بمجرد ورود مثال کرامت تمثال از ہر جا کہ رسیدہ باشند عطف عنان نمودہ، باورنگ آباد مراجعت نمایند (۲/۱۸۹)

بہت ممکن تھا کہ اگر اس خط کا ابتدائی حصہ اورنگزیب کی نظر سے گذرتا، تو وہ اس کو شاہجہان کا خط سمجھتا، لیکن اس کے آخری حصہ مین جو دھمکی دی گئی تھی، اور اُسے جن الفاظ مین بیان کیا گیا تھا، وہ معمولی سے معمولی شخص کو بھی تیار نہین کرا سکتا، کہ یہ شاہجہان کا خط ہو سکتا ہے، اس کی ایک ایک سطر سے دارا کی ذہنیت و افتادِ طبیعت صاف جھلک رہی تھی، دوسرے اورنگزیب کو بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ شاہجہان اور دارا کو اس کی جنگی تیاری اور روانگی کا حال معلوم ہو چکا ہے ایسی حالت مین واپسی کے معنی یہ تھے کہ اورنگزیب اپنے کو نہ صرف آزادی سے محروم کر دے، بلکہ اپنی جان بھی کھو بیٹھے اس کے ساتھ ہی، وہ اگرچہ اب جس صورت سے بھی ہو حصولِ مقصد پر آمادہ تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہین چاہتا تھا، کہ اس کی کارروائی براہ راست شاہجہان کے مقابلہ مین ثابت ہو، چنانچہ اس نے جو خط اس کے جواب مین لکھا، اس مین صاف صاف بتا دیا ہے، کہ اُس کی پیشقدمی شاہجہان کے مقابلہ مین نہین ہے، بلکہ وہ اس لیے آرہا ہے کہ اپنے مظلوم و مقید باپ کو دارا کی قید سے نجات دلائے، ہم اس خط کو ابھی ابھی نقل کرائے ہین، اسلیے دوبارہ نقل نہین کرتے،

یہ جواب دیکر اورنگزیب نربدہ کی طرف روانہ ہوا، اور اگرچہ اس نے ملک حسین کو

دریا عبور کر کے شمالی ہندوستان مین داخل ہوگیا، مراد بھی ۲ رجمادی الاوّل (۲۵ رفروری)
لو احمدآباد سے روانہ ہوچکا تھا، اس نے پہلے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا، لیکن جب اسے معلوم
واکہ اس طرف جانے سے اُسے بہت جلد جسونت سنگھ سے دوچار ہونا پڑیگا، تو اس نے بھی
پنا راستہ بدل دیا، اور ۱۱ر رجب (۱۴ راپریل) کو دوحد پہنچا، اور جسونت سنگھ سے بچنے کے لیے اکبر پور
ر تھوڑی دور تک واپس ہوگیا تاآنکہ خود اس کے الفاظ مین:-

"روز پنجشنبہ بست ویکم شہر رجب المرجب (۲۴ راپریل) در دیبالپور با برادر والاقدر یکجا شدہ ملاقات نمودیم" (۲۳۵ ش)

دونون بھائیون اور دونون فوجون کے ملاپ نے ان کی قوت کو مستحکم بنا دیا، اُد
دسرے دن دونون بھائی اجین کی طرف روانہ ہوئے، جہان شہر سے سات کوس پر دھرمات
ر کے گانون کے پاس دارا کی فوج اس کے مقابلہ کے لیے موجود تھی،

دھرمات پور کی لڑائی اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح دارا نے مراد و اورنگزیب کو روکنے کیلئے
راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی تھی، اور ضمناً ہم نے یہ
ں بتادیا تھا کہ ہندو راجاؤن نے جو دارا کا ساتھ دیا تھا، وہ کسی جذبۂ وفاداری کی وجہ سے نہین
، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ اس کی حمایت مین ہندو دھرم اور راج کا خواب دیکھتے
ے، مصنف عالمگیر نامہ نے بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے، اور وہ جسونت سنگھ
ے متعلق لکھتا ہے،

"راجہ جسونت سنگھ . . . . با وجین . . . . . . آمدہ بود، چون طبیع کج گرا
آں بے بہرہ ہیچ بہرہ دولت (دارا) بدین و آئین ہنود و احیاے مراسم کفر و جحود مائل می دید

وازین جہت میل عظیم بسلطنت اوداشت بنابر خوش آمد ورعایت جانب او مصدر بے ادبانہ
وحرکات ناہموار گشتہ بخیال محال بیدار ودراز کار خود راسدراہ موکب جاہ وجلال می شمرد[1]

جسونت سنگھ کو جب پہلے پہل مراد کی مالوہ کی طرف روانگی کا حال معلوم ہوا، تو بانس بڑیہ کی طرف سے ہوتا ہوا کاچرودہ کے قریب جاکر مقیم ہوگیا، اس وقت مراد مین اور اس مین صرف ۱۸ کوس کا فرق تھا، مراد کو جب اس کا حال معلوم ہوا، تو اورنگزیب کی ہدایت کے مطابق وہ وہان سے چپکے سے نربدہ کی طرف لوٹ پڑا، کہ دونون بھائیون کی فوجین روز بروز قریب تر ہوتی جائین، اورنگزیب نے اپنی کارروائیون کو اس خوبصورتی سے پوشیدہ رکھا تھا، کہ جسونت سنگھ کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ اورنگزیب کب دکن سے روانہ ہوا، کب اس نے نربدہ کو عبور کیا، اور اس وقت وہ کہان ہے، پہلے پہل اورنگزیب کے متعلق اسکو جو اطلاع ملی، وہ اسوقت تھی جب کہ راجہ شیو رام گور کا مانڈو سے اس کو خط ملا، اس کے ساتھ دارا کے ان سپاہیون نے جو قلعہ دہار مین تھے، اور جو اورنگزیب کی آمد پر شہر و قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوے تھے اسکی تصدیق کی، اس خبر سے پریشان ہوکر جسونت سنگھ اپنی فوج کے ساتھ اوجین کی طرف واپس ہوگیا، اور پھر وہان سے سات کوس کے فاصلہ پر دھرمات مین آکر مقابلہ کا انتظام کرنے لگا،

اورنگزیب فطرۃً جنگ پسند واقع نہین ہوا تھا، اور برادرانہ جنگ کا ایک ایک واقعہ اس کا ثبوت ہے، چنانچہ اس نے قبل اسکے کہ دونون فوجین برسرکار ہون اور دھرمات پر پہنچنے سے ۲ روز پہلے کب رائے کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ

---

[1] عالمگیرنامہ ص ۴۹،

اورنگ زیب کے روزنامچۂ سفر کے لئے دیکھو عالمگیرنامہ ص ۵۰ و ۵۹،

"چوں مارا ارادۂ جنگ نیست وعزم ملازمت حضرت اعلیٰ پیش نہاد خاطر والا است، اگر
اورا بخت و دولت رہبری نماید العز ملازمت ہمایوں مستعد گشتہ بتقبیل رکاب اقبال را
مایۂ افتخار و شرف روزگار خود سازد، یا از سرراہ برخاستہ بجودھ پور کہ وطن اوست برود[1]"
لیکن جسونت سنگھ کا خیال تھا کہ اس کی محض استقامت و فوجی نمائش ہی دونوں شہزادون
کو واپس کر دینے کے لیے کافی ہوگی اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا، اب اورنگزیب کے
پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ فوجی قوت استعمال کرے، چنانچہ اپنے بھائی سے
مل کر وہ دھرمات کے پاس نالہ چورنراینہ کے قریب آکر رکا، اور جمعہ کے دن ۲۱ رجب (۱۵ ار
اپریل) کو اپنی فوج کو لڑائی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیدیا جسونت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ اس کی
چال کامیاب ثابت نہیں ہوئی، دوسری ترکیب اختیار کی اور کہلا بھیجا کہ

"مرا داعیۂ رزم وپے کار نیست، ویارا ے جرأت وجسارت با موکب نصرت شعار نہ، بلکہ
ارادۂ ملازمت دارم وجز بندگی واخلاص طریقے نمی سپارم، اگر خدیو جہاں بتقضاے فضل و
کرم بریں بندہ بخشودہ فسخ عزیمت نبرد نمایند، آمدہ تقبیل بساط عبودیت را سرمایۂ دولت میشمارم[2]"

اگرچہ اورنگزیب اس پیغام کا مطلب سمجھتا تھا، لیکن اس نے اتمام حجت کے لیے جواب
مین یہ کہلا بھیجا کہ

"چوں بفرخی وفیروزمندی سوار شدہ ایم، توقف و درنگ معنی ندارد، اگر گفتار او
بصدق و راستی مقرون وخالی از شائبۂ حیلہ وافسون است از لشکر جدا شدہ، تنہا پیش نجابت
خاں بیاید کہ خان مذکور اورا بخدمت بادشاہزادۂ عالی تبار محمد سلطان بردو ایشاں او[3]

[1] عالمگیری نامہ ص ۵۰ وص ۲ مفصل حالات کیلئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰-۴۷، عمل صالح ص ۱۰۰، ۱۰۰ و ظفر نامۂ عالمگیری [illegible]
وغیرہ [2] ایضاً،

بملازمتِ اشرف آورند و استعفائے جرائم نمایند"

لیکن اس کے جواب مین لڑائی کا بگل بجا، اور لڑائی شروع ہوگئی، لڑائی کا مفصل حال اورنگزیب و مراد کی شجاعت، راجپوتون کی بہادری اور دوسرے افسرون کی قربانی کے واقعات عالمگیر نامہ مین مندرج ہین، اور ہم اس لڑائی اور دوسری لڑائیون کی تفصیل سے گریز کرکے صرف نتائج سے بحث کرینگے، اس لڑائی کا نتیجہ اورنگزیب کی فتح کی صورت مین ظاہر ہوا، اور جسونت سنگھ شکست کھاکر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا، اس نے دارا وغیرہ سے جو وعدے کئے تھے، انکی شرم اور شکست کی ندامت نے اُسے اس بات کی ہمت نہ دلائی، کہ وہ آگرہ جاے، اسلیے وہ سیدھا اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا، جسونت سنگھ کی یہ شکست اس دائمی عداوت کا جو اُسے اورنگزیب سے ہوگئی تھی، ایک بڑا سبب تھی، اس موقع پر جسونت سنگھ کی بہادر رانی اور اسکی بہن نے جو رویہ اختیار کیا تھا، وہ راجپوت روایات کے عین مطابق اور سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہے،

دوسرے دن اورنگزیب شہر مین داخل ہوا، افسرون کو خطابات و انعامات عطا فرمائے اور معاہدہ کے مطابق مرادبخش کو:-

"بانعام پانزدہ ہزار اشرفی و مرحمت چہار زنجیر فیل کوہ پیکر و دیگر عطایا و مواہب عز اختصاص بخشیدند"

اسی زمانہ مین اس نے مقام جنگ پر ایک مسجد، ایک سراے اور ایک مینار بطور یادگار بنواکر اس کا نام فتح آباد رکھا، آج یہی جگہ ایک قصبہ کی صورت مین موجود ہے، اسی دن اس کے پاس جہان آرا کا وہ خط جو اس نے اپنے بخشی محمد فاروقی کی معرفت شاہجہان کی ایما سے بھیجا تھا، ملا، اس مین اورنگزیب کو نصیحت کیگئی تھی کہ

"دریں وقت .... بگفتۂ نافرمودگانِ روزگار .... درصددِ حرزِ جان و مال و ناموسِ سپاہی و رعیت کہ ہمگی مسلمانان .... اند درآمدن و از ملاحظۂ صواب دید ہنگام و ایام اغماضِ عین نمودہ، تجہیزِ جیوش و جنود و تسویۂ صفوف مصاف با برادرِ کلان و ولی عہدِ بادشاہِ جہاں کہ در ظاہر و باطن مبارزت بمقابلۂ کونین است پیش نہادِ ہمت ساختن، از آئینِ حق پرستی و خداشناسی و رسم و راہِ سعادت کیشی و دور اندیشی بسیار بعید است؛ باید کہ آں برادرِ کامگار خود را بوادیٔ صدق ارادت و حسنِ اعتقاد نزدیک ساختہ و سرتاسر احکام را از تہِ دل و جاں بقبول تلقی نمودہ، در اظہارِ لوازمِ اخلاص و شرائطِ خلوص و یکرنگی ایستادگی نمایند، و از سوءے و خیانت بمقابلۂ ولی نعمت و بقتل رسیدنِ مسلمانان در ایامِ فیض نظامِ رمضان الذی انزل فیہ القرآن، احتراز واجب دانند و در ہر مقام کہ رسیدہ باشند، توقف ورزیدہ بر مکنونِ ضمیر و مرکوزِ خاطر آگاہ سازند، کہ مطابقِ خواہشِ شریف حقیقت بعرضِ اشرف رسانیدہ جمیع امور ساختہ و پرداختہ آید" (1/197)

اس کا جواب اورنگزیب نے شاہجہان کو دیا کہ وہ اس سے ہرگز لڑنا نہیں چاہتا بلکہ وہ دشمنِ دین و ایمان اور عزت و ناموس دارا کی گرفت سے اُسے بچانا اور اپنے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اسی سلسلہ میں اس نے دارا کی بعض عداوتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جسونت سنگھ سے لڑائی کا حال اس طرح لکھا کہ

"راجہ جسونت سنگھ از ورود و صدورِ ایں مرید خبر یافتہ بتحریکِ کمال بے سعادتی ہنگامِ کوچ سرِ راہِ عبورِ خیلِ اقبال گرفت، ناچار طریقِ تنبیہ و گوشمالیِ آں کوتہ اندیش فرا پیش گرفتہ آں سست رائے را کہ خارِ مانعِ سرِ راہ شدہ بود، شکستِ سخت دادہ از راہ برخیزانیدہ شد، بر رائے عالم آرا ظاہر است کہ اگر سوائے دریافتِ سعادتِ ملازمت ارادۂ دیگر

می بود بدست آوردن او وہم ہا تش .... چہ قدر کار بود" (۱۱۹/۴)

اور اسی کے ساتھ اس خیال سے کہ آیندہ کوئی جنگ نہ ہو اور اورنگزیب آگرہ پہنچ جائے، اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کچھ دنون کے لیے دارا کو پنجاب کی طرف بھیجدے، کہ جب تک وہ آگرہ مین رہے گا، شاہجہان اس سے مرعوب ہو کر کچھ نہ کرسکیگا، اور چونکہ اس کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی، کہ دارا دھولپور تک مقابلہ کے لیے بڑھ آیا ہے اس لیے اس نے لکھا کہ

"اکنوں شنیدہ میشود کہ شاہ بلند اقبال لوائے خصومت برافراختہ بارادۂ مقابلہ بدھولپور رسیدہ اند ...... صرفہ درین است کہ معاملہ را بطرح انداختہ چندے بصوبۂ پنجاب کہ در بقولِ ایشاں مقرر است شتافتہ خدمتِ حضورِ اقدس باختیارِ ایں مرشد پرست واگذارند بعد ازاں بہر چہ رائے عالم آرائے اقتضا کند بعمل خواہد آمد" (ایضاً)

اورنگزیب نے صرف شاہجہان ہی کو یہ خط نہین لکھا بلکہ اس کے نئے وزیر اعظم جعفر خان کو بھی اسی قسم کا مراسلہ روانہ کیا[1]، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"چوں بعد وصول ہفت کروہی اجین مہاراجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں نظر بصلاحِ دولت ابد مدت ننمودہ .... در دو کروہی لشکر ظفر اثر بنگاہ قرار دادند و فوجہا را آراستہ محاربہ و مجادلہ را آمادہ گردیدند، دفعِ آنہا را واجب دانستہ .... فتحِ عظیم روئے نمود .... لیکن ازانجا کہ بعد وصول موکبِ عالی بحوالیِ دار الخلافہ اکبرآباد محتمل کہ .... دادا بھائی جیو اضطرابِ بے فائدہ بخود راہ دادہ، شورش افزا شوند، و بدیں تقریب جمعے دیگر نیز از بندہائے عمدہ ضائع گردیدہ، ایں معنی موجبِ ملالِ طبعِ اقدس شود، ضرورۃً ببارگاہِ معلّٰی عرضہ داشتہ ایم،

[1] مراد سے بھی اسی قسم کا ایک خط اورنگزیب نے لکھوایا تھا، دیکھو نمبر ۲۲۲/۱۴۴،

کہ اگر دریں وقت دارا بھائی را بصوبِ لاہور رخصت فرمایند بصلاحِ دولتِ مقتضائے مصلحت اقرب وانسب خواہد بود. . . . . لائق چنان است کہ . . . .

. . . . برطبقِ معروضِ ما خاطر نشانِ اعلیٰ حضرت نمودہ ہمگی سعی مصروفِ آں سازند کہ ایں مقدمہ صورت یافتہ موجبِ آرائشِ بلاد و آسایشِ عباد شود" (آداب نمبرہ ۳۲)

مگر ان خطوط کے بعد اورنگزیب کو دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ کہ شکست کی خبر پاکر دارا خود تیاری مین مصروف ہے، اسلیے دشمن کو مزید موقع نہ دینے کیلئے وہ بہت جلد آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

داراکی تیاری

ہم نے دارا کی افتادِ طبیعت کے سلسلہ مین بتایا تھا، کہ وہ انتہا سے زیادہ خود غرض وخود رائے واقع ہوا تھا، اور اس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت بھی کی تھی، وہ اس لیے کہ اسی مین وہ اپنی کامیابی سمجھتا تھا لیکن آیندہ واقعات ہم کو یہ بتائین گے کہ جب شاہجہان نے دارا کو خون ریزی سے روکنا اور خود بیچ مین پڑکر بھائیون مین صلح کرانا چاہا، تو اُس نے کس طرح اس کی رائے کو ٹھکرا دیا،

شاہجہان کا خیال تھا کہ میرزا راجہ کی طرح جسونت سنگھ وغیرہ بھی مراد و اورنگزیب کی فوج کی پیشقدمی کو روکنے مین کامیاب ہونگے، اور اس بھروسہ پر اطبا کے مشورہ سے وہ ۱۸ر رجب (۱۱ر اپریل) کو دہلی جانے کے لیے روانہ ہوگیا، وہ بلوچپور پہنچ چکا تھا، کہ ۲ر شعبان (۲۵ر اپریل) کو اسے جسونت سنگھ کی شکست کی اطلاع ملی، اور اس نے ارادہ کرلیا، کہ وہ دہلی جاکر ہی اس کے متعلق کوئی کارروائی کرے گا لیکن دارا نے اُسکی اس خواہش کو مسترد کردیا اور اُسے مجبورًا دہلی کے بجائے آگرہ واپس لے آیا، یہان پہنچکر شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی کہ دارا بھائیون سے نہ لڑے، لیکن دارا نے اوس کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا، اور فوج کی تیاری مین مشغول ہوگیا، قریب کے صوبون کے تمام افسر بنی جو حکومت

کے ساتھ آگرہ بلا لیے گیے، نئی فوج کی بھرتی شروع ہوگئی، اور شاہجہان کی ممانعت کے باوجود
ارشعبان (۹ مئی) کو اس نے اپنے مقدمۃ الجیش کو دھولپور روانہ کرادیا، کہ وہ اورنگزیب
و دریاے چنبل سے عبور نہ کرنے دے، شاہجہان بے دست و پا شاہجہان اور ہان دارا
کے ہاتھون مین گرفتار شاہجہان نے آخری مرتبہ پھر کوشش کی، کہ وہ خود جاکر اپنے لڑکون کو
ڑنے سے باز رکھے، اور اسی خیال سے اس نے اپنے شاہی خیمہ تک شہر سے روانہ کرادیے،
یکن دارا کا خیال تھا، کہ وہ مراد و اورنگزیب کو شکست دے کر بادشاہ بنجاے گا، اور اگر
ناہجہان گیا تو اُسے اپنے چھوٹے بھائیون سے انتقام لینے کا موقع نہ ملے گا، اس لیے اس نے
شاہجہان کو جانے سے سختی کے ساتھ ممانعت کردی، اور خود ۲۶ رشعبان (۱۸ مئی) کو اپنی
وج کے ساتھ روانہ ہوا، اس وقت شاہجہان کے دل کی جو حالت تھی، اس کو مورخین نے نہایت
رد ناک اور مؤثر الفاظ مین بیان کیا ہے، وہ دیکھ رہا تھا، کہ اس کے جگر گوشے ایک دوسرے
کا خون پینے کے لیے تیار ہین، اور وہ کچھ بھی نہین کر سکتا، وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا، کہ وہ دارا
کے ہاتھون مین تقریبًا قید ہے، لیکن پھر بھی اس کی مدد کے لیے مجبور تھا، اور اُسے
اپنے خزانون کے دروازے اس کے لیے کھولدینے پڑے،

۲۹ رشعبان (۲۲ مئی) کو دارا دھولپور پہنچا، اور اس نے مقامی زمیندارون کی مدد
سے تمام اہم گھاٹون پر توپین لگادین، کہ اورنگزیب کسی صورت سے بھی اس پار نہ آسکے،
مگر غریب دارا جو تمام عمر خوشامدی درباریون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا، جنگ
کے نشیب و فراز سے کیا واقف ہو سکتا تھا، اور اُسے اس کی کیا خبر ہو سکتی تھی، کہ دکن کا
فاتح ایک ایسا راستہ اختیار کرے گا، جس کے متعلق اُسے گمان بھی نہین ہو سکتا تھا، دارا
اپنی متنوع و متضاد فطرت ساٹھ ہزار فوج لیے گھاٹون پر پڑا جانے مین مشغول ہی تھا

کہ اُسے اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے دھولپور سے ۴۰ میل پرے ہی دریا کو ایک لامعلوم مقام پر
عبور کر لیا ہے، اور اس کی فوج بلا روک ٹوک سیدھی آگرہ کی طرف بڑھ رہی ہے، اس بدحواسی
میں دارا نے اپنی بھاری توپوں کو وہیں چھوڑ کر اورنگزیب کی طرف رخ کیا، اور اس طرح اورنگزیب
نے صرف اپنی ایک حربی حرکت سے اپنے حریف کو بڑی حد تک کمزور کر دیا،

اورنگزیب نے آنے کے لیے ابتداءً جو راستہ اختیار کیا تھا، وہ یقیناً وہی تھا، جو گوالیار اور
دھولپور ہو کر آگرہ تک جاتا ہے، لیکن جب وہ گوالیار پہنچا، اور اُسے دارا کی تیاریوں کا حال
معلوم ہوا، تو اس نے کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کی، ایک مقامی زمیندار نے بتایا، کہ قریب
ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں دریا پایاب ہے، مزید براں وہاں پر کوئی شاہ راہ بھی نہیں ہے،
اورنگزیب نے اس دریافت سے فوری فائدہ اٹھایا، اور پہلے اپنے مقدمۃ الجیش کو اس طرف
روانہ کیا، اور اس کے دو دن بعد ہی پہلی رمضان (۲۳ مئی) کو سخت مشکلات کے باوجود خود
بھی اپنی تمام فوج کے ساتھ چنبل پار کر گیا، اب دارا کی فوج خطرناک حالت میں تھی، اور اورنگزیب
نہایت آسانی سے حملہ کر سکتا تھا، اس لیے دارا نے اپنی فوج عجلت سے جمع کر کے آگرہ کی
طرف رخ کیا، اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سموگڈھ کے پاس آکر ٹھہر گیا، اورنگزیب رمضان
کی تکلیف اور راجپوتانہ کی گرمی سے چور، ۶ رمضان (۲۸ مئی) کو وہاں پر پہنچا، دارا خبر پاکر
اس کی طرف پوری تیاری سے بڑھا اور اگر وہ اسی وقت اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ
اورنگزیب کی پریشان حال، غیر مرتب، جماعت پر حملہ کر دیتا تو آج تاریخ کا نقشہ بدلا ہوا
نظر آتا، لیکن ایک نمائش کے بعد وہ خاموش ہو گیا، اور اورنگزیب کی فوج کو وہ دن اور
تمام رات آرام کے لیے مل گئی، اور دوسرے دن دارا کو اپنی ناعاقبت بینی، اور غیر حربی حرکت
کا خمیازہ پوری طور سے ادا کرنا پڑا،

سموگڈھ کی لڑائی دوسرے دن، ۷ رمضان (۲۹ مئی) کو صبح ہی سے دونون طرف سے تیاری
شروع ہوگئی، اگرچہ داراکی فوج، اورنگزیب و مراد کی مشترکہ فوج سے تعداد، سامانِ حرب اور
اسلحہ کے اعتبار سے کہین زیادہ برتر تھی، لیکن اس کے تنوع اور فقدانِ تربیت و تنظیم نے اسکی
اہمیت بہت کم کردی تھی، ہر جماعت اپنے سردار ہی کو سپہ سالار سمجھتی، اور ہر سردار اپنی جگہ
پر خود کو لڑائی کا واحد قائد جانتا، یہی وجہ تھی، کہ داراکی فوج مین کوئی خاص باقاعدگی نہ تھی، دوسری
طرف اورنگزیب کی فوج اور اس کے تجربہ کار افسر ایک مرتب و منظم جماعت کے عنصر تھے،
جنکو ابتدا ہی سے اس بات کا خوگر بنادیا گیا تھا، کہ ان کا کام صرف سننا اور اطاعت کرنا ہے،
اور اسی چیز نے اورنگزیب کو دارا پر فتح دلائی،

ہندوستان کا واٹرلو سر جدوناتھ سرکار نے اپنی تاریخ مین اس لڑائی کو واٹرلو کی مشہور جنگ سے
تشبیہ دی ہے کہ اورنگزیب نے اس مین وہی طریقہ اختیار کیا تھا، جو جنرل ولنگٹن نے اوس
مشہور نپولینی لڑائی مین اختیار کیا تھا، دارا کا خیال تھا، کہ زارِ روس کی طرح اس کے پاس اتنی فوج
ہے، کہ دشمن اسکو مارتے مارتے بھی تھک جائے گا، اور اس کی افواجِ بحرِ امواج کے تھپیڑون سے
اورنگزیب شکست اٹھاکر ختم ہوجائیگا، مگر اورنگزیب اپنی اس تعدادی کمزوری سے واقف تھا، اسلیے
یہان جارحانہ پیش قدمی کے بجائے اس نے مدافعانہ طریقہ اختیار کیا، جب اس نے دیکھا،
کہ داراکی تمام قوت ختم ہوچکی ہے، تو وہ ایک بار اپنی تمام قوت سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا،
اور اس فتح کو جو دارا کے لیے یقینی نظر آرہی تھی اس سے چھین لیا،

یہ جنگ اگرچہ ایک دن رہی، لیکن اس مین ایک طرف بہادر راجپوتون نے اور
دوسری طرف مراد اور اورنگزیب نے جو حیات پرور اور شجاعت زا کارنامے دکھائے، وہ
شاید دنیا کی کسی ایک لڑائی مین جمع نہین کیے جاسکتے تھے، راجپوت بہادرون کے دل جس

سرفروشانہ طریقہ سے بڑھ بڑھ کر پروانہ وار گر رہے تھے، اس سے میدانِ جنگ کا ایک بڑا حصہ لالہ زار ہو گیا تھا، راجپوت راجہ ایک مرتبہ مراد تک اور دوسری مرتبہ اورنگزیب کے ہاتھی تک پہنچ چکے تھے، مراد زخمون سے چور ہو رہا تھا، اس کے سر سے پانون تک خون کی نہرین جاری تھین، اس کا ہودہ تیرون سے چھلنی ہو رہا تھا، لیکن اس کا ہاتھ نہ رکتا تھا، اس نے اپنے ہاتھی کے پیرون مین زنجیرین ڈلوا دی تھین، کہ وہ حرکت نہ کر سکے، اس کا فیل بان بھی مارا جا چکا تھا، لیکن اس کی ہمت اپنی جگہ پر ہاتھی کی طرح مستقیم تھی، راجہ رام سنگھ راٹھور اپنی جماعت کو لیتا ہوا بڑھا، لڑتا ہوا مراد تک پہنچا، اور اپنے گھوڑے کو مراد کے ہاتھی پر دو پانون پر کھڑا کر کے یہ کہتے ہوئے کہ "تو دارا سے تخت لینے چلا ہے"، نیزہ سے شہزادہ پر حملہ آور ہوا، اسکا نشانہ خالی گیا، اور مراد نے تیر سے اس کا کام تمام کر دیا، دوسرے راجپوت سردارون نے خود اورنگزیب کے ہاتھی کو گھیر لیا، ایک بہادر راٹھور سورما راجہ روپ سنگھ نے اپنے گھوڑے سے کود کر اس بات کی کوشش کی، کہ وہ اورنگزیب کے ہودے کی رسی کاٹ دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس مین کامیاب ہو، اوس کا رشتۂ حیات منقطع ہو چکا تھا، رستم خان کا حملہ بھی غضب کا حملہ تھا، لیکن اس کی موت نے اس زور کو بھی ختم کر دیا،

اب اورنگزیب کی باری تھی، اُس نے اپنی فوج و توپخانہ کے ساتھ حملہ کر دیا، تیرون اور گولیون کی بارش مین دارا گھبرا اٹھا، بچنے کے لیے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا، دارا کی یہ وہ غیر دانشمندانہ حرکت تھی، جس نے پورس کو سکندر کے خلاف شکست دلائی تھی، ہودے کو خالی دیکھکر فوج سمجھی کہ دارا کام آیا، پھر کیا تھا، ایک عام انتشار پیدا ہو گیا، اور جس شخص کو جدھر راستہ ملا، نکل بھاگا، اب دارا کی تمام کوششین بے کار ثابت ہو رہی تھین، اور شکست کو یقینی سمجھ کر وہ بھی چند سپاہیون کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، دارا کا بھاگنا تھا کہ

اورنگزیب نے فتح کا طبل بجوا دیا، اب میدان دارا کے زندہ سپاہیون سے صاف تھا،

دارا تقریباً نو بجے رات کو اپنے چند سپاہیون کے ساتھ آگرہ پہنچا، اور اپنے محل مین داخل

ہو کر دروازے بند کر لیے، اُس کی یہ آمد اس کی شکست کی افواہ کی تصدیق تھی، شاہی محل مین

کہرام مچ گیا، شاہجہان نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ

"چوں مجاری حال بمشیت ایزد متعال بایں منوال رسیدہ، بہتر آن است کہ یکبارگی درون

قلعہ آمدہ، ما را بہ بیند، کہ بعضے سخنان زبانی باں فرزند مہر پیوند گفتنی است، بعد ازاں کلمات

ہر جا کہ نصیب آں فرزند باشد خواہد رفت وانچہ دربارۂ آں فرزند خامۂ تقدیر رقم نمودہ

بیگمان ہر جا کہ باشد پیش خواہد آمد"

لیکن دارا دل مین خوب سمجھتا تھا، کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ شاہجہان کی مرضی کے خلاف

کیا اور اس کی شکست نے اس غلطی کو زیادہ واضح کر دیا تھا، اس لیے شاہجہان کے پاس

جانے کی ہمت نہ ہوئی، اور اس نے جواب مین کہلا بھیجا کہ

"مرا دیگر روے آں نیست کہ بسعادت ملازمت مشرف شوم، بکدام روے بچہ حال خود را

بخدمت رسانم ونیز ملاحظۂ آں دارم کہ اگر بیش ازیں تعویق کنم، افواج دشمن گردو پیش

را فروگیرد، وایں جان دو نیم کشتہ بلکہ بلب رسیدہ است بچنگِ گرگِ اجل بہ آں بازی

کند، الحال چناں می بینم کہ دیدار با بقیامت افتادہ است، ترک دیدن روے شوم

نمودہ اجازت دہند، کہ بطرفے بدر روم وچندے ازآنہا کہ متعلقۂ ناموس اند، بر

عماری چند انداختہ، ہمراہ برم . . . . ازاں قبلۂ حقیقی وکعبۂ تحقیقی مستدعی

اَنم کہ ایں سراسیمہ بے خانماں را کہ اکنوں راہ دراز درپیش دارد، گاہے بفاتحہ

خیر یاد کردہ باشند"

اس جواب کو پاکر شاہجہان نے جو کچھ دارا کی اس وقت مالی مدد ہو سکتی ہے، کی اور ابھی رات کا تہائی حصہ باقی ہی تھا، کہ دارا اپنے حرمِ خاص اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا کہ وہان پہنچکر از سر نو لڑائی کے لیے تیاری کرے،

اورنگزیب نے جب دیکھا کہ دشمن کی فوج بھاگ رہی ہے، اور اس کی فوج فاتحانہ اس کے تعاقب مین ہے، تو سب سے پہلا کام جو اس نے میدانِ جنگ مین کیا، وہ یہ تھا کہ وہین زمین پر اس نے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد چونکہ اس وقت تک اس کا خیمہ نہین آیا تھا، دارا کے خیمہ مین جا کر ٹھہرا، زخمی مراد بھی وہین تھا، بھائی کو زخمون سے چور دیکھکر اس کا جی بھر آیا، پُر اشک آنکھون سے اس کے خون آلودہ سر کو اپنے گود مین رکھ لیا، اور اطبا نے زخم دھو کر مرہم پٹی شروع کر دیا[1]، جب مرہم پٹی ہو چکی، اور اورنگزیب کا خیمہ نصب کیا جا چکا، تو وہ اپنے خیمہ مین چلا گیا،

سفرِ آگرہ

دوسرے دن اس نے روانگی سے پہلے اپنے افسرون پر انعامات کی بارش کی، دارا کی فوج اور سرکاری افسرون مین سے جو لوگ آکر شامل ہو گئے تھے، ان کو اپنی ملازمت مین لے لیا، اور یہان سے چل کر ۱۰ر رمضان (۱ر جون) کو آگرہ کے قریب پہنچا، اور باغ نور محل مین مقیم ہوا، یہان بھی بہت سے شاہی افسرون اور سرکاری دفتر کے لوگون نے آکر شرفِ ملازمت حاصل کیا،

آگرہ کی فتح

یہان پہنچکر اورنگزیب نے سب سے پہلے جو کام کیا، وہ یہ تھا، میر جملہ اور شاہنواز خان کو نظربندی کے قیود سے آزاد کرنے کے فرامین بھیجے کہ اب ان سے کوئی خطرہ باقی

---

[1] سموگڈھ کی لڑائی کے مفصل حالات کے لیے دیکھو، سرکار اورنگزیب حصہ دوم باب ۲-۳ عالمگیر نامہ ص ۹۰-۱۱۰ عمل صالح ۲۱-۲۵، ظفر نامہ عالمگیری ص ۱۵-۲۲، تاریخ شجاعی ص الف ۵۶-ب ۵۵، وغیرہ وغیرہ۔

ین رہا تھا، اوّل الذکر کو پہلے خاندیس کا گورنر بنایا، لیکن ضرورت سے مجبور ہو کر بعد مین

پنے پاس بلالیا، اور مؤخر الذکر کو گجرات کا گورنر بنا دیا کہ مراد کی عدم موجودگی مین وہان

ن قائم رہ سکے،

سموگڈہ کی لڑائی کے بعد شاہجہان کے پاس اتنی فوج نہ تھی، کہ وہ اورنگزیب کا مقابلہ

ر سکتا، اس لیے اس نے اب دشمن کی جگہ دوست بنکر اورنگزیب کو مغلوب کرنا چاہا،

انچہ جس دن اورنگزیب آگرہ پہنچا، اسی دن شاہجہان نے اپنے خانساماں و معتمد خاص

ضل خان اور صدر الصدور مولٰنا ہدایت اللہ کو تحائف اور ایک خط کے ساتھ اورنگزیب

کے پاس بھیجا، اس خط مین اشتیاقِ ملاقات کا ذکر تھا، اورنگزیب نے اس کے جواب

ین لکھا کہ وہ اولین فرصت مین حاضر ہو کر شرف ملازمت اختیار کرے گا، ان لوگون

کے جانے کے بعد اورنگزیب کو بعض خاص ذرائع سے، جس مین روشن آرا، اور شائستہ خان

ا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ دعوت صرف اس لیے ہے، کہ اوسے قلعہ

مین بلا کر قید یا قتل کر دیا جائے، چنانچہ جب دوسرے دن فاضل خان، بہت سے جواہرات

ور "عالمگیر" نامی تلوار لے کر آیا، تو اس نے یہان کا رنگ ہی بدلا ہوا پایا، اور اس کی

طلاع اس نے بادشاہ کو دی، اسی اثنا مین مراد کی خودسرا ور لالچی فوج نے شہر کے اندر

گھس کر لوٹ مار شروع کر دی تھی، اور ہر شخص کے جان و مال کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، جب

اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے شہر مین امن قائم رکھنے کے لیے اپنے بڑے

بیٹے کو شہر کے انتظام کے لیے بھیجدیا، اور شہر پر اورنگزیب کا قبضہ ہو گیا، مگر قلعہ ابھی تک

اسی طرح شاہجہان کے قبضہ مین تھا، اب شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر فاضل خان، اور

خلیل اللہ کو اورنگزیب کے پاس بھیجا، فاضل خان، شاہجہان کا معتمد خاص تھا، اسلیے

اس سے اصل حقیقت کا دریافت کرنا محال تھا، اس لیے اورنگزیب نے خلیل اللہ کو تنہائی مین بلاکر دریافتِ حال کیا، اور اس نے اورنگزیب کے شکوک کی تائید کی، اورنگزیب نے خلیل اللہ کو اپنے پاس روک لیا، فاضل خان، نامراد واپس گیا، اور اس نے اطلاع دیدی کہ مرض علاج سے گذر چکا ہے، اب شاہجہان کو یہ خطرہ محسوس ہوا، کہ ایسی حالت مین جبکہ اس کے افسر ایک ایک کر کے روزانہ اس سے الگ ہو رہے ہین، کہین کوئی شخص اسے بھی اورنگزیب کے حوالہ نکردے، اس خیال کے ساتھ ہی اس نے قلعہ کا دروازہ بند کردیا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے اسی روز رات کو اپنی فوج قلعہ کی فصیلون کے گرد پھیلادی، مگر وہ خونریزی کا حامی نہ تھا، اس لیے اس نے محاصرہ کو جلد از جلد ختم کرنے کی صورت پیدا کرلی، اور وہ یہ تھی کہ اگر اس دروازہ پر جو جمنا کی طرف ہے، اور جس کے ذریعہ قلعہ مین پانی آتا ہے، قبضہ کرلیا جاے، تو محاصرہ ختم ہوجاے گا، اور اسی خیال سے اپنی فوج کے ایک دستہ کو وہان تک پہنچادیا، شاہجہان نے دو روز تک اس تکلیف کا مقابلہ کیا، لیکن تیسرے دن ایک خط لیکر فاضل خان کو بھیجا، اس خط مین زمانہ کا شکوہ تھا، خدا اور رسول کا واسطہ تھا، اور کبر و غرور سے الگ رہنے کی نصیحت تھی، اورنگزیب نے اس کے جواب مین صاف صاف لکھدیا کہ محاصرہ کیا چیز ہے، وہ خود بادشاہ کے پاس آنے کو تیار ہے، لیکن

"بمقتضاے طبیعتِ بشری مغلوبِ واہمہ ہراس گشتہ جرأت نماندہ کہ باطمینانِ قلب وجمعیتِ باطن، عازمِ احرازِ سعادتِ حضورِ پرنور تواند شد .... گر آئینِ مرید نوازی را مرعی فرمودہ، حکم والا بشرفِ نفاذ رساند کہ بعضے از مردمِ این مرید تخت بقلعہ باریافتہ، بجاے جمعے از ملازمانِ سرکارِ عالم مدار کہ بمحافظتِ دروب و

مداخلت مامور اند، قرار گیرند، و از پیشگاہ عنایت خسروانی بحراست ابواب قلعہ امتیاز

واختصاص یابند، ایں فدوی جاں سپار بجمعِ خاطر و سکونِ باطن و اطمینانِ دل بحضور

اقدس رسیدہ، سعادتِ زمیں بوس اشرف حاصل نماید، و زبانِ عقیدت بیان بعذر

تقصیرات بکشاید، غایت مرید نوازی خواہد بود" (۶/۱۲۱)

لیکن اس کے بعد بھی شاہجہان نے تامل کیا، پھر وہ خط لکھا جو تیر و نشتر سے بھرا ہوا تھا، اور جیسا کہ مشہور ہے، اورنگزیب نے اس پر صرف اس قدر لکھکر کہ "کردہ خویش آید پیش، زیادہ حد ادب" اتمام حجت کر دی، اب شاہجہان مجبور تھا، اور ۷ ار رمضان (۸ ر جون) کو اس نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا، اس کی فوج نے اطاعت قبول کر لی، اور محمد سلطان نے قلعہ کے اندر جاکر پہلے بادشاہ سے ملاقات کی اور پھر تمام اہم مقامات، سرکاری خزانون، اور توشہ خانون پر قبضہ کر لیا، اس کے دو دن بعد ۹ ار رمضان (۱۰ ر جون) کو جہاں آرا بیگم، اورنگزیب سے ملنے آئی، اور اس نے حکومت کی تقسیم کی تجویز پیش کی، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اورنگزیب خوب سمجھتا تھا، کہ شاہجہان کی یہ تمام کارروائیان صرف اسلیے ہین کہ دارا کو دہلی مین اطمینان سے تیاری کا موقع ملے، دوسرے اسے دارا کی طرف سے بھی اعتماد نہ تھا، اس لیے اس نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا، آیندہ کے واقعات اس بات کا ثبوت ہین، کہ اورنگزیب کا خیال غلط نہ تھا، لیکن اس کے ساتھ اورنگزیب اپنی بڑی بہن کی ہر بات کو رد بھی نہ کر سکتا تھا، چنانچہ جہاں آرا کی اس درخواست کو کہ وہ چلکر کم از کم ایک مرتبہ بادشاہ سے مل لے اوس نے مان لیا،

دوسرے دن وہ وعدے کے مطابق بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا، وہ قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا، کہ اس کے بعض معتمد افسر، دوڑتے ہوے اُسکے پاس پہنچے،

اور انھون نے بیان کیا، کہ اونھین شاہجہان کے ارادہ کے متعلق ایسے حالات معلوم ہوگئے ہین جن کی بنا پر اس کا قلعہ کے اندر جانا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی کیونکہ شاہجہان نے طے کیا ہے، کہ جونہی اورنگزیب اس کے سامنے جائے، محل کی مسلح ترکنین اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دین، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناہر دل چیلا نے شاہجہان کا ایک خط اُس کے ہاتھ مین لا کر رکھدیا، یہ خط دارا کے نام کا تھا، اور اس مین لکھا تھا کہ:-

"دارا شکوہ در شاہجہان آباد، ثبات قدم ورزد، کمئ خزانہ ولشکر در آنجا نیست، زنہار از آنجا بیشتر نگذرد کہ ما بدولت ہم را درینجا فیصل میفرمائیم" ($\frac{1}{186}$)

اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ لوٹ آئے، چنانچہ وہ واپس آگیا، اور واپسی مین دارا کے محل مین جو خالی پڑا تھا ٹھہرا،

شاہجہان کی نظربندی، اورنگزیب کے فرد جرم مین ایک دفعہ ضعیف باپ کو نظربند کرنے کی بھی ہے؛ لیکن ہم کو تاریخ کی روشنی مین دیکھنا چاہیئے، کہ اورنگزیب کی یہ کارروائی واقعات کی روشنی مین صحیح تھی، یا غلط؟ اور کیا واقعی اس نے اپنے بڈھے باپ شاہجہان کو اُسی طرح نظربند کیا تھا، جس طرح کہ کہا جاتا ہے،

ہم دکھا چکے ہین، کہ شاہجہان کس طرح ابتدا ہی سے دارا کی حمایت کر رہا تھا، کس طرح اُس نے ہمیشہ دارا کے کہنے سے اورنگزیب کو ذلیل و رسوا کیا تھا، کس طرح اب بھی جبکہ دارا اسکی علانیہ عدول حکمی کر رہا تھا، اُس نے اسی کا ساتھ دیکر اورنگزیب کی جان تک لینے کا ارادہ کر لیا تھا، ایسی حالت مین اورنگزیب کا کیا فرض تھا، کیا وہ چپ چاپ اپنی مدافعت مین ہاتھ اٹھائے بغیر اپنے کو دارا کی انتقامی خواہشات کے سامنے قربان ہونے کے لیے پیش کر دیتا، شاید کوئی سنجیدہ شخص بھی اس کی حمایت نہین کرے گا، ہمارا خیال ہے اور ہمارے پاس اسکی تائید مین ناقابل

تردید ثبوت موجود ہین کہ شاہجہان اب بھی اگر اپنے رویہ مین تبدیلی اختیار کرتا، اور دارا و شجاع کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے چھوڑ دیتا، تو اورنگزیب اُس کو نہ صرف نظر بندی سے آزاد کر دیتا، بلکہ بہت ممکن ہی کہ شاہجہان کی زندگی بھر اُسی کے نام ہی سے حکومت کرتا لیکن شاہجہان، دارا کی محبت مین اندھا ہو رہا تھا، اُسے یہ بھی خیال نہ رہا تھا کہ اورنگزیب اور اس کے دوسرے دو بھائی بھی اوسکی محبوب ترین حرم ممتاز محل کی اولاد اور اس کے جگر گوشے ہین، جس طرح دارا ہے، اور وہ بھی اسکی پدرانہ محبت اور بزرگانہ شفقت و عنایت کے اُسی طرح مستحق ہین، جتنا دارا، مگر افسوس کہ شاہجہان نے ایسا نہین کیا،

اورنگزیب نے باپ کے احترام کو جس حد تک قائم رکھا، اور جس درجہ تک اُس نے شاہجہان کے مقابل براہ راست اپنے کو پیش کرنے سے گریز کیا، اسکی مثال مغل تاریخ کے صفحات مین نہین ملسکتی، یہ خود شاہجہان تھا، جو باپ کے خلاف علانیہ برسر جنگ ہو گیا تھا، یہ جہانگیر تھا جس نے اپنے باپ کے مقابلہ مین اعلانِ جنگ کر دیا تھا، لیکن اورنگزیب نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ظاہر ہونے نہ دیا، کہ اسکی یہ جنگ باپ کے خلاف ہے، یا وہ شاہجہان سے لڑنے کے لیے کھڑا ہوا ہے، اُس نے جب کبھی اس کے متعلق کسی کو کچھ لکھا، تو اُس مین صرف یہ ظاہر کیا، کہ اُس کا مقابلہ دارا سے تھا، اس کی جنگ دارا سے ہوئی، اور اگر اس کو عداوت تھی، تو دارا سے تھی چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین ایک صوفی بزرگ خواجہ عبدالغفار کو ان حالات کی جب اطلاع دیتا ہے تو لکھتا ہے کہ

"دریں وقت کہ بادشاہ زادۂ بے شکوہ، از ظہور بعض امور بخار پندار و غرور بکاخ دماغ راہ دادہ، زمام مہام وسعت آباد ہندوستان را بقبضۂ اقتدار و اختیار خویش در آوردہ بود، و بترویج آئین ہنود و کفار و احیاے رسوم ذمیمۂ فجار و اشرار پرداختہ، در تحریف دین متین و تبدیل شرع رسول امین علیہ من الصلوٰۃ المہاد من التحیات اعمہا غایت جہد مبذول میداشت

وازیں رہگذر غبارِ شورش و فتنہ در ساحتِ اکثر ممالکِ محروسہ ارتفاع یافتہ عموم سکنہ و متوطنین

را دامنِ امنیت از دست رفتہ بود .... بقصدِ احراز مثوباتِ اخروی

و تحصیلِ سعادتِ دنیوی عنان .... رابصوبِ مقصود منعطف ساختیم (آداب)

اس کے بعد جسونت سنگھ و دارا سے لڑائیون کا حال لکھکر شاہجہان کے احترام و عزت کو قائم رکھنے کے لیئے آگرہ کے قلعہ کے متعلق یہ نہین لکھتا کہ مین نے شاہجہان سے لڑکر اُسے لیا ہے بلکہ کہتا ہے کہ:۔

"اعلیٰ حضرت خلافت مرتبت، سلیمان منزلت، از غایتِ قدردانی و عاطفت قلعۂ اکبرآباد رابتصرفِ ما گذاشتہ" (آداب)

اسی طرح اُس نے قطب الملک کو قلعۂ اکبرآباد پر قبضہ پانے کی جو اطلاع دی ہے اُس مین لکھتا ہے:۔

"قلعۂ اکبرآباد بتصرفِ اولیاے دولت قاہرہ درآمدہ، اعلیٰ حضرت خلافت منزلت، سلیمان مرتبت ظلِ سبحانی از روے عاطفت و قدردانی زمامِ مہامِ فرمانروائی و جہانبانی بقبضۂ اقتدار و یدِ اعتبار ما سپردہ اند" (آداب)

علی عادل شاہ وغیرہ کو بھی تقریباً انھی الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

یہ تو بیرونی کارروائی ہوئی، اب خود شاہجہان کے ساتھ اس نے جو برتاؤ کیا، اس کا بہترین ثبوت وہ ہدایات ہین، جو اُس نے شاہجہان کے ملازم خاص فاضل خان کو لکھ کر بھیجین، اور جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان کی کامل آزادی مین صرف اسی حد تک تحدید کردی تھی، کہ وہ اس کو کسی صورت سے نقصان نہ پہنچا سکے، اور بس، ورنہ نہ اس کے روزانہ مشاغل مین کوئی مداخلت کی گئی تھی، اور نہ اُس کے ذاتی توشہ خانون کو ہاتھ لگایا گیا، اس کے ساتھ ہی

اورنگزیب نے اس بات کا بھی حکم دیدیا تھا، کہ شاہجہان جو چیز جس وقت طلب کرے، اُس کے سامنے حاضر کیجائے، لوگون کا جو ہزارون روپیہ اس کے ذمہ ہے، وہ ادا کر دیا جائے، اور جن لوگون کے وظائف مقرر ہین، وہ علی حالہ باقی رہین، چنانچہ جہان آرا کا بھی آخر وقت تک وہی اثر و اقتدار، اور عزت و احترام کو باقی رکھا گیا، فاضل خان والے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"بعد ازین نیز طلب خدمۂ محل را بضابطۂ سابق تنخواہ دادہ موقوف ندارد، و ہشتاد و یکہزار روپیہ دکسری وجہ قیمت اجناس ابتیاعی را کہ تا حال بہ بیوپاریان نرسیدہ .... بے تعلل از خزانۂ خرچ تنخواہ کنید، تا در بارۂ استغاثۂ آں جماعت بعرض مقدس رسیدہ سبب نشست خاطر ملکوت ناظر اعلیٰ حضرت نگردد"........... رفتن آں دولت خواہ ...... بغسلخانہ بتقریب واشدن کارخانہ جواہر و مرصع آلات در کار نیست، ہر گاہ اعلیٰ حضرت چیزے از اں جنس بجہت دیدن یاد فرمایند، گماشتہ معتبر خود را می فرستادہ باشد................ جنس مطلوب برآوردہ از نظر انور بگذرانند" (آداب)

ایک دوسرے خط مین لکھا ہے کہ:-

"اگر اعلیٰ حضرت از اسباب کارخانجاتے کہ درون قلعہ و بیرون از غسلخانہ است چیزے طلب فرمایند بے مضائقہ کارخانہ را در حضور واکردہ و آنچہ یاد نمودہ باشند بنظر انور در آوردہ کوٹھہ را مہر کنند" (آداب)

اورنگزیب نے شاہجہان کے ساتھ ہی مراعات نہین کین بلکہ اُس نے ان تمام رسوم کو بھی جاری رکھنے کا حکم دیا، جو شاہجہان نے جاری کی تھین، ان مین ممتاز محل کی برسی بھی تھی، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے:-

"تفصیل اخراجات عرس روضۂ منورہ بسامع جلال رسیدہ، حکم اشرف اعلیٰ بپرایہ ورود گرفتہ کہ وجہ مذبور بہمان دستور مقرر دانستہ درتہیہ سرانجام ضروریات آں امر خطیر صرف نماید، و جہدے بے پایان مبذول دارد، کہ تمامی اعیانِ صوبہ از اکابر ونید ہائے عمدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرانہا کہ شایستہ امضا توانند بود، حاضر باشند"[1] (آداب)

یہ تو اورنگزیب کی وہ کارروائیاں تھین جو اُس نے دوسرون کے سامنے شاہجہان کی عزت و وقار اور اس کے احترام کو قائم رکھنے کے لیے کی تھین، اور اسی وجہ سے اس نے اب تک اپنی بادشاہت کا بھی اعلان نہین کیا تھا، مگر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ خود ان دونون باپ بیٹون مین قلعہ کے فتح ہونے کے بعد کس قسم کی خط و کتابت ہوتی رہی، اورنگزیب نے کیا چاہا، اور شاہجہان نے کیا کیا، علاوہ ازین شاہجہان کی وہ کونسی کارروائیان تھین جنھون نے اورنگزیب کو اس بات پر مجبور کیا، کہ وہ بھی بادشاہت کا اعلان کر دے،

شاہجہان کی عداوت اورنگزیب نے اپنے ابتداے عہد صوبہ داری ہی سے اپنا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے، کہ شاہجہان کی انتہائی عداوت کے باوجود بھی، وہ اس کا انتہا ہی احترام کرتا تھا، جتنا کہ ایک مطیع و سعادتمند لڑکا کر سکتا ہے، اور اس وقت بھی اُس نے دارا کی معاندانہ کوششون اور غیر برادرانہ جنگون سے مجبور ہو کر جو کچھ کیا تھا، اور اس سلسلہ مین اوسے شاہجہان کی جو خفگی بھی مول لینا پڑی تھی، اس کا اُسے انتہائی رنج و افسوس ہی نہین تھا، بلکہ اس سے وہ شرمندہ بھی تھا، اور شاہجہان سے شاید ایام نظربندی مین ملاقات نہ کرنے کی، اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہی شرم مانع تھی، چنانچہ وہ خود شاہجہان کو متعدد خطوط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:۔

"پیر و دستگیر سلامت! این مجبور حکم قضا و قدر کہ بمشیت الٰہی درچنیں ورطۂ خطرناک فتادہ بچندیں

[1] اسی طرح اورنگزیب نے اپنی سوتیلی بہن کا وظیفہ بھی علی حالہ بحال رکھا،

کلفتہاے ظاہری و باطنی مبتلا گشتہ از خجلت و انفعالِ خود چہ عرضداشت کند کہ براعلیٰ حضرت ہویدا نباشد، پیوستہ از درگاہِ ایزدی مسئلت مینماید کہ توفیقِ استرضاے خاطرِ ملکوت ناظر و فرصت تدارک و تلافیِ مافات و عذر خواہیٔ زلاتِ خویش یافتہ خدمتے کہ موجبِ خوشنودیٔ قبلہ و کعبۂ حقیقی تواند بود بتقدیم رساند" (۵/۱۲۸)

اورنگزیب نے اتنا ہی نہیں کیا، بلکہ اس نے لکھا کہ وہ بادشاہ ہونا نہیں چاہتا بلکہ دارا کے ملحدانہ خیالات اور غیر فرزندانہ مساعی کا خاتمہ کرکے شاہجہان کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ وہ ایک خط میں لکھتا ہے:-

"خدائے غیب داں کہ دروغ گو، کذب و دروغ گواہ گرفتن نزدِ اہلِ اسلام کفر و در جمیع ملل و ادیان مذموم است، می داند کہ ایں مرید ہرگز بتجویزِ ارتکابِ خلافِ مرضیِ طبعِ مقدس راضی نبودہ و نیست و خود را نائبِ حضرت انگاشتہ بدیں خدمت قیام مینماید، لیکن چوں انتظامِ اوضاع مملکت و احوالِ رعیت باظہارِ نیابت امکان نداشت، ناگزیر برائے پاسِ مصالحِ ملک و ملت بروزے چنداں ایں نوع سلوک کہ بخاطر خطور نمی کرد، وجہ شرمندگی ہا کہ ازاں رہگذر زندگ[ی] لازم شد، پس ازانکہ امنیت در ممالک پدید آمدہ، غبارِ فتنہ و فساد فرونشیند، انشاء اللہ تعالیٰ جمیع مرغوباتِ خاطرِ اشرف بوجہِ احسن صورت خواہد گرفت" (۳/۱۲۶)

ایک اور خط میں اورنگزیب اپنے پوزیشن کو اس طرح صاف کرتا ہے:-

"برائے خورشید ضیا پوشیدہ نماند کہ ایں مرید بتوفیقِ الٰہی حقیقتِ دنیا و عدمِ ثباتِ دنیاے بے بقا را نوعے کہ ہست، دانستہ و راطیعوا اللہ آں قدر مقصر است کہ پیشِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خجالتہا دارد، دعوے مرتبۂ سیوم را چوں میتواند کرد، لیکن نسبت باہلِ روزگار بقدرِ مقدور در اطاعتِ اوامر و نواہیٔ الٰہی و پیرویٔ شریعتِ مصطفوی کوشید، تا وقتیکہ عنانِ اختیارِ جہانبانی

بقبضۂ اقتدارِ اعلیحضرت بود محض برائے پاسِ فرمانِ ایزدی بے حکمِ والا بمشیتِ ہیچ مہمے دخلے نہ پرداختہ وہرگز قدم از حدِ خویش فراتر نگذاشتہ وعالم السر والخفیات بر صدقِ ایں دعوی شاہد وگواہ است،

ازانجا کہ بتحقیق انجامیدہ بود کہ بادشاہزادۂ کلاں در ایامِ بیماریٔ اعلیحضرت استقلال تمام پیدا کردہ در ترویجِ آئینِ ہنود وکفار د ہدمِ بنیانِ دینِ رسول مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام، کمرِ اہتمام چست بستہ، غبارِ الحاد در عرصۂ مملکت برانگیختہ وسر رشتۂ انتظامِ مہام از دست رفتہ کسے را از بندہائے حضور یارائے آں نماندہ کہ صورتِ حال را بعرضِ اشرف رساندو او خود را باعدمِ استحقاق، شائستۂ فرماں روائی دانستہ مربی وولی نعمت را معزولِ مطلق ساختہ، چنانچہ ایں مقدمہ بخطِ مبارک در مناشیرِ پیشین مندرج شدہ، بنابراں ایں مرید از اندیشۂ آنکہ مبادا تہاون در اصلاحِ ایں فساد کہ منجر بخرابیٔ بلاد وتفرقۂ عباد بود دسببِ بازخواست ومواخذۂ اخروی گردد، تحصیلِ مثوبات را در نظر داشتہ از برہان پور روانۂ ایں سمت شد، ودراں وقت غیر آں دشمنِ دینِ مبین د آں والا مرتبت کہ مخالفت با او گناہ نہ باشد درمیان نبود" (خط نمبر $\frac{1}{124}$)

لیکن کیا دنیا جانتی ہی، کہ اورنگزیب کی اس تمام خاکساری، عجز اور اقرارِ گناہ کا جواب شاہجہان کی طرف سے کیا ملتا تھا، شاہجہان اب بھی اورنگزیب کو تباہ کرنے کی فکر مین لگا ہوا تھا، وہ اب بھی اپنے ہمدرد صوبہ دارون کو دارا کی مدد کے لیے لکھ رہا تھا، شاہجہان اس وقت بھی خواجہ سراون کے ذریعہ اورنگزیب کے دشمنون سے خط وکتابت کر رہا تھا، شاہجہان اس گھڑی بھی، اورنگزیب کے دوسرے بھائیون، شجاع، و مراد کو اس کے خلاف آمادہ کرنے کی سعی مین مصروف تھا، شاہجہان اس آن بھی کوئی نہین تو اورنگزیب کے بیٹے ہی کو مختلف قسم کے سبز باغ دکھا کر باپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہا تھا، کیا ہمارا یہ بیان بے ثبوت ہی؟ نہین ایسا نہین ہے، بلکہ اس کی شہادت ان خطوط سے ملتی ہی،

جو اورنگزیب نے شاہجہان کو ان کارروائیون کے متعلق لکھا ہے، شاہجہان نے دارا کو دہلی کی طرف بھیجکر وہان فوج کی تیاری کا اُسے حکم دیدیا، اور اس کے بعد جب دارا دہلی کو چھوڑ کر پنجاب کی طرف گیا، تو شاہجہان نے اپنے دیرینہ ملازم اور کابل کے صوبہ دار مہابت خان کو خفیہ طور سے یہ خط لکھا کہ:-

"چون فرزندِ مظلوم داراشکوہ بعد از شکست روانۂ لاہور شدہ، دریں وقت مخلصِ درست اعتقاد ... . بغیر ازاں خلف الصدق مہابت خاں یعنی مہابت خاں ثانی دریں جہان فانی نیست، لہذا درد دلِ خود را بر روے کار و اظہار آوردہ، چشم داشتِ تدارک دارم .... داراشکوہِ من بلاہور میرسد از خزانہ در لاہور کمی نیست، و آدم و اسپ در کابل وافر و مثل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابتِ او در تزلزل و سردارے ہمچوں شاہجہان منزوی باشد غرابت دارد، ہمیں کہ آں شیر بیشۂ تہوری با لشکرِ آراستہ، عزیمت بکند، و جلوریز بلاہور رسیدہ بمدد و رفاقتِ داراشکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزاے اعمال ہر دو نابر خوردار پرداز و صاحبقرانِ ثانی زندانی را بر آوردہ، بہ بیند کہ نام نیک بہ از گنجِ قارون و مناصب و مراتبِ دنیاے دوں چہ قدر حاصل خواہد شد" ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

و بفرزندارجمند نوشتہ ام کہ خود را باو گذاشتہ بہبودِ حال و مآل خویش در اطاعتِ آں سپہ سالار داند، و خلاصیٔ من دریں شناسد،

مکرر نوشتہ میشود کہ دنیا بجاے سہل ناپائدار است، و با ہیچ کس وفا نکردہ و نخواہد کرد، و نیک نامی بر صفحۂ روزگار یادگار خواہد ماند، و مہابت خاں چگونہ خواہد پسندید، کہ صاحبقرانِ ثانی زندانی در اقسامِ بلا گرفتار باشد، و شخصے کہ بدامِ تزویر عالمے را رام نمودہ بکامِ خود ساختہ، بر تختِ خلافت کامرانی کند، و بایں حال اگر آں عمدۃ الملک اغماض نماید، فرداے قیامت

مذکورۂ بالا خط یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ شاہجہان نظربندی کے زمانہ مین بھی اورنگزیب کے خلاف سازشون مین مصروف تھا، اورنگزیب کو جب متعدد ذریعون سے اسکی خبر ملی، تو اُس نے اُن خواجہ سراؤن کو جو اس سازش مین شریک تھے، بادشاہ کے پاس جانے سے روک دیا، لیکن شاہجہان کو بجاے اس کے کہ اس سے شرمندگی ہوتی سخت غصہ آیا، اور اس نے اورنگزیب کو ایک غضب آلود خط لکھا اور کہا کہ میرے خواجہ سراؤن پر کوئی پابندی عائد نہ کیجاے، اورنگزیب نے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوے عاجزانہ طریقہ سے لکھا کہ

"ہرگاہ اعلیحضرت باآنکہ این مرید بکرات و مرات التماس نمودہ کہ راہِ ارسالِ نوشتجاتِ شورانگیز فتنہ افزا مسدود گردد، پرتوِ التفات براین معنی نینداختہ صریح فرمودہ باشند کہ "او این توقع را کہ از پسر خود باید داشت از ما نکند و مارا تکلیفِ ترکِ این شیوہ کہ امکان ندارد، نماید" چنانچہ نوشتۂ کہ جوری خانم آوردہ بود، بداں ناطق است، دریں صورت اگر بلوازمِ احتیاط پرداختہ اسبابِ فساد را برہم نزند، و خواجہ سراہاے مفتن را کہ نوشتجاتِ غیر مکرر بوساطتِ آنہا بدر میرود، از حضورِ پر نور دور ندارد چہ کند،

کاش آنحضرت بریں مردم ترحم فرمودہ ایں شغل را کہ ما حصلش جز مزید کلفت و وحشت نیست، موقوف می داشتند و مصلحتِ کار مرعی میگشت، تا بمقتضاے ضرورت بریں مرید ایں ہمہ اہتمام لازم نمی شد، و آزارے بآنہا نمی رسید ع

اے واے من و دستِ من و دامنِ خویش

علیٰ ای حال، از تقصیرِ خواجہ وفا گذشتہ او را پیشِ خود طلبیدہ است کہ مثلِ دیگراں خدمت می کردہ باشد، و در بابِ خواجہ محرم نوشتہ کہ کسے از رفتن محل مانع او نشود، اما اگر او نیز در

رنگِ وفا بعمل آورد بروز او خواہد نشست" (۶/۱۲۹)

شاہجہان نے اس کے ساتھ شجاع کو بھی خطوط لکھے، کہ اس وقت جبکہ اورنگزیب دارا کے تعاقب مین پنجاب کی طرف گیا ہوا ہے، وہ آگرہ پر قبضہ کرلے، اورنگزیب کو بھی اس کی اطلاع ملی، پہلے خط مین اس نے پاسِ ادب سے اس کارروائی کی طرف نہایت بلیغ طریقہ سے یون اشارہ کیا:

"مقدمۂ شورش بادشاہزادۂ شاہ شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں را وسیلۂ تشریف نیاوردنِ اعلحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" (۱۲۴)

اس کے بعد جب وہ شجاع کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا، تو اُس نے پھر نہایت ادب سے شاہجہان کی اس کارروائی کی طرف اشارہ کیا، لیکن اس کا بھی شاہجہان پر کوئی اثر نہین ہوا، اور اُسنے نہ صرف یہ کہ شجاع کو اس کے بعد بھی خطوط لکھے، بلکہ بعض مورخین کا خیال ہے، کہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی جنگ سے پہلے جو غداری کی تھی، وہ بھی شاہجہان کے ایما سے تھی، اور اسی لیے وہ واپسی مین آگرہ تک آیا بھی تھا، اس لیے جب کھجوا پہنچکر اورنگزیب کو شاہجہان کا یہ حال معلوم ہوا، کہ وہ اب تک شجاع و دارا کی حمایت مین مصروف ہے، تو اس نے اب صاف صاف بادشاہ کو لکھدیا کہ اب وہ مجبور ہے کہ جس طرح اس نے شجاع کی پیشقدمی کو روکدیا ہے، دارا کا بھی کوئی فیصلہ کردے، اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ازانجا کہ اخبارِ بے توجہیٔ اعلیٰ حضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بنامِ شجاع قلمی گردیدہ بود، و جان و مالِ او بر سرِ آں خراب شدہ ہویدا است و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و باآنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاشِ آں دارند، کہ دیگرے استقلال یافتہ سعیٔ ایں فدوی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود، و بہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند،

ناگزیر بمراعاتِ لوازمِ حزم و احتیاط پرداختہ و از حدوثِ مفسدہاے ممتنع التدارک اندیشہ مند گشتہ آنچہ بخاطر داشت نتوانست از قوت بفعل آورد، بر صدقِ ایں دعویٰ خداے توانا شاہد و گواہ است،

"جمعیتِ خاطرِ ایں مرید وقتے صورت تواند گرفت کہ آں دو فتنہ خو کہ ہر کدام دو بار بے غیرتی بخود قرار دادہ گریختہ اند، از ممالکِ محروسہ بدر روند یا توفیقِ الٰہی دستگیر گردیدہ در پہلوے برادرِ خود نشینند" ($\frac{4}{127}$)

مراد کے ساتھ شاہجہان نے ساز باز شروع کر دیا تھا، اور اوسے یہانتک آمادہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو قتل کر ڈالے، اس کے ساتھ ہی شاہجہان نے شہزادہ محمد سلطان کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا، کہ وہ باپ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے، اور شجاع کیساتھ ملکر حکومت حاصل کرے، اور اس سلسلہ مین اوسے سبز باغ دکھایا گیا تھا، کہ اورنگزیب نے شجاع سے جو معاہدہ کیا تھا، اُس مین انکی شادی شجاع کی لڑکی سے طے کیگئی تھی، اور اگر یہ شادی ہو جاے تو شجاع، محمد سلطان، اور شاہجہان ملکر اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہین لیکن شہزادہ اپنے باپ کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اس لیے اس نے صاف صاف تو یہ نہین لکھا کہ میری موعودہ شادی کر دیجاے، لیکن یہ درخواست ضرور کر دی، کہ اب میری شادی ہو جانا چاہیے، اورنگزیب بھی اس کو سمجھ رہا تھا، چنانچہ اُس نے جواب مین لکھا کہ:-

"اگر آں والا تبار، رفیع مقدار میخواستہ باشند کہ ایں مقدمہ بطمطراق و آئینے کہ باید از قوت بفعل آید، صبیۂ خانجہاں و جعفر خاں مناسب است و اگر خواہش چناں باشد کہ ز بنات اوساطِ مردم یکے را بگیرند، آں نیز باحسن وجہے صورت پذیر می تواند گشت، بہریں تقدیر کسے را کہ بنظر در آوردہ باشند بنویسند تا فہمیدہ اجازت فرمودہ شود، و اگر جواب تحریب

نرفتہ اختیار ایں کار را تجویز رائے خورشید ضیا واگذاشتہ باشند، عرضہ دارند تا جائے لائقے

بلحاظ آوردہ شود، بہمہ حال مارا مضائقہ نیست بہر شقے کہ راضی باشند مبارک است" (۱۱/۱۸۱)

شاہجہان کی یہی معاندانہ کوششیں تھیں، جو اس نے اس وقت تک جاری رکھیں جبتک

کہ وہ دارا، یا پھر شجاع، مراد، یا شہزادہ محمد سلطان کو اورنگزیب کے خلاف آمادہ کر سکتا تھا، لیکن

اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا، مگر اسی اثنا میں اس پر بھی اورنگزیب کی صاف باطنی، حق پسندی

اور اطاعت گذاری کا اثر ہونے لگا، اور اورنگزیب نے اس تبدیلی کو دیکھکر اس کے بعد سے

کوئی ایسا اہم کام نہ کیا، جسمیں شاہجہان سے مشورہ نہ لیا ہو اور شاہجہان نے بھی اپنی رائے نہ دی ہو

مورخوں کا بیان ہے، کہ جہان آرا کی مساعی سے شاہجہان نے اورنگزیب کے تمام قصور معاف

کر دیئے تھے، بحر زخار کی روایت ہے، کہ اس فرض کو اورنگزیب کے استاد مولانا سید محمد قنوجی

نے جنکو اورنگزیب نے شاہجہان کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا، انجام دیا تھا، بہرحال اصلیت

کچھ ہو، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آخر زمانہ میں اورنگزیب و شاہجہان کے تعلقات

بہت خوشگوار ہو گئے تھے، شاہجہان اس کے بعد تقریباً آٹھ سال تک زندہ رہا، اور پھر گیارہ رجب ۱۰۷۶؁

۱۰۷۶ھ (۷ر جنوری ۱۶۶۶؁ء) کو بیمار ہو کر، دوشنبہ ۲۶ر رجب (۲۲ر جنوری) کو اس دنیا سے ہمیشہ

کے لیے عزلت گزین و گوشہ نشین ہو گیا۔[1]

اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع شہزادی جہان آرا نے اورنگزیب کو ان الفاظ میں دی:-

"تقدس وتعالیٰ ہموارہ سایۂ عاطفت بادشاہ عالمگیر را بر عالمیاں پایندہ و باقی داراد!

وقلم را چہ قدرت کہ شرح ایں مصیبت جانگداز بہ تحریر در آورد، وشمۂ از کیفیت ایں

روز سیاہ بر لوح عرض بر نگارد، وزباں را چہ یارا کہ آنچہ حادث شدہ در ضمیر تو اند گذرانید!

---

[1] شاہجہان کے ان ایام کے مشاغل کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۴۴-۶ ،

انچہ ازیں قضیہ بر سرِ من گذشتہ اگر بدریا می گذشت خشک می شد، واگر بروز می رسید، شب دیجور می نمود، ہر چند عقل میداند کہ در امثال ایں حادثات تدبیرے بغیر از اعتصام صبر و شکیبائی میسر نیست، وچارہ جز تمسک بہ آیاتِ الہٰی و احادیثِ حضرت رسالت پناہی کہ درباب رضا و تسلیم نازل و وارد است متصور نہ، اما کثرتِ اندوہ زیادہ ازاں است کہ حوصلہ تاب آورد، و در ہنگامی کہ با خاطرِ سوگوار و دیدۂ اشکبار مستغرق بحرِ اندوہ و ملال بود، اشعۂ آفتابِ عنایتِ آں استظہار مہربان ساطع و لامع گردید، ہمانا کہ آبحیاتے بود کہ بہ آتشِ سوزانِ ایں نیازمند ریخت، لاجرم از بیتابی و ناشکیبائی باز آمدہ بہ نصیحتِ ذاتِ عالی درجاتِ آں کوکبِ عالم افروزِ سلطنت و آں سزاوارِ تاج و تختِ خلافت دل را تسلی دادہ بدعاے مزیدِ عمر و دولت گرامی پرداخت، امیدوار است کہ ایں آتشِ جانگداز بزلالِ ملاقاتِ آں قدوۂ سلاطین منطفی گردد، و ظلمتِ شامِ غم اندوہ بفروغ صبحِ سعادت مبدّل شود، اشارہ درباب تعزیت دارانِ بندگانِ حضرتِ اعلیٰ خصوص اکبرآبادی محل شدہ بود، ظاہر و ہویدا ست کہ اکنوں رعایت ہمگی تمامی باز ماندہا بعنایت و توجۂ ایشاں وابستہ، دریں صورت چہ نگارش رود، کہ بہ ایشاں ظاہر نشد؟ زیادہ چہ نویسد!۔

اس وقت اورنگزیب دہلی میں تھا، اس خبر کو پاکر اُس کی جو حالت ہوئی، اس کا ذکر اس کے درباری مورخ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"از استماعِ ایں واقعۂ ہائلہ خاطرِ مقدسِ حضرتِ شہنشاہی قرینِ ہزاراں غصہ و اندوہ رہینِ فراواں تحسر و افسوس گشتہ، بے اختیار قطراتِ عبرت بدرفیت ہمایوں فروبارید، و باوجود ثبات و تحملِ خسروانی و شکوہ و وقارِ سلیمانی و وسعت دستگاہ صبر و

حوصلۂ جہانبانی آثارِ قلق و بیقراری و علامات کمالِ تاثر و سوگواری کہ ہرگز از حلولِ ہیچ سانحۂ دلخراش ازاں حضرت کسے را مشہود و معائن نگشتہ بود، ظاہر شد، و چنداں سیلِ سرشک از چشمِ جہاں بینِ آں خدیوِ جہاں رواں گردید کہ مقربانِ بارگاہِ دولت و محرمانِ حریمِ سلطنت را تزلزل در بنائے طاقت افتاد[1]"

اس کے ساتھ اورنگ زیب نے اپنی غمزدہ بہن جہان آرا کو یہ تسلی بخش خط لکھا:-

"آفریدگارِ جہاں عزاسمہ آں مشفقۂ مہربان را دریں حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ اجرِ جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد کہ ازیں قضیۂ ناگزیر بر خاطرِ غمگین چہ میگذرد، قلم را چہ یارا کہ ازیں دردِ جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ ازیں الم شکیب ربا برگذارد، تصورِ غم و اندوہِ آں صاحبۂ دل بیتاب را بیشتر بر وقت اضطراب می آرد، اما با تقدیرِ ایزدی و قضائے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست، کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام،

بہمہ حال ایں ہمہ در دِ شرمسار را بزودی ان شاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند، یقین کہ نسبت بہ تعزیت داران اعلیٰحضرت خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کہ باید، میکردہ باشند مہربانِ من! چیزے کہ دریں وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدنِ ثوابِ تلاوت قرآن مجید و خیرات مستحقان است، دریں باب نہایت سعی نمایند، و ثوابِ آں را بروحِ مطہرِ آں حضرت ہدیہ بگذرانند، و ایں گناہگار نیز دریں کار است امیدوار کہ شرفِ قبول یابد[29]"

اور حاضرینِ مجلس عزا کو مخاطب کر کے کہا کہ

"ہمگی آرزوے دل و متمنائے خاطر آں بود، کہ ہنگام سنوحِ ایں قضیہ حاضر باشیم

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۶-۹۳۵،

و دیدہ بدیدار بازپسین آنحضرت، نور آگیں ساختہ بتکفل لوازم ایں امر ناگزیر اجر و سعادت اندوزیم، چوں باقتضائے تقدیر آں امنیت بحصول نہ پیوست، اکنوں تدارک آں بایں نوا نمودیم کہ فسخ عزیمت اکبرآباد نہ کردہ، بآں مستقر خلافت شتابیم، و بزیارت مرقد منور و مضجع مطہر آں حضرت تبرک جستہ و گرامی ہمشیرہ . . . . بیگم صاحب و دیگر سوگواران این مصیبت را تسلیہ و دلجوئی نمودہ از لباس کدورت برآریم[1]"

چنانچہ ۴ رشعبان (۳۰ رجون) کو دہلی سے روانہ ہونے کا حکم دے کر ۹ رشعبان (۴ رفروری) کو وہ چل کھڑا ہوا، اور ۲۰ رشعبان (۱۵ فروری) کو آگرہ پہنچا، دوسرے دن سیدھا

"بروضۂ منورہ حضرت علیین مکانی فردوس آشیانی پرتو قدوم گسترده، رسم طواف و زیارت بجا آوردند و بفاتحہ و دعا و طلب رحمت و غفران، روح مطہر والدین کریمین شریفین را راحت و سرور افزودند، و دل حق بین را تاثر و رقت عظیم دست دادہ، از دیدۂ اشکبار گوہر اشک بسیار نثار آں دو مرقد مغفرت انوار فرمودند، و دوازدہ ہزار روپیہ بخدم و مجاوران آں مزار فیض آثار عطا کردہ نماز ظہر در مسجد روضۂ مکرمہ ادا نمودند[2]"

اس کے بعد اورنگزیب اپنی غم نصیب بہن اور دوسری خواتین کے پاس تعزیت کے لیے گیا، اور ان کو سمجھا بجھا کر "مجموع را از لباس کدورت برآوردند"

لیکن اورنگزیب کو سب سے زیادہ اپنی بڑی بہن کا خیال تھا، وہ چاہتا تھا، کہ شاہجہان کی وفات کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل میں یہ اندیشہ و افسوس نہ گذرے، کہ اب اُس کا رہا سہا اختیار بھی جاتا رہا، اس لیے اورنگزیب نے اسی دن تمام "امرائے نامدار و بندہائے آستان سلطنت مدار" کو حکم دیا کہ :-

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۶، [2] ایضاً ۹۳۸،

"پدر جرم گاہِ دولت رفتہ، بخدمت آں ملکۂ قدسی نقاب کورنش برسانند و نذرہا بگذرانند"

اس کے بعد اورنگزیب جتنے دنون بھی آگرہ رہا، اُس کا صرف یہ کام تھا، کہ ایک طرف تو بہن کی دلجوئی اور دوسری طرف بادشاہ کے ایصالِ ثواب کے فرائض انجام دے، اس بیان کو بھی ایک عینی شاہد کی زبانی سن لو:۔

"حضرت شہنشاہی ہر چند روز بروز بروضۂ منورہ پرتوِ قدوم گسترده بدعا و فاتحہ اجر و سعادت می اندوختند، و مکرر دراں روضۂ فیض آلود مجلس مولود منعقد ساختہ بانفاقِ محتاجین و فقرا و انعامِ صلحا و فضلا ہدیۂ سرور بروح پر ور حضرت فردوس آشیانی علیین مکانی فرستادند"[1]

یہ تھا اورنگزیب کا برتاؤ، شاہجہان کے ساتھ، اور اب یہ ناظرین کا فرض ہے، کہ وہ خود فیصلہ کرین کہ اورنگزیب اس حیثیت سے لائقِ الزام ہے یا قابلِ ستایش،

مراد کی گرفتاری

مراد کی گرفتاری کا حال جاننے کے لیے ہم کو ایک مرتبہ پھر اُس وقت تک کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، جبکہ اورنگزیب سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ آکر قلعۂ اکبرآباد کے سلسلہ مین مصروف عمل تھا، ان دنون مراد زخمون سے چور، مجبور بیمار پڑا تھا، اس لیے تمام کام تنہا اورنگزیب کو کرنا پڑتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مراد کی بے سر فوج نے شہر کے اندر پہنچکر جو لوٹ مار مچا دی تھی، اس کو روکنے کے لیے اورنگزیب کو اپنے بیٹے کو بھیجنا پڑا تھا، علالت کے زمانہ مین مراد کے تمام افسر اور مصاحبین اس کا دل بہلانے کے لیے اُسی کے پاس جمع رہتے تھے، اور انھون نے حسبِ دستور اس کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کی، کہ دھرمات پور اور سموگڈہ کی فتوحات دراصل اس کی بے مثل شجاعت و جوانمردی کی رہینِ منت ہین، اور اورنگزیب اس کی علالت سے غلط فائدہ اٹھا کر اُس کے ثمراتِ فتح سے اس کو

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۲۹ نیز فتح قلعۂ اکبرآباد اور شاہجہان کی بقیہ زندگی کے بقیہ حالات کے لیے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۱۲۳-۱۱۰ و ۳۹-۹۳۲، عمل صالح ص ۳۱-۲۵، ۴۷-۴۳-۳۳-۴۳- ظفر نامۂ عالمگیری ص ۲۸-۲۴ و ۴۷،

محروم کر دینا چاہتا ہے، مراد سادہ دل تو تھا ہی، اس نے فوراً اُس کو مان لیا، اس کے علاوہ ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہین، کہ اُس نے کس غرض سے اورنگزیب کا ساتھ دیا، اور کس چیز کا حاصل کرنا اس کی منزل مقصود تھی، اس لیے اُس نے فوراً نہایت تیزی سے فوج کی بھرتی شروع کر دی، عام لوگ اس کے پاس جمع ہونے لگے، اور ان کو دیکھکر اورنگزیب کے نئے افسر اور ملازم جو اپنے نئے مالک کی باقاعدگی کو قید سمجھتے تھے، مراد کی ملازمت مین داخل ہونے لگے، اور اس نے بھی اورنگزیب کا خیال کیے بغیر ان کو موجودہ مراتب سے بڑھکر درجون پر بحال کرنا شروع کر دیا، اورنگزیب نے بھی یہ سوچکر کہ جو کمزور منافق ہین، نکل جائین، خاموشی اختیار کی، دوسرے وہ اپنے بیمار بھائی سے جواب طلب کرکے اس کو پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، چنانچہ جب وہ دارا کو جو دہلی مین بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری مین مصروف تھا، اس کے ارادہ سے باز رکھنے کے لیے جانے لگا، تو اس نے مراد سے کہدیا، کہ وہ بھی بیمار ہے، اس لیے یہین آرام کرے، اور جب وہ اچھا ہو جاے، اُس وقت آکر اُس سے مل جائے، لیکن مراد کے مصاحبون اور مشیرون نے اس کو یہ سمجھایا، کہ اورنگزیب اس بہانہ سے دہلی جا رہا ہے، تا کہ وہان پہنچکر باقاعدہ اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دے، مراد کے دل مین یہ بات بیٹھ گئی، اور وہ اورنگزیب کی روانگی کے دوسرے ہی دن دہلی کی طرف چل کھڑا ہوا،[1] تا کہ جونہی اُسے موقع ملے، وہ اورنگزیب پر عقب سے حملہ کر دے، اورنگزیب نے اس کے اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم ہے، اس کے پاس تقریباً دو ہزار گھوڑے اور ۲۰ لاکھ روپیے بھیجدیے، لیکن مراد کے رویہ مین سرمو فرق نہین آیا، بلکہ اس نے اورنگزیب سے گستاخی شروع کی، اس کی ہدایات کی پروا نہ کرتا، اور اپنے کو بادشاہ ہند سمجھ کر اپنے افسرون کو شاہی خطابات دینے لگا، اس کے آدمیون نے یہ دیکھکر کہ اس کے مالک اور اورنگزیب کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہین،

[1] بعض تاریخون کا بیان ہے، کہ اورنگزیب نے اس سے چلنے کے لیے کہا تھا، اور اس نے انکار کیا تھا، مگر اس کے روانہ ہونے کے بعد اس کے تعاقب مین چل کھڑا ہوا،

لوٹ مار شروع کر دی،

اس کے علاوہ اگر معصوم کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جاے، تو اس بات مین کوئی شبہہ نہین رہتا کہ مراد نے شاہجہان کی شہ اور اپنے مصاحبون کی خوشامد سے متاثر ہو کر یہ رویہ اختیار کیا تھا معصوم کا بیان ہے کہ جب شاہجہان کو اس بات مین کہ وہ اورنگزیب کو قلعہ کے اندر بلا کر کسی قسم کا گزند پہنچاے، ناکامیابی ہوئی تو اُس نے مراد کو اپنا آلۂ کار بنایا اور اس غرض سے یہ خط مراد کو لکھا:۔

"بادشاہی کل ہندوستان بطیبِ نفس و طوعِ ضمیر بآں فرزند سعادت پیوند حوالہ نمودہ ایم، باید کہ دریں باب کمال آگاہی و بردباری بتقدیم رسانیدہ مطلقاً ایں رازِ سربستہ را بہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد، بعد از روے چند برادر و برادر زادہ را بہانۂ ضیافت بخانۂ خود طلب داشتہ کار ہر دو بپایاں رساند، و خطبہ ملک باسم و لقبِ خویش مزین گرداند، کہ من برضاے خاطر عہدۂ ایں امرِ خطیر را بآں فرزند عقیدتمند سپردہ ام، ایں کار عالی را از روے کمال آگاہی سرانجام بخشند" (۲/۱۹۵)

مراد اس خط کو پاکر اس ارادہ مین تھا کہ کسی دن اورنگزیب کو اپنے یہان آنے کی دعوت دے اور یہان بلا کر اس کا کام تمام کر دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس ارادہ کو عملی صورت پہنچا سکے کتاب دار کے ذریعہ یہ رقعہ اورنگزیب کے پاس پہنچا اور اس نے حفاظتِ خود اختیاری مین مراد کو گرفتار کرلیا۔ یہ خط صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار نہین کیا جا سکتا، کہ مراد نے آگرہ پہونچنے کے پہلے ہی سے نہایت رازدارانہ طریقہ سے بادشاہ اور اس کے وزیر اعظم سے خط و کتابت شروع کر دی تھی، اور چاہتا تھا کہ اس کا قصور معاف ہو جاے، چنانچہ اُسی وقت سے جبکہ اورنگزیب نے جسونت سنگھ کو شکست دی جہان آرا کے خط کا جواب دیا تھا، مراد نے اس قسم کی خفیہ مراسلت شروع کر دی تھی اور اگرچہ اس نے بھی ایک خط جہان آرا کے خط کے جواب مین اورنگزیب کے دکھانے کے لیے لکھا تھا وہ خط اورنگزیب کے

خط کا خلاصہ تھا، (دیکھو خط نمبر ۲۴۴/۴) لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط بھی چپ چاپ شاہجہان کو عفوِ تقصیرات کے لیے لکھا کہ

"چوں دریں ولا از مطاوی اِمتنانِ ذاتِ قدسی الالقاب، فلک احتجاب علیہ عالیہ کہ بہ بادشاہزادہ . . .

. . . . صادر شدہ بود، ہویدا گردید کہ ہنوز ابوابِ عفو و بخشایش بر روے بندہ ہاے سراسر تقصیر مسدود نشدہ بنا براں جبیں بر زمینِ اعتذار سودہ با عالم عالم ندامت و پشیمانی از گناہانِ کبیرہ و معاصیٔ عظیمۂ خویش استغفار مینماید، امیدوار است کہ . . . . . . اعلیحضرت . . .

. . . . . رقمِ عفو بر صفحاتِ اعمالِ نکوہیدہ و حرکاتِ ناپسندیدۂ ایں مرید و بندۂ شرمسار گنہگار کشیدہ، از سرِ تقصیرِ ایں مریدِ مجرمِ معترف بگناہ درگذرند، کہ ایں سراپا جرم و جنابت و سراسر خجلت و ندامت راجز عنایت و مرحمتِ پیر و مرشدِ حقیقی . . . . . . پناہے و دستگیرے نیست و درباب ایں عاصیِ تائب نادم ہرچہ حکمِ اقدس و ارفع شرفِ نفاذ یابد کار بندگردیدہ از عہدۂ شرمساری برآید" (نمبر ۲۲۵/۵)

معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے عفوِ تقصیرات کی یہ شرط لگائی تھی کہ مراد، اورنگزیب سے الگ ہو جائے تاکہ اورنگزیب کا پوزیشن کمزور ہو جائے، دوسری طرف اس نے شجاع کو دعوت دی اور تیسری طرف دارا کو دہلی میں تیاری کے لیے لکھا۔ اس طرح اورنگزیب تین دشمنوں کے زد میں آ رہا تھا۔ ان میں سے سب سے قریبی دشمن اس کا چھوٹا بھائی مراد تھا، کہ اس سے ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا، نہ معلوم

۱؎ یہاں پر یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ اسی زمانہ میں متھرا میں، جو کہ ہندو مسائل کا ایک بڑا مرکز تھا، شورش و بدامنی پیدا ہوگئی اور اورنگزیب کو قیامِ امن کے لیے ایک دوسرا فوجدار مقرر کرنا پڑا۔ اس شورش کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اورنگزیب کی راہ میں مزید رکاوٹ پیدا کی جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اورنگزیب کے عہدِ حکومت میں یہ شہر ہندو سازشوں، شورشوں اور بغاوتوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔

ورنگزیب کی فوج پر حملہ کر دیگا، اس لیے اورنگزیب کو مجبوراً اس کو گرفتار کر کے فوری
، کو محفوظ کرنا پڑا،

ی گرفتاری کے متعلق مغربی مورخین نے جو الزامات تراشے ہین، اور جس رنگ آمیزی سے
ہے، وہ ان کی ایجاد ہے، نہ اورنگزیب نے مراد کو شراب پلائی، اور نہ اس کے پاس کسی مغنیہ
ے اپنے یہان بلاکر گرفتار کرا دیا، اور بس، اور اسی وقت اُس سے کہدیا تھا، کہ اس کی گرفتا[ری]
ں عرصہ مین اُس نے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا، کہ اب وہ اورنگزیب کے خلاف
رروائی نہ کریگا، تو وہ اس کو آزاد اور معاہدہ کے مطابق صوبون کا مالک بنادے گا، چنانچہ
ورنگزیب نے مراد کو نہ صرف اس کے اہل وعیال کو بلکہ اس کی محبوبہ سرستی بائی تک کو اس کے
رہنے کی اجازت دیدی، اسکے لیے معقول وظیفہ مقرر کر دیا، اور اس کو ہر قسم کی محدود آزادی
برابر اپنے بھاگنے کی کوشش مین لگا رہا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اُس نے سب سے پہلے اپنے
ن کو ملا لیا، اور ان مین مشہور مورخ خافی خان کا باپ بھی تھا، اس کے بعد اُس نے
درویش صورت گوالیار مین تھے، رام کیا اور پھر مغل کارروانون کی، جو گوالیار سے گذرتے
روع کین، اس کا اثر یہ ہوا، کہ ان سب نے ملکر یہ طے کر لیا، کہ مراد کو یہان سے نکال لیجایا
گئی، اور مراد آخری مرتبہ اپنی محبوبہ سرستی بائی سے ملنے گیا، وہ پیغام وداع سنکر چلائی،
رون کو شبہہ ہوا، تلاش کے بعد کمند کا پتہ چلا، اور مراد اپنے اس ارادہ مین ناکامیاب رہا،
چاہتا تو اسی وقت مراد کو اس کی سزا دے سکتا تھا، لیکن اس نے اس کے متعلق باز پرس
راد تقریباً ۴ سال تک گوالیار کے قلعہ مین رہا،

ب مراد کا جان نثار معتمد نوکر تھا، خافی خان کی اورنگزیب سے عداوت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے،
متعلق اُس کا بیان یقیناً قابلِ وثوق ہوگا، دیکھو جلد ۲ ص ۶-۱۵۵،

مگر اب اورنگزیب کی حکومت کو شروع ہوئے کئی سال ہو چکے تھے، اورنگزیب نے مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ مذہبی احکام کے مطابق حتی الامکان دینے کا حکم دیدیا تھا، قصاص وغیرہ کے مسائل میں مذہبی احکام ہی نافذ ہونے لگے تھے، اس کو دیکھ کر علی نقی کے چھوٹے لڑکے کو خیال گذرا کہ اب جبکہ اسلامی قانون کے مطابق انصاف ہو رہا ہے تو کیوں نہ وہ مراد سے اپنے باپ کا انتقام نہ لے، چنانچہ اس نے اپنے بڑے بھائی کو بھی اس میں شریک کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کیا، اس لیے اس نے تنہا بادشاہ کے سامنے اس کے متعلق درخواست دی، بادشاہ نے اُسے منع کیا، لیکن اس نے نہیں مانا، مجبوراً اوسے گوالیار کے قاضی کے پاس بھیجا، قاضی نے بھی خون بہا لینے پر بہت زور دیا لیکن اسں چھوٹے اور کھوٹے لڑکے نے اُسے بھی مسترد کر دیا، اب حکم صاف تھا، در قاضی کے حکم سے علی نقی کے خون کا بدلہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۷۲ھ (۴ دسمبر ۱۶۶۱ء) کو اس شہزادہ کو اپنے خون سے دینا پڑا،

اورنگزیب نے اس مقدمہ کو جس نظر سے دیکھا، اس کا ثبوت خود خافی خان کا بیان بہتر طریقہ سے مہیا کرتا ہے، اس کا بیان ہے کہ جس لڑکے نے استغاثہ داخل کیا تھا، وہ "مغضوب نظر بادشاہی" اور بادشاہ نامہ محمد صادق کے بیان کے مطابق بادشاہ نے اس سے عرصہ تک گفتگو تک نہیں کی، طرف جس لڑکے نے

> از دعویٰ خونِ پدر را با نموده بود، بادشاہ قدردان از فرمودن خدمات حضور در نجیر عنایت حالِ او شدند۔[1]

دارا کا وقتی تعاقب | مراد کو گرفتار کرنے کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا کہ دارا ... کی ... بڑھ

[1] مراد کی گرفتاری عالمگیر نامہ ص ۲۴۴-۱۳۲، عملِ صالح ۳-۲۲، ظفر نامہ عالمگیری ص ۳۱-۲۹، تاریخ شجاعی ۷۹ ب ۸۴، سرکار جلد ۲ باب ۳، مراد کا قتل، عمل صالح ص ۳۲ وغیرہ۔

کے بعد ہی دہلی چھوڑ کر لاہور چلا گیا ہے، کہ یہاں اُسے اس جنگ جو علاقہ مین بڑی فوج جمع کرنے کی توقع تھی، اس لیے اورنگزیب نہایت اطمینان سے دلی تک آیا، اور یہان کچھ دنون قیام کر کے دارا کے تعاقب مین روانہ ہوا، لیکن دارا کی ہمت اتنی ٹوٹ چکی تھی، اور اورنگزیب کے سپاہیون کا اتنا رعب اس کے افسرون کے دل مین بیٹھ چکا تھا، کہ اسکی آمد سے پہلے ہی، مقدمۃ الجیش کی آمد کیساتھ ہی دارا کی کچھ فوج تو بھاگ کھڑی ہوئی، اور کچھ اورنگزیب کی فوج سے آکر مل جاتی، اورنگزیب نے اپنے افسرون کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تھوڑی سی فوج لے کر برابر دارا کے تعاقب مین لگے رہین، اور وہ خود پوری فوج کے ساتھ اس جماعت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، دارا لاہور سے ملتان اور وہان سے بھکر آیا، لیکن اس کی فوج اور جماعت برابر کم ہوتی جاتی تھی، تاآنکہ اس کے بڑے معتمد جنرل داؤد خان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اب وہ اپنے کو ہر طرف سے محصور و بے یار و مددگار پا رہا تھا، اور اسے صاف نظر آرہا تھا، کہ اگر وہ پنجاب و سندھ کے چکر مین پڑا رہا، تو بہت جلد اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار ہو جائے گا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ کو بھی جو سموگڈھ کی فتح کی خبر پاکر سلیمان شکوہ سے الگ ہو کر اورنگزیب کے پاس آگیا تھا، دارا کے تعاقب پر مقرر کر دیا تھا، اور دارا کی صحرا نوردیون کی مشکلات اور اس کے عبرت انگیز حالات کے لیے مرزا راجہ کے خطوط جو اُس نے اورنگزیب کو لکھے ہین، ہمارے لیے بہت مفید ہین، دارا بھکر سے سیدھا کچھ کی طرف روانہ ہوا، اس اثنا مین اورنگزیب بھی ملتان تک پہنچ چکا تھا، یہان پہنچکر اس کو معلوم ہوا، کہ اس کا منجھلا بھائی محمد شجاع بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کے لیے آگرہ کی طرف بڑھ رہا ہے، اورنگزیب دیکھ رہا تھا، کہ اب دارا کی حالت ایسی نہین ہے، کہ اُس سے فوری طور سے کوئی خطرہ لاحق ہو، اس لیے اُس کے تعاقب کو اپنے افسرون کے ذمہ چھوڑ، فورًا اپنی فوج کے ساتھ آگرہ کی طرف لوٹا، کہ شہزادہ شجاع کو سمجھا بجھا کر معاہدہ کی دفعات کی پابندی پر مجبور کرے،

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہزادہ شجاع کی یہ کارروائی درست تھی، کیا اُسکی یہ پیشقدمی انصاف پر مبنی تھی، اور کیا اورنگزیب کی مخلصانہ کارروائیون اور مراحم خسروانہ کا یہی صلہ ہوسکتا تھا، اس لیے ہم کو ان دونون بھائیون کے تعلقات کو سمجھنے کے لیے ایک مرتبہ پھر سموگڈہ کی فتح تک واپس ہونا چاہیے،

دارا پر فتح اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے خلاف کوئی مہم روانہ نہین کی، اس کے صوبون کو ضبط نہین کیا، بلکہ اپنے وعدہ پر قائم رہ کر شجاع کو اپنی طرف سے کامل اطمینان دلانے کے لیے اُسے صوبہ بہار بھی دے دیا کہ شجاع عرصۂ دراز سے شاہجہان سے اس کی درخواست کر رہا تھا، اور اُس کی درخواست پر شاہجہان نے اس کی امید بھی دلائی تھی، چنانچہ وہ ایک خط مین جو شاہجہان کے نام ہے لکھتا ہے کہ

"نگارش یافتہ بود، کہ چوں بسبب ناسازی ہوائے راج محل فدوی التماس نمودہ بود کہ یک پرگنہ کہ متصل گدھی باشد در صوبہ پٹنہ عنایت شود، کہ در موسم برسات آنجا بودہ باشد اگر آں فدوی میخواستہ باشد، عوض صوبۂ بنگالہ و اُڈیسہ، صوبہ پٹنہ و رہتاس وغیرہ باو عنایت فرمائیم، تا بیک پرگنہ چہ رسد"

صاحب و قبلۂ حقیقی سلامت! چوں خانہ زاداں دریں ملک بوجود آمدہ اند وازناسازی آب و ہوائے اینجا در ایام صغر و ہنگام رضاع ہر روز بکوفت وا لے گرفتار می شدند بنابراں معروض داشتہ بود کہ اگر پٹنہ بایں مرید ازلی اعتقاد مرحمت میشد، خانہ زاداں در ایام برسات کہ موسم ہجوم بیماری ہائے غیر متناہی است، در آنجا اقامت نمایند" (۲۲۹)

لیکن چونکہ پٹنہ کے ملحق صوبے دارا کے تھے، اور وہ اپنے کسی بھائی سے ہم سرحد ہونا پسند نہ کرتا تھا، اسی لیے شاید یہ تجویز منظور نہین ہوئی، اسی کے ساتھ شاہجہان نے جو مہم قندھار کے بعد

سے اورنگزیب سے ایک دن کے لیے بھی خوش نہ تھا، اورنگزیب کی شکایت لکھتے ہوئے شجاع
کو دکن دینے کی تجویز بھی پیش کی، اسی خط میں شجاع لکھتا ہے کہ

"دیگر امرِ جلیل القدر شدہ کہ" اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن را موافق مرضیِ خاطرِ مقدس
نکردہ باں غلامِ بندگی سرشت امر سکنیم کہ اگر ہر چہار صوبہ دکن را میخواستہ باشد، و تواند آبادان
ساخت باو مرحمت فرمائیم" (ایضاً)

لیکن شجاع کو پٹنہ پر ہی اصرار رہا، اور وہ اس کو نہ ملا،

اورنگزیب کی صاف دلی | اب اورنگزیب نے شجاع کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لیے
صوبہ اُسے دیدیا، اور مزید اطمینان کے لیے شاہجہان سے بھی ایک خط لکھوایا، ہم دونوں خط
یہاں درج کرتے ہیں، تاکہ اس سے اورنگزیب کے وسعتِ اخلاق اور صفائی باطن کا حال
واضح ہو جائے، پہلا خط اورنگزیب کی طرف سے ہے، اور دوسرا شاہجہان کی طرف سے:-

(۱) "چوں ہموارہ خواہشِ ایں صوبہ (صوبہ پٹنہ) داشتید، بالفعل آں را با ولایتِ بنگالہ
متصرف شدہ، بجمعیتِ خاطر و فراغ بال روزے چند بنظم و پرداختِ آں صوبہ و جبرِ
اختلالِ احوالِ خود پردازید، تا آنکہ جنودِ قاہرہ از تعاقبِ دارا بے شکوہ و کفایتِ مہم
او فارغ شدہ بمستقرِ اورنگِ حشمت مراجعت کنند، درآں وقت مطالب و مدعیاتِ
دیگر کہ داشتہ باشید، درحصولِ آں نیز خواہیم کوشید، و چنانچہ آئینِ اخوت و مقتضاے
فتوت است، ہیچ چیز از مراتبِ ملک و مال مضائقہ نخواہیم نمود" (ک/۱۶۵)

(۲) "چوں آں فرزند ہمیشہ از کثرتِ خرچ و قلتِ دخل عرضداشت مینمود، و قبول ایں
امر بمقتضاے کل امر مرہون باوقاتہا در حیزِ تعویق می بود، الحال از روے کمال مرحمت
صوبہ بہار را بر صوبۂ عمدہ بنگالہ و اودیسہ افزودہ حسب الالتماس فرزند عالی قدر از باطل

"تمی وازحق پرسلطان اورنگزیب بہادر باقطاع آں فرزند اقبال مند بحیثیا مقرر و مسلم داشتیم

کہ از ابتدائے فصل ربیع یونت ئیل وکلائے خود را فرستادہ بجاگیر خود مسلم دانند و وکلائے

آں فرزند در تکثیر زراعت و عمارات ملک باید، کہ نہایت سعی میکردہ باشند و خود باید کہ مطلقاً

از راج محل ارادہ طرفے نمایند، واگر داعیہ دریافت ملازمت اعلیحضرت ہجوم آوردہ باشد،

خود بعد از روزے چند طلب خواہیم نمود"

اورنگزیب ان خطوط کو روانہ اور اپنے چہل سالہ بھائی کے ایفائے عہد پر بھروسہ کر کے

دارا کے تعاقب مین دہلی اور پھر پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا،

شجاع کی بدعہدی | شجاع کے لیے دارا کی شکست ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، پھر اورنگزیب کی آگرہ

سے دوری نے اس کے حوصلے اور بڑھائے، مراد بھی جو لڑائی کی جان تھا، قید ہو چکا تھا، اور آگرہ

کا قلعہ ناتجربہ کار محمد سلطان کے ہاتھ مین تھا، ان حالات نے اس کے مردہ جذبات کو ایک مرتبہ

پھر بیدار کر دیا اور وہ اورنگزیب سے بھی دوچار ہونے کے لیے تیار ہو کر روانہ ہو گیا، اس کے ساتھ

ہی شاہجہان بھی اپنی اسیری مین خاموش بیٹھا نہ رہا، بلکہ اس نے بھی شجاع کو خطوط لکھے، کہ وہ اورنگزیب

کے مقابلہ کے لیے بڑھے، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین، اور جنکو بعض تاریخون

نے نقل بھی کیا ہے، اس کا کافی ثبوت ہین، ایک خط مین وہ لکھتا ہے کہ

"مقدمۂ شورش بادشاہزادہ محمد شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں را وسیلۂ

تشریف نیاوردن اعلیحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" (۱۴۴ ل)

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ شجاع نے یہ بات مشہور کی تھی، کہ دارا کی طرح اورنگزیب

بھی شاہجہان کو آگرہ سے جہان کی آب و ہوا اُس کے موافق نہین ہے، دہلی نہین جانے دیتا

اس لیے مین شاہجہان کو آزاد کرا کے دہلی لیجانے کے لیے جا رہا ہون، اورنگزیب دوسرے

خط مین لکھتا ہے: کہ

"از انجا کہ بادشاہزادہ شاہ شجاع قدرِ عافیت ندانستہ بقصدِ ستیز و جدال از پتنہ بالہ آباد رسیدہ، گردِ شورش بر انگیختہ، ایں مرید نیز کہ بصد تعب و مشقت خاطر نقد از جانب بادشاہزادہ کلان واپرداختہ ہنوز نفس راست نہ کردہ بود، توکل بر تائیداتِ نصرت بخشِ حقیقی نمودہ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ متوجہ آں عدو دگردیدہ" (۳/۱۲۶)

اورنگزیب جب واپسی مین آگرہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ سب آگ شاہجہان کی لگائی ہوئی ہے، چنانچہ وہ ایک خط مین لکھتا ہے کہ

بر خاطرِ دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ایں مرید در ابتداے حال و آغازِ وقوع مراتبے کہ بتقدیرِ ایزد متعال رو دادہ باعتقاد آں کہ چوں اعلیحضرت عقیل کل اند، و اکثر گرامی اوقاتِ عمرِ ابد پیوند در تجارب پست و بلندِ روزگار گذشتہ شاید ظہورِ ایں معنی را قضا و قدر دانستہ در شکستِ کارِ ایں مرید و ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رونقِ دیگراں کہ ارادۃ اللہ بداں تعلق نگرفتہ کوشش نفرمایند، سلوکِ رنجیدہ مستحسن قرار دادہ بود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و ہر چند شنید کہ موجبِ ارتفاعِ غبارِ فساد و برہم خوردگی مہماتِ عباد بتحریکِ آنحضرت است، و برادراں بفرمودۂ اقدس بدست و پا می زنند، و جانے می کنند، اصلا گوشِ بسخنانِ مردم نینداختہ، اندیشۂ انحراف از شاہ راہِ عقیدت نمی نمود،

لیکن از آنجا کہ اخبارِ بے توجہی اعلیحضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود خان و مانِ او برسرِ آں خراب شدہ، ہویداست، و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و با آنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاش آں دارند کہ دیگرے استقلال یافتہ سعئ ایں فدوی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و

انتظام مہمات مملکت است، ضائع شود، و ہیچ طریق نیز فکر، زیادہ دین کار مصر ند (بقیہ)

یہ تو باپ کا حال تھا، دارا بھی اس سازش میں پیچھے نہ تھا، اس نے الہ آباد، بنارس اور رہتاس کے قلعہ داروں کو جو اُس کے ملازم تھے خفیہ احکام جاری کر دیئے، کہ وہ قلعوں کو شجاع کے حوالہ کر دیں، اور اس طرح اوسے اورنگزیب کے مقابلہ میں جس قدر بھی ممکن ہو، قوی بنا دیا جائے، اور قلعہ داروں نے دارا کے حکم کی لفظ بلفظ تعمیل کرتے ہوئے، جہاں کہیں شجاع پہنچا، اُس کے سامنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے،

کھجوا کی جنگ اورنگزیب کو جب شجاع کے بڑھنے کی خبر پہنچی، تو پہلے اُس نے محمد سلطان کو حکم دیا، کہ آگرہ کی موجودہ فوج کو لے کر بڑھے، پھر خود بھی روانہ ہوا، اسی اثنا میں جسونت سنگھ جو دھرمات پور میں شکست کھا کر بھاگ گیا تھا، راجہ جے سنگھ کی وساطت سے معافی پا کر شریکِ فوج ہو گیا تھا، ساتھ تھا، یہ تمام فوجیں ۲ر جنوری کو مل گئیں، اورنگزیب نے محمد سلطان کو لکھ دیا تھا، کہ وہ لڑائی میں پیشقدمی نہ کرے، بلکہ اس کے آنے کا انتظار کرے، کیونکہ اس کا خیال تھا، کہ جب شجاع کو معلوم ہوگا کہ اس کا راستہ بند ہو چکا ہے، اور اورنگزیب خود آ رہا ہے، تو وہ واپس ہو جائے گا، لیکن اس نے اپنی فوج کے بنارس تک بلا مزاحمت بڑھ آنے کو، اپنی فتح سمجھ کر، وہیں سے بے جے پیشقدمی شروع کر دی، عالمگیریات کے ماہر سر جدو ناتھ سرکار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:-

"اب صورتِ حال بالکل بدل چکی تھی، اورنگزیب کا خیال تھا، کہ ایک عقلمند آدمی کی طرح شجاع اپنی اس سعیِ غیر مشکور سے باز آ کر فوراً واپس ہو جائے گا، چنانچہ اسی خیال سے اس نے اپنی رفتار سست کر دی، بارہ دن دہلی میں ٹھہر گیا، پھر سورون کی شکارگاہ میں جا کر خبروں کا انتظار کرنے لگا، کہ اگر شجاع لوٹ گیا، تو شکار دہ کو واپس بدلیا جائے، کہ بادشاہ شکارگاہ سے واپس آ جائیگا، لیکن شجاع کو ادہ بڑھتا گیا، تاکہ کھجوہ پہنچ گیا"

دوسری ہی جنوری کی شام کو میر جملہ بھی، اپنی فوج کے ساتھ دکن سے آکر، اورنگزیب سے مل گیا

اب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان شروع ہوئین، جسونت سنگھ کو بھی مین کی کمان دیگئی لیکن
اُس نے لڑائی سے ایک رات پہلے شجاع سے سازش کرلی، اور کہا کہ رات کو مین عقب سے اورنگزیب
کی فوج پر حملہ آور ہون گا، اور تم سامنے سے حملہ کردینا، اور ہم دونون ملکر اورنگزیب کو پیس ڈالین گے
اورنگزیب نے ایک راجپوت راجہ کے ساتھ جو احسان کیا تھا، اُسکا یہ بدلا تھا۔ راجپوتون کے عاشق اور
راجستان کے مصنف کپتان ٹاڈ صاحب نے اس غیر راجپوتی حرکت کی یہ توجیہ کی ہے:۔

"راٹھور (سردار) نے اپنے انتقام کے لیے بہترین موقعہ سمجھکر ایک طرف تو اورنگزیب کے احکام
کی اشاعت کی، اور دوسری طرف شجاع کو اپنے اصلی ارادہ کی اطلاع دیدی۔ . . . .
. . . . اپنے پہلے ہی حملہ مین اُس نے راٹھور سوارون کے ساتھ محمد سلطان کی فوج پر عقب
سے حملہ کرکے اس کو کاٹ کر رکھدیا، شاہی خیمہ کو لوٹ کر بہترین اسباب اونٹون پر لاد کر
آگرہ روانہ ہوگیا، اور دونون بھائیون کو چھوڑتا گیا، کہ آپس مین کٹ مرین . . . . .
. . . . . اُس کے یہ تمام کام دارا کی خیرخواہی مین تھے"

اورنگزیب نے اس غداری کے وقت جس کمالِ سکون کا ثبوت دیا ہے، اسے ایک معتبر
شخص کے الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

"در شبے کہ فردائے آں با شجاع جنگ مقرر بود، قریب دو نیم پہر شب گذشتہ بود، کہ بعرض رسید
کہ راجہ جسونت سنگھ با فوجِ خود کہ چہاردہ ہزار سوار و پیادہ بود و محافظتِ فوجِ ہراول تعلق باو داشت
قرارداد کہ بشجاع ملحق شود، در اثنائے راہ بر مردم و دواب اردوئے معلی دست اندازی سخت
نمودہ، چنانچہ سر رشتۂ لشکر برہم خوردہ و آشوبِ تمام در مردم بہم رسیدہ، اکثر با فوجِ آں ہراول
رفاقت نمودہ، راہِ ادبار پیش گرفتند"

حضرت در اداے نماز تہجد بودند بعد از شنیدن اشارہ بدست کردند کہ اگر رفت رفتہ باشد

وجوابے دیگر نفرمودند، بعد از فراغ از اوراد، میر جملہ را طلب نمودہ فرمودند، کہ ایں صورت

ہم از فضلِ الٰہی شد، کہ اگر ایں نفاق اندیش در عین جنگ ایں کار را میکرد، تدارک مشکل بود۔

بعدہٗ حکم نقارہ وسواری شد و خود بدولت سوار شدہ باقی شب را ہماں طور بسواری فیل

گذرانیدند بعد از طلوعِ صبح .... بفیلان فیل سواری خاص فرمودند کہ بہر صورت

فیلِ مار الفیل شجاع برساں دریں وقت مرشد قلیخان .... بعرض رسانید کہ ایں طور

جرأت خلافِ طور پادشاہان است۔

فرمودند "ما ہیچ کدام پادشاہ نشدہ ایم، مردم بعد ازیں طور جرأتہا پادشاہی شوند بعد از پادشاہی

ہم اگر در جرأت تفاوت شود آں سلطنت نمی ماند:

عروسِ ملک کسے در کنار گیرد تنگ

کہ بوسہ بر لبِ شمشیرِ آب دار دہد" (احکام عالمگیری)

لہ یہاں پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ اورنگ زیب نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو اس کی اس غداری پر کسی قسم کی باز پرس نہیں کی،
اور اُس کے متعلق اگر کسی کو کچھ لکھا تو صرف اتنا کہ یہ ایک غیر راجپوتی فعل تھا، چنانچہ مرزا راجہ جے سنگھ کو لکھتا ہے:-

"آنچہ جسونت سنگھ با خود کرد، ہیچ دشمن نکند ...... ما در عنایت و مرحمت نسبت باو با وجود تقصیرات و بے اخلاصیہا

کمی نکردیم، آنچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہی نکند، چہ جاے راجپوت از خانوادۂ کلاں"

اسی طرح اورنگ زیب کی شکست اجمیر کی غلط خبر پر جن لوگوں نے سرکاری فوج چھوڑ دی تھی، ان میں مرزا راجہ جے سنگھ کا
کنور رام سنگھ بھی تھا، اور اورنگ زیب نے اس سے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی، اور مرزا راجہ کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اسے
معاف کر دیا، اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ظاہر شد کہ سیزدہم رجب در میانِ کوہستان جمیع راجپوت سواے راجہ سجان سنگھ بندیلہ بے رخصت آں
فرزند ترک ہمراہی لشکر ظفر اثر نمودہ روانۂ آں طرف شدند، می دانیم کہ کنور رام سنگھ باغواے دیگراں عاقبت نا اندیشی
و اطلاع با اخلاص درست آں عمدۂ راجہاے زمان چنیں ارادۂ نامناسب کرد ...... بہر حال کنور خود خانہ زاد است
و خاطر آں دولتخواہ بلا اشتباہ کہ پیش ما بسیار عزیز است، درمیان است، ہمہ نصیحتے وادش کہ باید خوب بمردی"

(رقعات عالمگیری)

۵ جنوری کو یہ نتیجہ خیز جنگ ہوئی، اور شجاع شکست کھا کر پٹنہ کی طرف بھاگا، اس جنگ کے
بعد بھی اورنگزیب، شجاع کو زیادہ پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، اور اسی لیے وہ اس کے تعاقب مین
نہین گیا، بلکہ میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان کو بھیجدیا، اگر اس موقع پر شجاع صلح کی درخواست کرتا، تو
یقیناً وہ مسموع ہوتی، لیکن اس نے اس کے بجاے پہلے پٹنہ مین فوجی امداد کے خیال سے اپنے
لڑکے کی شادی کی، اور پھر مونگیر پہنچکر لڑائی کی دوبارہ تیاری شروع کر دی، لیکن وہ وہان بھی زیادہ
دنون تک نہ رہ سکا، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھاگتا ہوا اپنے دار السلطنت کی طرف
روانہ ہو گیا، اسی اثنا مین جنگ اجمیر کے متعلق اور اورنگزیب کے سپاہیون مین اس نے یہ افواہ مشہور
کرادی کہ اورنگزیب، دارا سے شکست کھا کر دکن کی طرف بھاگ گیا ہے، اور میر جملہ بر ہوم ہو کر،
براہ اوڑیسہ دکن جا رہا ہے، اس خبر کا اثر عام فوج پر کچھ نہ پڑا، لیکن ایک سردار کی فوج کے سوا تمام
راجپوت فوج اورنگزیب کی عام فوج سے الگ ہو گئی، اور میر جملہ یا محمد سلطان سے اجازت لیے
بغیر آگرہ کی طرف چل کھڑی ہوئی، چند مہینون کے اندر راجپوتون کے متعلق اورنگزیب کا یہ دوسرا تجربہ
تھا، میر جملہ نے اپنی خداداد قابلیت وصلاحیت سے کام لیکر اس نازک موقع کو سنبھال لیا، لیکن اسے
اس سے زیادہ اور اہم صدمہ پہنچنے والا تھا،

ایک دن صبح کو معلوم ہوا، کہ شہزادہ محمد سلطان فوج سے غائب ہے، اور رات کو تنہا بھاگ کر
شجاع سے مل گیا ہے، یہ شجاع کی ترکش کا آخری تیر تھا، محمد سلطان کو اس کے خوشامدیون نے یہ باور
کرا دیا تھا، کہ کھجوا کی فتح دراصل اسی کی ہمت مردانہ کی رہین منت ہے، اور اورنگزیب سے زیادہ وہ
حکومت کی صلاحیت رکھتا ہے، دوسرے جب سے اورنگزیب نے شجاع سے معاہدہ کیا تھا، وہ
شجاع کی لڑکی سے شادی کرنے کو بے چین تھا، چنانچہ فتح آگرہ کے بعد ہی، اس نے اپنی شادی کے متعلق
اورنگزیب سے خط وکتابت شروع کر دی تھی، اب جو شجاع کی طرف سے پیام آیا، تو سمند شوق کو ایک

اور تازیانہ ہوا،

محمد سلطان کا اس طرح بھاگ جانا، میر جملہ کے لیے مختلف مشکلات کی ابتدا تھی، لیکن وہ ہمت نہ ہارا، اور اس نے اس طرح بے اعتنائی برتی، کہ گویا صرف ایک معمولی آدمی کم ہو گیا ہے، محمد سلطان کی فوج کو بھی مطمئن کر دیا، اور شجاع سے جنگ مین مشغول ہو گیا، فتح و شکست کے مختلف منظر دیکھکر، اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک ہارنے والی جماعت کے ساتھ ہے، شہزادہ کو سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، اورنگزیب کی پدرانہ شفقت پر بھروسہ کرکے وہ اپنی نئی دلہن کو خبر کئے بغیر میر جملہ کے یہان واپس چلا آیا، وہان سے فوراً اُسے اورنگزیب کے پاس بھیجدیا گیا، اورنگزیب نے اوسے کیون قید رکھا؟ اس کے متعدد اہم اسباب تھے، جنکو طوالت کے خیال سے ہم یہان نظر انداز کرتے ہین،

شجاع کو اپنے نوارہ (کشتیون کے بیڑے) پر بہت بھروسہ تھا، لیکن میر جملہ کی ہمت، جرأت اور کاروانی کے سامنے یہ قلعہ بھی غائب ہو گیا، اور بالآخر بنگال کو چھوڑ کر اپنے بال بچون اور چند ساتھیون کے ساتھ مگھ قوم کے ملک "ارچنگ" (ارکان) کو چلا گیا، یہان کے راجہ نے اُسے نہایت عزت و احترام سے رکھا، لیکن اس نے وہان کے مسلمان باشندون کے ساتھ سازش کرکے راجہ کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا، عین وقت پر اس کا پتہ چل گیا، راجہ نے شجاع کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی، اور جیسا کہ وہان کے پرتگالی تاجرون کا بیان ہے، وہ اسی وقت اپنے رکن خاندان کے ساتھ شہید کر دیا گیا، اس طرح بد نصیب شجاع نے اپنی خام کاریون کی بدولت غریب الوطنی مین، اس بیکسی مین جان دی،

اورنگزیب کو جب معلوم ہوا، تو اس نے اپنے افسرون کو لکھا کہ وہ شجاع کے خاندان کا اس ملک مین پتہ لگائین، لیکن اس وقت کیا آج تک کسی کو اس بدبخت خاندان کے متعلق کوئی بھی صحیح بات معلوم نہ ہو سکی،

ان حالات سے ناظرین خود اندازہ کرلین، کہ اورنگزیب پر شجاع کی تباہی و بربادی کا الزام کہان تک درست ہی۔

اجمیر کی لڑائی | اورنگزیب کو کھجوا کی لڑائی سے فرصت ہی ملی تھی، کہ اُسے اطلاع ملی، کہ دارا نے گجرات مین فوج جمع کر لی ہے، اور ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کے لیے اجمیر کی طرف بڑھ رہا ہے، اسی لیے اورنگزیب نے شجاع کے تعاقب کو اپنے بیٹے محمد سلطان اور اپنے افسر میر جملہ کے سپرد کرکے اجمیر کی راہ لی دارا سندھ سے روانہ ہوکر بے آب و گیاہ صحرا کو طے کرتا کچھ پہنچا تھا، یہان کے راجہ نے نہ صرف مشرقی میزبانی کا ساتھ دیا، بلکہ حصول شرف و عزت کے لیے اپنی لڑکی دارا کے لڑکے سپہر شکوہ سے بیاہ دی، فوجی امداد اس کے علاوہ تھی، اس کے ساتھ ہی، جب دارا، گجرات پہنچا، تو وہان کے نئے گورنر شاہ نواز خان نے جسے اورنگزیب نے نظر بندی سے آزاد کرکے ابھی ابھی اس منصب پر مقرر کیا تھا، اورنگزیب کی عداوت مین اسکی اطاعت قبول کرکے اس صوبہ کے تمام مالی و فوجی ذرائع دارا کے حوالہ کر دیئے، دارا کی ہمت برابر بڑھ رہی تھی، اور ابھی وہ فوج کی ترتیب مین مشغول ہی تھا کہ اُسے جسونت سنگھ کا پیغام ملا، کہ وہ اجمیر چلا آے، کہ یہان اُسے نہ صرف جسونت سنگھ بلکہ تمام راجپوتانہ کی فوجی امداد حاصل ہوگی، مہاراجہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی لڑائی کے موقع پر جس غیر راجپوتی اخلاق کا ثبوت دیا تھا، اس کو ہم دیکھ چکے ہین، اس لیے دارا کو چاہیئے تو یہ تھا، کہ ایسے آدمی پر بھروسہ نہ کرتا، لیکن اُس نے سمجھا کہ اسکی وہ چال اُسی کی حمایت پر تھی، چنانچہ اُس کی بات پر یقین کرکے، وہ اجمیر تک چلا آیا، اور اورنگزیب بھی اُس طرف برابر بڑھ رہا تھا، لیکن جسونت سنگھ کا کہین پتہ نہ تھا، مجبور ہوکر دارا نے اپنے لڑکے کو اُس کے پاس بھیجا، مگر اس کے پہلے مہاراجہ جے سنگھ کا پیغام اُس تک پہنچ چکا تھا، کہ اگر وہ دارا کی حمایت سے باز آجاے، تو مرزا راجہ اس کے قصور کو اورنگزیب سے معاف کرا دے گا، مہاراجہ جسونت سنگھ نے پھر ایک مرتبہ دھوکہ دیا، اور دارا کی مدد سے انکار کر دیا، دوسرے

راجپوتون نے بھی اس کی تقلید کی، اور دارا ایک بڑی مدد سے محروم ہوگیا،

اورنگزیب ۲۶ رجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ (۱۱ مارچ ۱۶۵۹ء) کو اجمیر کے قریب پہنچ چکا تھا، دارا کے لیے واپسی ناممکن تھی، اس لیے اس نے موجودہ فوج کے ساتھ ہی تیاری کی، لڑائی تقریباً اسی رات سے شروع ہوگئی، لیکن سب سے بڑا معرکہ ۲۷ رجمادی الثانی (۱۳ مارچ) کو ہوا، دارا کے بڑے بڑے افسر کام آئے، شاہ نواز خان بھی مارا گیا، اور دارا شکست کھا کر بھاگا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان کو دارا کے تعاقب کے لیے مقرر کیا، اور ۴ رجب (۱۸ مارچ) کو دہلی کی طرف واپس ہوگیا

دارا کی گرفتاری وقتل

دارا اپنے خاندانی ارکان اور تھوڑے سے سپاہیون کو لیکر پہلے احمد آباد گیا، پھر کچھ کا رخ کیا، لیکن قسمت کے ساتھ ہر چیز بدل چکی تھی، اور اب ہر دروازہ اُس کے لیے بند تھا، مجبوراً اُس نے ارادہ کیا، کہ ایک مرتبہ پھر اُسی بے آب و گیاہ صحرا کو طے کرکے سندھ ہوتا ہوا، قندھار چلا جائے، کہ اُس نے شاہِ ایران سے خط و کتابت شروع کردی تھی، اور اُس نے نہ صرف اپنے قندہاری افسرون کو اُس کی امداد کی ہدایت کردی تھی، بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ دارا کے استقبال کے لیے تیار رہے، یہ تمام خطوط منشآتِ طاہر وحید مین موجود ہین، اور ہم طوالت کے خیال سے نظرانداز کرتے ہین، اسی زمانہ مین دارا نے اپنی جماعت کو مختصر کرنے کے لیے اپنے حرم کی بہت سی عورتون کو بھی چھوڑ دیا، اُس کے سپاہی اُس کے دشمن ہوگئے، اور اُنھون نے اُس کو لوٹنا شروع کیا، دارا دریاے سندھ کو عبور کرکے سیوستان مین داخل ہوا، کہ درۂ بولن کی راہ سے قندھار پہنچ جائے، راستہ مین ملک جیون زمیندار داور کا علاقہ پڑتا تھا، اس پر دارا کے بہت سے احسانات تھے، دارا نے ایک مرتبہ اُس کی جان بھی بچائی تھی، اور اُسے امید تھی کہ یہ زمیندار ضرور احسان کا بدلہ دیگا، لیکن ایسا نہین ہوا، جب دارا اس کے علاقہ مین پہنچا، تو ظاہر جیون نے اُس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، لیکن بہت جلد اس کے دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا، اور اس نے انعام و خطاب کی لالچ مین دارا

کو گرفتار کر لیا، اسی اثنا مین دارا کی محبوب ترین حرم نادرہ بیگم کا انتقال ہوگیا، اُس کی موت دارا کیلئے
سب سے بڑا روحانی حادثہ تھا، اُس کی ہمت ٹوٹ گئی، اس کا دل چھوٹ گیا، اور اس نے مرحومہ کو
لاہور مین دفن کرنے کے لیے، روانہ کرتے وقت اپنے آخری معتمد علیہ ملازم کو بھی نعش کے ساتھ
اپنے سے جدا کر دیا، ملک جیون نے دارا کو گرفتار کر کے اورنگزیب کے آدمیون کو اسکی اطلاع
دی، مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان فوراً دادر کی طرف روانہ ہو گئے، اور ۲ر شوال (۲۳ر جون)
کو دارا اپنے چھوٹے لڑکے اور دو لڑکیون کے ساتھ ان کے حوالہ کر دیا گیا، یہ قافلہ ۱۴ر ذی الحجہ
(۲۳ر اگست) کو دہلی کے قریب پہنچا اور یہان نظر بیگ چیلہ ان کی حفاظت پر مقرر کیا گیا،
یہان دارا تقریباً پانچ دن رہا، اس کے بعد ۲۰ر ذی الحجہ (۲۹ر اگست) کو وہ اور اس کا
بیٹا شہر کے بازار سے گذارے گئے، اُن کو رات کے وقت خضر آباد مین مہابت خان کی سرای
مین رکھا گیا، اور اس کے دوسرے دن ۲۱ر ذی الحجہ (۳۰ر اگست) کو دارا نے اس عنصرِ خاکی
کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا،

اس وقت تک دارا کے قتل کے سلسلہ مین جو کچھ بیان کیا گیا، وہ خشک واقعات تھے
لیکن اب ہم ان مبالغہ آمیز غلط روایتون اور افسوسناک بے بنیاد الزامون کی طرف متوجہ
ہونا چاہتے ہین، جو اس سلسلہ مین عام ہین،

سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ کیا اورنگزیب دارا سے لڑنے مین
حق بجانب تھا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات بہت آسانی سے دیسکتے ہین، دارا کی تمام عمر اورنگزیب
کی عداوت مین گذری، اُس کی ایک ایک حرکت اس بات کا آئینہ ہے، کہ وہ ہر صورت سے
اورنگزیب کو ذلیل وخوار بلکہ تباہ وبرباد کر دینا چاہتا ہے، باپ کو بدظن کرتا ہے، بھائیون سے وہ
برگشتہ کرنے کی سعی مین مصروف ہے، بہنون سے وہ لڑانے کی فکر مین ہے، دکنی ریاستون

کے سامنے اُسے ذلیل کرنے کا وہ سامان کر رہا ہے، سرکاری افسروں کو وہ بہکا رہا ہے، غرض وہ سب کچھ کر رہا ہے، جو اورنگزیب کا بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا ہے، بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی وہ شاہجہان کے پیہم اصرار نہیں بلکہ التجاؤں کے باوجود اورنگزیب سے لڑنے کے لیے بڑھتا ہے اور جب تک گرفتار نہیں ہو جاتا، اسی فکر میں لگا رہتا ہے، دوسری طرف اُس کے مذہبی خیالات نے ایک عام ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی "شاہ بلند اقبال" کی الحاد پرستی نے مذہب کو ایک مذاق مقرر کر دیا تھا، مذہب کے حدود کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور ہر شخص نے ایک جدید مسلک اور ہر مدعی نے اپنی ایک الگ راہ قائم کر رکھی تھی۔ اس کے علاوہ شاہجہان کی کورانہ محبت، جسونت سنگھ وغیرہ کی منافقانہ چالوں اور دوسرے سیاسی مذہبی گروہوں کی خفیہ سازشوں نے دارا کو ایک خطرناک دشمن بنا رکھا تھا، ایسی حالت میں اُس کا نظربند رکھنا خطرات سے خالی نہ تھا، مراد نے نظربندی کے زمانہ میں جو سازش کر رکھی تھی، وہ ابھی ابھی ہم دیکھ چکے ہیں ایسی حالت میں اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ کار تھا، کہ وہ اس خطرہ کا سدباب کر دے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اسکی زندگی، ایک لمحہ کے لیے بھی محفوظ نہیں رہ سکتی تھی، اُس نے شاہجہان کو خود اس کے متعلق نہایت صاف طور سے آگاہ کر دیا تھا، کہ

"سر وارث ملک تا بر من است   تن ملک را فتنہ پیراہن است"

اب دوسرا سوال اس نمائش کا ہوتا ہے، جو بازار میں دارا کو ہاتھی پہ چڑھا کر کی گئی تھی جو لوگ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہیں، کہ جب کبھی کسی شہزادہ کو زندہ چھوڑ دیا گیا ہے، تو کوئی شہزادہ اس طرح قتل ہوا ہے، کہ اس کا ثبوت عوام کو نہیں ملا، تب بہت سے لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر ملک کو فتنہ کا گھر اور کشت و خون کا بازار بنا دیا ہے، خود اورنگزیب کے سامنے اس کی مثالیں موجود تھیں، شاہجہان کے عہد میں اس قسم کا واقعہ پیش آ چکا تھا

حالت مین اگر وہ دارا کو شاہ راہِ عام سے نہ گذارتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا، کہ ملک مین نہ معلوم کتنے ایسے مدعی پیدا ہو جاتے، جو یہ دعوی کرتے، کہ دارا اصل مین قتل نہین کیا گیا، بلکہ وہ اصلی دارا ہین، خود اورنگزیب کے عہد مین صرف اتنی سی بات پر کہ شجاع اور اس کے لڑکے کا حال بتیقن طور پر معلوم نہ ہو سکا، دو مرتبہ دو شخصون نے اس دعوی کے ساتھ بغاوت کی کہ وہ شجاع کے لڑکے ہین، ابھی چند دن ہوے کہ بغداد مین ایک نوجوان نے اس بات کا دعوی کیا ہے، کہ وہ زار روس کا بڑا لڑکا ہی، یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے اورنگزیب کو مجبورًا یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا، ورنہ اُس کے لیے سب سے آسان صورت تو یہ تھی، کہ وہ دارا کو دہلی لانے، وہان بازار سے گذارنے، اپنے خلاف خواہ مخواہ جذبات پیدا کرنے، اور دار السلطنت کے امن کو خطرہ مین ڈالنے کے بجاے وہ دارا کو کسی غیر معلوم جگہ پر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا، لیکن ان مشکلات کو مول لینے سے اس کی غرض صرف فتنہ انگیزون کی زبان بندی مقصود تھی، اور بس،

تیسرا الزام جو اورنگزیب پر لگایا جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ اُس نے علما کی ایک مجلس کے سامنے دارا کے عقائد کے متعلق سوال پیش کیا، اور اُن سے فتوی حاصل کر کے اُسے قتل کرایا، اور اس طرح دارا کے قتل کا الزام اُس نے علما کے سر تھوپ دیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے، کہ نہ کوئی علما کی مجلس مرتب کیگئی، اور نہ مفتیون کی بزم آراستہ ہوئی، بلکہ یہ الزام اُن کرمفرماؤن کا ہے، جو مسلمان علمار کو متعصب، تنگ خیال، خونخوار، اور غضبناک ثابت کرنا چاہتے ہین، بات صرف اتنی تھی، کہ جس دن دارا کو بازار سے گذارا گیا، اُس کے حامیون نے عام عبرت انگیز جذبات سے فائدہ اٹھا کر شہر مین لوٹ مار شروع کر دی، اور اس سلسلہ مین ملک جیون اور اُس کے آدمیون پر حملہ کر دیا، اب اورنگزیب کے لیے غور طلب مسئلہ یہ تھا، کہ آیا وہ دارا کو اُسی طرح نظر بند رکھکر اس فتنہ کو بڑھنے دے، یا اس کا سدِباب کرے، اس سلسلہ مین مجلسِ مشورت منعقد کی گئی،

اس مین سرکاری افسر بھی تھے، اور اہل علم اصحاب بھی، اور یہ دونون جماعتین دارا کے رویہ، اُسکی افتاد طبیعت اور اُس کی معاندانہ روش سے پہلے ہی سے بیزار تھین، اسلیے ان کی اکثریت نے یہ طے کیا، کہ دارا کو قتل ہی کر دینا اچھا ہے، اورنگزیب کو اس مین اختلاف تھا، لیکن وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسی حالت مین افسرون اور دوسرے بااثر لوگون کی راے کو ٹھکرانے کے کیا معنی ہین؟ اس لیے اُس نے بھی اُن کی راے پر عمل کرتے ہوے قتل کا فتوی دیا، اس سلسلہ مین خود اُس کے درباری مورخون کا بیان اس بات کی تردید ہو کہ دارا کا قتل علما کے کسی مذہبی فتوی کا نتیجہ تھا، عالمگیر نامہ لکھتا ہے:۔

"خدیو جہان باہم بحکم دین پروری و شریعت گستری و ہم باقتضاے مصلحت دولت و سروری سترون غبار وجود شر آمود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لازم آمد" (ص ۴۳۲)

صاحب مآثر عالمگیری نے صرف اس بیان پر اکتفا کیا ہو کہ

"چون بوجوہ سترون غبار او ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لازم آمد" (ص ۲۷)

عمل صالح نے صرف دارا کے قتل کا تذکرہ کیا ہو، اور ظفر نامۂ عالمگیری مین اتنا بھی نہین ملتا، تاریخ شاہ شجاعی کا بھی یہی حال ہے، بلکہ اُس نے تو اس مجلس کا حال ان الفاظ مین لکھا ہو کہ

"اول چنان مقرر شد کہ سلطان داراشکوہ را نیز مثل سلطان مراد بخش بقلعۂ گوالیار فرستادہ نگاہ دارند، آخر حسب الصلاح مہد علیا روشن آرا بیگم و دیگر خیر اندیشان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ازان ارادہ متخلف گشتہ" (ص ۲۲)

اسی سلسلہ مین دو باتین اور قابل بیان ہین، اوّل یہ کہ دارا کے متعلق مغربی مورخون و سیاحون کا بیان ہے، کہ مرتے وقت وہ عیسائی عقائد کا قائل تھا، اور دوسری بازاری گپ یہ ہے، کہ اورنگزیب نے دارا کی لاش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہین کیا، لیکن یہ دونون باتین بے بنیاد اور سرتاپا غلط اور لغو ہین،

سلیمان شکوہ | مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس جگہ سلیمان شکوہ کا حال بھی بیان کر دیا جائے
ہم دیکھ آئے ہین، کہ کس طرح دارا نے اُسے شاہ شجاع سے صلح کر کے واپس آنیکو لکھا تھا لیکن
ابھی وہ راستہ ہی مین تھا، کہ اُسے دارا کی شکست اور اورنگزیب کی فتح اکبرآباد کی اطلاع ملی، اس
اطلاع کے ساتھ ہی مہاراجہ جے سنگھ اور دوسرے افسرون نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ
مختلف جگہ کی ٹھوکرین کھاتا ہوا، بالآخر گڑھوال کے علاقہ مین راجہ سری نگر کے یہان پناہ گزین ہوا،
راجہ نے ایک بہادر راجپوت کی طرح مشرقی میزبان کے خدمات انجام دیئے، اور اوسے اورنگزیب
کے آدمیون کے حوالہ کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ جب اُسے معلوم ہوا، کہ اس کا وزیر شہزادہ
کو زہر دینے کی فکر مین ہے، تو اُس نے انتہائی غضب مین اُسے قتل کرا دیا، مگر راجہ کا بیٹا اخلاق
سے زیادہ مادی منفعت کا خیال رکھتا تھا، اس لیے اُس نے غریب الدیار شہزادہ کو دھوکے سے
گرفتار کرا دیا، جب اورنگزیب کی خدمت مین پیش کیا گیا، تو اورنگزیب نے اس کو تسلی دلاتے ہوئے کہا
کہ وہ گھبرائے نہین، اُسے کسی قسم کی جسمانی اذیت نہین پہنچائی جائے گی، بلکہ دوسرے شہزادون
کی طرح گوالیار مین رکھا جائے گا، چنانچہ وہ گوالیار بھیجدیا گیا، اور یہان اپنی موت سے، جو شوال سنہ ۱۰۷۲
(مئی سنہ ۱۶۶۲ء) مین واقع ہوئی، قید جسمانی اور قید خاکی دونون سے رہا ہوا،
اورنگزیب کی تخت نشینی | ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح اورنگزیب نے اپنے بھائیون کے خلاف ابتدا ہی مین
اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان نہین کیا تھا، بلکہ اُس کا خیال تھا، کہ وہ شاہجہان کو دارا کے ہاتھ سے آزاد
کر کے اُسی کو صاحب اختیار بنا دے گا، لیکن آگرہ پہنچکر جب اس نے دیکھا کہ شاہجہان، اس کی جان کا
گاہک اور اس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے، تو اُس نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا، اور شاہجہان کی
کارروائیان اس کے خیال کو مستحکم کرتی گئین، تا آنکہ جب وہ دہلی پہنچا، تو اُس نے محسوس کیا، کہ صرف
ایک شہزادہ کی حیثیت سے وہ اتنا اثر و اقتدار جو اُسے ضروری تھا، حاصل نہین کر سکتا تھا، اس لیے

یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ (۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء) کو شالامار باغ مین سرسری طور سے تخت نشینی کے مراسم ادا کیے اور اس کے بعد ہی پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے شاہجہان کو لکھ دیا، کہ وہ ابتداءً اتنی بھی جرأت نہ کرسکتا تھا، لیکن جب اُس نے دیکھا، کہ اس طرح کام نہین چل سکتا، تو مجبوراً بادشاہت کا اعلان کردیا ہے، اور جونہی حالات موافق ہونگے، وہ شاہجہان کو تخت حوالہ کردے گا، مگر اس کے بعد شاہجہان نے دارا کی حمایت اور شجاع کو بھکانے مین جس سرگرمی کا اظہار کیا، اُس کو کامل ایک سال دیکھتے رہنے اور شاہجہان سے مایوس ہونے کے بعد اُس نے عام طور سے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا، کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، بہرحال یہ رسم نہایت تزک واحتشام، شان وشوکت وجاہ وجلال کے ساتھ رمضان شریف کے مبارک مہینہ کی ۲۴ تاریخ (۵ جون ۱۶۵۹ء) کو عمل مین آئی۔ اور اورنگزیب "ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر بادشاہ غازی" کے نام سے جلوہ آرائے سریر حکومت ہوا، مختلف اشخاص نے مختلف تاریخین کہین، مسٹر بیل نے مفتاح التواریخ مین اُن کو ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ اب وہ ہندوستان کا تنہا بادشاہ بنگیا، رقعاتِ عالمگیری کی پہلی جلد انھین واقعات پر ختم ہوئی ہے، اسلیے یہ مقدمہ یا کتاب کی پہلی جلد کا یہ مفصل تبصرہ یہین ختم ہوتا ہے۔ آخر مین صرف یہ کہنا ہے کہ عالمگیر ایک انسان تھا۔ انسانیت سے بالاتر جذبات کی توقع ہم اُس سے نہین کرسکتے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ مغل شہزادون کے سوانح حیات سے مرتب اُسکی تصویر اگر ہمایون سے زیادہ خوشنما نہین تو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان سے زیادہ بدنما بھی نہین۔

والکمال للہ وحدہٗ،

لہ اسی سلسلہ مین تاریخ شاہ شجاعی کا یہ بیان بھی قابل غور ہے کہ تخت نشینی کے وقت شاہجہان نے سرکاری جواہرات تختِ طاؤس وغیرہ دینے سے بند نہ کردیا تھا، اور جب دیا تو تخت کے بعض جواہرات نکال لئے دو تھے۔